

دنیاے تصوف میں ایک گرانقدر اضافہ

# منازلِ ولایت



عالم فقیری

حسب پبلشنگ ہاؤس





دنیاے تصوف میں ایک گرانقدر اضافہ

# منازل و لائیت

جن باتوں پر انسان عمل کر کے اللہ کا بندہ  
بن جائے، ان کا نادر، آسان اور دل کو  
روشن کرنے والا مکمل طریقہ کار

عالمِ فقیہ

حسب پبلشنگ ہاؤس

ایوانِ علم پلانہ 18 اردو بازار، لاہور فون: 042-7361444

DEVELOPED BY

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ۲۹۷۰۶ منازل ولایت

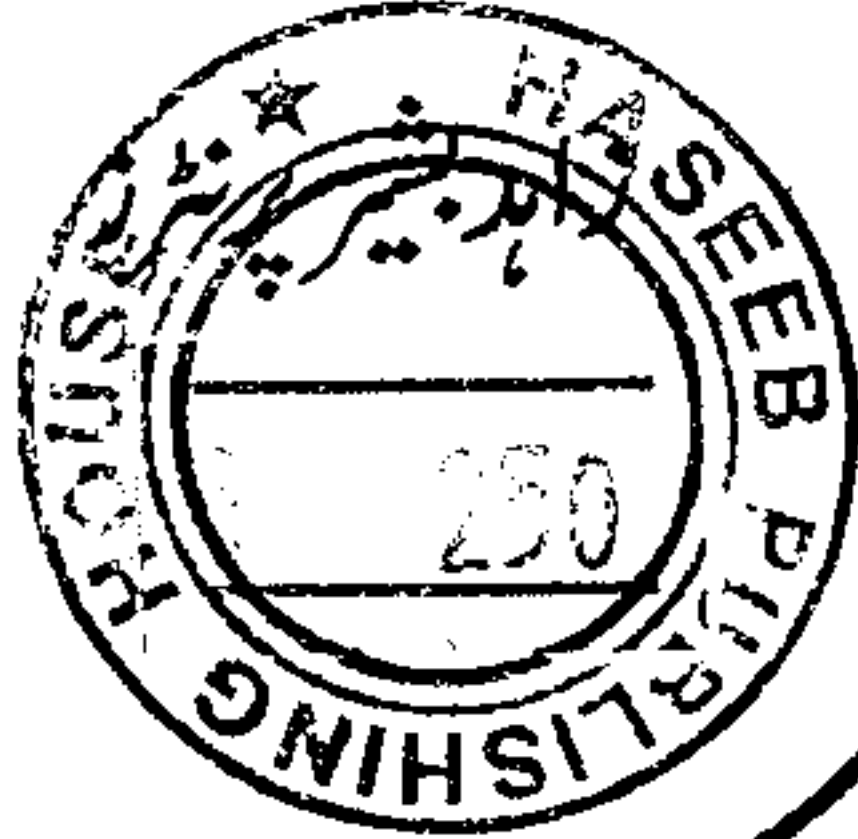
مؤلف ۵۴: ۲۱: ۱۹ عالم فقری

اشاعت : 2009ء

تعداد : 600

منتظم : محمد حسیب

زیر اہتمام : محمد قدوس



طابع :

قیمت :

اسٹاکسٹ:

ادارۃ پیغام القرآن

۴۰۔ اردو بازار، لاہور، Ph:042-7323241



# فہرست

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۹۸	ارشاداتِ باری تعالیٰ	۱۱	۵	۱۔ محبت	
۱۰۰	احادیثِ نبیّت	۱۲	۷	فضیلتِ حبِّ الہی	۱
۱۰۹	اقوال و احوال	۱۳	۱۱	فرموداتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۲
۱۲۳	نبیّت کی حقیقت	۱۴	۱۶	محبت کا مطلب	۳
۱۲۵	۴۔ اخلاص		۱۸	اقوال و حکایاتِ محبت	۴
۱۲۷	ارشاداتِ الہیہ	۱۵	۵۰	حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ	۵
۱۳۱	فضیلتِ اخلاص	۱۶		کے ارشادات	
۱۳۲	اخلاصِ صوفیا	۱۷	۵۵	۲۔ خوفِ خدا	
۱۳۸	اخلاص کی جامع تعریف	۱۸	۵۷	ترغیبِ خوفِ الہی	۶
۱۶۹	اخلاص کے درجے	۱۹	۵۹	فضائلِ خوفِ الہی	۷
۱۷۵	۵۔ تقویٰ		۶۸	فرموداتِ صحابہ کرامؓ	۸
۱۷۷	احکامِ تقویٰ	۲۰	۷۰	اقوالِ خوفِ الہی	۹
۱۸۲	فضیلتِ تقویٰ	۲۱	۷۲	اولیاء کا خوفِ الہی	۱۰
۱۹۲	اقوالِ تقویٰ	۲۲	۹۶	۳۔ نبیّت	



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۳	اولیاء کا تقویٰ	۲۰۰	۲۳	فرموداتِ توکل	۳۰۷
۲۴	انعاماتِ تقویٰ	۲۱۲	۲۴	اولیاء کا توکل	۳۱۴
۲۵	اعمالِ تقویٰ	۲۱۷	۲۵	توکل کی حقیقت	۳۲۳
	<u>۶۔ خشیت</u>	۲۲۰		<u>۹۔ استغفار</u>	۳۳۳
۲۶	فرمانِ الہی	۲۲۱	۲۶	قرآنی آیات	۳۳۳
۲۷	خشیتِ الہی کی شان	۲۲۳	۲۷	فضیلتِ استغفار	۳۳۹
۲۸	خشیت اختیار کرنے کا حکم	۲۲۴	۲۸	حکایاتِ استغفار	۳۴۵
۲۹	فضیلتِ خشیت	۲۲۶	۲۹	استغفار کی قرآنی دعائیں	۳۴۹
۳۰	صحابہ کرامؓ پر خشیتِ الہی کا غلبہ	۲۲۹	۵۰	احادیث اور استغفار کی دعائیں	۳۵۵
۳۱	سات باتوں میں خشیتِ الہی	۲۳۵		<u>۱۰۔ مجاہدہ</u>	۳۶۷
	<u>۷۔ صبر</u>	۲۵۰	۵۱	ترغیبِ مجاہدہ	۳۷۱
۳۲	احکامِ خداوندی	۲۵۲	۵۲	اقوالِ مجاہدہ	۳۷۶
۳۳	فضائلِ صبر	۲۵۵	۵۳	حقیقتِ مجاہدہ	۳۷۹
۳۴	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر	۲۶۴	۵۴	مجاہداتِ اولیاء	۳۸۱
۳۵	صحابہ کرامؓ کا صبر	۲۶۹	۵۵	اہلِ مجاہدہ کے دس خصائل	۳۹۲
۳۶	اقوالِ اولیاء	۲۷۶		<u>۱۱۔ دُعا</u>	۳۹۸
۳۷	صبر میں اولیاء کا مقام	۲۸۰	۵۶	حکمِ دُعا	۴۰۰
	<u>۸۔ اللہ پر بھروسہ</u>	۲۸۷	۵۷	فضیلتِ دُعا	۴۰۴
۴۱	ارشاداتِ باری تعالیٰ	۲۸۹	۵۸	دُعا یا رضا	۴۱۱
۴۲	فضیلتِ توکل	۲۹۸	۵۹	ارشاداتِ صوفیاء	۴۱۳



## باب

## محبت

اللہ تعالیٰ کو بندے کا دل سے چاہنا اور پسند کرنا محبت کہلاتا ہے، محبت اللہ کا ولی بننے کی اصل بنیاد ہے اس کے بغیر اللہ کا قرب حاصل نہیں ہوتا اس لیے اللہ والوں نے اللہ کی معرفت کو پانے کے لیے محبت کو سلوک اور طریقت کا لازمی جزو قرار دیا ہے اللہ ہمارا خالق اور مالک ہے اور بندہ اس کا امر ہے، امر کا اپنے خالق کی طرف مائل ہونا فطری تقاضا ہے اس لیے ہر انسان کے دل میں قدرتی طور پر اپنے خالق کے لیے چاہت موجود ہوتی ہے خواہ وہ زیادہ ہو یا کم۔ مگر جب کوئی بندہ اپنی چاہت کا مرکز صرف اللہ تعالیٰ کو بنا لیتا ہے تو وہ حب الہی یعنی اللہ کی محبت کہلاتی ہے۔ اللہ کی محبت اللہ کی ذات اور صفات کا ذکر کرنے سے بڑھتی ہے اور بندے کے دل میں ایسی کیفیت پیدا کر دیتی ہے کہ بندہ اس حالت میں رہنا پسند کرتا ہے کیونکہ اسے اللہ کی یاد ہی میں دوبارہ مناسب سے زیادہ پسند ہے۔

منازلِ ولایت میں سے محبت بڑا کٹھن مرحلہ ہے یہ پار ہو جائے تو سمجھو کہ اللہ مل گیا۔ اللہ کی محبت میں انسان ہر مقام اور ہر حالت بلکہ زندگی کے لمحہ لمحہ میں اللہ کی تعظیم کو مد نظر رکھتا ہے اس کی رضا کو دنیا کی ہر چیز پر ترجیح دیتا ہے اس کے وصل کی خواہش میں گریہ زار رہتا ہے، دنیا کی کوئی چیز اسے اچھی نہیں لگتی۔ اس کا دل ہر وقت اپنے محبوب کو پانے کی تڑپ میں جوش مارتا ہے وہ زمانے بھر کے دکھ اللہ کی خاطر برداشت کرتا چلا جاتا۔ کیونکہ اللہ سے لذت آشتائی کچھ عجیب چیز ہے وہ اللہ کی محبت میں دنیا کی تمام محبتیں



یعنی اولاد، مال، عزیز و اقارب، دوست احباب سب کو قربان کر دیتا ہے اس کے دل میں صرف حُبِ الہی جاگزمین رہتی ہے۔ غرضیکہ اللہ کو پانے کے لیے اپنے تن اور من میں اللہ کی یاد کو بسالے تو تیرا بیڑا پار ہے۔

محبتِ الہی زینتِ ایمان ہے، محبتِ عظمتِ اسلام ہے، محبتِ تاجِ انسانیت ہے، محبتِ غذائے روح ہے، محبتِ تپشِ ذوق ہے، محبتِ مدارِ عشق ہے، محبتِ شمعِ نور ہے، محبتِ نظارہِ حسنِ ازلی ہے، محبتِ گلشنِ پر بہار ہے، محبتِ علم و حکمتِ کاراز ہے، محبتِ فروغِ لطفِ بندگی ہے، محبتِ اسرارِ الہی ہے، محبتِ گوہرِ نایاب ہے، محبتِ متاعِ حیات ہے، محبتِ رفعتِ پرواز ہے، محبتِ تسلیم و رضا ہے، محبتِ کمالِ صدق ہے، محبتِ موجبِ تسکینِ قلب و جان ہے، محبتِ کیفیتِ قلب و نظر ہے، محبتِ دولتِ لازوال ہے، محبتِ نعمتِ انمول ہے، محبتِ شوکتِ مسلمانی ہے، محبتِ شعلہِ جذبِ مستی ہے، محبتِ آئینہٴ وفا ہے، محبتِ منزلِ ہستی ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی محبتِ منازلِ ولایت میں بڑی اعلیٰ اور بلند و بالا ہے بلکہ ولایت کا مقصود ہی اللہ کی محبت ہے جو اس سے محروم راہِ سمجھے کہ مقصدِ زندگی سے بے خبر رہا۔

دنیا میں جتنے بھی غوث و قطب اور ابدال و اوتاد ہوئے ہیں سب نے جو کچھ پایا ہے حُبِ الہی سے پایا ہے اگر تو بھی طالبِ تہذیب ہے تو اللہ کی محبت کو سینے میں ڈال لے، اور کاسٹ گداؤں کے گریہوں کا بارگاہِ رب العزت میں ڈیرہ جملے رات دن اس کی حمد و ثنا میں گزار اور راتوں کے پچھلے پہر میں یادِ الہی میں محبت کے آنسو بہا اس کے لطف و احسان کو یاد کر اور اس کی رحمت کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رکھ، اللہ کی قضا و قدر پہ راضی رہ۔ اس کی راہ میں جتنے بھی مصائب و آلام آتے ہیں انہیں خوشی سے برداشت کر اور اپنی محبت میں ہر دم ثابت قدم رہ۔ مشکل وقت میں کبھی نہ گھبرا۔ تو دیکھے گا کہ اللہ ہر آڑے وقت میں تیرے ساتھ ہوگا۔ اللہ کی محبت میں بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہ کر اور کبھی شکوہ لب پہ



نہ لایا یہی تیری محبت کی کامیابی کی دلیل ہے کہ اسی کو ہر دم پکارتے ہوئے اسی کی ہر عطا پر راضی رہ۔ جب وہ تجھ سے راضی ہو جائے گا تو پھر وہ تجھے راضی کرے گا۔ محبت کا یہ کتنا بڑا انعام ہے کہ جسے رب اپنا بنالے اسے اور کیا چاہیے۔

## فضیلتِ حبِّ الہی

اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے محبت کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے کیونکہ دستورِ فطرت ہے کہ اگر کوئی کسی کو چاہے تو وہ بھی اسے چاہتا ہے۔

اہلِ محبت اللہ کو پسند ہیں | ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ  
مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي  
اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ  
أَذْنَبَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ آعِزَّةً  
عَلَى الْكٰفِرِينَ زِيَّاحِدُونَ فِي  
سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ  
لَا يُعِزُّ ذَلِكَ قَوْلَ اللَّهِ يُؤْتِيهِ  
مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ  
عَلِيمٌ

اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے  
پھر جائے تو وہ بہت جلد ایسی قوم لے آئے گا  
جس سے اسے محبت ہوگی اور وہ بھی خدا سے  
محبت رکھتی ہوگی، اہل ایمان کے حق میں وہ نرم  
ہوگی کافروں پر غالب ہوگی اللہ کی راہ میں جہاد  
کریں گے اور کسی ملامت کرنے سے خوف نہیں  
کھائیں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے  
عطا فرماتا ہے۔ اللہ وسعت والا علم والا ہے

رپ ۶، ماخذ ۵۴

محبت اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور جسے چاہتا ہے اسے اس سے توارز دیتا ہے  
مگر یاد رہے کہ یہ اسے ہی ملے گی جو محبت کا متلاشی ہوگا البتہ ایمان لانے کے بعد اللہ  
تعالیٰ سے محبت رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے، معرفت میں محبت کا خالص ہونا بھی ضروری



ہے اور خالص محبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سراپا محبت بن کر محبت کرے۔

**شدت محبت** | اہل ایمان کو اللہ بہت چاہتے ہیں اس بات کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے :

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ إِندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرُونَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ

اور لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ کے علاوہ ان کو خدا کا شریک بنا کر ان سے اللہ جیسی محبت کرتے ہیں لیکن جو ایمان لائے ہیں وہ اللہ کی محبت میں شدید ہیں اور کاش کہ ظلم کرنے والے اللہ کا عذاب دیکھ لیتے کہ بیشک تمام قوت اللہ ہی کی ہے اور اللہ شدید عذاب دینے والا ہے (پ ۲، بقرہ ۱۶۵)

مشکر لوگ دوسروں کو خدا کے مد مقابل ٹھہراتے ہیں اور پھر ان کی محبت اپنے دلوں میں ایسی جاتے ہیں جس طرح کہ اللہ کی محبت ہوتی چاہیے۔ حالانکہ معبودِ برحق صرف اللہ ہی ہے اور وہی انسانی عبادات اور محبت کا حقدار ہے ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی تعریف کی ہے کہ وہ اللہ کی محبت میں سمٹتے ہیں۔ ان کے دل حبیبِ الہی سے معمور ہیں۔ وہ خدا کے سوا کسی دوسرے سے ایسی محبت نہیں کرتے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنی چاہیے۔

**اللہ سے محبت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ضروری ہے** | جو لوگ اللہ سے محبت رکھتے ہیں انہیں اللہ کی طرف سے حکم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع

کریں کیونکہ آپ کی اطاعت حبیبِ الہی کی دلیل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :  
قُلْ إِن كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا حَقِّي

اے محبوب! آپ فرمادیں گے کہ لوگو! اگر تم اللہ سے



فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ  
 محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں چاہے  
 گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا

مہربان ہے۔ (پ ۳، آل عمران ۳۱)

جو شخص اللہ کی محبت کا طالب ہو اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا ضروری ہے۔ بعض لوگ اللہ کی محبت کے دعویدار ہوتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سنت طریقہ اختیار نہیں کرتے تو ایسے لوگ اللہ کی محبت میں سچے نہیں ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سنت طریقہ پر چلنے کو لازم قرار دیا ہے یعنی حضور کی محبت کا ذریعہ اختیار کیے بغیر اللہ کی محبت بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

اللہ کی محبت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو باپ بہن بھائی عزیز و اقارب، مال و دولت اور جائیدادیں کو انسان بتانا ہے ان سب سے بڑھ کر اللہ کو چاہا جائے تاکہ ان کا ہونا اللہ کی محبت کے رستے میں رکاوٹ نہ بنے اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اپنے کلام میں یوں واضح فرمایا ہے کہ :

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ  
 وَأُخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ  
 وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ  
 تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ  
 تَرْضَوْنََهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِمَّنْ  
 اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ  
 فَتَرِيسُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ  
 وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ  
 الْفَاسِقِينَ  
 آپ فرمادیجیے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور  
 تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا  
 خاندان اور تمہارا کمایا ہوا مال اور وہ تجارت  
 جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے  
 پسندیدہ مکان یعنی ان سب چیزوں سے تم  
 اللہ اور اس کے رسول کے لیے جہاد کرنے کی  
 نسبت زیادہ محبت رکھتے ہو تو یہاں تک انتظار  
 کرو کہ اللہ اپنا حکم صادر فرمائے اور اللہ فاسق قوم  
 کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا (پ ۱۰، توبہ ۲۴)



اللہ کی محبت وہی خالص اور بلند تر کہلوائے گی جو دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر صرف اللہ ہی کی ذات کے لیے ہوگی۔ دنیا کی چیزوں کو رکھنے اور چاہنے کی شریعتِ اسلام نے ایک حد مقرر کر رکھی ہے لہذا انہیں صرف اس حد تک چاہا جائے۔ اور ہر صورت میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت قابل ترجیح ہے۔ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ اس کی توضیح میں فرماتے ہیں کہ:

میرے محترم شیخ ابوالنجیب سہروردیؒ نے باسناد و مشائخ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر وہ کسی میں ہوں تو وہ ایمان کی حلاوت پاتا ہے (۱) اللہ اور اس کا رسولؐ اس کو اوروں سے زیادہ محبوب ہو (۲) وہ کسی سے محض اللہ کے لیے محبت کرتا ہو (۳) جب اللہ نے اس کو کفر سے نجات عطا کر دی تو پھر وہ کفر کی طرف لوٹنا ایسا ہی بڑا سمجھے جتنا اپنا آگ میں ڈالا جانا۔

حضرت عریاض بن ساریہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے: خلیا! تو مجھے اپنی محبت میری جان اور میری سماعت و بصارت اور اہل و عیال اور سرد پانی سے بھی زیادہ عطا فرما۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالص محبت کو طلب فرمایا ہے۔

خالص محبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سر اپنا محبت بن کر محبت کرے کہ بعض دفعہ ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ روحانی علم کے تمام شرائط پورے کرتے ہوئے طالبِ حق اپنے روحانی حال میں غرق ہوتا ہے مگر اس کی فطرت کے علم کے خلاف امور کی متقاضی ہوتی ہے یعنی علم ان باتوں کو پسند کرتا ہے لیکن اس کی فطرت و جبلت ان کو پسند نہیں کرتی۔ اب خالص محبت یہ ہے کہ ایسی صورت میں وہ علم کا تابع ہو اور اپنی جبلت کی عصیان شکاری کو خیال میں نہ لائے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ وہ اپنے ایمانی جذبہ اور حکمِ ایمانی سے اللہ اور اس کے



رسول سے محبت کرے اور حکم طبع کے تحت اہل و عیال سے محبت کرے۔  
 محبت کے متعدد وجوہ ہیں اور انسان میں یہ محرکات گونا گوں اور رنگارنگ ہیں مثلاً  
 زوج کی محبت، قلب کی محبت، نفس کی محبت اور عقل کی محبت۔ پس رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے مذکورہ بالا دعائیہ کلمات میں اہل و مال اور آب سرد کا جو ذکر ہے اس کے معنی  
 یہ ہیں اور آپ کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے ذریعہ ہر قسم کی محبت کے ریشے دل  
 سے نکل جائیں تاکہ اللہ کی محبت سب پر غالب آجائے اور دل و جان سے خدا سے  
 محبت کر کے از سر تا پای بندہ حق محبت بن جائے۔ یہ پاک اور صاف محبت صرف خواص  
 کے ساتھ مخصوص ہے اس کے نور سے نار طبع سرد ہو جاتی ہے اسی محبت کا نام محبت  
 ذات ہے جو مشاہدہ سے حاصل ہوتی ہے جب کہ روح موطن قرب میں اپنے پورے  
 خلوص کے ساتھ جاگزیں ہو۔ (عوارف المعارف)

## فردواتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

**اللہ کی محبت** | ابو زین عقیلی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ بندے کا ایمان در  
 نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خدا اور اس کے رسول کو (ان کے علاوہ) باقی تمام چیزوں سے  
 محبوب تر نہ رکھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ایمان کا صحیح تر مفہوم کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ بندہ خدا  
 اور اس کے رسول کو ہر چیز سے زیادہ دوست رکھے۔ (احیاء العلوم بحوالہ احمد)  
**اللہ کو محبوب جانو** | حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا ہے کہ بندہ اس وقت تک مومن کہلاتے کا حقدار نہیں  
 جب تک کہ خدا اور اس کے رسول کو اپنے مال، عیال اور تمام مخلوق سے زیادہ عزیز اور  
 محبوب نہ جانے۔ (مسلم شریف)



**اللہ تعالیٰ کی تاکید** | حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ نے بھی بطور تہدید ارشاد فرمایا کہ اے محمد! ان سے کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے

باپ بیٹے بھائی بیویاں، کنبے اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکمائی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں اگر تمہیں خدا سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو منتظر رہو کہ حکم الہی تم تک پہنچے اور اللہ تعالیٰ حکم عدولی کرتے والوں کو مقصود تک نہیں پہنچاتا (احیاء العلوم)

**اللہ سے محبت کی ترغیب** | حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص

نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے آپ سے محبت ہے۔ فرمایا تو پھر درویشی کے لیے تیار رہ۔ اس نے کہا کہ میں خدا سے بھی محبت رکھتا ہوں فرمایا، تو پھر مصیبت و بلا کے لیے تیار رہ۔ (ترمذی)

**محبت الہی کا جنوں** | حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیرؓ کو آتے ہوئے دیکھا کہ ایک بیٹھکے

کی کھال کر سے لپیٹے چلے آتے ہیں۔ آپ نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا دل روشن کر دیا ہے۔ میں نے اس کو اس کے ماں باپ کے سامنے دیکھا تھا کہ عمدہ کھانا اور اچھا پانی دیا کرتے تھے اور اب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہؐ کی محبت نے اس کا یہ درجہ کیا ہے جو دیکھتے ہو۔ (احیاء العلوم)

**تین باتوں میں ایمان کا مزہ ہے** | حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں تین باتیں

ہوں اس نے ایمان کا مزہ پایا۔ جو آدمی سے صرف اللہ کے لیے محبت کرتا ہو اور جسے اللہ اور اس کا رسولؐ تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہو اور جو دوبارہ کافر بننے کی نسبت



آگ میں گر جانے کو زیادہ محبوب رکھتا ہو، جیکہ اللہ اس سے اسے نکال چکا ہو (ابن حاتم)  
 حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
ایلی محبت پر اللہ کا سایہ کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے  
 روز فرمائے گا کہ میرے جلال کے باعث محبت کرنے والے کہاں ہیں کہ میں انھیں اپنے کرم کا  
 سایہ دوں جبکہ آج میرے سایہ کرم کے سوا کوئی سایہ نہیں ہے۔ (مسلم)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق کار صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا طریق پوچھا  
 تو آپ نے فرمایا کہ معرفت میرا اس المال ہے اور عقل میری دین کی اصل ہے اور محبت  
 میری بنا ہے اور شوق میری سواری اور ذکر خدا میرا تیس اور اعتماد میرا خزانہ اور حزن  
 میرا فتنہ اور علم میرا ہتھیار اور صبر میری چادر اور رضا میری غنیمت اور عاجزی میرا فخر  
 اور زہد میرا پیشہ اور یقین میری قوت اور صدق میرا سفارشی اور اطاعت میرا حسب  
 اور جہاد میرا خلق ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

حضرت کی خاص دعاؤں میں سے ایک دعا  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص دعا یہ بھی ہے کہ یا الہی! مجھے اپنی محبت عطا

فرما اور ان لوگوں کی محبت عطا فرما جنہیں تجھ سے محبت ہے اور ہر اس چیز سے محبت کرنا  
 سکھا دے جو مجھے نیری دوستی سے قریب نہ کر دے اور اپنی محبت کو مجھ پر اس قدر غالب کر  
 دے کہ مجھے اس میں ایسی لذت محسوس ہو کہ پیاسے کو پانی ملنے پر ایسی لذت نصیب نہ  
 ہوتی ہو۔ (احیاء العلوم)

ایک اعرابی آپ کی خدمت میں  
ایک اعرابی کی اللہ اور رسول سے محبت حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ

قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ کیا تو نے اس کا سامان کیا ہے؟ اس نے عرض کیا



کہ میں نے بہت سی نمازیں اور بہت سے روزے تو ذخیرہ نہیں کیے مگر مجھ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ آپ نے فرمایا المرء مع من احب یعنی آدمی اپنے محبوب کے ساتھ رہتا ہے۔ (احیاء العلوم)

حضرت ابراہیمؑ کا نظریہ محبت | حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے اس وقت

ارشاد فرمایا جب وہ آپ کی روح قبض کرنے کے لیے تشریف لائے کہ بھلا تم نے کوئی ایسا خلیل دیکھا جو اپنے خلیل کو مارے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی کہ بھلا تم نے کوئی ایسا محبت کرنے والا دیکھا کہ جو اپنے حبیب کی ملاقات کو برا جانے۔ پس آپ نے ملک الموت سے فرمایا کہ اب روح قبض کر۔ اور یہ بات اسی بندے پر رکھتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے بے پناہ محبت رکھتا ہے۔ وہ جب جانتا ہے کہ موت بسبب ملاقات کا ہے تو اس کا دل موت کی طرف راغب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی محبوب نہیں کہ اس کی طرف التفات کرے۔ (احیاء العلوم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک  
اللہ سے محبت رکھو | نقل فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت

کرتا ہے تو جبریلؑ سے فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص سے محبت رکھتا ہوں لہذا تو بھی اس سے محبت رکھ۔ پھر جبریلؑ آسمان کے فرشتوں میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ بیشک تمہارا رب فلاں آدمی سے محبت رکھتا ہے تم بھی اس سے محبت رکھو، تو اس سے آسمان کے فرشتے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اس کی مقبولیت زمین میں پھیلا دی جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے ناراضی رکھتا ہے تو اس کے متعلق بھی اسی طرح اعلان ہوتا ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

محبت اور آزمائش | حضرت محمد بن مسلم یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی



دربار رسالت میں حاضر ہوا، کہنے لگیا رسول اللہ! میرا مال جاتا رہا اور جسم بیمار ہو گیا آپ نے فرمایا اس بندے میں کوئی خیر نہیں جس کا مال کبھی تہ جائے اور وہ کبھی بیمار نہ ہو اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کا معاملہ کرتے ہیں تو اسے آزمائش میں ڈالتے ہیں اور وہ محبوب بندہ اس پر صبر کرتا ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ

**اللہ کی محبت میں مصائب ہیں**

حضرت انس بن مالکؓ نے ارشاد فرمایا، کہ

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں یا محبت کا معاملہ کرتے ہیں تو اس پر مصائب و آفات ڈالی جاتی ہیں اور جب وہ دعا کے لیے پکارتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اے اللہ! یہ آواز تو جانی پہچانی معلوم ہوتی ہے۔ وہ دوبارہ یارب یارب پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بیک و سودیک! یعنی میرے بندے میں حاضر ہوں، تو مجھ سے جو بھی مانگے گا عطا کروں گا۔ یا اس کی بجائے کوئی شر اور آفت دور کروں گا۔ یا اپنے پاس تیرے لیے وہ چیز جمع رکھوں گا جو تیرے مطلوب سے بہتر ہوگی۔ پھر جب قیامت کا دن ہوگا، اعمال والے لائے جائیں گے اور ان کے اعمال کا بدلہ انھیں میزان کے ذریعہ پورا پورا دیا جائے گا۔ نماز والوں کو، روزہ داروں کو، صدقہ اور حج والوں کو۔ گویا سب کو جزا اور بدلہ مل جائے گا۔ پھر مصیبت زدہ لوگوں کو لایا جائے گا۔ تہ ان کے لیے ترازو قائم ہوگی اور نہ ان کے دفتر کھولے جائیں گے ان پر اجر و ثواب یوں بہایا جائے گا جیسا کہ ان پر دنیا میں مصیبتیں بہائی جاتی رہیں۔ اہل مصیبت کا یہ عظیم اجر و ثواب دیکھ کر دنیا میں عافیت سے بسر اوقات کرنے والے تمنا کریں گے کہ اے کاش! ان کے جسم فتنچیوں سے کٹے جلتے یہی وہ اجر ہے جس کا تذکرہ اللہ پاک کے اس ارشاد میں ہے

إِنَّمَا يُؤْتِي الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ  
صبر و استقلال والوں کو ان کا صلہ بے شمار  
بِغَيْرِ حِسَابٍ  
ہی ملے گا۔

اللہ سے ملاقات کی خواہش | حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ سے ملاقات کی خواہش کرتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات کی خواہش کرتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کی خواہش نہیں کرتا اللہ بھی اس کی ملاقات کی خواہش نہیں کرتا۔

اللہ سے محبت کا انعام | حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بذریعہ جبریلؑ مجھے خبر دی ہے کہ جس کسی نے میرے دوست کی بے عزتی کی اس نے مجھ سے اعلان جنگ کر دیا میں نے اتنا تردد کسی چیز میں نہیں کیا جتنا کہ میں نے اس مومن بندے کی روح کو قبض کرنے میں کیا ہے جو موت کو پسند نہ کرنا ہو اور میں اسے دکھ نہیں پہنچانا چاہتا مگر موت کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں، میرا کوئی بندہ میرے نزدیک فریق کی ادائیگی سے زیادہ محبوب چیز سے میرے قریب نہیں آتا اور میرا بندہ نواقل کے ذریعے سے میرے قریب آتا رہتا ہے تا آنکہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جس سے میں محبت کروں میں اس کے کان، آنکھ، ہاتھ اور مؤیدین جاتا ہوں۔

## محبت کا مطلب

صوفیاء نے محبت کو مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے۔ لوگوں نے اس بات سے بھی بحث کی ہے کہ اس کا لغوی مفہوم کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ پاکیزہ اور صاف محبت کا نام حُب ہے کیونکہ عرب حب الاسنان بولتے ہیں اور ان کی مراد دانتوں کی سفیدی اور تروتانہ گی ہوتی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ سخت بارش کے وقت جو بلبلی اٹھتے ہیں انھیں جناب الماء کہتے ہیں اس بنا پر محبوب کی ملاقات کے جوش اور پیاس کے بھڑکنے کا نام محبت ہے۔



بعض کہتے ہیں کہ یہ حبیب دفتح الحامد، الماء سے ماخوذ ہے یعنی وہ مقام جہاں پانی زیادہ ہو لہذا اسے محبت اس لیے کہا گیا کہ دل میں جتنی اہم چیزیں ہیں ان میں سب سے بڑا حصہ اسی کا ہوتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ لازم ہونے اور ثابت قدم رہنے کے معنوں میں آتا ہے۔ کیونکہ عربی کا محاورہ ہے احب البعیر جب وہ بیٹھا جائے اور پھر اٹھے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوئے کہ عاشق کا دل کسی وقت بھی معشوق کے ذکر سے نہیں ہٹتا۔ یہ لفظ حب بمعنی بالی سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے۔

تبیت الحیة التضاض منہ مکان الحب لیستم السراد  
دشکاری رات بھر ایک گڑھے میں بیٹھا رہتا ہے اور وہاں زیریلے ساتپ  
اس کے اتنے قریب پھرتے رہتے ہیں جتنی کان کی بالی ہو اور وہ راڈ کی  
باتیں سنتا رہتا ہے)

بالی کو حب یا تو اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ کان سے چٹنی رہتی ہے یا اس لیے کہ ہر وقت مضطرب رہتی ہے یہ دونوں معنی محبت پر صحیح طور پر چسپاں ہوتے ہیں۔ لفظ محبت، حب سے ماخوذ ہے جو حہ کی جمع ہے اور حہ القلب دل کا وہ مقام ہے جس پر دل کا دار و مدار ہے لہذا محبت کا نام اپنے محل کے نام پر رکھا گیا ہے۔ حُب اور حب ایک ہی چیز ہے جس طرح عمر اور عمر۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ لفظ حبیہ (کسر حامد کے ساتھ) سے ماخوذ ہے جس کے معنی جنگلی بیج کے ہیں۔ چنانچہ جس طرح بیج نباتات کا مغز ہے اسی طرح محبت بھی زندگی کا مغز ہے۔ اس لیے اس کا نام حب رکھا گیا ہے۔

کہتے ہیں کہ حُب ان چار کڑیوں کو کہتے ہیں جن پر مٹکار کھا جاتا ہے۔ محبت کو حب اس لیے کہا گیا جس طرح یہ کڑیاں مٹکے کو برداشت کرتی ہیں اسی طرح محبت

محبوب کی طرف سے ہر عزت و ذلت کو برداشت کرتی ہے۔

اس لفظ کی اصل وہ مشکا دحب ہے جس میں پانی ہوتا ہے، مشکا اسے روک رکھتا ہے اس میں صرف اس قدر پانی سما سکتا ہے جس سے وہ بھر جائے یعنی اس میں مزید پانی نہ سما سکے، اسی طرح جب کسی کی محبت سے دل بھر جاتا ہے تو پھر اس دل میں محبوب کے سوا کسی اور کے داخل ہونے کی گنجائش نہیں ہوتی۔

## اقوال و حکایاتِ محبت

**محبت کا مزہ** حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا مزہ چکھ لیتا ہے پھر اسے دنیا حاصل کرنے کی مہلت نہیں ملتی اور اسے انسانوں سے گھبراہٹ اور وحشت ہوتی ہے۔

**محبت کا اثر** حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اسے تنہائی سے انس ہو جاتا ہے۔

**حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول** آپ نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے یہ توفیق بخش دیتا ہے کہ وہ زمانہ کے عبرت انگیز واقعات سے عبرت حاصل کرے۔

**محبت کی تعریف میں اقوالِ صوفیاء** ایک صوفی کا قول ہے کہ مشتاقِ دل کے ساتھ دائمی میلان کا نام محبت ہے۔ نیز

کہا گیا ہے کہ محبوب کی خاطر تمام مال و دولت کو قربان کر دینا محبت ہے۔  
محبوب کی موجودگی میں اور عدم موجودگی میں محبوب کی موافقت کرنا محبت ہے۔  
عاشق کا مع اپنی تمام صفات کے مٹ جانا اور محبوب کو اس کی ذات کے ساتھ شناخت کرنا محبت ہے۔ دل کا اللہ تعالیٰ کی مراد کے موافق ہونا محبت ہے۔



اس بات سے ڈرتے رہتا کہ کہیں احترام میں کمی نہ ہو، محبت کہلاتا ہے۔  
حضرت ابو یزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ اپنی کثیر چیز کو قلیل سمجھنا اور محبوب کی قلیل  
چیز کو کثیر سمجھنا محبت ہے۔

حضرت سہلؒ فرماتے ہیں کہ محبت یہ ہے کہ تو اطاعت گزار رہے اور محبوب  
کی مخالفت سے دور رہے۔

حضرت جنیدؒ سے محبت کی نسبت سوال کیا گیا تو فرمایا کہ عاشق کا اپنی صفات کو  
اپنا محبت ہے۔ ان کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ محبوب کے ذکر کا غلیہ یہاں تک  
ہو کہ عاشق کے دل پر محبوب کے ذکر کے سوا کچھ نہ ہو اور اپنی صفات اور ان کے احساس  
سے کلیتہً غفلت ہو۔

حضرت ابو علی رودباریؒ فرماتے ہیں کہ محبت، محبوب کی موافقت ہے۔  
ابو عبد اللہ قرشیؒ فرماتے ہیں کہ حقیقی محبت یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو کلیتہً محبوب کے  
حوالے کر دے یہاں تک کہ تیرے پاس اپنی ذات میں سے کچھ بھی نہ رہے۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ محبت کو محبت اس لیے کہا گیا کہ یہ دل سے محبوب کے سوا  
تمام چیزوں کو محو کر دیتی ہے۔

حضرت ابن عطاءؒ فرماتے ہیں محبت یہ ہے کہ تو محبت میں اپنے آپ کو ہمیشہ غائب

کرتا ہے۔

میں نے استاد ابو علی دقاق کو فرماتے سنا کہ محبت مکمل لذت ہے جبکہ حقیقت کے  
مقامات دہشت ناک ہیں۔

حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ حقیقی محبت وہ ہے جو حقا پہ بھی کم نہ ہو، نیز فرمایا  
اور محبت نیک برتاؤ اور احسان سے بڑھتی ہے۔ نیز فرمایا کہ جو شخص محبت کا دعویٰ کرے  
مگر محبت کی حد و کالحاظ نہ رکھے وہ سچا محب نہیں ہے۔

حضرت بنیہذا لکھتے ہیں کہ سب سے بڑی اور سچی محبت پیسہ جو ہوائے تو پھر وہاں کے  
شمارے سے اور جو ہوائے ہے۔

حضرت ابو حنیفہ کا یہ قول فرماتے ہیں کہ حقیقی محبت یہ ہے کہ انسان یہ بات قبول کرے  
کہ اللہ کے اس ہاتھ کا حصہ ہے۔ بلاشبہ کسی طرف اس کی متعلقہ باتیں ہیں۔

حضرت حسین بن علیؑ فرماتے ہیں کہ حقیقی محبت یہ ہے کہ تو اپنے تمام اوصاف کو بالکل  
مٹا کر اللہ کے ہاتھ کے ساتھ رہے۔

**محبت کی نئی اہمیت** | حضرت ابو نعیم بن زوفری فرماتے ہیں کہ اللہ کی محبت کی  
اہمیت اس کی اطاعت اختیار کرنا اللہ حضور صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم پر عمل کرنا ہے۔

**حضرت فضیل کا قول** | حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ محبت کے  
لیے کافی ہے۔ قرآن انس کے لیے کافی ہے۔ اور موت  
نصیب کے لیے کافی ہے۔ اللہ کو ساتھی بنانے اور ساری مخلوق کو ایک طرف کر دے۔

**حضرت رابعہ عدویہ کا قول** | حضرت رابعہ عدویہ نے ایک روز فرمایا کہ کوئی ہے  
جو ہم کو بتائے حبیب کا پتہ ہے۔ ان کی تادم  
نے کہا ہاں حبیب ہاں ساتھ ہے مگر دنیا نے اس سے علیحدہ کر رکھا ہے۔

**محبت خدا کو ظاہر نہ کرو** | حضرت ذوالنون نے فرمایا کہ جو شخص خدا کی محبت کو  
ظاہر کرے اس سے کہہ دو کہ اس بات سے ڈرا کہ  
غیر اللہ کے لیے ذلیل بنے۔

**حضرت بنیہذا لکھتے ہیں** | حضرت بنیہذا فرماتے ہیں کہ علامتے والے پر محبت  
تمام ہے اور فرمایا کہ محبت عوض کے مطابق ہوتی  
ہے تو جب عون بنانا بہت ہے، محبت بھی باقی رہتی ہے۔



حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ محب نہ دنیا کی محبت کرتا ہے نہ آخرت کی۔ بلکہ اپنے مولا سے محبت ہی کو چاہتا ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے محبت کا مطلب پوچھا گیا تو فرمایا کہ محبت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی بندے کے دل کی مراد سمجھ لی تو اس کو اپنے مشاہدے کے لیے پھیر دیا۔

حضرت شیلیؒ سے کہا گیا کہ ہمیں عارف اور محب کی تعریف بتلائیے انھوں نے کہا عارف اگر بات کرتا ہے تو ہلاک ہو جاتا ہے اور محب اگر چپ رہتا ہے تو ہلاک ہو جاتا ہے اور آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

يَا أَيُّهَا السَّيِّدُ الْكَرِيمُ      حَيْثُ بَيْنَ الْحَشَاءِ مُقِيمٌ  
يَا رَافِعَ النَّوْمِ عَنْ جُفُونِي      أَنْتَ بِمَا مَرَّ بِي عَلِيمٌ

اے مہربان سرور! تیری محبت میرے دل کی گہرائیوں میں مقیم ہے، اے میری پلکوں سے نیند اڑانے والے جو کچھ مجھ پر بہتی، تو اسے جانتا ہے۔

حضرت ابوسلمان درانیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ جنت اور اس کے درمیان کی نعمت ان کو خدائے تعالیٰ سے نہیں روکتی، دنیا کے باعث تو کیسے خدائے تعالیٰ سے باز رہیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ اعمال میں سے افضل عمل کونسا ہے؟ افضل عمل کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ سے راضی ہونا اور اس سے محبت کرنا۔

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے فرمایا کہ موتوں

**حضرت بابا فرید گنج شکر کا قول**

کے دل پاکیزہ زمین کی مانند ہیں اگر اس میں محبت کا بیج بویا جائے تو اس بیج سے ہر قسم کی نعمتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس نعمت الہیہ سے درویش ہر کسی کو بہرہ ور کر سکتا ہے اور خود بھی حظ وافر لے سکتا ہے۔

قاضی حمید الدین ناگوریؒ نے اپنی تاریخ میں

**فقیروں پر محبتِ حق کا غلبہ**

لکھا ہے کہ درویش کے حالات محبتِ حق کے غلبہ سے عالم شوق میں قرار گیر ہوتے ہیں۔ جب فقیروں پر محبتِ حق غلبہ کرتی ہے تو محبوب کے نورِ تجلی کا نزول ان کے قلوبِ اطہر پر اتنا ہوتا ہے کہ وہ لوگ دنیا و مافیہا کو بھول جاتے ہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض کا قول ہے کہ جب تم سے پوچھا جائے کہ اللہ

**محبت کا ادب**

سے محبت رکھتے ہو، تو تم چپ رہو۔ اس لیے کہ اگر "نہ" کہو گے تو کافر ہو جاؤ گے اور اگر "ہاں" کہو گے تو تمہارے اندر محبتوں کے اوصاف میں سے کچھ نہیں پس غضبِ الہی سے ڈرو اور جھوٹی بات نہ کہو۔

ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ محبت صادق کے لیے یہ شرط ہے کہ

**محبت صادق**

اس پر محبت کے سکران طاری ہوں، اگر ایسا نہ ہو تو اس کی محبت حقیقی نہیں ہے۔

حضرت شیخ روزباریؒ فرماتے ہیں کہ جب تک تم اپنی

**حضرت شیخ روزباری کا قول**

ہستی لکی قید سے باہر نہیں نکلو گے اس وقت تک تم محبت کی سرحد میں قدم نہیں رکھ سکتے۔

شیخ ابویزیدؒ کا قول ہے کہ جس کو کسی کی محبت قتل

**محبت کے قتل کا خون بہا**

کرے اس کو اس قتل کا خون بہا یہ ملتا ہے کہ وہ



محبوب کا دیدار کرے، اور جس کو کسی کا عشق قتل کر دے تو اس کا فدیہ یہ ہے کہ محبوب اس کو اپنا ہم نشین بنا لیتا ہے۔

محمد بن فضل فرماتے ہیں کہ محبت یہ ہے کہ محبوب کی محبت کے سوا ہر قسم کی محبت دل سے دور ہو جائے۔

**محبت کی حقیقت**

شیخ ابو الحسن الوراق فرماتے ہیں کہ اللہ کی شدید محبت سے ایک سرور خاص حاصل ہوتا ہے۔ صرف یہی بلکہ

**اللہ کی محبت کا سرور**

محبت دل میں اس آگ کی مانند ہے جو ہر گندگی کو گڑے کرکٹ کو جلا دیتی ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ عاشقوں کا صبر زاہدوں کے صبر سے زیادہ سخت ہے اور ہے

**حضرت یحییٰ بن معاذ کا فرمان**

بھی تعجب کی بات کہ انسان اپنے محبوب سے کیونکر صبر کر سکتا ہے۔

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں کہ جو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرے اور گناہوں اور حرام چیزوں سے پرہیز نہ کرے

**اللہ کی محبت کا دعویٰ**

وہ سب سے بڑا جھوٹا ہے۔ اسی طرح وہ بھی جھوٹا ہے جو اپنی ملک کو خرچ کیے بغیر

بھنت کی محبت کا دعویٰ کرے اور وہ بھی جھوٹا ہے جو فقیروں سے محبت نہ کرتا ہو اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتا ہو۔

شیخ ابو یعقوب السوسی فرماتے ہیں کہ صحیح محبت اس وقت پایہ ثبوت کو پہنچ سکتی ہے جب تم محبت کے مشاہدے سے نکل کر محبوب کے

**مشاہدہ محبوب**

مشاہدہ کے دائرے میں پہنچ جاؤ اور یہ اس وقت ممکن ہے کہ محبت کا علم فنا ہو جائے جبکہ اس کا محبوب غائب ہو اور اس کا تعلق محبت سے نہ رہے۔ جب اس طرح محبت اس محبت کی قید سے نکل جاتا ہے (قید محبت باقی نہیں رہتی) تو اس وقت وہ ایسا عاشق ہوتا ہے

**حضرت شبلی کا قول** | شیخ شبلیؒ سے محبت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ایک ایسا جام شراب ہے کہ اگر جو اس سے متاثر ہو جائیں تو ان میں سوزش برپا ہو جاتی ہے اور اگر وہ نفوس میں جاگزین ہو جائے تو وہ نیست ہو جائیں۔

**محبت کی گفتگو کا اثر** | روایت ہے کہ حضرت سمعونؑ نے ایک روز محبت کے بارے میں گفتگو کی، اتنے میں ایک پرندہ آپ کے سامنے

اترا اور زمین کو اپنی چونچ سے کریدتا رہا، یہاں تک کہ اس میں سے خون نکلا اور مر گیا۔ حضرت حسنؑ فرماتے ہیں کہ جو شخص خدائے تعالیٰ کو پہچانتا ہے اس کو محبوب جانتا ہے اور جو دنیا کو پہچانتا ہے اس میں نہہر کرتا ہے اور ایماندار آدمی لغو میں نہیں پڑتا کہ غافل ہو جائے، وہ توجیب فکر کرتا ہے اندوہ کرتا ہے۔

**چار مقامات** | بعضوں نے کہا ہے کہ محبت کا معاملہ چار مقامات پر ہوتا ہے، اول محبت، دوم بیعت، سوم حیا، چہارم تعظیم اور ان چاروں میں سے افضل تعظیم اور محبت ہیں۔ اس لیے کہ دونوں اہل جنت کے ساتھ جنت میں باقی رہتے ہیں اور ان کے سوا اور چیزیں ان سے علیحدہ ہو جاتی ہیں۔

**حضرت ابراہیم بن ادھم کا اظہار محبت** | حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے جناب باری میں عرض کی کہ الہی تو جانتا ہے

کہ تو نے اپنی محبت سے مجھ پر کرام کیا ہے اور اپنے ذکر سے مجھ کو مانوس کیا ہے اور اپنی عظمت کی فکر کے لیے مجھے مخصوص کر دیا تو اس کے مقابل جنت میرے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں۔

**اللہ کی محبت زندہ جاوید ہے** | حضرت سری سقطیؒ کا قول ہے کہ جس نے



اللہ سے محبت کی وہ زندہ جاوید ہوا، جس نے دنیا سے محبت کی وہ بے آبرو ہوا، احمق صبح و شام ذلت و رسوائی سے بسر کرتا ہے اور عقلمند اپنے عیوب تلاش کرتا رہتا ہے۔

حضرت رابعہؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی محبت ہے؟ انہوں نے

**اللہ کی محبت کا تقاضا**

فرمایا کہ مجھ کو تو آپ کے ساتھ محبت بے پناہ ہے مگر خدا تعالیٰ سے محبت نے مجھے مخلوق کی محبت سے روک رکھا ہے۔

ابن الجلاءؒ سے مروی ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ حضرت عیسیٰ پر وحی

دل کو دنیا اور آخرت کی محبت سے خالی پاتا ہوں تو اس کے دل کو اپنی محبت سے بھرا دیتا ہوں اور اسے اپنی حفاظت میں لیتا ہوں۔

حضرت ابو خالد صفاؒ کہتے ہیں کہ ایسا ہے ایک نبیؐ، کسی عابد سے ملے اور فرمایا کہ اے گروہ عابدان!

**ایک نبی اللہ کا قول**

تم جس بات پر عمل کرتے ہو ہم اس پر نہیں کرتے، تم تو خوف ورجاء پر عمل کرتے ہو اور ہم محبت اور شوق پر۔

حضرت جنیدؒ سے مروی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام

**حضرت یونس کا ارشاد**

اتنا روئے کہ اندھے ہو گئے اور اتنا کھڑے رہے کہ کبڑے ہو گئے اور اتنی نماز پڑھی کہ حرکت کی طاقت نہ رہی اور فرمایا کہ قسم ہے تیری عزت اور جلال کی، اگر میرے اور تیرے درمیان کوئی آگ کا سمندر ہوتا تو مجھ کو تیرا اتنا شوق ہے کہ میں اس میں بھی گھس جاتا۔

حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کا عقوہ تمام گناہوں کو لے لیتا ہے پس اس کی

**حضرت یحییٰ بن معاذ کا قول**

رضا کا کیا حال ہوگا اور اس کی رضا میں سب امیدیں مل جاتی ہیں تو اس کی محبت کیسے ہوگی اور اس کی محبت عقلوں کو مدہوش کر دیتی ہے تو اس کی مودت کا کیا ٹھکانا ہے اور اس کی مودت غیر اللہ کو بھلا دیتی ہے تو اس کا لطف کیسا ہوگا۔

حضرت سری سقطی **رحمہ اللہ** فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز جن کو محبت الہی غالب نہ ہوگی ان کو انبیاء علیہم السلام کے اسماء گرامی کے حوالے سے پکاریں گے مثلاً ارشاد ہوگا کہ اے امت موسیٰ!

اور اے امت عیسیٰ اور اے امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر مجھ میں اس طرح پکڑے جاویں گے کہ اے اولیاء اللہ! خدائے پاک کے پاس چلو۔ ان کے دل خوشی کے مارے نکلے پڑتے ہوں گے۔

ہرم بن حبان فرماتے ہیں کہ ایمان تدریجاً اپنے رب کو پہچانتا ہے تو اس سے محبت کرتا ہے

اور جب محبت کرتا ہے تو اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب اس توجہ کا مزا پاتا ہے تو دنیا کی طرف خواہش کی نظر سے نہیں دیکھتا نہ آخرت کی طرف کاہلی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اپنے جسم سے تو دنیا میں رہتا ہے اور روح سے آخرت میں۔

حضرت حارث محاسی نے فرمایا ہے کہ محبت

یہ ہے کہ تو ہمتن کسی چیز کی طرف مائل ہو جائے پھر اپنا نفس، روح اور مال سب اس پر قربان کر دے۔ پھر ضروری ہے کہ ظاہر و باطن میں تو اس کی موافقت کرے۔ بائیں ہمت تو یہ خیال کرے کہ تو نے اس کی محبت میں کتنا ہی کی ہے۔

حضرت ابو درداء **رضی اللہ عنہ** نے حضرت کعب احبار **رضی اللہ عنہ** سے کہا کہ مجھ سے کوئی آیت تورات کی بیان کر دو

**اللہ کو چاہئے والا اللہ کو پائے گا**



انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابراہیم کا شوق میری ملاقات کے لیے بہت ہے۔ اور میں ان کی ملاقات کا زیادہ تر مشتاق ہوں اور کہا کہ تو ریت میں اسی آیت کے قریب یہ بھی مذکور ہے کہ جو شخص مجھ کو طلب کرے گا وہ مجھ کو پاپوں سے پاک کرے گا اور جو میرے سوا کسی اور کو طلب کرے گا مجھ کو نہ پاوے گا۔

حضرت ذوالنون نے فرمایا کہ پاک ہے  
**حضرت ذوالنون مصری کا ارشاد** | وہ ذات جس نے ارواح کو شکر کے شکر

بنادے۔ پس عارفین کی رو میں تو جلالی اور قدسی ہیں۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف وہ لوگ مشتاق ہوئے۔ اور مومنوں کی رو میں روحانی ہیں، اسی جہت سے وہ جنت کے شائق ہوئے اور عافلوں کی رو میں ہوائی ہیں وہ اسی وجہ سے دنیا کے راغب ہوئے۔  
**حکایت** | عبداللہ بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے ایک عابد عورت کو دیکھا کہ رو رو کر کہہ رہی تھی اور آتسو چہرے پر بہا رہی تھی، بخدا میں خدائے تعالیٰ کے شوق میں اور اس کی ملاقات کے اشتیاق میں زندگی سے تنگ آگئی ہوں۔ یہاں تک کہ اگر موت بکنی ہوتی تو میں اس کو خرید لیتی۔ زاوی کہتے ہیں کہ میں نے اس سے پوچھا کہ تجھ کو اپنے عمل پر اطمینان ہے؟ اس نے کہا کہ اطمینان تو نہیں مگر میں اس سے محبت رکھتی ہوں اور اس پر مجھ کو حسنِ ظن ہے۔ تو کیا تم کو یہ خیال ہے کہ باوجود محبت کے وہ مجھے عذاب دے گا۔

حضرت شبلی کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت  
**حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی** | داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد! میرا

ذکر اذکروں کے واسطے ہے اور جنت اطاعت کرنے والوں کے لیے ہے اور دیدارِ مشتاقوں کے لیے اور میں خود اپنے محبوبوں کے لیے ہوں اور حضرت آدم علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ جو شخص حبیب سے محبت کرتا ہے اس کے قول کو سچا جانتا ہے۔ اور جو شخص اپنے حبیب سے

مانوس ہوتا ہے اس کے فعل سے ماضی ہوتا ہے اور جو اس کی طرف مشتاق ہوتا ہے، تو اپنا لاسنہ جلد چلتا ہے۔ اور خواہ اس اپنی چھاتی پر مارتے اور کہتے کہ لمے شوق اس کا جو مجھے دیکھتا ہے اور میں اس کو نہیں دیکھتا۔

**بے مثل حسن الہی**  
حضرت جنیدؒ کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میرا خاوند مجھ پر سوت لانا چاہتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اگر چار نہ ہوں تو نکاح کر سکتا ہے۔ وہ بولی اگر اجنبی عورت کو دیکھتا جائزہ ہوتا تو میں آپ کو اپنا چہرہ کھول کر دکھاتی تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ جس کے پاس میرے جیسی بیوی ہو اس کو دوسری سے نکاح کہنا زیبا نہیں۔ اس پر جنیدؒ کو غش آگیا اور گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو اس نے اس کا سبب پوچھا گیا انھوں نے جواب دیا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر دنیا میں میری طرف نظر کرنا کسی کو روا ہوتا تو میں اپنے چہرے سے پردہ اٹھا کر اسے دکھا دیتا اور اسے معلوم ہو جاتا کہ جس کے لیے میرے جیسا ہو اس کو ہرگز زیبا نہیں کہ اس کے دل میں میرے غیر کی گنجائش ہو۔

**مشائخ کا نظریہ محبت**  
ابوبکر کنانیؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار مشائخ میں محبت کا مسئلہ چھڑا اور حضرت جنیدؒ اس وقت چھوٹے تھے

پہلے تو مشائخ میں گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے بعد ان سے کہا کہ عراقی صاحب! اب آپ کو جو معلوم ہو آپ کہیے۔ انھوں نے کہا کہ محبت وہ بندہ ہے جو اپنے جی سے گزر جائے اور اپنے رب کی یاد میں لگا ہے۔ اس کے حقوق ادا کرنے میں مستعد ہے اور اپنے دل کی نگاہ اسی کی طرف رکھے۔ اس کی ہویت یعنی ذات کی آگ اور اس کے کاسہ محبت کے شربت صافی کے اثر سے اس کا دل سوختہ ہو رہا ہو، اگر کوئی بات کہے تو خدا کے ساتھ، کچھ بولے تو خدا سے۔ اگر حرکت کرے تو خدا کے حکم پر، اگر بھڑا ہے تو خدا کے ساتھ۔ پس وہ خدا ہی کے ساتھ خدا ہی کے لیے اور خدا ہی کی معیت میں ہے۔ اس پر مشائخ رو پڑے اور کہنے لگے کہ بھلا



اس سے زیادہ کوئی کیا کہہ سکتا ہے اے خدا شناسوں کے سرتاج۔

**شرابِ محبت** حضرت نجم الدین نفسی کا قول ہے کہ طالبانِ حق جب اللہ کی محبت کی شراب پیتے ہیں تو طرب میں آتے ہیں اور جب طرب میں آتے ہیں تو

حیران رہ جاتے ہیں اور جب حیرانی میں ہوتے ہیں تو سبک ہو جاتے ہیں اور جب سبک ہوتے ہیں تو پرواز کرتے ہیں اور جب پرواز کرتے ہیں تب طالب ہو جاتے ہیں پھر مراد پالیتے ہیں تو انہیں نزول ہوتا ہے اور جب نزول ہوتا ہے تو قرب میرا آتا ہے اور جب میرا آتا ہے تو کشف ہونے لگتا ہے اور جب کشف ہونے لگتا ہے تو شاہدے کی قرب آتی ہے۔

**حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان** حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین شخصوں پر گزے جن کے بدن لاغر اور رنگ متغیر تھے۔ آپ نے

پوچھا کہ یہ حال تمہارا کیوں ہوا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ آتشِ دوزخ کے خوف سے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوف والوں کو ضرور مامون رکھے گا۔ پھر وہاں سے بڑھ کر آپ اور تین شخصوں پر گزے۔ جو ان سے بھی زیادہ ڈیلے اور متغیر رنگ والے تھے آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہارا حال کس وجہ سے ایسا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ جنت کے شوق کے باعث۔ آپ نے فرمایا کہ ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ تم کو وہ چیز عنایت فرمائے جس کے تم متوقع ہو پھر آپ بڑھے اور تین شخص دیکھے جو پہلے دونوں فریقوں سے بھی زیادہ ڈیلے اور رنگ بدلے تھے۔ نور کا یہ عالم تھا کہ گویا چہروں پر آئینے جڑے تھے آپ نے ان سے پوچھا کہ کس وجہ سے تم ایسے ہو رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ عزوجل سے محبت رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ مغرب تم ہی ہو۔

**محبت کی افضلیت** حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ ایک رانی کے برابر محبت میرے نزدیک۔ ۷ برس کی عبادت سے بہتر ہے جو بے محبت ہو

اور یہ بھی انھیں کا قول ہے کہ یا الہی! میں تیرے صحن میں کھڑا ہوں اور تیری شنا میں مشغول ہوں۔ تو نے مجھ کو بچپن ہی سے لے لیا اور عباس اپنی معرفت کا دربر کیا اور اپنے لطف سے بہرہ ور کیا، احوال و اعمال و پردہ پوشی اور توبہ اور زہد اور شوق اور رضا اور محبت میں مجھ کو بدلتا رہا۔ اپنے حوضوں میں سے مجھ کو پلایا اور اپنے باغوں میں پھرایا۔ میں تیری عبادت اور تیرے قول میں مشغول رہا۔ اب جب میری مونچھیں نکلیں اور قدرت ہو گئی تو آج بڑا بوکر میں تجھ سے کیسے پھر جاؤں؟ میں تو لڑکپن ہی سے ان امور کا تجھ سے عاری رہا ہوں، تو جیت تک رہوں گا، انکسار کے ساتھ تیرے سامنے ہی گر کر گڑاؤں گا۔ کیونکہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں اور ہر ایک محبت ہی سے مشغوف رہتا ہے اور اس کے غیر سے مصروف رہتا ہے۔

**حضرت محمد بن واسع کا ارشاد** | حضرت محمد بن واسع فرماتے تھے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اللہ

کے محبوب ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے۔

**حضرت حسن بصری کا قول** | حضرت حسن بصری جب یہ آیت پڑھتے **وَاتَّقُونَ يَا دِئِي** **الْآبَاءِ** راتے ذی عقل لوگوں کو مجھ سے ڈرتے رہو تو فرماتے

اللہ نے اپنی محبت کے باعث ان کو عتاب کیا ہے۔

**بندگی کی علامت** | حضرت سعید بن جبیر فرماتے تھے کہ بندگی کی علامت

بے کہ اس کی عبادت میں سخت رنج و تکلیف برداشت کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت آرام سے حاصل نہیں ہوتی۔

**محبت کا بدلہ محبت** | حضرت جنید بغدادی نے فرمایا ہے کہ یہ امر غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا کچھ عوض مقرر کر رکھا ہے۔ اس عوض



کے بدلے میں وہ شے حاصل ہو جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے محبتِ الہی کا کوئی عوض نہیں رکھا ہے تاکہ وہ قیمت بن سکے اور عوض ہو سکے اور محبت کا عوض محبت سے ہی ادا کیا جاسکے۔ محبت کا بدلہ محبت ہے۔ یہی اس پوری کائنات کا منشا اور مقصود ہے۔ لہذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب اگر اللہ تعالیٰ کو اپنا لیا ہے تو پھر ہر طرح کے غیر اللہ سے کنارہ کش ہو جانا چاہیے۔

**محبت کیا چیز ہے** | ایک دفعہ حضرت ذوالنون مصریؒ وعظ فرما رہے تھے کسی نے اٹھ کر سوال کیا کہ محبت کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ جب دریا نے محبت میں جوش آئے گا تو بتاؤں گا۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے محبت کے بارے میں بیان کرنا شروع کیا تو اس آدمی نے وہی سوال کیا۔ آپ نے فرمایا، محبت کی دو اقسام ہوتی ہیں۔ ایک مخلوق کی مخلوق کے ساتھ محبت اور دوسری مخلوق کی خالق کے ساتھ محبت۔

پہلی قسم کی محبت کے متعلق تم اچھی طرح جانتے ہو اور دوسری قسم کی محبت یہ ہے، یہ کہہ کر آپ نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر اسے چاک کیا، کپڑے پھاڑ ڈالے اور ناہانگے آہ و فریاد بلند کر کے سینہ پر ہاتھ مارنا شروع کیا اور فرمایا یہ محبتِ خالق ہے اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔

**حکایت** | حضرت رابعہ بصریؒ نے ایک دفعہ رباح بن قیس کو ایک بچے سے پیار کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ رباح! آپ کو کامیاب محبتیں کہا جاسکتا کیونکہ آپ تو اس مختصر دل میں بھی اللہ کے سوا کسی اور کو جگہ دیتے ہیں۔ رابعہ بصریؒ کی یہ بات رباح کے دل کو لگی اور اس پر غشی طاری ہو گئی۔ کچھ دیر کے بعد جب سینہ پونچھتے ہوئے جوش میں آئے تو بولے کہ رابعہؒ کی بات سچی تھی اور اس میں بہت ہی زیادہ ہیبت تھی۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانیؒ نے فرمایا ہے  
**محبت کے تین اصول** کہ محبت کے تین اصول ہیں۔ وفا، ادب اور مروت۔

وفا یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت میں مشغول رہے، اپنے دل کو سب سے جدا کر لے  
 اور صرف اسی کے نورانی سے دل مانوس ہو جائے۔

ادب یہ ہے کہ حفظ اوقات و ماسئومی سے انقطاع کرنا ہے۔

مروت یہ ہے کہ قولاً و فعلاً صدق و صفا کے ساتھ ذکر اللہ پر قائم ہو جائے۔ ظاہر و  
 باطن میں اغیار سے روگردانی کر لے۔ جب بندہ میں یہ تینوں خصلتیں جمع ہو جاتی ہیں  
 تو لذت وصال پانے لگتا ہے اور اس کے اندر آتش شوق بھڑک اٹھتی ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں تجارا میں  
**حکایت** بطور مسافر کے وارد تھا۔ وہاں پر ایک شخص کو دیکھا جو از حدیاء الہی

میں مشغول تھا لیکن نابینا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیسے نابینا ہوئے ہو۔ فرمایا جب میرا  
 کام کمالات کو پہنچ گیا اور وحدانیت اور جلال اور عظمت پر نگاہ پڑنی شروع ہوئی تو ایک  
 روز بیٹھے بیٹھے میری نگاہ ایک غیر پر جا پڑی، غیب سے آواز آئی اے مدعی! دعویٰ تو  
 تو ہماری محبت کا کرے اور دیکھے غیر کی طرف۔ جب یہ آواز سنی تو ایسا شرمندہ ہوا کہ  
 بات نہیں ہو سکتی تھی۔ بارگاہ الہی میں دعا کی کہ جو آنکھ دوست کے سوا کسی غیر کو دیکھے  
 وہ اندھی ہو جائے۔ ابھی یہ بات اچھی طرح نہ کہنے پایا تھا کہ دونوں آنکھوں سے اندھا  
 ہو گیا۔

ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامیؒ مقام قرب میں پہنچے تو غیب سے آواز  
**حکایت** آئی کہ اے بایزید! آج تیری درخواست اور ہماری بخشش کا وقت ہے

جو چاہتا ہے مانگ۔ ہم دیں گے۔ خواجہ صاحب نے سر بسجود ہو کر عرض کیا کہ بندے کو خواہش  
 سے کیا واسطہ، جو کچھ بادشاہ سے عطا ہوگا اسی پر راضی ہے۔ آواز آئی اے بایزید!



ہم نے تجھے آخرت دی۔ عرض کی کہ وہ دوستانہ الہی کا قید خانہ ہے۔ پھر آواز آئی، لے  
 یازید! بہشت، دوزخ، عرش، کرسی اور جو ہماری ملکیت ہے سب کچھ تجھے دیا۔ عرض  
 کی، نہیں! آواز آئی کہ پھر تیرا کیا مطلب ہے؟ عرض کی پروردگار! تجھے خود معلوم ہے  
 آواز آئی لے یازید! کیا تو ہمیں طلب کرتا ہے؟ اگر میں تیری طلب کروں تو پھر کیا کرے؟  
 یہ آواز سنتے ہی عرض کی کہ مجھے تیری قسم! اگر تو مجھے طلب کرے تو قیامت کے دن جب  
 میرا حشر ہو تو دوزخ کے پاس کھڑے ہو کر ایک ہی آہ سے دوزخ کی آگ کو تالو کر دوں  
 کیونکہ محبت کی آگ کے مقابلے میں دوزخ کی آگ کی کچھ حقیقت نہیں۔ جب یہ قسم کھائی تو  
 آواز آئی لے یازید! جو کچھ تو چاہتا ہے تجھے مل گیا۔

حضرت ذوالنون مصری کے بارے میں فرمایا

**محبت کے راز امانت ہوتے ہیں** | جاتا ہے کہ آپ نے بیت اللہ شریف کے

طواف کے دوران میں ایک مشک فام کو دیکھا اور سنا کہ وہ صرف ایک ہی لفظ اَنْتَ اَنْتَ  
 ربی تو ہی ہے، تو ہی ہے) بار بار کہے جا رہا تھا مجھے اس ایک ہی لفظ پر کیریدگی اور  
 میں نے اس شخص سے پوچھ لیا کہ لے بھائی! اس ایک ہی لفظ سے تمہارا کیا مطلب ہے؟  
 میرے اس سوال پر اس جوان مشک فام نے بتایا کہ لے میرے دوست! وہ محبت کر نیوالوں  
 کی باتیں ایک راز ہوتی ہیں اور وہ راز ایک طرح کی امانت ہوتا ہے۔ راز کی باتوں کو فاش  
 کرنا گستاخی اور بد عہدی ہے اور جس راز کے بیان کرتے ہیں زبان معذور ہوا۔ سے قرطاس  
 قلم کے ذریعے بھی فاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن جب ان محبت کرنے والوں میں  
 ایک جانب انسان ہوتا ہے تو پھر اس پر اللہ کے راز اور اسرار خود بخود ایک منظر کے طور  
 پر ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ مجھے بھی کچھ دکھائیے، تو اس مشک فام شخص  
 نے کہا کہ جو قلوب اپنے پروردگار کی جانب مائل ہو جاتے ہیں اللہ انہیں اپنے متعدد راز  
 تفویض فرما دیتا ہے اور یہ راز اس اللہ کی امانتیں میں اور اللہ کے عارف ان امانتوں

کے امین ہیں۔

حضرت محمد سعید مؤلف مرآة العاشقین نے لکھا ہے کہ  
**خدا کی محبت کا قائدہ** | ایک مرتبہ میں نے حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کی

خدمت میں عرض کیا کہ میرے دل میں اکثر یہ خیال آتا ہے کہ میں آپ کی توجہ سے عشق و محبت  
 کے مرتبے کو پہنچوں، لیکن کیا کروں، نفسانی خطرے اور شیطانی وسوسے راستے میں حائل  
 ہیں۔ فرمایا یہ کوئی ایک دودن کا تھوڑا ہی کام ہے بلکہ تمام عمر راہِ حق میں صرف کر دینی چاہیے  
 خدا کی محبت جس قدر زیادہ ہو اسی قدر خطرات کم ہو جاتے ہیں۔ سالک کو راہِ حق میں  
 تنگ حوصلہ نہ ہونا چاہیے بلکہ ہمیشہ پر امید رہنا چاہیے کہ آہستہ آہستہ وہ قُرب  
 ذات کی منزل میں پہنچ جائے گا۔

ایک مرتبہ داؤد طائی کو دیکھا کہ آنکھیں بند کیے ہوئے جھوٹے سے  
**حکایت** | باہر آئے۔ ایک درویش حاضر خدمت تھا۔ اس نے پوچھا کہ اس کا کیا

سبب ہے؟ فرمایا پنتالیس سال سے میں نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے  
 سوا کسی کو نہ دیکھوں۔ اس واسطے کہ یہ محبت نہیں کہ دوستی تو اللہ تعالیٰ سے کروں اور  
 دیکھوں غیر کی طرف۔

ایک مرتبہ خواجہ ذوالنون مصری لکھنؤ کی مسجد میں مع اصحابِ طریقت بیٹھے  
**حکایت** | تھے اور بات محبت کے بارے میں ہو رہی تھی۔ ایک صوفی نے سوال

کیا کہ صوفی اور عارف کسے کہتے ہیں؟ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ صوفی اور عارف وہ ہیں  
 جن کے دل کدورتِ بشریت سے آزاد ہوں اور دنیا اور حبِ دنیا سے صاف۔ جب ان  
 میں یہ اوصاف پائے جائیں گے تو وہ اعلیٰ درجہ پائیں گے اور تمام مخلوقات سے  
 برگزیدہ کہلائیں گے اور غیر دوست سے دور بھاگیں گے پھر وہ مالک ہو جائیں گے  
 نہ کہ مملوک۔

## محبت کا اصل مقصد

حضرت یازید لیسطامیؒ کا قول ہے کہ اہل محبت کے نزدیک

(خدا کی محبت کے مقابلے میں) بہشت کی کوئی اہمیت نہیں  
محبت کے مدعی محبت کے پردوں میں محبوب ہوتے ہیں، بہشت اگرچہ بہت بڑی چیز ہے  
مگر مخلوق ہے اور خدا کی محبت خدا کی صفت نامخلوق ہے۔ جو کوئی نامخلوق (محبت خدا)  
کی بجائے مخلوق (بہشت) کی محبت میں گرفتار رہا اس نے اپنی اہمیت کھو دی۔ مخلوق  
دوستان حق کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی، دوستوں کے لیے دوستی ہی جاب ہوتی ہے  
کیونکہ دوستی کے وجود سے خدا اور اپنے درمیان (دوئی) کو تسلیم کرنا پڑتا ہے لیکن دوئی  
توحید کے خلاف ہے۔ محبت کی راہ توحید سے توحید کی طرف ہوتی ہے۔ محبت کی راہ میں  
محبت ہی آفت اور بلا بن جاتی ہے۔ محبت میں مرید اور مراد کی ضرورت ہوتی ہے یا خدام  
اور بندہ مراد ہو یا خدام مراد اور بندہ مرید ہو۔ اگر خدام مرید اور بندہ مراد ہو تو خدا کی نظر میں بندہ  
کی ہستی ثابت ہوگئی لیکن بندہ اگر مرید ہو اور مراد طلب داراوت خدا ہو تو آدمی کی اپنی ہستی  
سدا رہ بن جاتی ہے۔ پس محب (آدمی) کا محبوب کے لیے فنا ہونا اس سے بدرجہا بہتر ہے  
کہ وہ محبت کے لیے فنا ہو۔

## حقیقی محبت اللہ ہی کے لیے ہے

حضرت سید عبدالقادر جیلانی بغدادی کا  
ارشاد ہے کہ محبت حقیقی معنوں میں اللہ

تعالیٰ ہی کے لیے خاص ہے اور غیر اللہ کو اس میں داخل کرنا شرک ہے اس لیے کہ قلب انسانی  
فطری طور پر اللہ تعالیٰ کا مسکن ہے لیکن جب غیر اللہ کو اس میں اثر و نفوذ حاصل ہوتا ہے  
تو یہ توحید الہی کی امانت و خلاف ورزی ہو جاتی ہے۔

## محبت الہی کی علامت

حضرت سید احمد کبیر فاعلیؒ نے فرمایا ہے کہ جس نے  
اللہ تعالیٰ سے محبت رکھی اس نے اپنے آپ کو واضح

سکھائی۔ اور ملائق دنیا سے اپنے آپ کو دور کر دیا اپنے ہر حال پر اللہ تعالیٰ کو ترجیح دی۔



اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہا اور اللہ کے سوا کسی چیز میں رغبت نہ رکھی اور حقائقِ باطن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر تواضع کرتے ہوئے منبر اور پتنگ کو چھوڑ دیا۔ چاہے ان چیزوں تک اس کو رسائی حاصل تھی اور اس کی طرح ہو گیا۔

**محبت اور مصیبت** | حضرت خواجہ قطب الدین تختیار کاکیؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص محبت کا دعویٰ کرے اور مصیبت کے وقت فریاد

کرے وہ درحقیقت بچا دوست نہیں ہوتا بلکہ جھوٹا ہے اس واسطے کہ دوستی اس بات کا نام ہے کہ جو کچھ دوست کی طرف سے آئے اس پر راضی ہے اور لاکھوں شکنہ بجالائے۔ اور دوسرے یہ کہ شاید اسی بہانے سے یاد کرے۔

**محبت میں دوئی نہیں** | ایک صاحبِ حال کی آرزو تھی کہ اسے اللہ کی محبت حاصل ہو۔ اس غرض سے وہ ہر صبح اٹھتا اور روتا کہ محبت

دوست سے پہرہ درہو اور اپنا کوئی نام و نشان نہ بتلاتا یہاں تک کہ اس نے اپنی ہستی آتشِ عشق میں جلا دی بیگانہ رہا لیکن حقیقت میں وہ بیگانہ تھا پس جہاں محبت آجاتی ہے دوئی اٹھ جاتی ہے وہاں بیگانہ ہی بنتا پڑتا ہے کہ اس کے بغیر وصالِ محبوب کے شرف سے مشرف نہیں ہو سکتا اور یہ شہزادی پڑھی جو انھوں نے حضرت خواجہ قطب الدین تختیار کاکیؒ کی اوشی قدس سرہ العزیزہ سے ایک مجلس میں سماعت فرمائی تھی اور اس شہزادی کا ذوق اب تک محسوس فرماتے ہے

تا نفس من اند عشق دوست زدم خاست از مالے دوئی جمنہ دوست

جب سے میں عشق دوست کا دم بھر رہا ہوں بہت ساری دوئی سوائے محبوب کے اٹھ گئی ہے  
**اسرارِ محبت کا اظہار** | حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے فرمایا ہے کہ جس وقت درویش اسرارِ محبت سے مالا مال ہو جائے اگر کچھ زبان

سے ظاہر فرمادے تو کوئی عیب نہیں کیونکہ جب طرف میں جگہ ہی نہ ہے تو پھر اسے کہاں رکھے اور یہ حال کامل لوگوں کا ہے مگر وہ شخص جو آغازِ کار ہی میں اپنے اسرارِ علیہ شوق سے ظاہر کرنے لگ جائے تو یہ اس کی خام کاری کی دلیل ہے۔ کیونکہ جہاں تک ہو سکے ان انوار و اسرار کو انحقا میں رکھے مگر جب کثرتِ اسرار ہو جائے اور اس میں سے انشاء کر دے تو بعض اہل سلوک نے معاف کیا ہے کیونکہ یہ جائز ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا ہے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں، ایک محبتِ عام، دوسری محبتِ خاص۔

**محبت کی دو قسمیں**  
محبتِ عام کی تشریح حکمِ بجالانے سے ہوتی ہے یعنی حکمِ بجالانا محبتِ عام ہے۔ بسا اوقات محبتِ عام مرکزِ علم سے نعمتوں اور احسانات کے باعث صادر ہوتی ہے ایسی محبت کا مخرج (سرچشمہ) صفات ہیں۔ بعض مشائخ نے محبت کو روحانی مقامات میں سے ایک مقام قرار دیا ہے۔ ایسی صورت میں یہ عام محبت وہ ہے جس میں انسان کی کوشش اور تدبیر کا دخل موجود ہے۔ یہ تو تھی محبتِ عام۔

محبتِ خاص ذات کی محبت کا نام ہے جو مشاہدہ روح سے پیدا ہوتی ہے اور اسی محبت میں سکرات لاحق ہوتے ہیں۔ یہ بندہ حتیٰ پر خداوند کریم کی جانب سے خاص احسان و عنایت ہے اس کا تعلق احوال سے ہے (یہ ایک حال ہے) کیونکہ یہ محض عطیہ ایزوی ہے اس میں بندے کی تدبیر اور کوشش کا کوئی دخل نہیں ہے۔ (عوارف المعارف)

حضرت سفیان ثوری فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص **حضرت سفیان ثوری کا فرمان** بڑا کام کرے اور وہ شخص جو اس کی دوستی کا

دعویٰ کرتا ہو اس سے ناخوش نہ ہو تو اس کی محبت اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں کیونکہ اگر یہ اللہ کے لیے ہوتی تو وہ ضرور اس کی تافرمانی پر ناراض ہوتا۔

محبت صرف اللہ کے لیے ہوتی چاہیے

روایت ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ اپنے دونوں صاحبزادوں امام حسنؑ

اور امام حسینؑ رضی اللہ عنہما کو زانوؤں پر بٹھا کر ان کے چہروں کو دیکھ رہے تھے۔ اس کیفیت کے محسوس کرتے ہوئے حضرت حسنؑ جو بڑے تھے انھوں نے والد سے کہا کہ آپ ہم سے بے حد محبت فرماتے ہیں۔ اس پر حضرت علیؑ نے سکوت کیا تو حضرت حسنؑ نے دوبارہ کہا کہ کیا آپ کو یہ ذیبا دیتا ہے کہ آپ اپنے اللہ کے سوا کسی اور سے اتنی محبت کا اظہار کریں۔ اس یاد دہانی پر حضرت علیؑ رنج بہت گرویدہ ہوئے تو حضرت حسنؑ نے ایک بار پھر سچی بات کی جانب اشارہ کیا کہ محبت صرف اللہ کا حق ہے اور اللہ سے محبت صرف اللہ ہی کے لیے ہوتی چاہیے۔ اللہ سے مخصوصی محبت میں کسی دوسرے کی شرکت ممکن نہیں۔

کیا تمہارے دل سے ہماری محبت ختم ہو گئی؟

حضرت فتح موصلی نے ایک بار کسی موصوم بچے کو اٹھا کر سینے سے

لگا لیا اور اس کا منہ چوم لیا اس پر غیبی آواز آئی کہ آج کے دن سے تیرے دل سے ہماری محبت ختم ہو گئی اس سزائش پر وہ بزرگ ایک زوردار تیغ مار کر نہ بہوش ہو گئے۔

حکایت

حضرت فتح موصلی نے فرمایا کہ میرے دل میں میرے بیٹے کی محبت بھی جاگزیں ہونے لگی تھی۔ میں بیٹے سے پروا نہ دار محبت اور شفقت کے بعد جب رات

کو تلاوت کرنے لگا تو وہ پہلے کی سی کیفیت اور نشاط پیدا نہ ہو سکی۔ وظالفت میں بھی لطف نہ ملا۔ دعاؤں میں بھی ارتکاز پیدا نہ ہو سکا۔ پھر عالم تو میں مجھے باور کرایا گیا کہ اے فتح! مجھ سے دور ہو کر غیر کے پاس جانے والوں کا یہی حشر اور کیفیت ہوتی ہے، اس پر فتح موصلی نے التجا کی کہ اے پروردگار! میں اپنے بیٹے کو راہِ حق پر لانے کے لیے اسے شفقتِ پداری دینا چاہتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا، وہی بچہ اگلے لمحے بکرہ پاپ کی بیداری سے بھی پیشترت کو پیشاب کرنے کے لیے اٹھا تھا کہ کنویں میں گر کر داعی اجل ہو گیا۔



**حکایت** | دورانِ سفر ایک عارف کی سواری بھی بجاتی رہی اور اودراہ بھی نہ رہا پریشانی کے عالم میں اس بزرگ نے کسی کنویں کی جانب رجوع کیا۔ کنویں میں دیکھا تو وہ زرو مال سے پھرا ہوا تھا اور زرد و جواہر کنویں سے خود بخود اُبل کر باہر آنے لگے۔ اس کے ساتھ عیبی آواز بھی سنائی دینے لگی کہ جو کوئی دنیا کا طالب ہے ہم اسے دنیا دیتے ہیں اس کا میرے ساتھ کوئی سروکار نہیں رہتا اس غیبی صدا پر اس بزرگ نے کنویں سے نکلنے ہوئے زرد و جواہر دوبارہ کنویں میں پھینک دیے۔ اس پر دوبارہ صدا آئی، اے میرے ساتھی، اے میرے دوست! پھر عارف بزرگ نے التجا کی کہ اے میرے محبوب! اے میرے مولیٰ! تیری ذات اور پتہ کے سوا میرا ہر اداہ متروک ہے، مجھے اپنے درِ اقدس سے دور نہ ہٹا۔

**مقامِ محبت** | حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر آپ اللہ سے محبت رکھنے کے طالب ہیں اور معرفتوں کی لذت سے روح کو مشرف و نہال کرنا چاہتے ہیں تو آپ کے لیے لازم ہے کہ اپنی نظر کو اللہ کے سوا کسی بھی دوسری جانب بٹکنے نہ دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا یہی تقاضا ہے کہ بندے کی نظر اس سے ہٹ کر کہیں اور نہ بٹکے اور نہ اٹکے۔ اللہ کی محبت میں اسی سے وصل کی طلب کرنی چاہیے اسی کا قرب منشا ہو۔ اس حالت اور کیفیت میں اللہ کی جانب لگنے والی نظر میں کسی دوسری چیز کو دیکھ ہی نہ سکیں انہیں کچھ اور دکھائی ہی نہ دے۔ ان ظاہری نگاہوں کے کلی طور پر اللہ تعالیٰ کی جانب لگنے سے دل کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ پھر اس طرح ظاہری آنکھیں ایسے نظاروں اور امور کو دیکھتی ہیں کہ جن سے دل کو خوشی ملتی ہے۔ دل شاد ہوتا ہے اس طرح اللہ کی جانب لو لگانے سے اللہ کے سوا جو کچھ ہے وہ معدوم ہو جاتا ہے۔ غیر اللہ غائب ہو جاتا ہے۔

غیر اللہ کے غائب ہوجانے سے اللہ تعالیٰ کا نظارہ ہوتا ہے اور اللہ اپنے نظارے کے لیے اپنے بندے کے دل کو وسعت و گہرائی بخشتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی زیادہ سے زیادہ

تجلیات اس کے دل کی وسعتوں اور پہنائیوں میں سما سکیں اور اس طرح پوری کائنات پر بھی واقع ہو جائے کہ بندے نے غیر اللہ کو چھوڑ کر صرف اور صرف اللہ ہی کو اپنا الیلہ ہے اس صورت میں کائنات کو ابی دیتی ہوئی خوشی محسوس کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود اس سطح اور درجہ پر شرف قبولیت بخشے ہوئے بندے کو ولایت کے منصب سے سرفراز فرماتے ہیں اس طرح بندہ دنیا کے تمام جاری و ساری نظام سے علیحدہ ہو کر عنایت خاص کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی شاہراہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں بندے کی زبان اور اندازہ اہل عشق کے سے ہو جاتے ہیں۔ وہ محبت کا مدعی ہو جاتا ہے اس کے اعمال میں بھی محبت آ جاتی ہے۔ پھر وہ محبت کا جواب بھی محبت ہی سے دینے کا خوگر ہو جاتا ہے۔ محبت کے جذبہ اور جوش کی یہ کیفیت بندے کے اندر خود کئی اہم تبدیلیاں پیدا کرتی ہے۔ یہ تبدیلیاں خوش آئند اور خوشگوار ہوتی ہیں اور اس مرحلہ عشق پر مصائب اور دشواریاں خود بخود ٹھکان ہو جاتی ہیں۔ یہ وہ مقام و مرتبہ ہوتا ہے کہ سالک اس واردات کو بیان کرنے سے عاری ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے مقامات کا ذکر اور بیان کرنے سے محو نہیں ہونا چاہتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ان مقامات کا شکر ادا کرنے کی خاطر اپنے آپ سے تو ان کا بیان ضرور کرتا رہتا ہے۔ اس تکرار سے اس میں پختگی پیدا ہوتی ہے اور حاصل کردہ مقامات کو دوام ملتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ مجھے مسلسل محبت میں غیر کی طرف نہ دیکھو تیس سال تک جنت اور اس کے اندر موجود نعمتیں

اور نظارے دکھائے جاتے رہے لیکن میں نے کبھی ان کی جانب اس خیال سے توجہ نہ دی کہ میرا محبوب کہیں اس عمل کو ناپسند نہ فرمائے لیکن ایک دن سہواً میری نظر جنت کی ایک خور کی طرف اٹھ گئی تو اس ایک نظر کی پاداش میں دس دن تک میں اللہ کی جانب سے روحانی فیوض سے محروم رہا۔

**دعویٰ محبت** جو شخص خلوت میں پرہیزگار نہ ہو اور محبتِ الہی کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے، جو مال و اسباب نہ خرچے اور جنت کی محبت کا مدعی ہو وہ جھوٹا ہے۔ جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا مدعی ہو اور فقیر یا فقیروں کو دوست نہ رکھے وہ کذاب ہے۔ تو سر کی آنکھ سے دنیا کو، قلب کی آنکھ سے آخرت کو اور باطن کی آنکھ سے مولا کو دیکھ سکتا ہے۔ مخلوق کے ساتھ اس ادب سے رہ کر تیری آواز نہ کسی کی آواز سے بلند نہ ہو۔ گناہوں کے ساتھ خدا کا مقابلہ نہ کر۔ اس کے افعال کی بابت معارض نہ بن۔ بشر بن الحارث فرماتے ہیں کہ میں نے بغداد کے محلہ شرتبہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے ہزار کورے لگے اس نے کچھ اُفت نہ کیا۔ پھر اس کو قید خانے میں لے جایا گیا۔ میں اس کے پیچھے گیا اور پوچھا کہ تجھ کو کیوں مارا گیا؟ اس نے کہا اس لیے کہ میں عاشق ہوں۔ میں نے پوچھا کہ تو چپکائیوں رہا؟ اس نے کہا کہ میرا معشوق مجھے دیکھتا تھا۔ میں نے کہا کہ پھر کیا ہی اچھا ہو جو تو معشوقِ حقیقی کی طرف دیکھے۔ یہ سن کر اس نے ایک چیخ ماری اور پھارٹ کھا کر مر گیا۔

**اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت** عروۃ الرقیہ فرماتے تھے کہ آدمی کا اللہ سے محبت کرنا قرآن مجید کی محبت اور اس پر عمل کرنے کا نام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا آپ کی سنت پر عمل کرنا ہے۔ مطرف بن عبد اللہ فرماتے تھے کہ نبی کے اللہ سے محبت یہ ہے کہ اس کی کتاب کی تلاوت سے ملول نہ ہو۔

**نماز کی اصلیت** ایک شخص نے بلند آواز میں سیدی علی خواصؒ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے عصر کی نماز ادا کر لی ہے؟ آپ خاموش رہے اور اس کو کچھ دیر تک جواب نہ دیا۔ پھر فرمایا کہ دوبارہ مجھ سے دریافت نہ کرنا ورنہ مجھ سے جھوٹ بولائے گا کیونکہ نماز اس کو کہتے ہیں جس میں بندہ اول سے آخر تک اپنے پروردگار



کے ساتھ اس طرح کھڑا ہو کہ اس کے دل میں محبت الہی اور اس کے حضور میں کھڑا ہونے کے سوا اور جو کچھ اس میں پڑھتا ہے اور قرأت و رکوع و سجدہ وغیرہ کے علاوہ کوئی خیال نہ آئے۔ اس آدمی نے عرض کی کہ اگر مجھے نماز کے بارے میں آپ سے دریافت کرتا ہوں تو کیا کہا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ تو یوں کہو کہ لوگوں کے ساتھ فلاں وقت میں اٹھ بیٹھ چکے ہیں یا نہیں؟

**محبت الہی کی گرمی** | عبدالواحد بن زید فرماتے تھے کہ میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا جو عرف پر سویا ہوا تھا۔ میں نے اسے کہا کیا تجھے سردی کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی؟ اس نے جواب دیا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا مزہ چکھ لیا اسے سردی گرمی کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اس کی مراد محبت کامل سے ہے جو اپنے اپنے مقام کی نسبت سے ہو۔

**حکایت** | ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض احباب نے کہا کہ کوہ مقطم میں ایک لڑکی اللہ تعالیٰ کی بہت عبادت کرنے والی ہے میرے دل میں اس سے بھی ملنے کا شوق ہوا اور وہاں پہنچ کر اسے تلاش کیا وہ نہ ملی۔ مگر ایک عابد زادہ لوگوں کے ایک گروہ میں سے ایک شخص سے ملا اور ان سے حال پوچھا تو کہا تم داتاؤں سے بھاگتے ہو اور دیوانوں کو پوچھتے ہو۔ میں نے کہا آپ بتاؤ دیں کہ وہ مجھ کو کہاں ہے؟ کہا کہ وہ فلاں جنگل میں ہے۔ میں ان کے بتائے ہوئے پتے پر گیا۔ دور سے ایک غمناک آواز سنی۔ میں اس آواز کے پیچھے گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لڑکی پتھر کی ایک چٹان پر بیٹھی ہے۔ میں نے اسے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دے کر کہا ذوالنون! تمہیں دیوانوں سے کیا کام۔ میں نے کہا کہ کیا تو دیوانی ہے؟ کہا اگر دیوانی نہ ہوتی تو لوگ مجھے دیوانی کیوں کہتے۔ میں نے کہا کہ تجھے کس شے نے دیوانہ بنا دیا؟ کہا ذوالنون! اس کی محبت نے مجھے دیوانہ اور اس کے شوق نے حیران کر دیا اور اس کی دریافت نے قلق اور تڑپ میں ڈال دیا کیونکہ محبت تو

قلب میں ہوتی ہے اور شوقِ فواد میں اور دریافت کرتا سر میں، میں نے پوچھا لڑکی کیا فواد اور شے ہے اور قاب اور کچھ ہے؟ کہا ہاں فواد قلب کے نور کو بولتے ہیں اور سر فواد کے نور کو۔ سو قلب تو محبت کرتا ہے اور فواد مشتاق ہوتا ہے اور سر پاتا ہے۔ میں نے پوچھا سر کس شے کو پاتا ہے؟ کہا حق کو۔ میں نے کہا حق کو کس طرح پاتا ہے؟ کہا ذوالنون! حق کو پانا بلا کیفیت ہوتا ہے۔ میں نے کہا بھلا تیرا حق کو پانے میں صادق ہوتا کیسا ہے؟ یہ سنتے ہی اس نے رونا شروع کر دیا اور اس قدر روئی کہ قریب تھا کہ اس کی جان تک نکل جائے۔ جب ہوش میں آئی تو بہت سے ماٹے کے نعرے مائے۔ اس کے بعد چند اشعار دروازے تک بڑھے پھر ایک چیخ ماری اور کہا دیکھ صادق اور سچے لوگ اس طرح جاتے ہیں پھر اس پر غشی طاری ہوئی۔ میں نے پاس جا کر جو اسے ہلایا تو مردہ پایا میں نے کوئی چیز ڈھونڈی جس سے اس کے لیے قبر کھودوں۔ دیکھا تو وہ میری نظروں سے غائب ہو گئی۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

**حکایت** حضرت کلیم اللہ جہاں آبادی کے الفاظ میں بتانے کیا سحر تھا کیا کشش تھی کہ لوگ آپ کے الفاظ کے سحر میں جکڑے پتا نہ رہ سکتے تھے اور آپ کے ایک ہی لفظ سے لوگوں کی تقدیریں بدل جایا کرتی تھیں جس شہر میں آپ مقیم تھے، وہاں ایک شخص ایک حسینہ کی محبت میں دیوانہ بنا گلیوں میں گھومتا پھرتا اور اس عورت کے مکان کے گرد چکر پھیر گاتا اور اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ہفتوں اس کے گھر کے آگے ڈیرہ جمائے رہتا مگر وہ عورت بھی بے پروا تھی اپنی مثال آپ تھی اور اس دیوانے پر ذرا التفات نہ برتنی البتہ اس کا دیوانہ حال سے بے حال ہوا اسی کے نام کا ورد کرتا رہتا۔

ایک دن وہ آپ کے ہاتھ لگا تو آپ نے ملامت بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا کہ میاں! یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔ ایک عورت کے لیے یہ دیوانگی یہ مشقت اٹھاتے پھرتے ہو جہاں سے حاصل بھی کچھ نہیں ہوا اور نہ ہونے کی امید ہے اگر یہ محنت و مشقت

رب العزت، اپنے خالق کی عبادت میں اٹھانی ہوتی تو بنانے اس کی نظر کرم میں کہاں سے کہاں تک پہنچ گئے ہوتے۔ تو اس بے مروت کا خیال دل سے نکال کر اللہ کی محبت میں کیوں گرفتار نہیں ہوتا۔ اب بھی وقت ہے سنبھل جا، وہ بڑا عقور رحیم ہے۔ خدا کی رحمت کا دامن اس قدر وسیع ہے کہ تم اس میں یقیناً سما جاؤ گے۔ اس کے سایہ رحمت میں تو ایک کائنات آسکتی ہے۔

پھر یہ آپ کی باتوں اور نصیحت کا سحر ہی تھا کہ وہ شخص جو اپنی محبوبہ کے لیے مرنے مارنے پر تیار رہتا تھا اس کے لیے ہر نعمت ٹھکانے کو تیار تھا وہ آپ کی باتوں سے محبوبہ کو بھلا کر خدا سے لو لگا بیٹھا۔ آپ نے بھی اس کی ہر راہ پر مکمل رہنمائی کی اور اسے قلاح کی ایسی راہ دکھائی کہ جلد ہی وہ ایک کامل عارف کے طور پر جاننا پہچانا جانے لگا اور یہ سب آپ کی قابل اثر تبلیغ کا ہی اثر تھا۔

**خدا کے ساتھ نیک جوئی** اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک خوئی یہ ہے کہ اس کے تمام احکام بسر و چشم بجالائے جائیں جن چیزوں سے

منع فرمایا گیا ہے ان سے باز رہیں۔ ہر حالت میں اپنا استحقاق قائم رکھنے کے لیے اس کی اطاعت و عبادت پر کمر بستہ رہیں۔ قفلے الہی سے جو کچھ مقدر ہو چکا ہے اس پر صبر و شکر کریں اس پر کوئی اعتراض نہ کریں۔ خدا کو وحدہ لا شریک جانتیں کسی شک و شبہ کے بغیر اسے اپنے وعدے کا سچا جانتیں۔

**حکایت** حضرت عطارؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ایک بازار سے گزر رہے تھے ایک جگہ سرعام مجمع سا نظر آیا۔ قریب پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک دیوانی لڑکی

سر بازار فروخت ہو رہی ہے آپ نے سات دینار کے عوض اسے خرید لیا اور اپنے ساتھ گھر لے آئے۔ جب رات کا کچھ حصہ گزرا اور آپ نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ وہ لڑکی اپنے بستر سے اٹھی وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑی ہو گئی۔ نماز میں اس کی یہ حالت تھی کہ رقت اور آنسوؤں

رب العزت  
اور  
حکایت  
شرق  
بکرا  
بکرا



کے سبب سے اس کا دم گھٹا جا رہا تھا اور درگاہِ الہی میں گڑ گڑا کر یہ مناجات کرتی تھی کہ  
اے رب حقیقی! تجھے مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرما۔

اس کا یہ حال دیکھ کر حضرت عطاء رحمہ پر اس کے جنون اور دیوانگی کا راز منکشف ہو گیا۔  
آپ نے اس کی مناجات سن کر اس سے مخاطب ہو کر فرمایا اے لڑکی! اس طرح نہ کہو بلکہ یوں  
کہو کہ اے اللہ! تجھ کو میری محبت رکھنے کی قسم! یہ سن کر وہ بولی، چل دو رہو مجھے قسم ہے  
اس معبود کی اگر اسے مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تجھے میٹھی تبتد نہ سلاتا اور نہ مجھے یوں کھڑا نہ  
رکھتا۔ اس کے بعد وہ منہ کے بل فرش پر گری اور عمری میں چند اشعار پڑھے، جن کا  
مطلب یہ تھا:

”اضطراب کا وصف جمع ہوتا ہے اور دل کا وصف جلنا، صیر علیحدہ چیز ہے  
اور آنسو آگے بڑھنے والے ہیں جن کو عشق اور شوق کے حملوں سے چین نہیں  
اس کے لیے قرابے معنی سہا شے ہے میرے رب! اگر کوئی ایسی شے ہو کہ  
اس سے غم و حزن رفع ہو تو جب تک کچھ جان باقی ہے، اس سے تجھے  
ممنون فرما“

اس کے بعد اس نے بلند آواز سے کہا اے معبود! میرا اور تیرا معاملہ اب تک پوشیدہ  
رہا مگر اب مخلوق کو خبر ہو چکی ہے، مجھے اپنے پاس بلا لے۔ یہ کہہ کر اس نے ایک چیخ بلند کی  
اور اس کی روح پرواز کر گئی۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر ایک روز مسجد قوت الاسلام میں وعظ فرما رہے تھے  
وعظ کے دوران میں ایک فقیر مسجد کے دروازے پر آیا اور با آواز بلند کہا  
شرف الدین! تو جس کام کے لیے پیدا ہوا ہے وہ بھول گیا۔ یہ کہہ کر فقیر چل دیا اور آپ کے دل  
میں جذبہ محبتِ الہی پیدا ہوا اور رہبر کی تلاش کی فکر ہوئی۔ آخر آپ شیخ شہاب الدین کے مرید  
ہوئے اور ریاضت میں مشغول ہو گئے تمام کتابیں دریا میں ڈال کر بارہ برس دریا میں کھڑے

**حکایت**

بہتے یہاں تک کہ ٹھپٹیوں نے آپ کی پنڈلیوں کا گوشت کھایا۔ اسی حالت میں حضرت خضرؑ سے ملاقات ہوئی۔ جب بارہ برس ہو گئے تو غیب سے آواز آئی کہ شرف الدین! تیری عبادت ہم نے قبول کر لی۔ تاکہ کیا مانگتا ہے؟ عرض کیا اے پروردگار! تو عالم الغیب ہے، مجھ کو تیرے سوا اور کچھ درکار نہیں۔ اسی جگہ تیری محبت میں جان دیدوں گا۔ پھر غیب سے ندا آئی کہ پانی سے نکل، تجھ سے بہت کام لینا ہیں۔ پھر آپ نے عرض کیا کہ تو اپنے ہاتھ سے کمال لے۔ میں تو از خود دریلے محبت سے قدم باہر نہ رکھوں گا۔ یہ کہہ کر آپ کو استغراق ہو گیا۔ اس وقت دیکھا کہ ایک بھگنے گود میں اٹھا کر آپ کو کنارے پر ڈال دیا ہے۔ آپ نے آنکھ کھول کر کہا اے شخص! یہ تو نے کیا کیا۔ میری اتنے دنوں کی محنت بیکار گئی۔ اگر تھوڑی دیر میں اور دریا کی محبت میں رہتا تو اپنی مراد کو پہنچ جاتا، بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ میں (حضرت علیؑ) ہوں، تو نہیں جانتا کہ محمدؐ کو مید اللہ کہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت پروردگار عالم کا شکر بجالاتے اور حضرت سیدنا کی قدمیوسی کی حضرت علیؑ رحمہ اللہ چند نکات وحدت تعلیم فرما کر روپوش ہو گئے۔ آپ اسی وقت سے مست الست ہو گئے۔ تمام علوم دین ودنیا آپ پر روشن ہو گئے اس دن سے آپ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر کے نام سے مشہور ہوئے۔

**حکایت** | نقل ہے کہ ایک بزرگ کی کسی نے دعوت کی اور اپنے گھر لے گیا۔ وہاں پہنچ کر کہا کہ تھوڑی دیر میں تشریف لائے گا بھی کھانا تیار نہیں ہوا۔ وہ لوٹ آئے، اسی وقت دوڑا آیا کہ چیلے کھانا ٹھنڈا ہوتا ہے۔ جب اس کے گھر آئے تو کہا ذرا دیر کے بعد آنا۔ عرض اسی طرح ان بزرگوں کو سات بار دوڑایا اور ان اخلاق مجسم کی تیوری پر ذرا بل نہ آیا۔ ہر بار خندہ پیشانی سے آئے اور جاتے رہے اور حرف شکایت زبان پر نہ لائے اس کے بعد اس شخص نے بہت معذرت کی، خطا معاف کرانی اور کہا کہ اس قدر گستاخی اور تکلیف دہی صرف واسطے آزمائش اور آپ کے علم دریافت کرنے کو کی ہے۔ ان بزرگ نے فرمایا یہ کیا بڑی بات ہے، ہر کتے میں یہ خصلت موجود ہے کہ جب اس کو کھانا دکھاؤ گے فوراً چلائے گا اور جب جھڑک دو گے چلا جائے گا۔

جب چاہو آزمالو۔

کہا جاتا ہے کہ محبت کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اس  
**محبت کا ظاہر و باطن** کا ظاہر تو رضائے محبوب ہے اور اس کا باطن یہ ہے  
 کہ وہ محبوب پر اس طرح فریقہ ہو کہ محبوب کے سوا کسی چیز کا ہوش نہ رہے، اتہ دوسروں سے  
 اس کا تعلق باقی رہے اور نہ اپنی ذات سے اس کا کچھ تعلق رہے۔

حضرت ابوالقاسم جنیدؒ ایک مرتبہ تنہا  
**ایک لڑکی کی اللہ سے محبت** بیت اللہ شریف تشریف لے گئے اور وہاں  
 کی مجاورت اختیار فرمائی۔ آپ کی عادت تھی کہ جب رات کو کاتی تاریکی چھا جاتی تو آپ طواف  
 کرتے۔ ایک رات جب آپ حسب معمول طواف میں مشغول تھے، اچانک آپ نے ایک  
 نو عمر لڑکی کو دیکھا جو بیت اللہ کا طواف کرتی جا رہی تھی اور یہ اشعار نہایت ذوق و شوق  
 کے ساتھ گاتی جاتی تھی۔

”میں نے عشق و محبت کو بہت چھپایا لیکن یہ کسی طرح نہیں چھپ سکتا۔ اس نے  
 تو میرے پاس ہی ڈیرا ڈال دیا۔ جب مجھے محبوب کا شوق زیادہ ہوتا ہے تو میرا دل  
 اس کی یاد سے حیران و مضطرب ہو جاتا ہے اور میں اپنے محبوب کا قرب ڈھونڈتی  
 ہوں۔ وہ مجھے اپنے قرب کی دولت سے محروم نہیں کرتا بلکہ قریب تر ہو جاتا ہے  
 اور میرا محبوب متجلی ہوتا ہے تو میں فنا ہو جاتی ہوں۔ پھر اس کی دستگیری سے  
 زندہ ہو جاتی ہوں اور وہی میری مدد کرتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس کی عنایات سے  
 لذت حاصل کرتی ہوں۔“

حضرت جنیدؒ نے یہ دیکھا تو اس لڑکی سے فرمایا کہ لے لے لڑکی! کیا تو اللہ کے غضب سے  
 نہیں ڈرتی کہ بیت اللہ شریف میں ایسے اشعار گاتی ہے؛ پھر وہ حضرت سے مخاطب ہو کر بولی  
 اے جنید! اگر مجھے خدا کا خوف نہ ہوتا تو میں خوابِ شیریں کی لذتوں کو اٹھا کر یہاں کیوں آتی  
 اس کا خوف ہی تو ہے جس نے مجھے وطن سے بے وطن کر دیا۔ میں اسی کے عشق میں تو بھاگی



پھرتی ہوں۔ اسی کی محبت نے تو دل و دماغ کو حیرت خاں بنا دیا ہے۔ پھر اس نے حضرت  
 جنیدؒ سے کہا، جنید! بتاؤ تم بیت اللہ کا طواف کرتے ہو یا بیت اللہ کے رب کا؟ آپ  
 نے فرمایا میں تو بیت اللہ کا طواف کرتا ہوں۔ پس کہ اس نے آسمان کی طرف مڑا اٹھایا اور بولی  
 سبحان اللہ! تیری بھی کیا شان ہے کہ جو لوگ خود پتھروں کے ہیں وہ پتھروں کا ہی طواف  
 کرتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بہوش ہو گئے  
 جب ہوش آیا تو پھر اس لڑکی کو نہ دیکھا۔

**حکایت در تقاضائے محبت** | ایک دفعہ ایک شخص ایک درویش کی خدمت  
 میں حاضر ہوا۔ آداب بجالایا اور عرض کی کہ

حضرت! جب آپ پر محبتِ حق میں خاص وقت و حال طازی ہو تو اس غلام کو بھی یاد فرمائیں  
 درویشی مسکرانے اور کھالے عزیز! اس حال و وقت پر افسوس ہے کہ جب میں محبت  
 الہی میں مشغول ہوں اور تیری یاد آئے اور میں مشغولیتِ خدا سے تیری طرف دھیان دوں  
 اور حضرتِ حق سے باز رہوں۔

**حکایت** | حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک خوبصورت عورت منہ  
 کھولے ہوئے ننگے سر غصہ کی حالت میں میرے پاس آئی اور اپنے  
 شوہر کا شکوہ کرنے لگی۔ میں نے کہا کہ پہلے تم اپنا ماتھو متہ تو دھاتپ لو لیکن اس نے جواب  
 دیا کہ شوہر کے عشق میں میری عقل کھو گئی ہے اور اگر آپ آگاہ نہ کرتے تو میں اسی طرح بازار چلی  
 جاتی اور مجھے بالکل بھی محسوس نہ ہوتا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ آپ کو عشقِ الہی کا دعویٰ بھی  
 ہے اور اسی کی روشنی میں آپ سب کو دیکھتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی آپ اپنے ہوش و حواس  
 پر قائم ہیں۔

**حکایت** | حضرت بایزیدؒ کیسٹامی مسجد میں چالیس برس مقیم رہے لیکن اس درجہ محسوس  
 تھے کہ مسجد کے اندر کا اور مسجد سے باہر کا لباس جدا ہوتا تھا اور اس

عرصہ میں سوائے مسجد کی دیوار کے آپ نے کسی چیز سے ٹیک نہیں لگائی۔ آپ فرمایا کرتے کہ میں نے چالیس برس تک عام انسانوں کی غذا چکھی تک نہیں۔ کیونکہ میرا رزق کہیں اور سے آتا تھا اور اس دوران اپنے قلب کی نگرانی میں مصروف رہا۔ اس کے بعد جب غور کیا، تو ہر سمت بندگی اور خدائی نظر آئی۔ پھر تیس سال خدا کی جستجو میں گزارے۔ اس کے بعد خدا کو طالب اور خود کو مطلوب پایا اور اب تیس سال سے یہ کیفیت ہے کہ جب خدا کا نام لینا چاہتا ہوں تو پہلے تین مرتبہ اپنی زبان کو دھولیتا ہوں۔

حضرت شیخ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے ایک دیوانے کو دیکھا جس کو بانہارہ کے لڑکے پتھر مار رہے تھے اور وہ لہو لہان بھاگتا جا رہا تھا۔ میں نے ان لڑکوں کو پتھر مارا کہ اس غریب کو کیوں ستاتے ہو۔ لڑکوں نے کہا جناب آپ اس معاملہ میں دخل نہ دیں ہم اسے مار رہے ہیں کہ وہ دم لیں گے کیونکہ یہ بد بخت کافر ہے۔ میں نے کہا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ کافر ہے؟ انھوں نے کہا، جناب! یہ کہتا ہے کہ میں خدا سے بائیں کرتا ہوں اور پھر حق تعالیٰ کو خطاب کر کے عجیب عجیب باتیں کرتا ہے۔ میں نے کہا اچھا ذرا پتھر دو کہ میں اس سے کچھ باتیں کروں۔

چنانچہ میں دیوانے کے قریب گیا تو دیکھا کہ وہ آپ ہی آپ باتیں کر رہا ہے اور منہ ہنس کر کہہ رہا ہے بس یہ تو نے خوب کیا کہ ان لڑکوں کو مجھ پر مسلط کر دیا تاکہ ستائیں۔ میں نے کہا، تم نے سنا کہ یہ لڑکے کیا کہتے ہیں؟ اس نے میری طرف پلٹ کر دیکھا اور کہا "ایسی شبلی" پھر پوچھا یہ لڑکے کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا کہتے ہیں کہ تم اپنے گمان میں خدا کو دیکھتے ہو اور اس سے باتیں کرتے ہو۔ یہ الفاظ سنتے ہی اس نے جوش و خروش سے ایک نعرہ مارا اور کہا، شبلی! قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے اپنی محبت میں مبتلا کیا اور پھر اپنے قریب و بعد کے درمیان اٹکار کھا ہے اگر وہ ایک چشمہ زون کے لیے بھی میری نگاہوں سے اوچھل ہو جائے تو میں تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو جاؤں۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

خیالک فی عینی و ذکرک فی قی

و مشرک فی قلبی فایں تعیب؟

دیر حال میری آنکھوں میں ہے۔ تیرا ذکر میری زبان پر ہے اور تیرا مقام میرے  
دل میں۔ پھر تو کہاں غائب ہو کہ جائے گا،  
اور پھر یہی شعر پڑھنا ہوا بھگا چلا گیا۔

## حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے ارشادات

- محبت کے بارے میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں :-
- :- فرمایا کہ جب صاحب محبت مر جائے تو اسے جلدی بخش دیا جاتا ہے۔
  - :- فرمایا کہ محبت وفا کا دعویٰ ہے معہ وصال اور حرمت باطل، یعنی فقر کا مشاہدہ لیا  
محب ہے جو فریقہ نمازوں میں اپنے نفس، کان اور سر کا خیال رکھے۔
  - :- فرمایا کہ عارف محبت میں کب کامل ہوتا ہے؟ اس وقت جبکہ گفتگو سچ سے اٹھ جائے  
ایسا ہو جائے کہ یا دوست ہے یا وہ۔
  - :- فرمایا کہ ایک درویش کو جنگل میں دیکھا کہ مر گیا ہے اور ہنسنے رہا ہے، کہا تو تو مر گیا ہے  
کیوں ہنستا ہے؟ کہا محبت خدا کی مرضی ہی ایسی تھی۔
  - :- فرمایا کہ اہل محبت وہ لوگ ہیں جو صرف دوست کی بات سنتے ہیں الحدیث عن  
قلبی رچی۔ یعنی عاشقوں کا دل صرف حق تعالیٰ کی بات سنتا ہے۔
  - :- فرمایا کہ محبت میں صادق وہ ہے جو کہ والد اور خویش واقربا سے قطع تعلق کر کے خدا و  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق پیدا کرے۔ پس محب وہ شخص ہے کہ کلام الہی کے حکم  
پر چلے اور دوستی حق میں صادق ہو۔
  - :- فرمایا میں نے ملتان میں ایک بزرگ سے سنا کہ اہل محبت کی توبہ تین قسم کی ہوتی ہے



اول ندامت، دوم گناہوں کا چھوڑ دینا، سوم اپنے تئیں ظلم و جھگڑے سے پاک رکھنا۔  
 فرمایا کہ اہل محبت اگرچہ محبت میں مہجور ہیں لیکن کام ایسے لوگوں کا سا کرتے ہیں، جو  
 سوئے ہوئے ہیں۔ اگر جاگیں تو مطلوب کے طالب ہیں اور اپنے دوست کی طلبگاری  
 سے فارغ ہیں۔ مشابہہ معشوق میں مشغول ہیں، معشوق ایسا ہے جو خود عاشق کو دیکھنے  
 کے لیے بیٹھتا ہے۔ محبت کی راہ میں مطیع کام سے نکلتے ہیں۔

**دعویٰ محبت** | ایک مرتبہ رابو لہری نے شوق کے غلبہ میں کہا اے درویش! اگر خلقت  
 کے بدلے مجھے آگ میں جلایا جائے اور میں صبر کروں تو چونکہ مجھے  
 محبت کا دعویٰ ہے اس لیے میں نے گویا کچھ نہیں کیا۔ اگر میرے گناہ ساری خلقت کے  
 عوض بخش دے تو چونکہ اس کی رحمت، مہربانی اور عنایت ہے ابھی بہت کام نہیں کیا۔

**میرا محبوب میرے سامنے ہے** | امام محمد غزالی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بغداد میں  
 کسی عیار کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے، تو وہ  
 ہنستا تھا۔ کسی ایک نے اس سے منسی کا سبب پوچھا، کہا میرا محبوب میری آنکھوں کے  
 سامنے ہے۔ اس کی قوت مشاہدہ کے باعث مجھے اس درد کی خبر ہی نہیں۔ میں ایسا مستغرق  
 تھا کہ مجھے ہاتھ پاؤں کاٹنے کی خبر ہی نہیں۔

**محبت کے جام** | حضرت قلب الدین بختیار کاکی نے فرمایا ہے کہ ایک بزرگ نے  
 کسی دوسرے بزرگ کو خط لکھا کہ وہ شخص کیسا ہے جو محبت کے  
 ایک ہی پیالے سے مست ہو جائے اور اسرار الہی ظاہر کرے۔ اس بزرگ نے جواب  
 میں لکھا کہ وہ بہت ہی کم ہمت اور تنگ حوصلہ ہے لیکن یہاں ایسے مرد ہیں کہ ازل اور ابد کے  
 دریا اور دوست کے اسرار و محبت کے پیالے پیے ہیں اور راج قریباً پچاس سال کا عرصہ  
 ہونے کو آیا ہے کہ ہل میں مزید کی فریاد کرتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے جو تو نے کہی ہے، میں  
 تجھے منع کرتا ہوں کہ یہ بات نہ کہنا کہ اہل سلوک کے پیر جو اسرار ظاہر کرتے ہیں کچھ حاصل

نہیں کرتے کیونکہ اس سے ہمیں شرم آتی ہے۔

حضرت جنیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک درویش کو صحرا میں ایک کبکیر کے

درخت کے نیچے سخت ریاضت اور مجاہدہ کے عالم میں دیکھا تو پوچھا کہ تم اس جگہ کیوں بیٹھے ہو؟ اور اس قدر سختی اور مصیبت کیوں اٹھا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا مجھے "وقت" حاصل تھا جو اس جگہ برباد ہو گیا اسی کے غم میں یہاں بیٹھا ہوا ہوں۔ حضرت جنیدؒ نے پوچھا کتنے عرصہ سے بیٹھے ہو؟ کہا بارہ برس سے اور پھر درخت کی کمرے لیے دعا فرمائی شاید میرا کھویا ہوا وقت مل جائے۔ حضرت جنیدؒ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حج سے فارغ ہو کر اس کے حق میں دعا مانگی۔ دعا قبول ہوئی اور اس کی مراد پوری ہو گئی۔ واپس پلٹے تو درویش اسی جگہ بوسٹور بیٹھا تھا، پوچھا تمہارا وقت مل گیا اب کیوں بیٹھے ہو؟ کہا یہ میری وحشت کا مقام تھا میری دولت اسی جگہ کم ہوئی تھی دوبارہ اسی جگہ ملی۔ اب یہ میری محبت کا مقام ہے اسے چھوڑنا روا نہیں۔ آپ سلامتی کے ساتھ تشریف لے جائیں۔ میں اپنی خاک اسی خاک میں ملاؤں گا تاکہ حشر کے دن اسی زمین سے سرائٹھاؤں جہاں میری محبت کی دولت ہے اور جو میری فرحت کا مقام ہے۔

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی نے فرمایا ہے کہ میں نے دلیل العاشقین میں لکھا دیکھا ہے کہ خواجہ منصور حلاج کو بازار میں لاکر سولی چڑھانے

کا حکم ہوا تو آپ خود ہنسی خوشی سولی پر چڑھ گئے اور خلقت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ محبت اور عشق بازی کی دو رکعتیں ہیں جن کا وٹو اپنے خون سے کیا جاتا ہے۔ سو وہ بھی سولی پر چڑھ کر رکعتان فی العشق الرضوع را مید متہ کا فریضہ ادا کر گئے۔

پھر جب خواجہ شمس الدین نے آپ سے پوچھا کہ محبت میں کمالیت کس بات کا نام ہے۔ فرمایا یہ کہ ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر چڑھا دیا جائے تو صدق سے اپنے خون سے محبوب کے لیے چہرہ سرخ کرے، پہلے روز اسے قتل کریں، دوسرے روز جلایں اور تیسرے روز

فاکستر کو جتنے پانی میں پراگندہ کریں۔ جو شخص یہ سب کچھ برداشت کرے اور دم نہ مارے تو سمجھو کہ وہ مقام محبت کے لائق ہے۔ پھر خواجہ صاحب زار زار روئے اور نوہ مار کر بیہوش ہو گئے۔ یہ ہوش میں آ کر فرمایا کہ خواجہ منصور حلاج پر ہزار رحمت کہ وہ اس دنیا سے عشق و محبت میں ثابت قدم گیا۔

**مقام محبت** حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی نے فرمایا ہے کہ میں نے مونس الارواح میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک بزرگ نے خواجہ حسن بھری سے پوچھا کہ آپ کتنے عرصے میں مقام محبت پر پہنچے؟ فرمایا تین دن میں۔ پہلے روز دنیا کو ترک کیا دوسرے روز آخرت کو اور تیسرے روز مقام محبت پر پہنچ گیا۔ جب یہ بات راجہ بھری نے سنی تو فرمایا پہنچ تو گیا لیکن دیر بعد۔ جب میں نے حق تعالیٰ کی محبت طلب کی تو پہلے قدم ہی اپنے تئیں گم کیا، دوسرے قدم میں آخرت کو اور تیسرے قدم میں مقام محبت پر پہنچ گئی۔

**محبت کس کا نام ہے** حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی ہی کا قول ہے کہ خاص محبت اس کا نام ہے کہ محبوب چیز کو دوست کی خاطر ایشیا کر دے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر اپنے فرزند کو قربان کرنا چاہا تو حکم ہوا کہ اے ابراہیم! تو ہماری دوستی میں ثابت قدم ہے، اپنے بیٹے کو قربان نہ کر۔ ہم اس کے عوض بہشت سے ایک دنبہ بھیجتے ہیں اس کی قربانی کر اور بیٹے کو چھوڑ دے۔

**محبت صادق** ایک مرتبہ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی حشمتی بڑے زار زار روئے اور بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ محبت میں صادق وہ ہے کہ اگر اسے ذرہ ذرہ کر دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے تو ثابت قدم ہے، جو ان حالتوں میں ثابت قدم نہ ہوگا تو وہ محبت میں بھی ثابت قدم نہ ہوگا۔

**حکایت** ایک نوجوان کسی عورت پر عاشق تھا لیکن خلوت نصیب نہیں ہوئی کبھی ایک دن اس عورت نے کہلا بھیجا کہ آج رات میں نے اپنے شوہر سے باپا کے گھر جانے



کی اجازت لے لی ہے میری پانکی فلاں وقت فلاں کوچہ سے گزے گی اسی جگہ میرا انتظار کرنا  
کچھ دیر تمھارے ساتھ خلوت حاصل ہو جائے گی۔ وہ نوجوان ساری رات بیٹھا روتا رہا اور  
یہ رباعی پڑھتا رہا۔

در دیدہ بجائے خواب آب است مرا      زیرا کہ بہ دیدنش شتاب است مرا  
گویند کہ بحسب تا بخوابش بینی ؛      اے بے خبراں چہ بجائے خواب است مرا  
یعنی میری آنکھوں میں نیند کی بجائے آنسو ہیں اس وجہ سے کہ مجھے شوق دیدار امتگیر  
ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ سو جاؤ تا کہ محبوب کا خواب میں دیدار ہو جائے، اے بے خبر لوگو! جب  
میری نیند خراب ہو چکی ہے تو سونا کہاں؟

لیکن تقدیر کا کھانا دیکھیے کہ جو نہی اس کے محبوب کی پانکی وہاں سے گزری اسے اونگھ  
آگئی۔ جب بیدار ہوا تو اسے معلوم ہوا کہ پانکی گزر گئی ہے اب سوائے واہلا اور آہ و فریاد  
کے اس کو کوئی کام نہ تھا، دوسری صبح حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کی مجلس وعظ تھی  
وہ نوجوان مجلس میں شریک تھا۔ ایک آدمی نے حضرت شیخ سے دریافت کیا کہ علامت محبت  
کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ذرا کھٹہ جاؤ۔ جیہ دریا نے محبت جوش میں آئے تو پھر پوچھنا۔  
کچھ دیر کے بعد حضرت شیخ نے محبت کا ذکر چھیڑ دیا اور آپ پر جوش و خروش طاری ہو گیا۔ سائل  
نے اٹھ کر دوسری بار عرض کیا کہ حضور محبت کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ محبت کی علامت  
یہ ہے کہ خواب و خور کم ہو جائے اور جس قدر خواب و خور میں مشغول ہوگا اسی قدر محبوب سے  
محروم رہے گا۔ آپ نے اس نوجوان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ دیکھو یہ جوان ساری رات  
گر یہ وزاری میں مبتلا رہا اور رباعی پڑھتے پڑھتے جب آنکھ لگی تو وہی اونگھ اس کی محرومی کا  
سبب بنی۔

اذکارِ آئینی

# خوفِ خدا

اللہ کا ولی وہی بنتا ہے جو اللہ سے ہر دم ڈرے کیونکہ اللہ ہمارا خالق ہے، ہمارا مالک بھی وہی ہے پھر ہماری روزی کا ذمہ بھی اسی نے لے رکھا ہے۔ ہر مشکل وقت میں وہی مدد فرماتے والا ہے وہی ہماری دعاؤں کو سننے والا اور مستجاب الدعوات ہے۔ اسی کے ملک میں رہتے ہیں اسی کی حکومت جا دوانی ہے، وہی محمود و برحق ہے اسی کے حکم سے اس دنیا میں آئے پھر اسی کے کہنے پر اس دنیا سے چلے جائیں گے وہی جزا و سزا دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ جب ہر لحاظ سے انسانوں کا وہی مالک ہے تو پھر اسی فات کے شایانِ شان ہے کہ اسی کی اطاعت کی جائے اسی سے محبت کی جائے اسی کا حکم مانا جائے اور اسی کا خوف ہر دم دل پر طاری رکھا جائے۔

خوفِ الہی و حقیقت ایک کیفیت ہے جو انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کے باعث طاری ہوتی ہے جس کی بنا پر انسان اللہ سے ڈرتا ہے کہ کہیں کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جو اللہ کو ناپسند ہو اور نہ ہی اس سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جو احکامِ خداوندی کے خلاف ہو۔ یعنی اللہ کا خوف نیک اعمال کی بنیاد ہے جو ہر دم اللہ سے ڈرتے ہیں، وہی اللہ کے بندے بنتے ہیں اور وہی اللہ کی آزمائشوں میں پورے اترتے ہیں۔ خوفِ الہی ایسا وصف ہے جو بندوں کو بلند مقامات پہ پہنچاتا ہے جو شخص اللہ کا طالب بنتا ہے، اسے خوف ہی سے اعلیٰ درجہ حاصل ہوتا ہے۔

انسان نفسانی خواہشات کا پتلا ہے۔ شیطان نے انسان کو چاروں طرف سے گھیرا

ہوا ہے۔ وہ ہر وقت انسان کو گناہوں اور برائیوں میں مبتلا کرنے کے درپے رہتا ہے۔ وہ اس پر فریب دینا کو انسان کی نظروں میں بڑا بڑا سنوار کر رغبت دلاتا ہے کہ دنیا چند روز ہے خوب عیش کر لو، پھر دنیا میں کوٹسا آنا ہے۔ نفس کے غلام شیطان کے ان حیلوں میں آکر اللہ کے خوف سے لاپرواہ ہو جاتے ہیں اور اپنے دل میں خوفِ الہی نہ رکھنے کی وجہ سے برائیوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ آخر عدم خوف کی وجہ سے اپنی عاقبت خراب کر بیٹھتے ہیں۔ اس کے برعکس جو لوگ اپنے دل میں خوفِ الہی رکھتے ہیں وہ گناہوں سے بچے رہتے ہیں اور ان پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں، لہذا جو خوف کا دامن پکڑے گا وہ دین و دنیا میں کامیاب ہوگا۔

خوفِ الہی بندگی میں لطف پیدا کرتا ہے، خوفِ الہی زہد و تقویٰ میں اضافہ کرتا ہے۔ خوفِ الہی تزکیہ نفس کے لیے بہت اکیسر ہے۔ خوفِ الہی اچھے اخلاقی اور صاف گوہ جہم دیتا ہے، خوفِ الہی عبادت اور نیک اعمال میں خشوع اور خضوع پیدا کرتا ہے، خوفِ الہی کمالِ عبدیت ہے، خوفِ الہی اللہ کی رضا کا چارہ ساز ہے۔ خوفِ الہی سے ایمان میں استقامت رہتی ہے، خوفِ الہی سے اللہ کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے خوفِ الہی سے روحانی علم اور معرفت کے چشمے پھوٹتے ہیں، خوفِ الہی سے ہدایت کی راہیں کھلتی ہیں، خوفِ الہی حکمت و عبرت کا خزانہ ہے۔ غرضیکہ جو اللہ کا خوف اپنالیتا ہے وہ دنیا کے تمام خوفوں سے بے خوف ہو جاتا ہے اور یہی اللہ کے بندوں کی نشانی ہے کہ وہ بے خوف ہوتے ہیں۔ ذرا غور فرمائیے کہ یہ اللہ کا کتنا بڑا انعام ہے۔

کثرتِ ذکرِ الہی اور استغفار سے خوفِ الہی پیدا ہوتا ہے جو لوگ اطاعت اور عبادت نہیں کرتے ان میں خوفِ الہی بہت کم ہوتا ہے کیونکہ شیطان نے ان کے دلوں پر غفلت کے پردے ڈالے ہوتے ہیں لہذا جو شخص بھی اللہ کا ولی بننے کا خواہش مند ہو تو اسے ہر وقت اللہ سے ڈرنا چاہیے اور اپنی عبادت میں لگن اور توجہ پیدا کرنی چاہیے تاکہ اللہ راضی ہو۔



تمام جلیل القدر صوفیاء جنہوں نے روحانیت میں بلند مقام حاصل کیا ہے اسی خوفِ الہی سے پایا ہے لہذا اللہ کا بندہ بننے کے لیے خود کو خوفِ الہی کی بھٹی میں کندن کر تو بیڑا پار ہو جائے گا ورنہ مرنے وقت پچھتاوا ہے گا۔

## ترغیبِ خوفِ الہی

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خوفِ الہی کی بہت تاکید فرمائی ہے چنانچہ سورہٴ رحمن

میں فرمایا ہے کہ:-

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ  
جَنَّتَيْنِ ۝ تَبَآئِي ۝ اِلَّا عَرَّيْكَهَا  
تَكْدِيْنِ ۝

اور جو اپنے رب کے سامنے خوفزدہ ہوا اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ پس تم اللہ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ (پ ۲۷، رحمن ۲۶ تا ۲۷)

اے بندے! اپنے آپ کو سرکشی سے بچا اور اپنے رب کا خوف اپنے دل میں رکھ۔ آخرت میں فلاح کا طالب رہ تاکہ تجھے نجات ملے۔ انشاء اللہ تجھے دو جنتیں یعنی دو باغ ملیں گے۔

اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا  
عَبُوسًا قَمَطِرًا ۝

بیشک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو تنگی اور سختی والا ہوگا۔ (پ ۲۹، وہزل)

اہل ایمان کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن کی سختیوں سے بچنے کے لیے اللہ کا خوف رکھتے ہیں اور اس خوف کے باعث اللہ تعالیٰ انہیں نجات دے کہ مسرت پہنچائے گا

وَيَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ  
فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا  
يُؤْمَرُونَ ۝

اور وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو ان کے اوپر ہے اور وہ اس پر عمل کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ (پ ۱۴، نحل ۵۰)

اللہ والے اپنے اور اپنے رب کا خوف طاری رکھتے ہیں اور اس خوف کی وجہ سے  
 وہی کرتے ہیں جو انھیں کرنے کا حکم دیا جاتا ہے، یعنی نیک اعمال کا دار و مدار خوف  
 الہی پر ہے۔

إِنَّمَا ذُكِرُوا الشَّيْطَرُ يُخَوِّفُ بِشَيْكِ شَيْطَانِ أَيْ سَاطِنِيَّوْنَ كُوْدِرَاتَا هِ  
 أَدِيَّاعَةً صَفَلَاتِنَا فُوْهُمُ دَخَاوُكُ لَيْسَ كَافِرُوْنَ سِ نَ فُرُوْ بَلِكُهُ مَجْهُ سِدْرُوْ  
 إِن كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ ۝

اگر تم صاحب ایمان ہو۔ پ ۴۔ آل عمران ۷۵  
 خوف الہی کے مقابلے میں خوف شیطان ہے، شیطان اپنے ساتھیوں کو اس خوف  
 کے باعث برائیوں میں ملوث کرتا ہے مگر اللہ کو تلاش کرنے والے اس سے بالکل نہیں ڈرتے  
 بلکہ اللہ سے ڈرتے ہیں اور برائیوں سے اللہ کی پناہ میں رہتے ہیں۔

إِن تَقِ ذٰلِكَ لَايَةَ لِمَنْ خَافَ جُوْعَابِ آخِرَتِ سِ خَوْفِ كِهَاتَا هِوَا سِ كِ لِي  
 عَذَابِ الْآخِرَةِ ذٰلِكَ يَوْمٌ اِن مِّنْ عِبْرَةٍ هِ يَ رُوْهُ دِنٌ هِ جِبْتَامُ جَمْعُ  
 فَجَمْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ كِيَ جَائِيْ كِ اُوْرِي هِ وُوْهُ دِنٌ هِ جِبِ اللّٰهُ  
 يَوْمَ تَشْهَوُوْهُ

یوم آخرت کا خوف دراصل اللہ تعالیٰ ہی کے خوف کے باعث ہے اس لیے اپنے  
 دل میں خوف الہی پیدا کرنے کے لیے یوم آخرت کے عذاب کا خوف طاری رکھنا چاہیے۔

وَإِنَّمَا مَنِ خَافَ مَقَامَ اُوْرِي جُوْجُوْخِصِ اِنِّ رِبِ كِ سَا مَنِّ كَهْرَا هُوْنِ سِ  
 رَبِّهِ وَتَحَى النَّفْسَ عَنِ دُرْتَارَا اُوْرِي اِنِّ نَفْسِ كُوْخُوْا هِشُوْ سِ رُوْكَنَا  
 الْمَعْوَى ۝ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِ رِ

پ ۳۔ نازعات ۴۰ تا ۴۱

اللہ کے بندے ندامت کے باعث اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوتے سے  
 اور جواب دہ ہونے سے ڈرتے ہیں اور اسی خوف کے باعث اپنے نفس کو دنیاوی خواہشات

سے بچاتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔  
 رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَرَا  
 بِعَ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ  
 وَرِيتَاءِ الزَّكَاةِ يُخَافُونَ  
 يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ  
 وَالْأَبْصَارُ  
 وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت ذکر الہی  
 اور نماز اور زکوٰۃ ادا کرتے سے غافل نہیں  
 کرتی۔ وہ اس دن سے خوف کھاتے ہیں جس  
 میں دل گھبرا جائیں گے اور آنکھیں پھربائیں  
 گی۔ (رپ ۱۱۸، نور ۳۷)

وہ لوگ یوم آخرت کی سختیوں سے ڈرتے ہیں جن کے دل میں اللہ کا خوف ہوتا ہے۔  
 ان تمام آیات الہیہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سالکین کے لیے خوف الہی بہت  
 ہی ضروری ہے۔ اسی بنا پر تصوف میں اسے بڑا مقام حاصل ہے اور اسے ایتلے بغیر  
 ولایت کی منازل عبور کرنا بہت مشکل ہے۔

## فضائل خوف الہی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پوشیدہ اور علانیہ خدا سے  
 ڈرتے رہو۔  
 ڈرتے رہو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نزدیکی  
 قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ  
 وہی لوگ ہوں گے جو دنیا میں خدا کے خوف کے باعث نیک عمل کرتے ہیں، وہ کوئی بھی ہوں  
 اور کہیں بھی ہوں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب آدمی کے لیے صبح ہوتی  
 اللہ سے ڈرنا ہے تو تمام اعضاء زبان کی خوشامد کرتے اور کہتے ہیں کہ ہمارے پاس



میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ ہم تیرے ساتھ ہیں۔ اگر تو سیدھی رہے تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

## اللہ سے ڈرتے ہوئے انصاف کا ثواب

تے فرمایا جس نے میرا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کا حکم مانا تو اس نے میرا حکم مانا اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی کیونکہ امام ایک ڈھال ہے جس کے پیچھے جہاد کیا جاتا ہے اور جس کی آڑ لی جاتی ہے اور وہ اللہ سے ڈرتے ہوئے انصاف کا حکم ہے تو اس کا اسے ثواب ملے گا اور اگر اس کے برعکس کہے تو اس کا گناہ اس پر ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے والا

## خوفِ الہی کی شان

جہنم میں داخل نہیں ہوگا یہاں تک کہ دودھ محققوں میں واپس آجائے اور اللہ تعالیٰ کے راستے کی گرد و بجا اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہو سکتے۔ (ترمذی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اسے جہنم سے نکال

## عذابِ جہنم سے نجات

لو جس نے مجھے ایک روز بھی یاد کیا یا ایک جگہ بھی مجھ سے ڈرا۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو ڈرتا ہے وہ صبح سویرے

## خوفِ الہی کا فائدہ

اٹھتا ہے اور جو صبح سویرے اٹھتا ہے وہ منزل پر جا پہنچتا ہے۔ آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کا سودا مہنگا ہے۔ آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کا سودا جنت ہے۔

(ترمذی)

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا پھر اس میں رخصت

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ

عطا فرمائی (یعنی ترک کر دیا) لیکن لوگوں نے اس سہولت سے فائدہ نہ اٹھایا اور اس کام کو ترک نہ کیا۔ جب یہ بات حضور کے علم میں آئی تو آپ نے خطبہ دیا اور حمد و صلوة کے بعد فرمایا کہ لوگ کس حال میں ہیں جس کام کو میں کرتا ہوں وہ اس سے پرہیز کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں اللہ تعالیٰ کو ان سے زیادہ جانتا ہوں اور اس سے بہت زیادہ خوف رکھتا ہوں۔“  
(بخاری شریف)

حضرت عمرو سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ دیتے ہوئے فرمایا

## خیر اللہ کے خوف میں ہے

آگاہ رہو کہ دنیا حاضر مال ہے جس میں سے تیک اور بد کھلتے ہیں اور آخرت سچ ثابت ہونے والا زمانہ ہے جس میں قدرت والا حقیقی بادشاہ فیصلہ فرمائے گا۔ آگاہ رہو کہ بھلائی اپنی تمام شاخوں سمیت جنت میں ہے اور بُرائی اپنی تمام شاخوں سمیت جہنم میں ہے۔ اللہ کے خوف میں بھاری خیر ہے۔ آگاہ رہو کہ تم اپنے اعمال کے سامنے پیش کیے جاؤ گے تو جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھے گا  
(مسند امام شافعی)

حضرت انس نے فرمایا کہ جن اعمال کو تم اپنی نظریں بال سے بھی باریک جانتے ہو انھیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

## بال سے باریک اعمال

عہد مبارک میں ہلاک کرنے والی چیزوں میں شمار کرتے تھے۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی امامت فرمائی،

## اللہ کا خوف رکھنے کی تاکید

صفوں کے آخر میں ایک شخص نے غلط طریقہ پر نماز ادا کی سلام پھیرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اس سے مخاطب ہو کہ فرمایا اے شخص! تمہیں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں، تم نہیں دیکھتے کہ تم کس طرح نماز ادا کرتے ہو۔ تم سمجھتے ہو کہ تم جو کچھ کرتے ہو وہ مجھ سے پوشیدہ رہتا ہے خدا کی قسم! میں پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح کے سامنے دیکھتا ہوں۔ (اصح)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے یہ کہا کہ میں نے اپنے

اہل و عیال کے ساتھ کبھی بھلائی نہیں کی۔ اور ایک روایت کے مطابق اس شخص نے اپنے نفس پر زیادتی کی۔ اس نے مرنے وقت اپنی اولاد کو وصیت کی کہ جیب میں مر جاؤں تو میری لاش کو جلا دیتا اور میری نصف خاک جنگل میں اڑا دیتا اور نصف کو دریا میں بہا دیتا۔ خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے مجھ پر رحم نہ کیا تو مجھے ایسا عذاب ہو گا کہ ایسا عذاب کسی کو نہ کیا ہو گا۔ جب وہ شخص مر گیا تو وارثوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا لیکن خالق و مالک نے دریا اور خشکی کو حکم دیا کہ اس کی خاک کے ذرات کو جمع کریں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ تو اس نے کہا اے رب! تیرے خوف سے اور تو میرے حال سے خوب واقف ہے۔ اس کی عرضداشت سن کر اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی۔ (مسلم شریف)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر دو ترخ پیش کی گئی تو میں

نے اس میں بتی اسرائیل کی ایک عورت دیکھی جس کو اس کی بٹی کے باعث عذاب دیا جا رہا تھا۔ جس کو اس نے باندھ رکھا تھا، نہ کھاتا کھلاتی اور نہ چھوڑتی کہ زمین کے کپڑوں میں سے کھاتی یہاں تک کہ وہ بھوکی مر گئی۔

اور میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ جہنم میں اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا ہے۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے سانڈ چھوڑا تھا۔ (مسلم شریف)



**اللہ کو یاد کرو** حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ جب تبتانی رات گزر گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! اللہ کو یاد کرو۔ پلینے والی آگنی اور پھینچنے والی اس کے پیچھے آ رہی ہے۔ موت اپنی حقیقت کے ساتھ آگنی۔ موت اپنی حقیقت کے ساتھ آگنی۔ (ترمذی)

**خوفِ الہی اختیار کرو** حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک باعرق کیا یا رسول اللہ! یہ جو قرآن پاک میں ارشادِ موبہ ہے کہ ”وہ کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں“ یعنی ”وہ لوگ اللہ کی راہ میں نیتے ہیں جو کچھ نیتے ہیں، لیکن پھر بچی اٹکے دل اس سے خوفزدہ ہوتے ہیں۔“ تو کیا یہاں ”کینے سے مراد چوری اور زنا ہے؟“ کہہ کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں۔ حضورؐ نے جواب دیا کہ ”نہیں اس سے یہ مراد نہیں بلکہ، کام سے مراد نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ ہے کہ کرتے ہیں اور ڈرتے اس لیے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ سب کچھ قبولیت سے محروم ہی ہے۔“ (ترمذی)

**لوگوں سے شرمانے اور اللہ سے حیا نہ کرنے کا انجام** حضرت عدی بن حاتم طائی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو جنت کی طرف لے جائے گا۔ تم

ہوگا۔ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے اور اس کی شہادت ہو محسوس کریں گے اور وہاں کے عالیشان محل اور دیگر نعمتیں جو اہل جنت کے لیے ہوں گی دیکھتے دیکھتے لگیں گے تو نہ آئے گی کہ انکو واپس لے آؤ۔ ان کا جنت میں کوئی حصہ نہیں۔ وہ ایسی حسرت اور ندامت کے ساتھ واپس ہوں گے اور عرض کریں گے یا اللہ! اچھا ہوتا کہ آپ ہمیں یونہی جہنم میں بھیج دیتے۔ اور جنت کے یہ نعمات ہمیں نہ دکھاتے جو آپ نے اپنے اولیاء کے لیے تیار کر لئے ہیں، ارشاد ہوگا کہ ایسا کرنا بھی مفلسود تھا، تم اپنی تنہائیوں میں بڑے بڑے گناہوں سے میرے سامنے آتے تھے اور لوگوں سے ملتے تو مسکین طبع بن جاتے تھے۔ تم لوگوں کو ایسے اعمال دکھاتے

تھے جو تھکے دلی عزائم کے خلاف ہوتے تھے، تمہیں لوگوں کا ڈر ہوتا تھا مگر میرا ڈر نہ تھا۔  
 تم نے لوگوں کا جلال محسوس کیا مگر میرا جلال نہ مانا، لوگوں سے شرمناک تو کوئی کام چھوڑا لیکن  
 مجھ سے جیا کر کے نہیں چھوڑا۔ سو آج میں تمہیں اپنا دردناک عذاب چکھاؤں گا اور میرے  
 عظیم ثواب سے محرومی جو تمہارا مقدر ہوئی وہ اس کے علاوہ ہے۔ (تنبیہ العاقلین)

**قرآنِ نبوی** | حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص سے کہا جائے اللہ سے ڈر اور وہ حقا

گزرے گا اور اس پر عتاب کریں گے اور کہیں گے تو وہی ہے جسے خوف الہی کو کہا جاتا تھا،  
 اور حقا ہوتا تھا یعنی یہ کہہ کر اس کو سزا بخش کریں گے۔ (اخلاق الصالحین)

**خوف الہی کا صلہ** | حضرت کعب احبارؓ سے روایت ہے کہ جنت میں خالص زہد  
 یا موتی کا ایک محل ہے اس میں ستر ہزار گھر ہیں، ہر گھر میں

ستر ہزار مکان ہیں اس میں صرف نبی یا صدیق یا شہید یا امام عادل یا وہ شخص جو اپنے نفس  
 میں محکم ہوگا داخل ہوگا۔ عرض کیا گیا کہ اپنے نفس میں محکم ہونے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا وہ  
 شخص جس پر حرام پیش کیا جائے مگر وہ محض خدا کے خوف سے اسے چھوڑ دے۔

**دو خوف** | حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن  
 دو خوف کے درمیان ہے۔ ایک اپنی گزشتہ عمر کے خوف میں کہ نہ جانے

اللہ تعالیٰ اس کے متعلق کیا فیصلہ فرمائیں۔ دوسرے بقیہ عمر کے بارے میں کہ نہ جانے اس کے  
 متعلق اللہ تعالیٰ کا کیا فیصلہ ہوگا۔ لہذا بندے کو اپنی ذات سے اپنے ہی لیے توشہ حاصل  
 کرنا چاہیے اور اپنی دنیا سے آخرت کے لیے اور اپنی حیات سے موت کے لیے۔ اس ذات  
 کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مرنے کے بعد عذر معذرت کا کوئی موقع نہیں اور دنیا  
 کے بعد جنت یا دوزخ کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مجھے اپنی

حزرت ویران کی قسم میں چنے بنسے پید و خوف اور ذرا من کچھی جمع نہیں کروں گا۔ جو زمین  
 میں خبر سے خوف کا تہ ہے یہاں سے آخرت میں میں ہوں گا اور جو زمین میں خبر سے نہ رہتا  
 ہے وہی قیامت کو اس پر خوف واری کھلے گا۔

**فرشتوں پر خوف الہی کا اثر** | حضرت عثمان بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں خبری ہوں  
 اور اقیحے مغیر کے قریب بیٹھا تھا کہ وہ فرسے

لے گیا میں تمہیں ایسی حدیث سناؤں کہ جس میں میرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان  
 معرفت ایک شخص کا واسطہ ہے۔ لوگوں نے کہا نہ در سنائیے۔ فرمے گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ  
 وسلم کا ارشاد ہے کہ ساتویں آسمان پر ایسے فرشتے ہیں جو اپنی پیدائش سے لے کر قیامت  
 تک سجدے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ کے خوف سے ہاں پ بے ہیں۔ قیامت کا دن ہوگا  
 تو جہدہ سے مرا بٹھا کر عرض کریں گے اللہ تیری ذات پاک ہے ہم تیری عبادت کا حق  
 اور نہیں کر سکتے۔

**خوف الہی سے گناہوں کا ختم ہونا** | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ  
 جب وہن کا دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے لڑتا

ہے تو اس کے گناہوں جھڑ جاتے ہیں جیسے دھخوں سے پتے۔

**اہل تقویٰ کی فضیلت** | حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا آپ کی آل کون  
 لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا قیامت تک آنے والے پاکار

موسم میری آل ہیں۔ نیز فرمایا کہ متقی لوگ میرے اولیاد اور دوست ہیں اور تم میں سے جس کو بھی  
 کسی پر فضیلت ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ ہی کی بدولت ہوگی۔

**خوف الہی باعث نجات ہے** | حضرت حسن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد  
 نقل کرتے ہیں کہ تین چیزیں نجات دلاتے

والی ہیں اور تین ہلاک کرنے والی ہیں۔ ہلاک کرنے والی یہ ہیں۔ حرص جس میں کوئی مبتلا ہو جائے



اور خواہشات جن کی پیروی ہونے لگے اور تیسری خود فریبی ہے  
اور نجات دلانے والی چیزیں یہ ہیں۔ یعنی عدل و انصاف جو ہر حال میں پیش نظر ہو  
خوشی و ناخوشی میں عدل کرنا۔ اور فقر و مالداری میں میانہ روی اختیار کرنا اور خلوت اور  
جلوت میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنا۔

اللہ سے ڈرنے کی کیفیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد باری تعالیٰ  
وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا قُلُوبُهُمْ رِجَالًا  
ہیں کہ ان کے دل کانپ رہے ہوتے ہیں) کے متعلق پوچھا کہ کیا اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو  
گناہ کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں؟ فرمایا نہیں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نیکی کر نیولے  
ہیں اور ڈرنے میں کہ شاید قبول نہ ہوئی ہو۔

جہنم سے نجات

ہدایۃ الہدایہ میں ہے کہ قیامت کے دن جب جہنم کو لایا جائے گا  
تو اس سے ہیبت ناک آوازیں نکلیں گی جس کی وجہ سے لوگ اس  
پر سے گزرنے سے گھبرائیں گے۔ فرمان الہی ہے:-

وَتَوَّانِي كُلُّ أُمَّةٍ جَانِبَهُ  
كُلُّ أُمَّةٍ تَدْعِي إِلَىٰ كَثِيرًا

گی۔ (پ ۲۵، ج ۲۸)

جب لوگ جہنم کے قریب آئیں گے تو اس سے سخت گرمی اور خوفناک آوازیں سنیں  
گے جو پانچ سو سال کے سفر کی دوری سے سنائی دیتی ہوں گی۔ جب ہر تہی نفسی اور حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم امتی کہہ رہے ہوں گے اس وقت جہنم سے ایک نہایت ہی بلند آگ باہر نکلے  
گی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی طرف بڑھے گی۔ آپ کی امت اس کی مدافعت میں  
کہے گی اے آگ! تجھے نمازیوں، صدقہ دینے والوں، روزہ داروں اور خوف خدا رکھنے والوں کا

واسطہ واپس چلی جا، مگر آگ برابر بڑھتی چلی جائے گی۔ تب حضرت جبریل علیہ السلام یہ کہتے ہوئے کہ جہنم کی آگ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھ رہی ہے۔ آپ کی خدمت میں پانی کا ایک پیالہ پیش کریں گے اور عرض کریں گے اے اللہ کے نبی! اس سے آگ پر چھینٹے ملے۔ آپ آگ پر پانی کے چھینٹے ماریں گے تو وہ آگ فوراً بجھ جائے گی۔ اس وقت آپ جبریل سے اس پانی کے متعلق پوچھیں گے۔ جبریل کہیں گے حضور! یہ خوفِ خدا سے رونے والے آپ کے گنہگار امتیوں کے آنسو تھے، مجھے حکم دیا گیا کہ میں یہ پانی آپ کی خدمت میں پیش کروں اور آپ اس سے جہنم کی آگ کو بجھا دیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس روز قیامت کے میدان میں مخلوق کو جمع کیا جائے

## بلا حساب جنت میں داخلہ

کا تو ایسی آواز میں جسے دُور اور نزدیک کے سب لوگ سنیں گے، منادی خداوند تعالیٰ کی طرف سے کہے گا اے لوگو! اس دن سے جبکہ میں نے تمہیں پیدا کیا آج کے دن تک تمہاری سب کچھ باتیں میں نے سنیں، آج تم میری بات سنو! کہ میں تمہارے اعمال تمہارے سامنے رکھوں گا۔ اے لوگو! ایک نسب تم نے مقرر کیا اور ایک نسب میں نے مقرر کیا۔ تم نے اپنے نسب کو بڑھایا اور میرے نسب کو گھٹایا۔ میں نے کہا تَحَارَاتِ اَلْاَكْدَمِكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَلْاَشْكَرُ (یعنی تم میں سب سے زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔) لیکن تم کہتے ہو کہ بڑا شریف وہ ہے جو فلاں شیخ یا فلاں بزرگ کا فرزند ہو۔ آج کے دن میں اپنے نسب کو بلند کروں گا اور تمہارے بنائے ہوئے نسب کو نیچا کروں گا۔ تب آواز دی جائیگی اِنَّ الْمَتَّقُوْنَ (پرہیزگار لوگ کہاں ہیں؟) پس ایک علم بلند کیا جائے گا اور اس کو آگ لے چلیں گے۔ متقین (پرہیزگار لوگ) اس کے پیچھے چلیں گے اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

اللہ سے ڈرنے کا فائدہ | سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو

کوئی خدا سے ڈرے تمام مخلوق اس سے ڈرے گی اور جو کوئی خدا سے نہیں ڈرے گا تو حق تعالیٰ تمام مخلوق کا ڈر اس کے دل میں ڈال دے گا۔

## قرمودات صحابہؓ

**خوفِ خدا کی تاکید** | حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خوفِ خدا کے بارے میں فرمایا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے تمام کاموں میں خواہ وہ ظاہر ہو

یا چھپے ہوئے، انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ نیز فرمایا کہ روؤ اور اگر وہ تانہ آئے تو رفتی صورت ہی بنا لو۔

**خوفِ خدا کا اجر** | حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کا فرمان ہے کہ جو خدا سے ڈرتا ہے خدا اس کی مشکلات آسان کر دیتا ہے۔ اور جو شخص

خدا سے ڈرتا ہے اس کو وہاں سے فائدہ پہنچتا ہے جہاں اس کا وہم و گمان بھی نہیں جاتا۔ جو انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو وہ اس کے قصور بھی معاف کر دیتا ہے اور اسے اچھا انعام بھی دیتا ہے۔ یقیناً یہ انسانوں کے لیے بہترین کام ہے کہ وہ ایک دوسرے کو خوفِ خدا کی تلقین کرتے رہیں۔

**خوفِ خدا کے بارے میں خطبہ** | ایک دن حضرت صدیق اکبرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! میں تم کو نصیحت کرتا

ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور اس کی ایسی تعریف کرو جس کا وہ سزاوار ہے، امیدوار خوف دونوں چیزوں کو سامنے رکھ کر دعا مانگو۔

دیکھو خدا تعالیٰ نے نہ کر یا اور ان کے گھروالوں کی تعریف میں فرمایا کہ وہ لوگ نیکیوں کی طرف دوڑتے تھے اور ہم کو امید و خوف کے ساتھ پکارتے تھے اور ہماری سامنے عاجزی کرتے تھے۔ اللہ کے بندو! اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے



حق میں تمھاری جان کو رہیں رکھ لیا ہے اور تم سے عہد لیا ہے کہ دنیا کے عوض جنت کو  
مُل لو گے۔ اللہ کی کتاب تم میں موجود ہے جس کے اثرات کبھی ختم نہ ہوں گے اور جس کی  
رشتی کبھی کُل نہ ہوگی۔ اس لیے کلام الہی کی تصدیق کرو، اللہ کی کتاب سے نصیحت  
حاصل کرتے رہو اور تازگی والے دن کے لیے اس سے بینائی حاصل کرو۔ تمھیں اللہ تعالیٰ  
نے اپنی عبادت کے لیے ہی پیدا کیا ہے اور تم پر کراما کا تبین یعنی اعمال لکھنے والے  
فرشتوں کو مقرر کیا ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو اس کا علم ان فرشتوں کو ہے۔

اللہ کے بند و بدم ہر صبح اور ہر شام کو اس مدت کے قریب ہوتے جلتے ہو جس کا  
تمھیں علم نہیں۔ اس لیے اگر ہو سکے تو اس حال میں تمھاری عمر میں ختم ہوں کہ تم اللہ کے  
کام میں مشغول ہو، تم کو ایسا ہی کرنا چاہیے مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر تم ایسا نہیں کر  
سکتے اس لیے اسی سے مدد مانگو۔

امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما نے آپ کو مخاطب  
کر کے فرماتے واللہ! اے ابن خطاب! اللہ سے ڈرو

وہ نہ اللہ تعالیٰ تمھیں عذاب دے گا اور پھر تیری پروا نہ کرے گا۔ نیز فرماتے تھے کہ جو شخص اللہ  
سے ڈرتا ہے وہ نفس کی ہر خواہش کو پورا نہیں کرتا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ دیت دار  
انسان کو چھ خوف دامنگیر رہتے ہیں۔

۱۔ خوف خدا کہ کہیں نافرمانی کی حالت میں ایمان نہ جاتا ہے۔

۲۔ ان فرشتوں کا خوف جو نامہ اعمال لکھتے ہیں کہ کوئی ایسی بات نہ لکھ دی جائے

جس سے قیامت کے روز رسوائی ہو۔

۳۔ شیطان کا خوف کہ وہ نیک عمل ختم نہ کرے۔

۴۔ ملک الموت کا خوف کہ توبہ اور نیک سے قبل روح قبض نہ ہو جائے۔

- ۵۔ دنیا کا خوف کہ وہ اپنی طرف مائل کہ کے غم آنحضرت دل سے محو نہ کر دے۔  
 ۶۔ اہل و عیال کا خوف کہ وہ اپنی طرف زیادہ راغب کر کے خدا کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔

## اقوال خوفِ الہی

واسطی فرماتے ہیں کہ خوف اللہ اور بندہ کے درمیان ایک حجاب ہے۔  
 بشر حافی فرماتے ہیں کہ خوف ایک فرشتہ ہے جو صرف متقی کے دل میں رہتا ہے۔  
 حاتم اصم فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی تربیت ہوتی ہے اور خوف عبادت کی تربیت ہے  
 خوف کی علامت امید کو کم کرتا ہے۔

ابو عثمان حیری فرماتے ہیں کہ ڈرنے والے کے لیے یہ بات اچھی نہیں کہ وہ اپنے خوف  
 میں خوف ہی سے سکون محسوس کرے اس لیے کہ یہ ایک مخفی امر ہے۔

ابن مبارک فرماتے ہیں کہ جو چیز خوف کو اس حد تک بھڑکاتی ہے کہ وہ دل میں جاگزیں  
 ہو جائے تو یہ ظاہر و باطن ہر دو حال میں دائمی گھسیانی ہے۔

حضرت ابراہیم بن شیبان کا قول ہے کہ جب خوف دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے تو دل  
 کی خواہشات کی جگہ کو جلا دیتا ہے اور دل سے دنیا کی رغبت کو نکال دیتا ہے۔

یہی بن معاذ فرماتے ہیں، ابن آدم اگر دوزخ سے اس طرح ڈرتا رہتا جس طرح وہ  
 تنگ دستی سے ڈرتا ہے تو جنت میں چلا جاتا۔

حضرت ابو عثمان فرماتے ہیں کہ سچا خوف یہ ہے کہ ظاہری اور باطنی طور پر گناہوں  
 سے پرہیز کیا جائے۔

ابن جلاء فرماتے ہیں کہ ڈرنے والا وہ ہے جسے ہر وہ چیز جس سے دنیا ڈرتی ہے،  
 امن دے دیکر نہ اسے اگر خوف ہے تو خدا کا ہے (اور کسی چیز کا نہیں)

حضرت ابو عمرو دمشقیؒ کا قول ہے کہ ڈرنے والا شخص وہ ہے جو شیطان سے بھی زیادہ اپنے نفس سے ڈرے۔

حضرت جنیدؒ سے خوف کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا ہر سانس کے جاری ہونے کے ساتھ سزا کی توقع رکھنا خوف ہے۔

حضرت ابویعلیٰ دقاقؒ کا قول ہے کہ خوف یہ ہے کہ تو اپنے دل کو عسلی اور سوف (امید و انتظار) کے القاط سے نہ بہلائے۔

حضرت ابو حفصؒ نے فرمایا ہے کہ خوف دل کا چراغ ہے جس کے ذریعہ سے دل کے خیر و شر کو دیکھا جاسکتا ہے۔

شاہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ خوف کی علامت دائمی غم ہے۔  
ابوالقاسم حکیمؒ نے کہا کہ جو شخص کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بھاگتا ہے مگر جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ بھاگ کر اللہ ہی کی طرف آتا ہے۔

کسی نے ذوالنون مصریؒ سے پوچھا بندہ کے لیے خوف کی راد کب آسان ہو جاتی ہے؟ فرمایا جب وہ اپنے آپ کو بہتر نہ ایک بیمار کے سمجھے تو وہ اس ڈر سے کہہیں بیماری طول نہ پکڑ جائے ہر چیز سے پرہیز کرتا ہے۔

ابو حفصؒ کہتے ہیں کہ چالیس برس سے میرا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے نگاہ غضب سے دیکھتا ہے اور میرے اعمال اس پر دلالت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ایک دن اپنے یاروں میں نکلے اور فرمایا کہ رات تو میں نے اللہ پر بڑی جرات کی کہ اس سے جنت کا سوال کیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں کے دلوں پر عقلمندی ڈال دی ہے یہ بھی رحمت ہے تاکہ خوفِ خدا سے مرتہ جائیں۔

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ جب مروں گا لوگوں سے کہہ



دون گاکہ مجھے بیڑیاں اور طوق ڈال کر خدا کے پاس اسی طرح لے جاویں جیسے کسی بھاگے ہوئے غلام کو آقا کے سامنے لے جاتے ہیں۔

حضرت میمون بن مہران کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری **وَإِن تَجَهِدْهُمْ لِدِينِهِمْ** **أَجْمَعِينَ** تو حضرت سلمان فارسی نے چیخ ماری اور اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر باہر نکل گئے۔ تین دن تک پتہ نہ ملا۔

روایت ہے کہ حضرت سفیان ثوری بیمار پڑے ان کا قارورہ ایک رومی طبیب کو دکھایا گیا اس نے کہا کہ اس شخص کے جگر کو خوف نے ٹکڑے کر دیا ہے پھر اگر نبض دیکھی تو کہا کہ ملتِ اسلام میں اس جیسا آدمی مجھے نہیں معلوم ہوا۔

ذوالنون مصری فرماتے ہیں جیت تک لوگوں (کے دلوں) سے خوف زائل نہیں ہوتا، وہ صحیح راستہ پر رہتے ہیں۔ جو یہی خوف زائل ہوا بھٹک گئے۔

کسی شخص نے بشر حافی سے کہا، میرا خیال ہے کہ آپ موت سے ڈرتے ہیں تو فرمایا اللہ تم کے سامنے پیش ہونا بہت سخت چیز ہے۔

مالک بن دینار کو کسی نے کہا کیا آپ کے پاس کوئی قاری لائیں جو آپ کو قرآن مجید سنائے آپ نے فرمایا کہ جس عورت کا میاں مر جائے اس کو نوحہ کر کی ضرورت نہیں ہوتی۔

حضرت اویس قرنی فرماتے تھے اس دنیا میں خوف کو کام میں لایا کیونکہ یہ آخرت میں تجھے عذاب سے نجات دے گا۔

## اولیاء کا خوفِ الہی

حضرت عبدالکریم قشیری کا قول ہے کہ خوفِ الہی کیفیت ہے **خوف کیا ہے؟** جس کا تعلق اللہ کے ساتھ ہے۔ خوف اس لیے ہوتا ہے کہ

کہیں کوئی ناپسندیدہ بات واقع نہ ہو جائے یا کوئی محبوب چیز جاتی نہ رہے اور یہ دونوں باتیں

ایسی چیز سے تعلق رکھتی ہیں جو اسکرہ ہونے والی ہے۔ جو چیز موجود ہے اس کے متعلق خوف نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے اس دنیا میں یا آخرت میں سزا دے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے کہ وہ اس سے ڈرتے رہیں۔

**حضرت حسن بصری کا ارشاد** | حضرت حسن بصریؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ ان لوگوں کی مجلس کے باسے میں آپ کی کیا رائے ہے جو ہمیں

ڈرا ڈرا کر ہمارے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کیے دیتے ہیں؟ آپ نے کہا ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا جو تمہیں آج ڈرا کر کل کے خوف سے نجات دلا دیں، ان لوگوں کی صحبت سے بدتر جہا بہتر ہے جو آج تمہیں بے خوفی کا سکون بہم پہنچا کر کل قیامت کے دن دروزناک خوف میں مبتلا کر دیں۔

**حضرت یحییٰ بن معاذ کا قول** | حضرت یحییٰ بن معاذؒ کا قول ہے کہ خوف عذاب اور امید رحمت کے درمیان مسلمان کے گناہ کی وہی حالت

ہوتی ہے جو دو شیروں کے درمیان گھری ہوئی لومڑی کی ہوتی ہے اور انھی کا قول ہے کہ مسکین آدمی اگر دوزخ سے بھی اتنا ہی ڈرے جتنا کہ وہ مفلسی سے ڈرتا ہے تو جنتی ہو جائے اور انھی سے جب لوگوں نے پوچھا کہ کل قیامت کے دن کون لوگ محفوظ تر ہوں گے؟ تو جواب دیا کہ وہ جو آج حق تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرتے ہیں۔

**حضرت عطاء سلمیٰ کی کیفیت خوف** | حضرت عطاء سلمیٰؒ بھی اہل خوف میں سے تھے پورے چالیس برس تک تہتہ لگانا تو درکنار

کبھی تسم تک نہ کیا اور نہ کبھی آسمان کی طرف دیکھا اور جب ایک مرتبہ نگاہ پڑھی گئی تو بہوش ہو کر گر پڑے اور عادت ہو گئی کہ ہر رات کو کئی مرتبہ اپنے آپ کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھا کرتے، کہ کہیں کوئی حصہ مسخ تو نہیں ہو گیا اور اگر لوگوں پر کوئی مصیبت نازل ہوتی مثلاً قحط وغیرہ

پڑ جاتا یا زلزلہ وغیرہ آجاتا تو کہتے کہ آہ! یہ سب میری شامتِ اعمال اور بد بختی کا وبال ہے جو زمانے پہ ٹوٹ پڑا ہے۔ اگر میں نہ رہوں تو لوگوں کو اس آفت سے رہائی مل جائے۔

**حضرت احمد بن حنبل کی دعا** | حضرت احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میں نے دعا کی کہ بار خدایا! خوف کا ایک دروازہ

مجھ پر کھول دے۔ میری دعا تو قبول ہو گئی لیکن پھر میں ڈرا کہ کہیں میری عقل ہی جواب نہ دے جائے۔ پس دعا کی کہ اللہ! اس دروازے کو میری تاب و تواس کے مطابق ہی کشادہ کیجیو۔ تب کہیں جا کر میرے دل کو سکون نصیب ہوا۔

**حضرت شبلی کا قول** | حضرت شبلی کہتے ہیں کہ مجھ پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ خوفِ خدا میرے دل پر غالب نہ رہا ہو اور اس غلبہ کے

تحت میرے دل پر حکمت و عبرت کے دروازے کشادہ نہ ہوئے ہوں۔

**صوفیاء کی باتیں** | حضرت کعب احبارہ کہتے ہیں کہ ایک ہزار دینار صدقہ دینے کی نسبت میں اس رونے کو بہتر سمجھتا ہوں جس میں آنسو

دھل ڈھل کر میرے چہرے کو تر کرتے جا رہے ہوں۔

حضرت محمد بن المنکدر کا معمول تھا کہ روتے تو آنسو چہرے پر ملتے جاتے اور کہتے کہ میں نے سنا ہے کہ آنسو جہاں جہاں پہنچتے ہیں وہ جگہ دوزخ کی آگ سے محفوظ ہوتی جاتی ہے۔

جناب سری سقطی فرمایا کرتے تھے کہ میں روزانہ اپنی ناک پر نظر ڈال کر دیکھتا رہتا ہوں، کہ کہیں روسیہ تو نہیں ہو گیا ہوں۔

ایک عابد تار و قطار رو رہا تھا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہا کہ اس وقت کو روتا ہوں جب میدانِ حشر میں لوگوں کو آواز دی جائے گی کہ چلو ہر کسی کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے۔ لگے۔



ابو سلمان مارانی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جس دل میں خوفِ خدا نہیں وہ محض ایک ویرانہ ہے۔

**خوف کا مطلب** | کہتے ہیں کہ احکامِ خداوندی کے جاری ہونے کے متعلق قوی علم ہونے کا نام خوف ہے۔ نیز کہا گیا ہے کہ رب کے جلال سے

دل کا حرکت کرنا خوف ہے۔

**حکایت** | کہتے ہیں کہ ایک دن عیسیٰ علیہ السلام نکلے۔ ان کے ساتھ بنی اسرائیل کا ایک نیک آدمی بھی تھا۔ ایک شخص جو مشہور بدکار تھا ان کے پیچھے ہو گیا اور ان سے الگ ہو کر نہایت عاجزی سے بیٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت کی دعا مانگی۔ اس نیک آدمی نے بھی دعا مانگی اور کہا خدا یا قیامت کے دن اس گنہگار کے ساتھ میرا مقام ہو اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ میں نے ان دونوں کی دعا قبول کر لی۔ نیک کو تو میں نے رد کر دیا اور مجرم کو معاف کر دیا۔

**حضرت بہار الدین ذکر یا کا قول** | حضرت بہار الدین ذکر یا ملتانی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف انسان کے دل کا چراغ ہے اگر یہ نہ ہو تو انسان ظاہری اور باطنی تاریکی میں دبا رہتا ہے۔

**امور الہی سے خوف** | حضرت ابو علی دقاقؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں امام ابو بکرؓ میں فرق کی عیادت کے لیے گیا۔ مجھے دیکھ کر وہ روپڑے میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو انشاء اللہ شفاء عطا کرے گا۔ فرمایا آپ خیال کرتے ہیں کہ موت سے ڈرتا ہوں (ہرگز نہیں) میں تو موت کے بعد پیش آنے والے امور سے ڈرتا ہوں۔

**حقیقتِ خوف** | حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ دل کی حالتوں میں سے ایک حالت خوف بھی ہے یہ ایک ایسی آگ ہے جو دل میں سلگتی

ہے اور اس کا باعث اور نتیجہ کئی طرح پر ظہور میں آتا ہے۔ اس کا باعث علم و معرفت ہے کہ انسان جب آخرت کی مشکل کی طرف خیال کرے گا تو سمجھ لے گا کہ اس کی تباہی کے تمام

سامان تیار ہیں یہ آگ اس کی جان میں پیدا ہوگی یہ آگ طاہری آگ نہیں ہے یہ صفت انسان کو دو چیزوں کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے۔ اول معرفت یہ کہ انسان اپنی ذات میں عیبوں اور اپنے گناہوں اور عبادت میں کوتاہی کی آفت کو دیکھے اور اپنی اخلاقی برائیاں اس کو نظر آئیں اور دیکھے کہ ان تفصیلات کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عنایتیں اس پر ہو رہی ہیں ایسے شخص کی مثال اس شخص کی ہوگی کہ ایک بادشاہ نے اس کو خلعت بخشا اور بہت سی نعمتیں اس کو بخشیں اور یہ انعام و خلعت پانے والا اس کے حرم سرا اور خزانے میں دغا اور خیانت کر رہا ہے۔ پھر یکا یک اسے معلوم ہوا کہ ان خیانتوں کے وقت انعام اور خلعت بخشنے والا بادشاہ اس کو دیکھ رہا تھا اور یہ شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ بادشاہ بہت عبرت والا انتقام لینے والا اور بے پروا ہے اور اس کے پاس کوئی سفارش لے جاتے والا نہیں اور کوئی وسیلہ اور کسی سے قربت نہیں رکھتا کہ اس سے سفارش کرائی جائے، اس صورت میں جب وہ اپنی تباہی پر واقف ہوگا تو یقیناً خوف کی آگ اس کے دل میں سلگے گی۔

معرفت کی دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے عیوب اور معصیت اس خوف کا باعث نہ ہو اور بلکہ وہ جس سے ڈرتا ہے اس کی بیباکی اور قدرت اس کی معرفت کا سبب بنتی ہو مثلاً جب کوئی آدمی شیر کے پنجے میں گرفتار ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ اپنی غلطی اور کوتاہی سے نہیں ڈرتا بلکہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ شیر درندہ جانور ہے اور اس کو پنجے میں گرفتار ہونے والے کی کمزوری کی کچھ پروا نہیں ہے وہ اس بات سے ڈرتا ہے تو ایسا خوف بہت قہیلت رکھتا ہے پس جس نے اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت کو پہچانا، اس کی بزرگی، قوت اور بے پروائی کو جانا اور سمجھ گیا کہ اگر وہ سارے جہان کو ہلاک کرے اور ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رکھے تو اس کی بادشاہت سے ایک ذرہ بھی کم نہیں ہوگا۔ اور بے جا نرمی اور بے جا شفقت سے اس کی ذات پاک ہے تو یقیناً وہ ڈرے گا۔ ایسا خوف انبیاء علیہم السلام کو بھی ہوتا ہے اگرچہ وہ محصوم اور گناہوں سے محفوظ ہیں۔ (دیکھئے سعادت)

**حضرت حماد بن عیدریہ** | حضرت حماد بن عیدریہ جیب بیٹھتے، گویا نصف کھڑے ہیں اگر کوئی ان سے کہتا کہ آپ اطمینان سے بیٹھیں، تو

فرماتے کہ اطمینان کا بیٹھنا نڈر شخص کا ہوتا ہے۔ میں تو بے خوف نہیں اس لیے کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔

**ایک جوان کی کیفیت** | حضرت حسن بصریؒ ایک جوان پر گزے کہ اپنی منسی میں ڈوبا ہوا تھا اور ایک مجلس میں لوگوں کے ساتھ بیٹھا تھا

آپ نے اس سے فرمایا کہ تو پل صراط سے گزرا ہے، اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر یہ منسی کیسی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ پھر اس شخص کو کسی نے منستے نہ دیکھا۔

**عجیب خبر** | فرقد سستی کو کسی نے کہا کہ بنی اسرائیل کی کوئی بڑی عجیب خبر جو تمہیں پہنچی ہو تم سے کہو۔ جواب دیا کہ مجھے یوں خبر پہنچی ہے کہ بیت المقدس میں پانسو بارہ عورتیں جن کا لباس کمبل اور ٹاٹ تھا، آئیں اور خدا کے ثواب و عذاب کا آپس میں ذکر کیا اور سب کی سب ایک ہی روز میں مر گئیں۔

**ایک بزرگ کی بات** | ابن ابی نے کہا کہ خائف اسے نہیں کہتے جو رو رہا ہو۔ اور اپنی آنکھیں پونچھتا اور صاف کرتا ہو۔ خائف تو اسے کہیں گے جو اس چیز کو جس پر اسے عذاب کا ڈر ہے، ترک کرے۔

**حضرت معاذ بن جبلؓ کا قول** | حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ مومن کے دل کو اس وقت تک اطمینان نہیں ہوتا اور نہ اس کے خوف کو سکون حاصل ہوتا ہے، جب تک کہ وہ جہنم کے پل کو پیچھے چھوڑ کر آگے نہیں نکل جاتا۔

**حضرت حاتم امم کی نصیحت** | حضرت حاتم اممؒ فرماتے ہیں کہ کسی مکان ا صلح پر فریفتہ مت ہو کہ جنت سے زیادہ ا صلح کوئی جگہ نہیں مگر آدم کا



حال اس میں جو ہوا سوسو ہوا۔ اور نہ کثرت عبادت پر فریفتہ ہو کر ابلیس کا حال بعد کثرت عبادت کے خود ظاہر ہے۔ اور نہ کثرت علم سے مغرور ہو کر یلغامِ اسعظم اچھی طرح جانتا تھا مگر انجام اس کا کیا ہوا۔ اور نہ صحابہ کی زیارت پر فریفتہ ہو کر آنحضرتؐ سے بڑھ کر کسی کا نہ تیرہ نہیں مگر بعض اقارب اور اعداء کو آپؐ کی زیارت کام نہ آتی۔

**ایک ماں کی بیٹے کو تاکید** | محمد بن کعب القرظی کی ماں نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ بیٹا میں تجھ کو جانتی ہوں کہ لڑکپن میں بھی پاک تھا اور بڑا ہو کر بھی اچھا رہا اور چونکہ رات دن تو عبادت ہی کرتا ہے تو یہ ایک عمل گویا اپنے اوپر مہلک تو نہ رکھ لیا ہے۔ اتنی مشقت کیوں کرتا ہے، انھوں نے کہا اے ماں! مشفقہ! میں کونسی بات سے اس امر سے مندر ہو جاؤں کہ اگر خدا تعالیٰ نے مجھ کو کوئی گناہ کرتے دیکھ لیا ہو اور ناراض ہو گیا ہو۔ اور یہ فرمائے کہ اپنی عزت و جلال کی قسم! میں تجھ کو نہیں بخشوں گا۔

**جگر کا خوفِ الہی سے پھٹ جانا** | حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بیمار ہوئے تو ان کے لیے طبیب لائے۔ طبیب نے ان کو

دیکھا اور کہا کہ ان کا جگر خوفِ الہی کے مارے پھٹ گیا ہے میں اس کا علاج نہیں کر سکتا۔  
**حرمتِ الہی کی تعظیم** | حضرت عطار بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ آیت **مَنْ يُعْظِمِ حُرْمَاتِ اللَّهِ فَخَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ** (جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حرمت کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے لیے اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے) میں حرمت سے مراد گناہ ہیں یعنی ان کو برا سمجھے اور ان کو عمل میں نہ لائے۔

**حضرت ابراہیم علیہ السلام پر خوفِ الہی** | حضرت وہب بن نصیرؒ فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اپنا کوئی قصور یاد آتا تو غشی طاری ہو جاتی اور ان کے دل کی دھڑکن بہت دور سے

سنائی دیتی تھی۔ کسی نے ان سے کہا آپ خلیل الرحمن ہیں اور پھر اس قدر غم کرتے ہیں؛  
انہوں نے فرمایا کہ جیب میں اپنا قصور یاد کرتا ہوں تو اپنے مرتبہ خلعت کو بھول جاتا ہوں۔

حضرت شعوانہ عابدہ رحمۃ اللہ علیہا اپنی مناجات  
میں کہتی تھیں لے اللہ! تو تمام کریموں سے زیادہ

## حضرت شعوانہ کی مناجات

کریم ہے اور سب سرداروں کا شہنشاہ اور مسلمانوں کی امید گاہ ہے۔ میں تجھ سے التجا  
کرتی ہوں کہ ان تمام لوگوں کو معاف کرے جو تیری سزا کے جاننے کے بعد نافرمانی میں بڑھے  
ہوئے ہیں۔ یہ کہہ کر ایک پیچھ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑی اور ان کے متہ سے ماہ ماہ  
کی آواز آتی رہی۔

حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے تھے کہ ہم آج کل کسی کو سنت کے  
موافق عمل کرتے نہیں دیکھتے بلکہ عالم، جاہل، عابد، زائد، بوطھے

## عمل کی روح

جو ان سب اپنی خواہش کے موافق عمل کرتے ہیں۔ یہ سب کے سب اس لیے عمل کرتے ہیں  
کہ خدا کے ہاں یا لوگوں میں ان کی تعریف ہو۔ ایسے ہی یہ لوگ گناہوں کو لوگوں کے نزدیک حقیر  
سمجھے جانے کے خوف سے چھوڑتے ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے۔ ہم میں سے ایسا کون ہے  
کہ اگر لوگوں میں اس کا بڑا ذکر ہو تو وہ ذکر کرنے والے کو برا جانے والے! ہم نے مدہمت  
کے طور پر صلح کر رکھی ہے اور ہم محض زبان سے دوست ہیں اور دونوں میں عداوت رکھتے ہیں  
اور علم کو عمل کے لیے نہیں بلکہ زینت اور فخر کے لیے اور لوگوں پر سردار بننے کی غرض سے  
حاصل کرتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم ہی دوزخ میں جلیں گے۔

کسی نے فضیل سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے کہ ہمیں کوئی  
خائف انسان نظر نہیں آتا۔ فرمایا اگر تم خود خائف ہوتے تو تمہیں

## خائف کی پہچان

خائف نظر آنے والے خائف کو خائف ہی دیکھ سکتا ہے۔ جس عورت کا بچہ مر گیا ہو وہی کسی ایسی  
عورت کو دیکھنا پسند کرتی ہے جس کا بچہ مر چکا ہو۔

## درجاتِ خوف

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ خوف کے تین درجے ہیں۔

ضعیف، معتدل، قوی۔ ان تینوں میں اعتدال کا درجہ سب سے

بہتر ہے۔ خوف کا ضعیف درجہ یہ ہے کہ اس سے فائدہ حاصل نہ ہو جیسے عورتوں کی قوت

قوتی درجہ یہ ہے کہ اس میں غشی، بیماری، ناامیدی اور موت کا اندیشہ ہو۔ یہ دونوں درجے

بُرے ہیں۔ کیونکہ خوف میں فی نفسہ کوئی کمال موجود نہیں ہے اور اس کا حال توحید، معرفت

اور محبت الہی جیسا نہیں ہے کہ ان میں فی نفسہ کمال موجود ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ کی

صفات میں خوف کی صفت شامل نہیں ہے۔ فی نفسہ کمال نہ ہونے کے علاوہ خوف

عجز اور جہل (عدم واقفیت) کی بنا پر ہوتا ہے کیونکہ ایک چیز کا جیت تک انجام معلوم نہ ہو

اور آفت سے بچنا مقصود نہ ہو اس وقت تک خوف پیدا ہی نہیں ہوگا۔

خوف، عاقلوں اور دانش مندوں کے حق میں کمال کا باعث ہوتا ہے کیونکہ خوف اس

تازیانے کی طرح ہے جو پڑھنے والے بچوں کے لگایا جاتا ہے یا گھوڑے کے مارا جاتا ہے۔

دٹا کر تیز چلے جب تازیانے کی ضرب ایسی کمزور ہو کہ اس سے چوٹ نہ لگے یا جانور کو راستے

پر نہ لگا سکے یا وہ اتنا قوی ہو کہ بچے کو زخمی کرے یا جانور کے ہاتھ پاؤں توڑ دے، یہ

دونوں خوف کے کام نہیں ہیں۔ بلکہ چاہیے کہ ان میں اعتدال ہوتا کہ وہ معصیت سے باز رکھے

اور طاعت الہی کی رغبت دلائے۔ پس جو شخص بڑا عالم ہوگا اس کا خوف بہت معتدل ہوگا۔

کہ جب وہ درجہ افراط پر پہنچے تو رجاء کے اسباب کا خیال کرے اور جب اس میں ضعف

پیدا ہو تو کام کی سختی اور محنت کا خیال کرے۔ جس کے دل میں خدا کا خوف نہیں ہے اور وہ

عالم کہلاتا ہے تو اس کا علم بیکار ہے۔ سمجھنا چاہیے کہ اس کو علم سے حصہ ہی نہیں ملا ہے۔ گویا

وہ ایک بازاری قال گو ہے جس کو حکمت کی کوئی خبر نہیں ہے۔ کیونکہ تمام علوم اور معرفتوں میں

مقدم یہ ہے کہ بتدہ خود کو اور خدا کو پہچانے۔ خود کو عیب اور تقصیر سے پر سمجھے اور حق تعالیٰ کو

اس کی عظمت اور بے نیازی کی صفت کے ساتھ پہچانے۔ جب یہ دونوں معرفتیں حاصل

اور  
سکرت  
تاریخ  
گمراہی  
اور نافرمانی  
بزرگی

ہونگی تو اس کا ثمرہ خوف ہوگا۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے  
 ادل العلم معرفة الجبار و اخرا الحلو تفویض الامر الیہ (اول علم یہ ہے  
 کہ حق تعالیٰ کی جباری اور قہاری کو جانے اور آخر یہ ہے کہ اپنا کام اس کے سپرد کر دے)  
 اور سمجھے کہ وہ خود ناپ چیز محض ہے اور اس سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ جب کوئی اتنی بات سمجھ  
 لے گا تو ضرور اس کے دل میں خوف پیدا ہوگا۔

حضرت عطاءے سلمیٰ کا حال | حضرت عطاءے سلمیٰ بھی خائفین سے تھے۔ اللہ

معاف کرنے کی درخواست کرتے اور مرض میں ان سے لوگوں نے کہا کہ آپ کا دل کس چیز  
 کو چاہتا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ دوزخ کے خوف نے میرے دل میں کسی چیز کی خواہش  
 کے لیے جگہ نہیں چھوڑی، کہتے ہیں کہ چالیس برس کے بعد جب انھوں نے اپنا سر آسمان  
 کی طرف کیا تو اتنے ڈرے کہ گر پڑے اور انتڑی پھٹ گئی۔ آپ کا دستور تھا کہ رات کو کسی  
 وقت اپنا جسم ٹولا کرتے اس خوف سے کہ کہیں مسخ تو نہیں ہو گیا اور جب اندھی چلتی یا  
 بجلی گرتی یا غلہ گراں ہوتا تو فرماتے کہ یہ سب آفتیں میرے ہی باعث ہیں۔ اگر میں مر  
 جاؤں تو لوگ راحت پائیں۔

اور خود فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم عقبہ غلام کے ساتھ نکلے اور ہم میں ایسے جوان  
 اور ادھیڑ عمر لوگ تھے کہ عشاء کے وقت سے صبح کی نماز پڑھتے۔ کثرتِ قیام سے ان کے پاؤں  
 سوج گئے تھے اور آنکھیں اندر کودھنس گئی تھیں اور پوست استخوان پر جا لگا تھا۔ رگیں  
 تار تار کی طرح معلوم ہوتی تھیں۔ ایسے ہو گئے تھے جیسے تر لوزہ کے چھلکے، اندر کچھ نہیں ہوتا  
 گو یا قبروں سے نکلے ہیں یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت کرنے والوں کو کسی بزرگی دی  
 اور نافرمانوں کو کیسے ذلیل کیا۔ اسی حال میں چلے جاتے تھے کہ بیکایک ان میں سے ایک  
 بزرگ کا گدڑ ایک جگہ پر ہوا فوراً بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اس کے ساتھی گرد بیٹھ کر رونے لگے۔



جاڑا بہت شدت سے تھا مگر اس کی پیشانی سے پسینہ ٹپکتا تھا جب منہ پر پانی کا چھینٹا دیا تو اس کو ہوش آیا۔ اس سے ماجرا پوچھا۔ اس نے کہا کہ میں نے اس جگہ خدا کی نافرمانی کی تھی، جبکہ دیکھ کر مجھے یاد آگئی اور خوف سے یہ بچھاڑ کھائی۔

حضرت ابواللیث ثمرقندی کا ارشاد ہے کہ

## خوفِ الہی والی سات چیزیں

اللہ تعالیٰ کا خوف سات چیزوں سے ظاہر

ہوتا ہے۔ اول یہ کہ آدمی کی زبان پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ وہ جھوٹ، غیبت اور فضول گوئی کو چھوڑ کر اپنی زبان کو اللہ پاک کے ذکر میں، قرآن پاک کی تلاوت اور دیگر علمی باتوں میں لگاتا ہے۔ دوسری یہ ہے کہ اپنے پیٹ کے معاملہ میں خوف کھانے لگتا ہے کہ حلال اور پاکیزہ چیز کے سوا کوئی چیز نہیں کھاتا اور حلال بھی بقدر ضرورت کھاتا ہے۔ تیسری یہ ہے کہ اس کی نگاہ پر اثر پڑتا ہے کہ وہ حرام کی طرف اور دنیا کی طرف رغبت اور شوق کی نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ حیب بھی دیکھتا ہے عبرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ چوتھی یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کے معاملہ میں ڈرنے لگتا ہے کہ کبھی حرام کی طرف نہیں بڑھاتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طاعت کی طرف پھیلتا ہے پانچویں یہ ہے کہ اپنے قدموں کو اللہ تعالیٰ کی معصیت اور گناہ کی طرف نہیں چلاتا۔ چھٹی یہ ہے کہ اپنے قلب کو باہمی بغض و عداوت اور حسد سے پاک صاف کر کے اپنے مسلمان بھائیوں سے ہمدردی اور شفقت کے جذبات سے معمور کرتا ہے۔ ساتویں یہ ہے کہ طاعت و عبادت کے بھی ریا اور نفاق وغیرہ آفات سے ڈرتا رہتا ہے۔

حکایت

ایک نوجوان ایک عورت کی محبت میں مبتلا ہو گیا۔ وہ عورت کسی قافلہ کے ساتھ باہر کے سفر پر روانہ ہو گئی۔ جوان کو جب معلوم ہوا تو وہ بھی قافلہ کے ساتھ چل پڑا۔ جب قافلہ جنگل میں پہنچا تو رات ہو گئی۔ رات کو انھوں نے وہیں پٹاؤ کیا۔ جب سب لوگ سو گئے تو وہ نوجوان چپکے سے اس عورت کے پاس پہنچا اور کہنے لگا میں تجھ سے بے انتہا محبت کرتا ہوں اور اسی لیے میں قافلہ کے ساتھ آ رہا ہوں۔ عورت بولی جا کر دیکھو

کوئی جاگ تو نہیں رہا ہے۔ جو ان نے فرط مسرت سے سارے قافلہ کا چکر لگایا اور واپس آکر کہتے لگا کہ سب لوگ عاقل پڑے سو رہے ہیں۔ عورت نے پوچھا اللہ تعالیٰ کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے کیا وہ بھی سو رہا ہے؟ جو ان بولا اللہ تو نہ کبھی سو رہا ہے نہ ہی اسے کبھی اونگھ آتی ہے۔ تب عورت بولی، لوگ سو گئے تو کیا ہوا اللہ تو جاگ رہا ہے اور ہمیں دیکھ رہا ہے۔ اس سے ڈرنا ہم پر فرض ہے۔ جو ان نے جو نہی یہ بات سنی خوفِ خدا سے لرز گیا اور بڑے ارادے سے تائب ہو کر گھر واپس چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ جب وہ جو ان مرا تو کسی نے اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا سناؤ کیا گزری؟ جو ان نے جواب دیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے خوف سے ایک گناہ چھوڑا تھا اللہ تعالیٰ نے اسی سبب سے میرے تمام گناہوں کو بخش دیا۔

مجمع اللطائف میں ہے کہ نبی اسرائیل میں ایک کثیر العیال عابد تھا، اسے **حکایت** تنگدستی نے گھیر لیا۔ جب بہت پریشان ہوا تو اپنی عورت سے کہا جاؤ اور کسی سے کچھ مانگ کر لاؤ۔ عورت نے ایک تاجر کے یہاں جا کر کھانے کا سوال کیا، تاجر نے کہا اگر تم میری آندھ پوری کر دو تو جو چاہو لے سکتی ہو۔ عورت بیچاری چپ چاپ خالی ہاتھ گھر لوٹ آئی۔ بچوں نے جب ماں کو خالی ہاتھ واپس آنے دیکھا تو بھوک سے چلاتے لگے اور کہتے لگے امی! ہم بھوک سے مر رہے ہیں ہمیں کچھ کھانے کو دو۔ عورت دوبارہ اسی تاجر کے ہاں لوٹ گئی اور کھانے کا سوال کیا۔ تاجر نے پھر وہی بات کہی جو پہلے کہہ چکا تھا۔

عورت رضامند ہو گئی۔ مگر جب یہ دونوں تخلیہ میں پہنچے تو عورت خوف سے کانپنے لگی۔ تاجر نے پوچھا کس سے ڈرتی ہو؟ اس نے کہا میں اس ربِّ لم یزل کے خوف سے لرزاں ہوں جس نے ہمیں پیدا کیا۔ تب تاجر بولا جب تم اتنی تنگدستی اور عسرت میں بھی خدا کا خوف رکھتی ہو تو مجھے بھی اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ یہ کہا اور عورت کو بہت سال

دے کر عزت کے ساتھ رخصت کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے بیغیر وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ فلاں بن فلاں کے پاس جاؤ اور اسے میرا سلام کہہ دو اور کہنا کہ میں نے اس کے تمام گناہ معاف کر دیے ہیں موسیٰ علیہ السلام حسب حکم الہی اس تاجر کے پاس آئے اور پوچھا کیا تم نے کوئی عظیم نیک انجام دی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے تمام گناہ معاف کر دیے ہیں۔ جواب میں تاجر نے مذکورہ بالا سارا واقعہ کہہ سنایا۔

### حکایت

شیخ سعدی کہتے ہیں کہ میں نے رودبار کے جنگل میں ایک شخص کو دیکھا کہ شیر پر سوار ہے، کہتے ہیں کہ میں یہ دیکھ کہ حیران و ششدر رہ گیا۔ مجھ میں حس و حرکت کی طاقت نہ رہی۔ میری یہ حالت دیکھ کر اس بتدہ خدا نے کہا کہ سو دی! تعجب نہ کر، تو بھی اگر خدا کے حکم سے گم دن نہ پھیرے گا تو تیرے حکم سے کوئی مرنہ موٹے گا یعنی تو خدا کا مطیع ہو سب تیرے مطیع ہو جائیں گے پس عاقل وہ ہے جو خدا سے ڈرے۔

### حکایت

حضرت یوسف بن حسین ولی کامل کا واقعہ ہے کہ ان کے عہد جوانی میں کسی قیدی کے سردار کی لڑکی آپ کے عشق میں مبتلا ہو گئی اور ایک روز تنہائی میں آپ سے وصل کی خواہش ظاہر کی لیکن آپ کے اوپر خوف الہی کا اس درجہ غلبہ ہوا کہ وہاں سے بھاگ پڑے اور رات کو خواب میں حضرت یوسفؑ کو ایک تخت پر اس طرح جلوہ فرما دیکھا کہ ملائکہ صفت بستہ آپ کے سامنے کھڑے ہیں اور آپ کو دیکھتے ہی حضرت یوسفؑ بہسہ استقبال کھڑے ہو گئے اور اپنے پہلو میں بٹھا کر فرمایا کہ جس وقت تمہارے اوپر لڑکی کی خواہش وصل پر خوف الہی کا غلبہ ہوا تھا اسی وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ اے یوسف! تم نے زینجا کے شر سے بچنے کی دعا کی تھی لیکن یہ وہ یوسف ہے جس نے ہمارے خوف سے سردار کی بیٹی کو ٹھکرا دیا اور آج اسی وجہ سے تم سے ملاقات کے لیے مجھے حکم دیا گیا ہے۔ پھر حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ میں تم کو یہ بشارت دیتا ہوں کہ آئندہ چل کر تمہارا شمار عظیم بزرگوں میں ہوگا۔

لہذا تم اسم اعظم کی تعظیم کے لیے خدمت کرتے رہو۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۷۳)

**حکایت** ابو العباس فرغانی فرماتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک نوجوان کو درخت کے نیچے بیٹھا ہوا دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا تو یہاں کیوں بیٹھا ہے۔ اس نے جواب دیا اس حالت کی وجہ سے جو مجھ سے گم ہو گئی ہے اسے وہیں چھوڑ کر چل دیا جب صبح سے واپس آیا دیکھا کہ وہ نوجوان درخت سے ہٹ کر ایک جگہ پر جو اس کے قریب تھی چلا گیا۔ میں نے پھر پوچھا۔ ”یہاں کیوں بیٹھے ہو؟“ اس نے جواب دیا ”جو حالت گم ہو گئی تھی اس مقام پر پھر چل گئی ہے اس لیے میں پھر اس مقام سے چپٹ گیا ہوں۔“ کیونکہ ہمیں مجھے میری پہلی حالت ملی ہے

**حکایت** خلیفہ ہارون الرشید اور اس کی بیوی زبیدہ میں کسی بات پر تکرار ہو گئی زبیدہ نے کہا کہ تم جہنمی ہو اور ہارون الرشید نے کہا کہ اگر میں جہنمی ہوں تو تیرے اوپر طلاق ہے یہ کہہ کر بیوی سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ لیکن محبت کی زیادتیوں کی وجہ سے جب جدائی کی تکلیف برداشت نہ ہو سکی تو تمام علماء کو بلا کر پوچھا کہ میں جہنمی ہوں یا جنتی؟ لیکن کسی کے پاس بھی اس کا جواب نہ تھا۔ اور امام شافعیؒ بھی کم سستی کے باوجود ان علماء کے ساتھ تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اگر اجازت ہو تو میں اس کا جواب دوں۔ اجازت کے بعد خلیفہ سے پوچھا کہ آپ کو میری ضرورت ہے یا مجھے آپ کی؟ خلیفہ نے کہا کہ مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم تخت سے نیچے آ جاؤ کیونکہ علماء کا مرتبہ تم سے بلند ہے۔ چنانچہ اس نے نیچے آ کر آپ کو تخت پر بٹھا دیا۔ پھر آپ نے سوال کیا کہ تمہیں کبھی ایسا موقع بھی طلب ہے کہ گناہ کرنے پر قادر ہونے کے باوجود محض خوفِ اللہ سے گناہ سے باز رہو؟ اس نے قسمیہ عرض کی کہ ہاں ایسے مواقع بھی آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم جنتی ہو۔ اور جب علماء نے اس کی حجت طلب کی تو فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ ”قصیدہ گناہ کے بعد جو شخص خوفِ خدا کی وجہ سے گناہ سے رک گیا اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔“ (پ. ۳، تازعات)



یہ جواب سن کر تمام علماء نے داد دیتے ہوئے کہا کہ جس کا کستی میں یہ عالم ہے خدا جانے جوانی میں اس کے کیا مراتب ہوں گے۔

**حضرت یازید لسیطامی** | ایک شخص جو آپ کی عظمت و کرامت کا متکرت تھا اس نے عرض کیا کہ مجھے روز خداوندی سے آگاہ فرمائیں آپ نے

اس کی بدبلاطی کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ فلاں پہاڑ پر میرا ایک دوست مقیم ہے اس سے جا کر اپنی خواہش کا اظہار کرو۔ چنانچہ جب یہ شخص وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا مہیب قسم کا اژدہا بیٹھا ہوا ہے اور یہ اس کو دیکھتے ہی مارے خوف کے بے ہوش ہو گیا اور جب ہوش آیا تو حضرت یازید کی خدمت میں حاضر ہوا اور پورا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ عجیب بات ہے تم مخلوق سے تو اس قدر خائف ہو گئے اور خالق کی ہیبت نے تمہارے قلب میں قطعاً اثر نہیں کیا۔

**خوف الہی کا اثر** | ایک مرتبہ جعفر بن سلیمان حضرت مالک بن دینار کے ہمراہ سفر حج میں تھے اور جس وقت آپ نے لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ پڑھنا شروع کیا تو آپ کے اوپر غشی طاری ہو گئی اور ہوش آنے کے بعد جعفر بن سلیمان نے غشی کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ میں اس سبب سے بے ہوش ہو گیا تھا کہ لَا لَبَّيْكَ کی آواز نہ آجائے۔

**حکایت** | ایک پادری عبادت و مجاہدات کرتے کرتے بہت کمزور ہو گیا تھا اور جب حضرت عبداللہ نے دریافت کیا کہ خدا کا راستہ کیسا ہے تو اس نے جواب دیا کہ تم عارف ہونے کی وجہ سے یقیناً خدا اور اس کی راہوں سے ضرور واقف ہو گے۔ میں نے تو آج تک اللہ ہی کو نہیں پہچانا، پھر بھلا اس کا راستہ کیسے بتا سکتا ہوں۔ میں تو پیلے بغیر ہی اس کی عبادت کرتے کرتے اس قدر ضعیف ہو گیا ہوں لیکن نہ جانتے تم کس قسم کے عارف ہو کہ خدا کا خوف بھی نہیں کرتے۔ یہ سن کر آپ کو ایسی عبرت ہوئی کہ ہر دن آپ کے خوف خداوندی میں

اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔

**ہیبتِ حق** حضرت مالک بن دینار پر ہیبتِ حق کا اس قدر غلبہ تھا کہ جب کوئی خوف اور حیرت دلانے والی آیت سنتے تو کانپتے لگتے اور ان کی حالت دگرگوں ہو جاتی۔ ایک دفعہ کسی قاری نے ان کے سامنے آیت اِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا پڑھی۔ اس کو سنتے ہی آپ کے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی اور زار و قطار رونے لگے۔ آپ کی حالت دیکھ کر دوسرے حاضرین مجلس بھی بیقرار ہو گئے اور رونے لگے۔ جب قاری آخری آیت فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ پڑھا تو حضرت مالک شدتِ تاثر سے غش کھا کر گر پڑے اور لوگ ان کو اٹھا کر گھر لے گئے۔

ایک دن آپ قبرستان میں تشریف لے گئے وہاں ایک جنازہ دیکھا۔ جب اس کو دفن کرنے لگے تو آپ قبر کے کنارے پر آ کر کھڑے ہو گئے اور اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتے لگے، اے مالک! ایک دن تیرا بھی یہی حال ہو گا اور یہاں قبر میں ٹیک لگانے کے لیے تجھے کوئی تکیہ نہیں ملے گا۔ یہ الفاظ بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ غش کھا کر قبر میں گر پڑے۔ لوگوں نے بڑی مشکل سے نکال کر گھر پہنچایا۔

**علم کی بڑھاپا** ایک دفعہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے صاحبزادے نے ان سے پوچھا اباجان کیا معروف کرخی غلام بھی تھے۔ آپ نے فرمایا جان پدیر کان معہ راس العلو خشية الله۔ ان کے پاس تو علم کی بڑھاپی، یعنی خدا کا خوف۔ ایک اور موقع پر حضرت امام کی مجلس میں کسی شخص نے حضرت معروف کرخی کو علم کہا۔ آپ نے اس شخص کو جھٹک کر فرمایا خدا تجھ کو معاف کرے، حضرت معروف جن حقیقتوں سے آشنا ہیں کیا علم کا مقصد ان کے علاوہ کچھ اور بھی ہے؟

## حضرت ذوالنون مصری کی تلقین

حضرت ذوالنون مصری اکثر اپنے ارادتمندوں کو تلقین فرماتے کہ ہمیشہ اپنے دل میں خوفِ خدا رکھو۔ کیونکہ جن کے دل میں خوفِ خدا نہیں ہوتا وہ گمراہ ہو جاتے ہیں اور درویشی سے ڈرتے والے قہر الہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انسان پر چھ چیزوں کی وجہ سے تباہی آتی ہے اول اعمالِ صالحہ سے کوتاہی کرنا، دوم ابلیس کا فرمان بردار ہونا، سوم موت کو قریب نہ سمجھنا، چہارم رضائے الہی کو چھوڑ کر مخلوق کی رضا مندی حاصل کرنا، پنجم تقاضائے نفس پر سنت کو ترک کر دینا اور ششم اکابرین کی غلطی کو سند بنا کر ان کے فضائل پر نظر نہ کرنا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اہل تقویٰ کی صحبت سے لطفِ حیات حاصل ہوتا ہے۔

## حکایت

حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی ایک روز اپنے عبادت خانہ میں گریہ و زاری میں مشغول تھے۔ دوستوں نے عرضی کیا کہ باوجود ان خوبوں کے جو آپ میں ہیں، اور ان حالاتِ پسندیدہ کے جو آپ پر گزرتے ہیں اتنا خوف اور ڈر اور گریہ و زاری کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی بے نیازی پر غور کرتا ہوں تو بدن سے جان نکلنے کے قریب ہو جاتی ہے۔ میری یہ آہ و زاری اسی وجہ سے ہے کہ شاید مجھ سے ایسا کوئی کام ہو گیا ہو جس کا مجھے علم نہ ہو اور وہ بارگاہِ الہی میں ناپسند ہو۔

خوفِ خدا سے آپ کا یہ حال رہتا تھا کہ جہاں آپ بیٹھتے تو ایسے رہتے کہ گویا آپ کو قتل کرنے کے لیے بٹھایا گیا ہے۔

## حکایت

ایک دن اتفاقاً رامیتن کے باغ میں حضرت خواجہ شمس الدین امیر کللال نے اپنے کپڑے دھوئے جب ان کو خشک کرنا چاہا تو احباب سے فرمایا کہ کپڑے کانٹوں کی باز پر نہ پھیلاؤ، ایسا نہ ہو کہ باڑ کو نقصان پہنچے اور نہ درختوں کی شاخوں پر پھیلاؤ کہیں نازک شاخیں ٹیڑھی نہ ہو جائیں۔ زمین پر بھی نہ پھیلاؤ تاکہ مویشیوں کی گھاس خراب نہ ہو۔ یہ سن کر احباب عاجز رہ گئے اور دریافت کیا کہ حضرت! پھر آپ کس طرح کپڑے خشک کیا کرتے ہیں؟ حضرت

نے فرمایا کہ میں اپنے کپڑوں کو اپنی پیٹھ پر بھیلایا کرتا ہوں اور پیٹھ سورج کی طرف کر کے خشک کر لیا کرتا ہوں۔ ذرا دیر بعد احباب سے مخاطب ہو کر حضرت امیرؓ نے فرمایا اگر تعقان باڑ کو پیچھے یا کسی درخت کی شاخ ٹیڑھی ہو جائے یا مویشیوں کی گھاس خراب ہو جائے تو تم باغ کے مالک سے کیا عذر کر سکو گے۔ یہ عمل خلاف شریعت ہے، دوسروں کی چیزوں پر تصرف جائزہ نہیں۔ گناہ خواہ معمولی ہو اسے نظر انداز نہ کرو۔ کیونکہ آدمی گناہ کو سہل سمجھنے کے سبب سے دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ جن لوگوں کے دل میں خوفِ خدا ہوتا ہے ان کے دل گناہ کے تصور سے کاتب اٹھتے ہیں۔

**حکایت** | حضرت شیخ ابوالعباسؒ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ولی اللہ کو ایک مسجد میں دیکھا۔ جیب انہوں نے چرخ جلا یا ایک چوہا آیا اور بتی لینے لگا۔ بزرگ نے چوہے کو دیکھ کر فرمایا اے فاسق! تو خدا کے گھر میں ایسا کام کرتا ہے جس کا باعث میں بنوں۔ چوہے پر بزرگ کی اس نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوا اور وہ بتی لینے بڑھا۔ یہ دیکھ کر بزرگ خفا ہوئے اور چوہے کو حکم دیا کہ اس میں گر جا۔ چوہا آیا اور پتا منہ آگ پر دکھا اور جل کر مر گیا۔ میں نے تعجب سے اس کا سبب دریافت کیا۔ بزرگ نے کہا تم کس لیے تعجب کرتے ہو جس کے دل میں خدا کا خوف نہیں ہوتا اس کا یہی انجام ہوتا ہے۔

**حکایت** | حضرت عامر بن قیسؓ ایک مرتبہ کہیں سفر فرما رہے تھے کہ راستے میں کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا وہ لوگ خوفزدہ تھے۔ حضرت نے دریافت فرمایا کس چیز کا خوف ہے؟ ان میں سے ایک آدمی نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ یہاں سے آگے ہمارے راستے میں ایک شیر ہے جو آدمی کو دیکھنے ہی فوراً حملہ کرتا ہے اور اسے پھاڑ ڈالتا ہے۔ رات ہم اسی طرح یہاں بسر کریں گے۔ صبح کے وقت جب وہ پانی پینے کے لیے جائے گا تب ہم یہاں سے روانہ ہوں گے۔ آپ بھی یہیں ہمارے پاس ٹھہریے۔ صبح ہوتے ہی چل نکلیں گے۔

آپ نے ان کی گفتگو سن کر افسوس فرمایا، تم لوگ شیر سے ڈرتے ہو، کیا تم لوگ خدا سے نہیں ڈرتے



بندے کو صرف خدا سے ڈرنا چاہیے اور آپ نے ان سے کہا کہ میرے ساتھ آؤ۔ آپ کی گفتگو سن کر ان لوگوں نے آپ کے ولی حق اور مرد خدا ہونے کا اندازہ لگا لیا تھا۔ وہ آپ کے ساتھ چلے تو حضرت عامر بن قیسؓ سب سے آگے تھے۔ شیر نے آدمیوں کو دیکھ کر گے قدم بڑھایا قریب پہنچ کر آپ کو دیکھا تو آپ کے دامن سے پیٹ گیا۔ حضرت عامر بن قیسؓ نے اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھ دیا اور فرمایا یہ لوگ تجھ سے ڈرتے ہیں لیکن تو اللہ کی ایک مخلوق ہی تہیے مجھے شرم آئی کہ میں اللہ کے سوا کسی اور سے ڈروں۔ شیر اسی طرح گردن جھکائے حضرت عامر ابن قیس کے ساتھ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ نے اسے واپس جانے کے لیے کہا تو وہ کھڑا ہو گیا اور جب آپ آگے بڑھ گئے تو وہ جنگل کی طرف واپس ہو گیا۔

## حکایت

حضرت یوسف ابن الحسین کی ابتدائی حالت یہ تھی کہ ایک دفعہ قافلے کے ہمراہ عرب کے ایک قبیلے میں پہنچے۔ چونکہ صاحبِ حسن و جمال تھے۔ امیر عرب کی دختر آپ کے حسن پر فریفتہ ہو گئی اور موقع پا کر ایک روز آپ کے سامنے بے حجابانہ آگئی۔ آپ اس لڑکی کے حسن و شباب اور زحانات کو محسوس کر کے کانپ اٹھے اور فوراً اس لڑکی کو چھوڑ کر قبیلے سے بھاگ نکلے، کچھ دور پہنچے تھے کہ رات ہو گئی۔ تمام رات جاگتے رہے بسترانہ پر رکھے کئی گھنٹے گزر گئے۔ اسخز نیند کا غلبہ ہوا اور آپ سو گئے۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نامعلوم مقام پر پہنچے ہوئے ہیں جہاں سبز پوش لوگوں کی ایک جماعت موجود ہے اور ایک باوقار شخص مرصع تخت کے اوپر متمکن ہے آپ نے آگے بڑھ کر ان صاحب کے پاسے میں دریافت کیا کہ کون ہیں؟ معلوم ہوا کہ باقی لوگ فرشتے ہیں اور تخت پر حضرت یوسف تشریف فرما ہیں اور حضرت یوسف ابن الحسین کی زیارت کے لیے تشریف لائے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر میں رو دیا اور دل میں سوچنے لگا کہ میں کیا چیز ہوں جو پتہ غیر خدا مجھے دیکھنے کے لیے تشریف لائے ہیں میں ابھی اسی خیال میں تھا کہ حضرت یوسفؑ نے تخت سے نیچے اتر کر مجھے گلے سے لگایا اور اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔ میں نے حضرت یوسفؑ سے عرض کیا کہ میں کس لائق ہوں

جو مجھ پر اس قدر نوازش فرماتا ہے ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے جواب دیا کہ اس وقت جب امیر عرب کی خوبصورت دختر اپنی خواہش سے بے تاب ہو کر آئی اور آپ خدا کے خوف سے وہاں سے بھاگے تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور تمام فرشتوں پر آپ کی یہ حالت منکشف فرماتے ہوئے مجھ سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے یوسفؑ! دیکھ یہ وہ یوسف ہے جس نے امیر عرب کی بیٹی پر میرا خوف کیا اور میری طرف بھاگ کر آیا۔ اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کے ساتھ آپ کی زیارت کو بھیجا ہے اور بشارت دی ہے کہ آپ اللہ کے نیک اور برگزیدہ لوگوں میں سے ہیں۔

فقہیہ ابو اللیث فرماتے ہیں کہ جیب نیکی کے بارے میں چار چیزوں کا ڈر ہے تو گناہ کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔ نیکی کے بارے میں پہلا ڈر قبول نہ ہونے کا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد،  
**اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ**  
 یعنی اللہ تعالیٰ تو صرف پرہیزگاروں سے ہی قبول فرماتا ہے۔

دوسرا ڈر یہاں ہے کہ کہیں عمل صالح میں ریانہ آجائے، کیونکہ ارشاد باری تمہارے ہے:  
**وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ**  
 اور انہیں صرف یہ حکم ملا ہے کہ اللہ کی عبادت اخلاص سے کریں۔

تیسرا ڈر اس کی حفاظت کا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:  
**مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ مِثَالِهَا**  
 یعنی جو شخص نیکی لایا، اس کے لیے دس گنا اجر ہے۔

یہاں دارِ آخرت میں نیکی لانے کو شرط قرار دیا گیا ہے یعنی نیکی کرتا ہی کا قیام نہیں بلکہ نیکی کرنے کے بعد اس کی حفاظت بھی ضروری ہے۔

چوتھا ڈر نے کی توفیق ملنے یا نہ ملنے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا تَدْرِيْنَ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ  
تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ  
میری توفیق صرف اللہ کی عنایت سے ہے اسی پر  
بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

## حکایت

حضرت امام قشیری فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے منصور بن خلیفہ مغربی کو  
فرماتے سنا کہ وہ شخص کچھ مدت تک ایک ہی پیر کے مرید بن کر اکٹھے رہے  
پھر ایک کہیں سفر پر چلا گیا اور اپنے ساتھی سے جدا ہو گیا اور کچھ مدت تک اس کی طرف سے  
کوئی خبر نہ سنی۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ دوسرا مرید جہاد کے لیے گیا ہوا تھا اور رومیوں کی قوت  
کے ساتھ جنگ رہا تھا کہ رومیوں کی طرف سے ایک مسلح شخص نے مسلمانوں کو دعوت  
جنگ دیتے ہوئے لکارا اور ایک مسلمان بہادر اس کے مقابلہ کو نکلا۔ رومی نے اسے شہید  
کر دیا پھر دوسرا نکلا وہ بھی شہید ہو گیا پھر تیسرا نکلا اسے بھی شہید کر دیا گیا۔ پھر یہ صوفی نکل  
کر گیا اور دونوں نے تلواروں سے جنگ کی۔ اس رومی نے اپنا چہرہ کھولا تو معلوم ہوا کہ  
یہ وہی شخص تھا جو اس صوفی کا کئی سال سے پیر بھائی رہ چکا تھا۔ صوفی نے اس سے اس  
کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتلایا کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ کر ان لوگوں کے ساتھ مل گیا ہے۔  
اب اس کی اولاد ہے اور اس نے بہت سا مال جمع کر لیا ہے۔ صوفی نے کہا تو تو کئی قرأتوں  
کے ساتھ قرآن پڑھا کرتا تھا؛ اس نے جواب دیا کہ اب مجھے تو اس کا ایک حرف بھی یاد نہیں  
پھر صوفی نے کہا البیامت کرو اور اسلام کی طرف لوٹ آؤ۔ اس نے اتکار کیا اور کہا میری  
وہاں بڑی عزت ہے اور مجھے دولت ملی ہوئی ہے لہذا اب تو واپس چلا جا۔ ورنہ تمہارے  
ساتھ بھی وہی کروں گا جو دوسروں کے ساتھ کیا ہے۔ صوفی نے جواب دیا۔ یاد رکھ تو نے  
تین مسلمانوں کو قتل کر دیا ہے اور اب تجھے واپس چلے جانے میں کوئی عار نہیں ہو سکتی  
لہذا تو واپس چلا جا اور میں تجھے مہلت دیتا ہوں۔ وہ شخص واپس چلا گیا۔ صوفی نے بیچھا  
کیا۔ اور نیزہ مار کر اسے مار ڈالا۔

یہ شخص بے حساب مجاہدات اور ریاضت کی تکلیف برداشت کرنے کے بعد عیسائیت پر

ہا۔ کہتے ہیں کہ جب ابلیس کو اللہ تعالیٰ نے راندہ درگاہ بنا دیا تو جبرائیل اور میکائیل ایک مدت تک روتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی رونے کا سبب دریافت کیا تو عرض کیا، اے رب! ہم تیرے رویے سے ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیے میرے جیلوں سے نڈرتے ہو جانا۔

**حکایت** | بصرہ میں ایک بزرگ تھے جو مسکی کے نام سے مشہور تھے جسک خوشبو کو کہتے ہیں اور مسکی کا معنی ہے خوشبو والا۔ یہ بزرگ اس قدر خوشبو رکھتے تھے کہ جس راستے سے گزر جاتے راستے مہک اٹھتے اور حید مسجد میں تشریف لاتے تو ان کی خوشبو سے سب کو پتہ چل جاتا کہ حضرت مسکی تشریف لے آئے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں ان کی خوشبو کا رازہ معلوم کرتے کے لیے ایک رات ان کے ہاں ٹھہرا اور ان سے کہا کہ آپ کے بدن سے جو اس قدر خوشبو آتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ آپ روزانہ کافی خرچ کر کے خوشبو خریدتے ہیں اور اپنے بدن اور کپڑوں پر مل لیتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا نہیں یہ بات نہیں۔ میں نے آج تک نہ کبھی خوشبو خریدی ہے اور نہ ہی بدن یا کپڑوں پر ملی ہے۔ میں نے کہا تو پھر اس خوشبو کا رازہ کیا ہے؟ بولے، ہمیں بتا دیتا ہوں ممکن ہے کہ میرے مرنے کے بعد تم مجھے دعائے خیر سے یاد کرو۔

بات یہ ہے کہ میں بغداد کا رہنے والا ہوں، میرے والد نے میری بڑی اچھی تربیت فرمائی۔ میں بڑا خوبصورت تھا اور صاحبِ شرم و حیا بھی۔ میرے والد نے مجھے ایک بزاز کی دکان پر بٹھا دیا۔ اس دکان پر میں دن بھر بیٹھا رہتا اور دکان کا کام کرتا تھا۔ ایک روز ایک بڑھیا دکان پر آئی اور کچھ قیمتی کپڑے نکلوانے اور پھر صاحبِ دکان سے کہنے لگی کہ ان کپڑوں کو میں اپنے ساتھ گھر لے جاتی ہوں، اس لڑکے کو میرے ساتھ بھیج دیں جو کپڑے پسند آگئے رکھ لیے جائیں گے اور ان کی قیمت اس لڑکے کے ہاتھ بھیج دی جائے گی۔ چنانچہ مالکِ دکان کے کہنے سے میں اس بڑھیا کے ساتھ چل دیا۔ بڑھیا مجھے ایک



عظیم الشان مکان میں لے گئی۔ جس میں بہت سے مرد اور عورتیں ملازم تھیں۔ پھر اس  
 تے مکان کے اندر مجھے ایک خوبصورت کمرہ میں بٹھا دیا۔ یہ کمرہ بڑا مزین اور آراستہ تھا  
 مختصر طور پر دیر کے بعد ایک نوجوان عورت اس کمرے میں آگئی جو میرے پاس بیٹھ گئی اور  
 مجھ سے لپٹ گئی۔ یہی ڈر گیا اور پیچھے ہٹ کر اس سے کہا دیکھو میری بات مانو اور خدا  
 سے ڈرو۔ اس نے کہا تم میری بات مانو اور جو چاہو مجھ سے لو۔ میں تمہیں ہرگز جانے  
 نہ دوں گی۔ میں نے کہا مجھے بیت الخلاء جانے کی حاجت ہے، پہلے وہاں سے ہواؤں  
 اس نے اپنی باندی کو بلا لیا اور کہا کہ انہیں بیت الخلاء لے جاؤ۔ چنانچہ مجھے وہاں لے  
 جایا گیا۔ میں نے وہاں اپنی رہائی کے لیے یہ صورت اختیار کی کہ جتنی نجاست تھی اپنے  
 منہ، ہاتھ اور سارے بدن اور کپڑوں پر ملی اور جب باہر نکلا تو اس باندی نے مجھے  
 اس حال میں دیکھا تو پاگل پاگل کہہ کر وہاں سے بھاگی۔ اور پھر جب اس میری عاشق  
 نے مجھے دیکھا تو وہ بھی بھاگی اور میں اسی حال میں وہاں سے نکلا اور ایک باغ میں  
 پہنچ کر اپنا بدن اور کپڑے صاف کیے اور گھر واپس آ گیا۔

جب رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ کوئی آیا ہے جس نے اپنا ہاتھ میرے چہرے  
 اور بدن پر پھیرا اور کہا، جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں جبریل ہوں۔ میری آنکھ کھلی، تو  
 میرے سارے بدن اور کپڑوں سے خوشبو آرہی تھی جو آج تک قائم ہے اور یہ سب  
 حضرت جبریلؑ کے ہاتھ کی برکت ہے۔ (روض الریاحین ص ۱۸۹)

حکایت | ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ سیال شریف کے لوگوں نے حضرت خواجہ شمس  
 الدین سیالوی کی خدمت میں التماس کی کہ شدتِ افلاس کی وجہ سے

ہم بالکل بے بس ہو چکے ہیں دعا فرمائیں تاکہ اس مصیبت سے نجات ملے۔ آپ نے فرمایا  
 افسوس ہے کہ چاروں طرف سے لوگ یہاں اگر فائدہ حاصل کرتے ہیں، نماز روزہ میں مشغول  
 ہوتے ہیں لیکن تم میں سے کسی کو حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کی توفیق نہیں ہوئی۔ اگرچہ

خدا گناہوں کی وجہ سے کسی کی روزی تنگ نہیں کرتا لیکن عوام کی بد اعمالیوں کی وجہ سے  
ذلت و قلت نازل کرتا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ خدا کو حاضر ناظر جان کر نماز کی پابندی کرو۔  
روزے خلوص نیت سے رکھو اور ہر وقت اپنے دلوں پر خوفِ خدا طاری رکھو تاکہ تم  
سے گناہ سرزد نہ ہو، دوسروں کا مال ناجائز طریقے سے بالکل نہ کھاؤ۔ غرضیکہ خالق و مخلوق  
کے حقوق ادا کرنے میں مستعد رہو۔ یقین ہے کہ نیکیوں کی برکت کی وجہ سے تم تمام  
مصیبتوں سے رہائی پاؤ گے۔

**حکایت** حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شہر  
میں گیا وہاں اہل اصلاح کے ایک گروہ کو دیکھا کہ بیس بیس کی ٹولی عالمِ تحیر میں  
کھڑی ہے اور ان کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ رہی ہیں۔ حیب تماز کا وقت ہوتا تو نماز ادا کر  
کے پھر عالمِ تحیر میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ میں بھی کچھ مدت ان کے پاس رہا۔ ایک دن ان میں  
چند آدمی عالمِ صحو میں آئے تو اس دعا گروہ نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ آپ کب سے اس  
عالم میں مشغول ہیں؟ انہوں نے کہا کہ تقریباً ساٹھ یا ستر سال کا عرصہ گزر چکا ہے کہ ہم لعنتی  
شیطان کے قصے کے خیال میں ہیں کہ اس نے چھ لاکھ پچیس ہزار سال اللہ تعالیٰ کی عبادت  
کی لیکن جب مہتر آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تو مردود ہو گیا۔ اس خوف اور حیرت سے ہم  
کاتب رہے ہیں اور اس عالمِ تحیر میں پڑے ہیں اور اسی سوچ بچار میں ہیں اور ہمیں یہ معلوم  
نہیں کہ انجام کیا ہوگا۔ اس خوف سے خواجہ قطب الاسلام ادا اللہ تقواہ رو پڑے اور زبان  
مبارک سے فرمایا کہ کامل مردوں کا حال یوں ہے کہ وہ خوفِ الہی کے مارے حیران رہتے  
ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ ہم کس گروہ میں ہیں۔

## باب ۳

## نیت

اللہ تعالیٰ ہمارے ہر فعل و عمل کو جاننے والا ہے وہ ہمارے سینوں کے رازوں سے بھی  
 یا خبر ہے وہ اپنی مخلوق کی اچھی بُری نیتوں کو بھی بخوبی جانتا ہے مگر اس نے بندوں کی نجات  
 کا دار و مدار اچھی اور بُری نیت اور اعمال پر چھوڑ رکھا ہے جو اچھا سوچے گا اچھا پائے گا۔  
 جو بُرا سوچے گا اس کا انجام بُرا ہوگا۔ نیز نیت قبولیت اعمال کی بنیاد ہے کیونکہ جس کی  
 نیت درست ہوگی اس کا عمل درست ہوگا اور بارگاہ رب العزت میں مقبول ہوگا جس کی نیت  
 بُری ہوگی اس کا عمل قابل قبول نہ ہوگا۔ دل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا جو ارادہ اور  
 سوچ پیدا ہوتی ہے اسے نیت کہا جاتا ہے۔ ہر انسان کا ذہن خیالات کی آماجگاہ ہے  
 عموماً کوئی وقت ایسا نہیں ہوتا جبکہ انسانی ذہن میں کوئی خیال یا سوچ نہ ہو مگر خیالات  
 کے آنے جانے کو نیت نہیں کہا جاتا بلکہ جو نہی کسی کام کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ ہوتا ہے  
 تو اسے نیت کہا جاتا ہے کیونکہ اسی ارادے کے ساتھ عمل نے وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اس لیے  
 نیت کرنے وقت ذہن میں درست سوچ کا ہونا لازمی ہے کیونکہ عمل کی اچھائی اور برائی کی  
 سمت نیت ہی نے متعین کرنی ہے۔

اعمال تصوف میں نیت کی دستی پیرا زور دیا گیا ہے کیونکہ اس پر معرفت کی پوری عمارت  
 تعمیر ہوتی ہے۔ تمام اعمال جن سے اللہ کی قربت اور وصل ملتا ہے اسی نیت سے جنم لیتے  
 ہیں۔ اگر نیت کی بنیاد ہی غلط ہوگی تو پھر منازلِ ولایت کلاطے ہونا ناممکن ہو جائے گا لہذا  
 اللہ والے ہمیشہ اپنے زیر تربیت سالکین کو بنیادی سبق صدق نیت کا ہی دیتے ہیں۔ یعنی

نیت ہمیشہ اللہ کی رضا کے لیے نیک کام کے لیے کی جائے اور اپنے نفس میں برائی کا خیال ہی پیدا نہ ہونے دیا جائے تاکہ غلط ارادہ ہی پیدا نہ ہو تاکہ نیت ہمیشہ نیک کام کرنے کے لیے ہی پیدا ہو۔

صوفیاء کا نظریہ ہے کہ نیت ہمیشہ سوچ سمجھ کر کی جائے اور اچھالی کے لیے کی جائے پھر جب نیت کر لی جائے تو اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے مستحکم ہو جانا چاہیے کیونکہ نیت کے تقاضے ہی نے عمل کی صورت اختیار کرتی ہے اور اس تقاضا کا مرکز صرف ایک ہی یعنی اللہ کی رضا ہو تو نیت خالص کہلائے گی اور ایسی نیت کا اللہ کے مال بڑا درجہ ہے اور منزل بھی بہت جلد ملے گی اگر اس نیت میں رضائے الہی کے علاوہ کوئی اور بات شامل کر لی تو نیت میں اخلاص نہ رہے گا۔ اور ایسی نیت کا خاطر خواہ فائدہ نہ ہوگا لہذا اللہ والوں کا یہی نظریہ ہے کہ عبادت کرو تو صرف اللہ کی خوشنودی کو مدنظر رکھ کر کرو، اللہ کی راہ میں مال دو تو بھی پیش نظر ہو کہ اللہ راضی ہو جائے تو ایسے ارادے اور نیتیں درست تسلیم کی جائیں گی اور اگر اللہ کی راہ میں مال دیتے ہوئے یہ ذاتی منفعت سوچیں گے کہ اللہ تعالیٰ مال میں اضافہ کرے گا تو ایسی نیت کی سمت غلط راہ کی طرف چلی جائے گی لہذا جس عمل کے لیے نیت کریں اسے اللہ کے سپرد کر دیں اور ذہن میں یہی رکھیں کہ یا الہی! میں نے تیری توفیق سے جو کچھ کیا ہے صرف تجھے راضی کرنے کے لیے کیا ہے، پھر تو اللہ بہت جلدی راضی ہوگا مدد نہ جہاں بھی نیت ذرا سی سیدھی راہ سے ہٹے گی تو منازلِ ولایت کا سفر بہت لمبا ہو جائے گا اسی لیے اللہ والوں نے نیت کو اعمال کی روح قرار دیا ہے۔

اے طالبِ معرفت! بحرِ محبت میں ذرا حسین نیت سے قدم رکھ، کیونکہ نیت ڈبوئے نیت ترائے نیت پار لگائے۔ کتنے عاشق اس بحرِ وحدت میں غوطہ زن ہوئے مگر گہر نایاب کسی نے پایا۔ نیت سر پر شرافت کا تاج رکھوئے نیت ہی گلی گلی ذلیل و خوار کروائے۔ نیت دوری سے قرب میں لائے۔ نیت ہی قربِ محبوب سے دھکے دلوائے، نیت ہی عمل کا مسافر بنوائے



نیت ہی بے عملی کے جوہر میں گروائے نیت ہی کمال لطف بندگی کے جام پلوائے نیت ہی  
لعین و مردود بنوائے۔ غرضیکہ نیت پاسبانِ عقل ہے اس لیے اس کی نگام و مداراہِ حق میں  
سمتِ محبوب کی طرف تمام کے رکھ کر کہیں نیت سارا سفر پیکارتہ کر دیا جائے۔

## ارشاداتِ باری تعالیٰ

نیت چونکہ اعمال کی بنیاد ہے لہذا اس کی درستی کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔  
وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا  
أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَا لَكُمْ مَّا تَعَدَّتُمْ  
فُلُؤُكُمْ وَلَا وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا  
رَحِيمًا ۝

اور جو عمل غلطی کی بنا پر ہو جائے اس میں کوئی گناہ  
نہیں مگر جو دل کے ارادے سے کیا جائے گا  
اس پر گناہ ہوگا اور بیشک اللہ معاف کرنے والا  
رحم کرنے والا ہے۔ (پ ۲۱، احزاب ۵)

کسی کام کے نیک یا بُرے ہونے کا دار و مدار دل کے ارادے پر ہے اگر ارادہ یعنی نیت  
نیک ہوگی تو عمل نیک تصور کیا جائے گا خواہ اسے سہرا تمام دینے میں کچھ کمی کیوں نہ رہے یا نہ مگر  
وہ کام جس میں نیت درست نہ ہوگی وہ برائی اور گناہ شمار کیا جائے گا خواہ وہ کتنے اچھے  
انداز میں کیوں نہ کیا جائے۔ پس معلوم ہوا کہ عمل کی درستی کے لیے نیت کا خالص اور درست  
ہونا ضروری ہے۔

اعمال کی مکمل طور پر جزا کا دار و مدار نیت پر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ  
مِنْهَا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ  
الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا وَلَا يُسْجِزِي  
الشَّاكِرِينَ ۝

جو دنیا کا ثواب چاہے گا تو اسے ہم وہی دے  
دیں گے اور جو آخرت کا ثواب چاہے گا تو اسے  
آخرت کا ثواب دیں گے اور ہم شکر گزاروں کو ضرور  
جزا دیں گے۔ (پ ۴۴، آل عمران ۱۴۵)

وہ لوگ جو نیک عمل کر کے اپنے دل میں یہ نیت رکھتے ہیں کہ انھیں اس کا بدلہ دنیا ہی میں

مل جائے تو انھیں دنیا میں اس کا بدلہ مل جاتا ہے لیکن آخرت میں اس کے عمل کا کچھ اجر نہیں ملے گا اور جس کا ارادہ یہ ہو کہ اس نے جو نیک عمل کیا ہے اللہ کی رضا کے لیے کیا ہے تو اسے اس کی اس نیت کا صلہ آخرت میں دیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اعمال کی جزا کا مکمل دار و مدار انسان کی نیک نیتی پر ہے اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر بڑے دلکش انداز میں یوں واضح فرمایا ہے :-

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ  
لِيَسْتَعِينُ بِهِ فِي حَرْثِهِ دُونَ  
يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ  
مِنْهَا لَا وَمَالَهُ فِي الْآخِرَةِ  
مِنْ نَّصِيبٍ

جو آخرت کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے اس کے لیے ہم اس کی کھیتی کو ٹرھا دیں گے اور جس کی نیت دنیا طلبی کی ہوتی ہے ہم اسے اس میں سے کچھ دے دیں گے مگر ایسے شخص کا آخرت میں کچھ حصہ نہ ہوگا۔ (پ ۲۵، شوری ۲۰)

جس شخص کی یہ نیت ہوتی ہے کہ اس کی آخرت درست ہو جائے تو اس کے عمل میں اخلاص ہوگا اور جس کی نیت صرف دنیا طلبی کی ہوگی اس کی نیت کا اجرا سے دنیا ہی میں دے دیا جائے گا کیونکہ اس کی تمام تر کوشش دنیا حاصل کرنے کی ہوتی ہے آخرت کی طرف اس کی توجہ نہیں ہوتی تو وہ آخرت میں محروم رہ جائے گا اس لیے نیت کے باعث انسان کی عاقبت درست نہ رہے گی لہذا نیت کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کی طرف لگانے کے لیے صحیح سمت پر رکھنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کی نیت اور ارادے سے اچھی طرح باخبر ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

قُلْ كُلُّكُمْ عِنْدَ اللَّهِ  
فَرِيْقٌ مِّنْهُم مَّنْ هُوَ  
سَيِّئًا

آپ فرمادے جیسے کہ سب اپنی سوچ کے مطابق عمل کرتے ہیں اللہ اچھی طرح جانتا ہے جو سیدھی راہ پر ہے (پ ۱۵، بنی اسرائیل ۸۴)

سوچ کا نیت سے گہرا تعلق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت عرب کے بعض

لوگ یہ سوچتے تھے کہ وہ سیدھی راہ پر ہیں حالانکہ وہ راہِ حق پر تھے۔ تو اللہ نے ان کے جواب میں فرمایا ہے کہ میں ان کی سوچوں سے بخوبی واقف ہوں اور میں جانتا ہوں کہ سیدھی راہ پر کون ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے :-

لَا يُوَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فَعِيَ ۚ  
 آيَاتِنَا لَكُمْ وَلَٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا  
 عَقَدْتُمُ الْاِيْمَانَ ۚ

(پ ۷، ماخذہ ۸۹)

پکڑے ایسے عمل پر ہوگی جس میں نیت واضح طور پر ہوگی لہذا جزا و سزا کا تعلق نیت سے بہت گہرا ہے لہذا اعمال کی درستی کے لیے اپنی نیت کو نیک اور صالح کرنا بہت ضروری ہے۔

## احادیثِ نیت

نیت کی درستی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حسبِ ذیل ہیں :-

**اچھی نیت** حضرت حکیم بن حزام رضی کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مال کا سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا فرما دیا، دوبارہ سوال کیا تو آپ نے عنایت فرما دیا، سہ بارہ سوال کیا تو آپ نے پھر مرحمت فرما دیا۔ پھر فرمایا کہ یہ مال... کبھی سفیان نے یوں روایت کی: مجھ سے فرمایا کہ اے حکیم! یہ مال تیرا تازہ اور میٹھا ہے جو اسے اچھی نیت سے لے تو اس میں اسے برکت دی جاتی ہے اور جو اسے قلبی لالچ سے لے گا، تو اس میں اسے برکت نہیں دی جاتی اور وہ اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے جو کھانے اور شکم سیر نہ ہو اور دیا دیکھو اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتا ہے۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ

**اللہ کی توفیق کا دار و مدار نیت پر ہے**

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو

لوگوں سے مال لے اور ادا کرنے کا ارادہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے ادا کروادے گا اور جو ضائع کرتے  
کے ارادے سے لے تو اللہ تعالیٰ اس سے ضائع کروادے گا۔ (بخاری)

حضرت ابو قتادہؓ نے فرمایا کہ ایک آدمی عرض گزار ہوا  
یا رسول اللہ! اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کروں یا جاؤں

**جہاد کی بنیاد نیت ہے** | جیکہ صبر کے ساتھ، ثواب کی نیت سے، دوید و طرتارہ ہوں اور پیٹھ نہ دکھائی ہوں تو کیا اللہ  
تعالیٰ میری خطاؤں کو مٹا دے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! جب اس نے  
پیٹھ پھیری تو اسے آواز دے کر فرمایا ہاں مگر جیکہ فرض نہ ہو۔ کیونکہ جبرائیل علیہ السلام نے ایسا  
ہی کہا ہے۔ (مسلم)

حضرت عقبہ بن عامرؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ

**تین طرح کی نیت کا صلہ** | ایک تیر کے باعث تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتا ہے۔ اس کے بنانے والے کو جو اسے  
نیکی کی نیت سے بنائے تیر چلانے والے کو اور سچو سے پکڑائے۔ لہذا تیر اندازی اور  
سواری کرو جیکہ تیر اندازی کرنا مجھے سواری کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ ہر وہ چیز جس کے  
ساتھ آدمی کھیلے باطل ہے، سو اٹھے اپنی کمان کے ساتھ تیر اندازی کرنے، اپنے گھوڑے کو  
سدھانے اور اپنی بیوی کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے کے۔ کیونکہ یہ چیزیں حتیٰ ہیں (ترمذی)،

(ابن ماجہ، ابوداؤد، دارمی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے  
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

**خلاف شرع عمل کی نیت پر کچھ اجر نہیں** | اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ حرام مال کمائے اور اس میں سے صدقہ کرے تو قبول کر لیا جاتا  
ہے اور اس میں سے خرچ نہ کرے اور وہ اس کے پاس بڑھتا ہے تو اسے پس ماندگان کے  
لیے نہ چھوڑے گا مگر وہ جہنم کی طرف لے جانے کا سا پاؤں ہوگا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑائی سے



برائی کو نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو نیکی سے مٹاتا ہے اور بے شک ناپاک کی دوسری ناپاک کی کو دور نہیں کرتی۔ (راحمہ، شرح السنۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے بہت سے شہید وہ بھی ہیں جن کی موت بستر

## نیت کا اثر

پر واقع ہوتی ہے اور بہت سے وہ ہیں کہ میدان جنگ میں جان بحق ہوتے ہیں اور ان کی نیت کا علم حق تعالیٰ کو ہوتا ہے یعنی انہیں شہید نہیں کہا جاسکتا۔ اور فرمایا بندہ کے بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں کہ فرشتے انہیں ارفع و اعلیٰ تصور کرتے ہیں اور انہیں حق تعالیٰ کے نزدیک بزرگی و عظمت کا درجہ دلاتا چاہتے ہیں کہ تاگاہ حکم خداوندی ہوتا ہے کہ ان کاموں کو ان کے اعمال ناموں سے کاٹ دو کیونکہ یہ میری راہ میں نہیں کیے گئے اور ان کی جگہ فلاں فلاں عمل اس کے دفتر اعمال میں درج کر دو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ یا خدایا وہ تو اس نے کیے ہی نہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ ان کی نیت اس نے کی تھی۔ (راحمہ)

حضرت ابی کبشہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

## اجر و ثواب کا تعلق نیت سے ہے

نے فرمایا ہے کہ آدمی چار طرح کے ہیں، ایک وہ جو مالدار ہوتے ہیں اور مال کو اس طرح خرچ ہے جس کا کہ علم تقاضا کرے، دوسرے وہ جو مالدار نہیں ہوتے لیکن کہتے ہیں (یعنی نیت رکھتے ہیں) کہ اگر مال انہیں میسر ہوتا تو وہ بھی اسے ویسے ہی خرچ کرتے اب جہاں تک صرف مال سے اجر و ثواب کا تعلق ہے وہ ان لوگوں کو بھی اتنا ہی ملتا ہے جتنا کہ گروہ اول کو ملتا ہے۔ تیسرے وہ جو مالدار ہوتے ہیں اور اسے بیجا طور پر پورا دینا جائزہ طریق سے خرچ کرتے ہیں۔ چوتھے وہ جو مالدار نہیں ہوتے لیکن نیت ان کی یہی ہوتی ہے کہ اگر مال میسر آجائے تو وہ اسے ایسے ہی خرچ کریں جس طرح گروہ سوم کے لوگ کرتے ہیں اب جہاں تک مال کے صرف بیجا گناہ کا تعلق ہے وہ ان لوگوں کو بھی اتنا ہی ہوتا ہے

جتنا کہ گروہِ سوم کے لوگوں کو ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ)  
 گویا جو اجر و گناہ عمل کے ارتکاب سے ہوتا ہے ویسا ہی صرف نیت کرتے سے  
 بھی ہوتا ہے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے

پر ہے اور ہر شخص کو اس کی اطاعت و عبادت میں سے ثواب صرف اسی قدر کا ملتا ہے جس  
 کی وہ نیت رکھتا ہو۔ مثلاً جو شخص راہِ خدا میں ہجرت کرتا ہے یا راہِ خدا میں جہاد کرتا ہے یا  
 راہِ خدا میں حج پر روانہ ہوتا ہے (اور اسی نیت کو عملی جامہ پہناتا ہے) تو اس کی ہجرت  
 جہاد اور حج خدا کے لیے ہے لیکن اس ہجرت یا سفر میں اگر یہ نیت کار فرما ہو کہ مال تجارت  
 لانا آجائے یا کسی عورت کو حاصل کیا جاسکے تو یہ ہجرت خدا کے لیے نہیں ہوگی اور اس کا اجر  
 اسی نیت کے مطابق ہوگا۔ جس کے لیے وہ عمل میں لائی گئی ہو۔ (بخاری شریف)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے  
 موقع پر حضورؐ مدینہ سے باہر تشریف لائے

تو فرمایا کہ بہت سے لوگ مدینہ میں ایسے بھی ہیں کہ سفر کی تکالیف اور بھوک پیاس کے  
 رنج میں برابر کے شریک ہیں، تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ ہمارے ساتھ کہاں  
 شریک ہیں، وہ تو ہمارے ساتھ آئے ہی نہیں اور اپنے گھروں میں موجود ہیں۔ فرمایا تم نہیں جانتے  
 اس لیے کہ وہ کسی نہ کسی مجبوری یا عذر معقول کی وجہ سے ہمارے ساتھ نہ آسکے ورنہ ان کی  
 نیت یہی تھی کہ ہمارا ساتھ دیتے۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کی نیت

اور ہمت پر دنیا غالب ہوگی وہ ہمیشہ مفلسی و درویشی کو اپنے سامنے گردش کرتا ہوا پلٹے گا

اور اس کا دل دنیا کے عشق میں گرفتار رہے گا اور جس کی نیت و ہمت آخرت کے لیے وقف رہے گی اس کے دل کو حق تعالیٰ ان تمام جھمیلوں سے بے فکر و بے نیاز رکھے گا اور زبرد دنیا (یعنی تزک دنیا) کا شرف اسے حاصل رہے گا۔ (احیاء العلوم)

## شہادت اور نیت کا تعلق

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مسلمان میدان

جنگ میں کفار سے جہاد کے لیے صفا آرا ہوتے ہیں تو فرشتے ان کے نام لکھتے لگتے ہیں کہ

ان میں سے فلاں فلاں کی جنگ آزمائی میں تو تعصب کا جذبہ کارفرما ہے اور فلاں کے پیش

نظر حمیت دین ہے اور اسی کی خاطر دشمنان دین سے نبرد آزما ہے۔ (اور پھر آخر میں یہ بھی

حساب کر لیتے ہیں کہ فلاں فلاں مسلمان نے راہِ خدا میں جہاد شہادت تو ش کیا اور اس سے

مراد یہ ہوتی ہے کہ فلاں فلاں نے کلمہ توحید کی سر بلندی کے لیے راہِ خدا میں جان قربان

کر دی۔ (مسلم شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر اپنے مسلمان بھائی

کی اجرو ثواب کی نیت سے عبادت کی تو اس کو ساٹھ سال کے (پیدل) سفر کے برابر جہنم

سے دور کر دیا جائے گا۔ (ابوداؤد)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کی راہ

میں جہاد کیا اور ایک رسی کی نیت بھی رکھی تو اس کے لیے وہی ہے جس کی نیت کی ہوگی۔

(نسائی شریف)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمام اعمال نیت کے

## ہجرت اور نیت کا تعلق

ساتھ ہیں۔ جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے تو اسے اسی کا ثواب ہے اور جس شخص کی ہجرت دنیا یا کسی عورت کی خاطر ہے تو اس کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے اس نے ہجرت کی۔ (بخاری شریف)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اعمال کی اچھائی کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ نیت درست ہو تو انجام درست ہوگا اس لیے نیت کا درست رکھنا ضروری ہے کیونکہ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اگر کسی جگہ سے ہجرت کرتے ہوئے رضائے الہی کو مد نظر رکھا جائے تو اس کا اجر اور ثواب ملے گا۔ اگر ہجرت کسی دنیاوی غرض کی خاطر کی جائے تو اس کا اجر نہیں ملے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب **نامہ اعمال میں نیکیوں کا لکھا جانا** ملائکہ بندوں کے اعمال آسمان پر لے

جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (لَقِ تِلْكَ الصَّحِيفَةَ الَّتِي تِلْكَ الصَّحِيفَةُ) اس صحیفہ کو ڈال دے، اس صحیفہ کو ڈال دے۔ وہ فرشتہ کہتا ہے یا اللہ! تیرے اس بند نے نیک باتیں کیں۔ نیک عمل کیے۔ ہم نے سنا دیکھا اور نامہ اعمال میں لکھا اب اسے کیسے ڈال دیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَحْسِرْ ذٰلِكَ وَجَحِيْحٌ۔ اس بندے نے اس عمل کے ساتھ میری رضا کا ارادہ نہیں کیا یعنی اس کی نیت میں خالصتہ میری رضا نہ تھی اس لیے میرے حضور مقبول نہیں۔ اسی طرح ایک دوسرے فرشتے کو حکم ہوگا اَلْكَتٰبُ لِضٰلٰمٍ كٰذٰبًا فلاں بندے کے نامہ اعمال میں فلاں فلاں نیکیاں لکھ دے۔ فرشتہ عرض کرے گا یا اللہ! اس شخص نے تو یہ نیکیاں کی ہی نہیں؟ حکم ہوگا کہ اس نے نیت کی تھی اس کا امداد کرنے کا تھا مگر اس سے رہا ہو سکا۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابو بکر ثقفیؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان تلواریں لیے ایک

دوسرے پر حملہ آور ہوتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں (راوی فرماتے ہیں) میں نے



عرض کیا یا رسول اللہ! قاتل تو واقعی جہنم کا مستحق ہے، مقتول کا کیا قصور ہے؛ آپ نے فرمایا وہ بھی تو مقابل کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ (مسلم شریف)

اس حدیث میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ اگر ضد بازی میں دو مسلمان آپس میں لڑ پڑیں اور ایک دوسرے کو قتل کرنے کی نیت سے تلواریں نکال لیں تو اس طرح قتل ہونے والا ایک قتل ہونے والا دونوں جہنم میں جائیں گے کیونکہ دونوں کے ارادے میں قتل کا فعل داخل ہو گیا اور دونوں جہنمی ہو گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے  
**نماز کے ثواب کا تعلق نیت سے ہے**  
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا نماز باجماعت کا ثواب بازار یا گھر میں پڑھی جانے والی نماز کے ثواب سے پچیس اور کچھ درجے زائد ہے اور یہ اس لیے کہ تم میں سے ایک جب اچھی طرح وضو کر کے صرف نماز کی نیت سے مسجد میں جاتا ہے کوئی دوسرا مقصد پیش نظر نہیں ہوتا تو وہ جو قدم بھی اٹھاتا ہے اس کے بدلے میں اس کا درجہ بلند ہوتا ہے اور اس سے ایک گناہ مٹایا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔ مسجد میں داخل ہونے کے بعد جب تک نماز کا انتظار کرتا ہے نماز میں شمار ہوتا ہے اور جب تم میں سے کوئی نماز کی جگہ میں ہی بیٹھا رہتا ہے تو فرشتے اس کے لیے رحمت کی دعا مانگتے ہیں جب تک کہ وہ کسی کو ایذا نہ دے اور بے وضو نہ ہو۔ فرشتے کہتے ہیں یا اللہ! اسے بخش دے یا اللہ! اس کی توبہ قبول کر۔ (بخاری و مسلم)

فرشتے اللہ کی تیک مخلوق ہیں جو بلائی سے بالکل مترا ہے اور حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جو شخص نماز قائم کرتے وقت بالکل صحیح نیت رکھتا ہے اور اس کے پیش نظر ضائع الہی کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہوتا تو اس کے لیے فرشتے بھی اللہ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ یا الہی! اس بندے کی اخلاص نیت کی بنا پر اسے بخشش عطا کر۔ یہ انسان کے لیے بہت بڑا درجہ ہے کہ جس کے لیے فرشتے اللہ کے حضور دعا گو ہوں۔

**نیتوں کے مطابق اٹھایا جانا** | ام المؤمنین ام عبداللہ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک لشکر

کعبۃ اللہ پر چڑھائی گئے گا۔ جب وہ چٹیل میدان میں پہنچے گا تو ان کے اگلوں پچھلوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صبرا ان تمام کو کیسے دھنسا دیا جائے گا جبکہ اس میں سے بعض دکاندار ہونگے اور کچھ ان میں سے تہیں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کہ ان کے اول و آخر کو دھنسا دیا جائے گا پھر وہ اپنی اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔ (بخاری شریف)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کے نزدیک ایک لشکر کعبۃ اللہ پر حملہ کرنے کی غرض سے آئے گا اور جب وہ ہموار جگہ میں پہنچے گا تو اللہ اس لشکر کے آگے اور پیچھے والوں کو زمین میں دھنسا دے گا آخر کار جب قیامت کا وقت آجائے گا اور قیامت برپا ہو جائے گی اور اس کے بعد جب تمام انسانوں کو زندہ کیا جائے گا تو ان میں سے بھی انکی نیتوں کے مطابق دوبارہ زندہ کیا جائے گا یعنی جیسی ان کی نیت تھی ویسی ہی وہ سزا پائیں گے۔

**اللہ تعالیٰ قلوب کو دیکھتے ہیں** | حضرت ابو ہریرہ رضہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ انہ

تمہارے ظاہر کو دیکھتے ہیں اور تمہارے اموال و احوال کو بلکہ وہ تمہارے اعمال اور قلوب کو دیکھتے ہیں۔

**مومن کی نیت** | حضرت سہل بن سعد سعادی رضہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اور منافق

کا عمل اس کی نیت سے اچھا ہے اور کفری کے عمل کا تعلق اس کی نیت سے ہی ہوتا ہے۔

**نیت عمل سے بہتر ہے** | ایک حدیث میں ہے کہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ خیر

کی نیت پر تو بہر حال ثواب ملتا ہے گو عمل نہ بھی ہو لیکن عمل خیر پر بلا نیت ثواب نہیں ملتا۔ بعض نے یہ فرمایا کہ چونکہ نیت میں طول ہوتا ہے جو عمل میں نہیں، مثلاً کوئی نیت کرتا ہے کہ مدت العمر فلاں نیکی کروں گا مگر وہ اسے نباہ نہیں سکا۔ بعض یوں فرماتے ہیں کہ چونکہ نیت قیاب کا عمل ہے اور قلب معرفت کا مرکز ہے اور جو چیز معرفت کے مرکز سے صادر ہو وہ افضل ہوتی ہے۔

**نیت نیک رکھنے کا صلہ** | حدیث میں ہے کہ ایک بندہ قیامت کے دن حاضر ہوگا۔ نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جس میں حج، عمرہ، جہاد، زکوٰۃ، صدقہ وغیرہ اعمال ہوں گے یہ اپنے دل میں کہے گا کہ میں نے تو ان اعمال میں سے کچھ بھی نہیں کیا یہ تو میرا اعمال نامہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اسے پڑھ یہ تیرا ہی اعمال نامہ ہے۔ تو عمر بھر اس تمنا میں رہا کہ اے کاش! میرے پاس مال ہوتا تو حج کرتا اے کاش! مال ہوتا تو میں جہاد کرتا اور میں خوب بھانتا تھا کہ تو صدق دل سے یہ کہتا تھا لہذا میں نے ان تمام اعمال کا ثواب تجھے عطا کر دیا۔

**بھلائی کی نیت کا اجر** | ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ایک بندہ آئے گا جس کے پاس بڑے بڑے پہاڑوں جیسے نیکیوں کے ڈھیر ہوں گے اور ایک پکارنے والا پکارے گا کہ فلاں شخص کے ذمہ کسی کا کوئی حق ہوتا ہے اگر لے جائے۔ لوگ آ کر اس کی نیکیوں سے اپنا حق وصول کرتے رہیں گے حتیٰ کہ اس کے پاس کوئی بھی نیکی نہ رہے گی اور وہ شخص حیرانی کے عالم میں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے پاس تیرا ایسا اجر نامہ موجود ہے جسے میں نے نہ فرشتوں پر ظاہر کیا اور نہ مخلوق میں سے کسی اور نے عرض کرے گا یا اللہ! وہ کیا ہے؟ ارشاد ہوگا تیری وہ نیت جو تو بھلائی کے لیے رکھتا تھا میں نے اسے ستر گنا کر کے لکھا ہوا ہے۔

**حُبِّ فِي اللّٰهِ اَوْ لِعُضِّ فِي اللّٰهِ** ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کبھی میرے لیے بھی کوئی عمل کیا، عرض کیا یا اللہ! نمازیں پڑھی ہیں روزے رکھے ہیں صدقہ کیا ہے۔ تیرا ذکر ورد زبان ہے۔ ارشاد ہوا کہ نماز تو تیرے لیے حجت اور برہان ہے اور روزہ تیرے لیے ڈھال ہے اور صدقہ تیرے لیے سایہ اور ذکر تیرے لیے نور ہے۔ میرے لیے کوئی عمل ہوا، عرض کیا پھر آپ ہی ارشاد فرمائیں کہ میں کوئی عمل کروں جو آپ کے لیے ہو، ارشاد ہوا کیا کبھی میرے کسی ولی سے محبت کی ہے یا میرے کسی دشمن سے دشمنی کا سلوک کیا ہے؟ حضرت موسیٰؑ سمجھ گئے کہ حُبِّ فِي اللّٰهِ اَوْ لِعُضِّ فِي اللّٰهِ سب اعمال سے افضل ہے۔

## اقوال و احوال

**نیک نیتی** ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، لوگو! ایک بات یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ جس کام میں نیک نیتی شامل نہ ہو وہ کام ہی نہیں۔

**خلوص نیت** ایک دفعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وقت فرمایا تم شام میں اسلام کو اونچا کرنے جا رہے ہو۔ اس چیز کا اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بڑا انعام ہے مجھے امید ہے کہ تم نے خلوص دل سے خدا کی رضا اور اس کے انعام کی خاطر جان دینے کا تہیہ کر لیا ہے۔

**دانا کے کلام کی غرض** فقیر رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت زید بن مسیرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں ہر دانا کا کلام قبول نہیں کرتا۔ اس کی اغراض و افکار کو دیکھتا ہوں اگر اسے میری رضا مقصود ہو تو اس کی خاموشی کو فکر اور اس کے کلام کو ذکر بنا دیتا ہوں گو وہ کلام نہ کرے۔



ایک روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک روز خلیفہ رسول حضرت  
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے کونسی خاص

## پانچ نادریاتیں

عنایات فرمائی ہیں؟ اس کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے  
مجھے پانچ باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائی جو مندرجہ ذیل ہیں:

اول یہ کہ جب ہم مشرق بہ اسلام ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ متعدد لوگ دنیا کے طلبگار  
ہیں، اسی طرح بے شمار لوگ آخرت چاہتے والے ہیں۔ میں نے اس صورت میں اپنے اللہ  
کی خواہش و طلب کی۔

دوم یہ کہ جب ہم مشرق بہ اسلام ہوئے تو ہم نے دنیا کی کسی لذت کو نہ چکھا اور نہ اسے  
حاصل کرنے کی پروا کی، لہذا ہمیں جو بھی انیسا ط اور لذت حاصل ہوئی وہ اللہ تعالیٰ ہی  
کی جاتب سے اس کے ذکر خیر سے حاصل ہوئی۔ اللہ کے دین کے لیے سعی و عمل ہی سے  
ہمیں رفعت، موقت اور مسرت نصیب ہوئی۔ میں نے نہ تو دنیا کو کوئی اہمیت دی اور نہ دنیا  
کی کسی لذت کا تعاقب کیا، مجھے اس کی طلب کی آرزو بھی نہیں تھی۔

سوم یہ کہ جب سے میں مشرق بہ اسلام ہوا ہوں میں نے کبھی سیر ہو کر اور پیٹ بھر کر  
کھانا نہیں کھایا، پینے کے معاملے میں بھی میں نے کبھی سیرابی حاصل نہیں کی کیونکہ بھرا ہوا  
پیٹ بہ صورت موقت کو ضائع کر دیتا ہے۔ میں نے بفضل تعالیٰ اپنی اس قناعت کی نحو کو  
کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

چہارم یہ کہ زندگی میں جیب دو باتیں یعنی میرا ذاتی فائدہ اور منفعت اور اللہ تعالیٰ کی  
رضا میرے سامنے ہوتی تو میں نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی کی رضا اور اللہ تعالیٰ ہی کی بات کو  
اختیار اور قبول کیا۔

پنجم یہ کہ الحمد للہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ساتھ کو بفضل  
تعالیٰ عمدگی سے نبھانے کی ہمیشہ کوشش کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، منصب

نبوت، آپ کی عزت و حرمت اور قدر و منزلت کو برقرار رکھنے کی ہمیشہ مساعی کی۔  
یہ وضاحت اور تفصیلی جواب سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کیفیت وارد ہوئی اور آپ  
رونے لگے اور پھر فرط جذبات سے فرمایا کہ اے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ! آپ کو یہ منصب و  
مرتبہ اور مقام مبارک ہو، مگر تم مبارک ہو۔

**اہل خیر کے کلمات** | عون بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ اہل خیر حضرات ایک دوسرے کی  
طرف تین کلمات لکھ کر بھیجا کرتے ہیں۔

- ۱۔ جو آخرت کے لیے عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دنیا کی کفالت فرماتے ہیں۔
- ۲۔ جو اپنے باطن کی اصلاح کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو درست فرمادیتے ہیں۔
- ۳۔ جو اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ سے درست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ اس کا  
معاملہ درست فرمادیتے ہیں۔

**نیت کا کلام پر اثر** | حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کلام کرتا ہے جس  
میں لوگوں کی ناراہنگی ہوتی ہے مگر اس کی نیت خیر ہے تو

اللہ تعالیٰ لوگوں کے قلوب میں اس کی جانب سے عذر ڈال دیتے ہیں جس سے وہ خود ہی  
کہنے لگتے ہیں کہ اس کا مقصد تو خیر ہی تھا اور کبھی ایک آدمی بہت عمدہ کلام کرتا ہے مگر نیت  
ٹھیک نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے قلوب میں ڈال دیتے ہیں جس سے وہ کہنے لگتے ہیں کہ  
اس شخص کو خیر مقصود نہیں ہے۔

**صدق نیت کی علامت** | فقیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صدق نیت اس وقت  
ظاہر ہوتا ہے جبکہ اپنے پاس جو کچھ موجود ہے اس کے

خرچ کرنے میں بُخل نہ کرے۔ مثلاً کسی عازم حج کو دیکھا اس کا تہذیب سفر ختم ہو گیا ہے تو یہ اپنے  
حج میں کہے کہ میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی حج کرتا، آج جبکہ میرے پاس صرف دو درہم ہی  
ہیں تو میں یہی اس شخص کو دے دیتا ہوں۔ ایسے ہی کسی مجاہد کو دیکھا جسے مالی تعاون کی

ضرورت ہے۔ یہ جی میں کہے کہ میرے پاس مال ہوتا تو میں خود جہاد پر جاتا آج اگر میرے پاس صرف یہی چند درہم ہیں تو انھی کو اس مقصد میں لگا دوں اور اس محتاج غازی کو دے دوں یا اپنے پڑوس میں کسی مسکین پر یہی خرچ کر دے لیکن اگر اس فقور سے موجودہ مال کے خرچ کرنے میں بخل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ اگر اس کے پاس زیادہ مال ہوتا تو یہ اس میں بھی بخل کرتا لہذا ایسے آدمی کو نیت کا ثواب نہیں ملتا۔ اسی طرح جو شخص یہ کہتا ہے کہ اگر میں حافظ قرآن ہوتا تو شب و روز تلاوت میں گزارنا پھلگر یہ شخص وہ سورت پڑھ لیتا ہے جو اسے حفظ ہے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ باقی بھی یاد ہوتا تو اس کی تلاوت کرتا۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ پورے حافظ کی تلاوت والا ثواب عطا فرماتے ہیں اور اگر وہ سورت بھی نہیں پڑھتا جو یاد کر رکھی ہے تو پتہ چل جاتا ہے کہ نیت درست نہیں۔

فقیرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بہت سے

## نیت کی بدولت شب بیدار شمار ہوگا

سونے والے شب بیداری کا ثواب

پاتے ہیں اور بہت سے شب بیدار لوگ سوئے ہوئے شمار ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی کی عادت سحری میں اٹھ کر نماز پڑھنے کی ہے۔ ایک رات وہ حسب عادت یہی نیت کر کے سویا مگر نیند کے غلبہ میں صبح تک سویا رہا۔ اٹھا تو پریشان و غمزہ ہو کر اتنا لٹ پڑھنے لگا کہ یہ شخص تہجد گزار کبھا جائے گا۔ اور اپنی نیت کی بدولت شب بیدار شمار ہوگا اور ایک دوسرا آدمی جس کی عادت رات کو اٹھنے کی تھیں، بونہی خیال گزارا کہ صبح ہوگی، اٹھا اور منور کے مسجد میں پہنچا تو پتہ چلا کہ ابھی صبح نہیں ہوئی۔ اب یہ صبح کے انتظار میں ہے اور جی جی میں کہہ رہا ہے کہ اگر پتہ ہوتا کہ ابھی صبح نہیں ہوئی تو میں بستر کیوں چھوڑتا۔ یہ شخص ہے جو بیداری کے باوجود سویا ہوا شمار ہوتا ہے۔

جنی اسرائیل میں ایک عابد تھا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ فلاں جگہ پر ایک درخت ہے اور لوگ اس کی پرستش کرتے ہیں کیونکہ انھوں نے اسے خدا تصور کر لیا ہے

## حکایت

عابد کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا۔ فوراً تیرا ٹھہرایا اور کہا کہ میں تو اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ دوں گا جس کی وجہ سے لوگ گمراہ ہوئے جا رہے ہوں (راستے میں ابلیس ایک پوڑھے کے بھیس میں اس سے ملا اور پوچھا اے مردِ عابد! کہاں کے ارادے ہیں؟ عابد نے کہا کہ اس درخت کو اکھاڑنے کے لیے جاتا ہوں۔ ابلیس نے کہا یہ خوب کہی، اہلے بھائی! تو عابد آدمی ہے، جا اور حق تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہ، تجھے وہی کام چھتا ہے اور اسی میں تیری بہتری بھی ہے عابد نے کہا خیر اس وقت تو میری عبادت یہی ہے کہ اس درخت کا نام و نشان مٹا دوں۔ ابلیس نے کہا اچھا یہ بات ہے تو چہرہ دیکھوں تو کیسے جانا ہے؟ یہ کہہ کر عابد سے گتھم گتھا ہو گیا۔ عابد نے اسے زمین پر دے مارا اور اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ ابلیس نے کہا اگر تو مجھے چھوڑ دے تو ایک پتے کی بات تجھے بتاؤں۔ عابد نے اسے چھوڑتے ہوئے کہا کہو کیا کہتے ہو؟ ابلیس نے کہا سنو! اے مردِ عابد! اگر اس درخت کو کٹوانا ایسا ہی ضروری ہوتا تو کیا پیغمبر وقت موجود نہیں اور کیا حق تعالیٰ انھیں یہ حکم نہیں دے سکتا تھا کہ اس درخت کو اکھاڑ دیا جائے؟ یہ حکم ہوتا تو وہ ضرور اکھاڑ بھی چکے ہوتے، تجھے اس بات کا حکم ہی کب دیا گیا ہے جو اس قدر بے قرار ہوا جاتا ہے؟ پس اس ارادے سے باز آ جا۔ عابد نے کہا ہرگز نہیں، میں یہ کام ضرور کر کے رہوں گا۔ ابلیس نے کہا اچھا تو چہرہ جلانے تو میں بھی نہ دوں گا اور پھر لڑائی میں الجھ گئے۔ عابد نے پھر اسے چاروں شانے چت کر دیا اور اوپر چڑھ بیٹھا۔ ابلیس نے کہا اگر اب کے چھوڑ دے تو ایک اور بات تجھے سمجھاؤں اگر پسند نہ آئے تو جو تمھارے دل میں آئے کرتے رہنا۔ عابد نے اسے چھوڑ دیا تو ابلیس نے کہا اے عابد! آخر تو ایک درویش آدمی ہے لوگ تیری خدمت کرتے رہتے ہیں تیرے پاس اگر کچھ مال بڑا ہو تو دوسرے عابدوں کے حوالے کر دے کہ ان کے کام آئے اور تجھے زبردست ثواب حاصل ہو اس درخت کو کاٹنے میں کیا دھرب ہے؟ ان لوگوں کو تو درخت ہی کی پرستش کرنا ہے تو کاٹ دے گا تو ان کا کچھ نہ بگڑے گا وہ اور درخت رکالیں گے۔ پس چھوڑ اس خیال کو اور



میں تجھے قول دیتا ہوں کہ ہر روز تیرے سر ہاتے دو دینار رکھ جایا کروں گا۔ عابد نے یہ سنکر دل میں سوچا کہ ٹھیک ہی تو کہتا ہے۔ میں ایک دینار راہِ خدا میں صدقہ کر دیا کروں گا اور دوسرا اپنے کام میں لاتا رہوں گا۔ یہ بات اس درخت کے کاٹنے سے واقعی بہتر اور مقولتر ہے اور پھر واقعی مجھے حق تعالیٰ کی طرف سے اس کام پر مامور بھی تو نہیں کیا گیا۔ میں پتھر تھوڑا ہوں کہ اس درخت کو اکھاڑنا میرے قرائن میں شامل ہو۔ اس سوچ بچار کے بعد عابد گھر کی طرف واپس چل دیا۔ اگلے روز صبح ہی صبح دو دینار سر ہاتے کے نیچے سے مل گئے، دوسرے دن بھی اور تیسرے دن بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ اب تو وہ بہت ہی خوش ہوا کہ اچھا ہوا جو اس درخت کو کاٹنے سے باز رہا۔ لیکن یہ خوشی دیر پا ثابت نہ ہوئی کیونکہ چوتھے دن اسے کچھ بھی نہ ملا۔ اس پر وہ سخت طیش میں آیا۔ پھر کلہاڑا لے کر درخت کاٹنے چلا۔ ابلیس پھر راستے میں آگیا اور پوچھا آج پھر کدھر جاتے ہو۔ عابد نے کہا درخت کاٹنے جاتا ہوں اور کہاں جاؤں گا، ابلیس نے کہا تو جھوٹا ہے اور خدا کی قسم! اس درخت کو کاٹنا تیری طاقت سے باہر ہے پھر دو توں میں ما تھا پانی ہونے لگی لیکن اس مرتبہ شیطان نے فوراً اس عابد کو بچھاڑ دیا اور اسے اس طرح مغلوب کر لیا کہ عابد بیچارہ اس کے ماتھے میں ایک چڑیا کی طرح دکھائی دے رہا تھا، تب ابلیس نے کہا کہ اب واپس جلتے ہو یا ابھی بکری کی طرح تمھارا سر کاٹ کر پھینک دوں؟ عابد نے کہا مجھے چھوڑ دے میں واپس چلا جاتا ہوں لیکن مجھے اتنا بتا دے کہ اس سے پہلے دو مرتبہ میں کیوں اتنی جلدی تجھے مغلوب کر لیتا تھا اور اس مرتبہ اتنی آسانی سے تو غالب آگیا؟

ابلیس نے کہا بات یہ ہے کہ پہلے دونوں مرتبہ تیرا غصہ حق تعالیٰ کے لیے ہوتا تھا اس لیے حق تعالیٰ مجھے تیرے ماتھوں مغلوب کر دیتا تھا کیونکہ ایسے کسی بھی شخص پر مجھے قابو حاصل نہیں ہوتا جو قاسم اللہ کی راہ میں کوئی کام کر رہا ہو لیکن جو شخص اپنی خواہش کی متابعت میں کوئی کام کر رہا ہو وہ مجھ سے کیا مقابلہ کرے گا۔ چنانچہ اس مرتبہ تیرا غصہ تیری اپنی

ذات کے لیے تھا اور دنیا کی خاطر تو نے اپنے ارادہ کو ملتوی کر دیا، لہذا حق تعالیٰ نے تجھے میرا مستخر کر دیا۔ (کیمیائے سعادت)

**سکایت** | بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کا گزربیت کے ایک بہت بڑے ٹیلے سے ہوا اس وقت چاروں طرف قحط کا زور تھا۔ اس نے اپنے دل میں کہا اے کاش! اس ٹیلے کی مقدار کے برابر اگر اناج میرے پاس ہوتا تو میں اسے خلیق خدا میں تقسیم کر دیتا۔ اور بطور خیرات محتاجوں میں بانٹ دیتا۔ فوراً پینمبر وقت پر وحی نازل ہوئی کہ اس (خوش نیت) شخص سے کہہ دو کہ تیرا صدقہ تم نے قبول فرمایا یعنی اگر تیرے پاس اتنا اناج ہوتا اور تو واقعی اسے خیرات میں دے دیتا تو بھی تجھے اتنا ہی ثواب ملتا جتنا کہ اب محض اس نیک نیت کی وجہ سے تجھے عطا کر دیا گیا ہے۔

**نیت کا اثر** | مشہور ہے کہ ابو عمر و قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے کہ ایک نو عمر حسین رضی اللہ عنہ کا تعلیم کے لیے پہنچا اور آپ نے اس کو بڑی نیت سے دیکھا جس کے نتیجے میں اسی وقت پورا قرآن بھول گئے۔ اور گھبرائے ہوئے حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ من و عن بیان کر دیا۔ آپ نے حکم دیا کہ ایام حج قریب ہیں۔ پہلے حج ادا کرو اور پھر مسجد خیف میں پہنچ جاؤ وہاں تمہیں محراب مسجد میں ایک صاحب مصروف عبادت ملیں گے جب وہ عبادت سے فراغت پالیں تو ان سے دعا کی درخواست کرنا، ابو عمر کہتے ہیں کہ جب میں مسجد میں پہنچا تو وہاں ایک کثیر جمع تھا اور کچھ دیر کے بعد ایک بزرگ تشریف لائے تو سب تنظیماً کھڑے ہو گئے اور جب سب لوگوں کے جانے کے بعد وہ بزرگ تنہا رہ گئے تو میں نے اپنا پورا واقعہ بیان کیا چنانچہ ان بزرگ کے تصرف سے مجھ کو دوبارہ قرآن یاد ہو گیا اور جب فرط مسرت سے قدمیں ہواتو انہوں نے دریافت فرمایا کہ میرا پتہ تمہیں کس نے بتایا۔ میں نے حضرت حسن بصریؒ کا نام لے لیا۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا کہ حسن بصریؒ نے مجھ کو رسوا کر دیا، میں بھی اس کا راز فاش کر کے رہوں گا۔ فرمایا کہ جو صاحب ظہر کی نماز کے

وقت یہاں تھے وہ حسن بصری ہی تھے جو اسی طرح روزانہ یہاں آتے ہیں اور ہم سے باتیں کر کے عصر کے وقت تک بصرہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ وہ حسن بصری جس کے راہ نما ہوں اس کو کسی غیر کی حاجت نہیں۔

**حکایت** | ایک مرتبہ حسن بصری مغرب کی نماز کے وقت حضرت حبیب عجمی کے یہاں پہنچے لیکن آپ نماز کے لیے کھڑے ہو چکے تھے اور حسن بصری نے جب یہ

دیکھا کہ آپ الحمد کی بجائے الہمد چھوٹی ہ سے قرأت کر رہے ہیں تو یہ خیال کر کے کہ آپ چونکہ قرآن کا تلفظ صحیح ادا نہیں کر سکتے اس لیے آپ کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے علیحدہ نماز پڑھی لیکن اسی رات کو خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا تو آپ نے عرض کیا یا اللہ! تیری رضا کا ذریعہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ تو نے ہماری رضا پائی لیکن اس کا مقام نہیں سمجھا۔ آپ نے پوچھا کہ وہ کونسی رضا تھی؟ ارشاد ہوا کہ اگر تو نماز میں حبیب عجمی کی اقتدا کر لیتا تو تیرے لیے تمام عمر کی نمازوں سے بہتر تھا کیونکہ تو نے اس کی ظاہری عبادت کا تصور تو کیا لیکن اس کی نیت نہیں دیکھی جبکہ ولی کی نیت سے تلفظ کی صحت کم درجہ رکھتی ہے (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۷)

**حضرت فضیل بن عیاض سے ایک سوال** | حضرت فضیل بن عیاض رحمہ سے پوچھا گیا اے ابوعلی! آدمی نیک

کب ہوتا ہے؟ فرمایا جب اس کی نیت میں نصیحت، دل میں خوف، زبان پر سچائی اور اس کے اعضاء سے اعمال صالحہ کا صدور ہوتا ہے۔

**نیت کا اثر** | ایران کا قباد نام ایک بادشاہ تھا ایک دن وہ شکار کھیلتا ہوا لشکر سے

دور نکل گیا گرمی اور پیاس سے بیتاب ہوا تو ہر طرف نظر دوڑائی کہ کہیں سایہ اور چشمہ نظر آئے۔ ایک طرف اسے کچھ سیاہی سی دکھائی دی اس طرف گھوڑا دوڑا دیکھا کہ ایک پرانا خیمہ نصب ہے اور ایک بوڑھی عورت اپنی بیٹی کے ساتھ اس کے سایہ میں بیٹھی ہے

جب وہ نزدیک پہنچا تو عدوت نے اٹھ کر گھوڑے کی باگ پکڑی اور قباد کو نیچا تارا اور جو کچھ پاس تھا لاکر حاضر کیا۔ بادشاہ نے کھانا کھایا اور پانی پیا۔ تھکا ہوا تو تختی بیٹ گیا تو نیند آگئی اور شام کے وقت آنکھ کھلی اتنے میں ان کی گائے جنگل سے آگئی، لڑکی اٹھی اور دودھ دوہا تو برتن بالب بھر گیا۔ قباد کو تعجب ہوا اور سوچا کہ یہ لوگ جنگل میں اسی لیے بیٹھے ہیں کہ ٹیکس سے بچے رہیں، مناسب ہے کہ ہفتے میں ایک دن کا دودھ بادشاہ کو دیں ان کا کچھ نہیں بگڑے گا اور شاہی خزانے میں زیادتی ہوگی۔ لہذا جیب میں واپس جاؤں گا تو اس امر کے متعلق احکام جاری کروں گا۔ جیب صبح ہوئی تو لڑکی نے دودھ دوہا تو بہت کم نکلا۔ وہ چلائی کہ لے ماں بادشاہ نے ظلم کی نیت کر لی ہے۔ قباد کو یہ سن کر تعجب ہوا اور پوچھا کہ تو نے یہ بات کس طرح معلوم کی؟ لڑکی نے کہا ہماری یہ گائے ہر صبح بہت زیادہ دودھ دیتی تھی اور آج اتنا کم دیا۔ جب بادشاہ کی نیت خراب ہو جائے تو خدا برکت اٹھا لیتا ہے بادشاہ بولا، لڑکی تو نے سچ کہا ہے، اور دودھ پر ٹیکس لگانے کا ارادہ ترک کر دیا اور کہا بھلا اب پھر دودھ نکال۔ لڑکی پھر اس کام میں لگ گئی اور بہت دودھ نکلا۔ وہ ماں کے پاس دوڑی گئی اور بادشاہ کی نیت درست ہو جانے کا مشورہ سنایا۔

اسی لیے کہتے ہیں کہ عادل حکمران برسنے والے بادل اور چکنے والے سورج سے بہتر، اگر بادشاہوں کی نیت نیک ہو تو موسم بہار ہی خوب مینہ ریتا ہے اگر خراب ہو تو وقت پر بارش نہیں ہوتی۔

ایک دانا کا قول ہے کہ عمل کی درستی اور سلامتی کے لیے چار چیزیں درکار ہیں :-

## عمل کی درستی

- ۱۔ شروع کرنے سے پہلے اس کا علم کہ اس کے بغیر کوئی عمل درست نہیں ہو سکتا کیونکہ جیب بھی کوئی عمل علم کے بغیر ہوگا تو اس میں بنانے کی نسبت بگاڑنے والی باتیں زیادہ ہوں گی۔
- ۲۔ شروع کرنے سے پہلے صحیح نیت کا ہونا کہ عمل نیت سے درستی پاتا ہے جیسا کہ نبی کریم



صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے اتم الازعمال بالنیات و اتم الکل امری ما توی۔ یعنی اعمال کا ثمرہ نیت پر موقوف ہے اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جو اس نے نیت کی ہے۔

پس روزہ ہو یا نماز اور حج ہو یا زکوٰۃ، ایسے ہی باقی عبادات نیت سے ہی درست ہوتی ہیں لہذا عمل کی اصلاح کے لیے پہلے نیت کا صحیح ہونا ضروری ہے۔

۳۔ صبر یعنی دورانِ عمل صبر و تحمل اختیار کرنے تاکہ عمل سکون و اطمینان سے ادا ہو سکے۔  
۴۔ اخلاص، کوئی عمل اس کے بغیر قبول نہیں ہوتا اگر تیرا عمل اخلاص کے ساتھ ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائیں گے اور لوگوں کے قلوب کو تیری طرف مائل کر دیں گے۔

سادق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جیب  
**فسادِ نیت اور خبیثِ باطن کا ثمرہ** کسی کی ہلاکت کا ارادہ فرماتے ہیں۔ تو

اسے تین چیزوں میں مبتلا کر دیتے ہیں:-

- ۱۔ اسے علم عطا فرماتے ہیں مگر اہل علم جیسے اعمال سے محروم رکھتے ہیں۔
  - ۲۔ اسے نیک لوگوں کی ہم نشینی نصیب فرماتے ہیں مگر ان کی حتی شناسی سے کوہرا رکھتے ہیں
  - ۳۔ نیک اعمال کا دروازہ اس پر کھولتے ہیں مگر اخلاص سے بے بہرہ رکھتے ہیں۔
- فقیرہ محروم فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس کے فسادِ نیت اور خبیثِ باطن کی وجہ سے ہے اگر اس کی نیت درست ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے علم کا نفع اور عمل کا اخلاص اور نیک لوگوں کا احترام اور ان کی حتی شناسی ضرور عطا فرماتے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا شمار اولیاء اللہ کے سرداروں میں ہوتا ہے۔ آپ

**حکایت** علمِ معرفت و حقیقت میں بے مثال اور شریعت و طریقت کے آدابِ اصول سے واقف تھے، ہزاروں گمراہوں نے آپ کے ذریعہ زاہدِ ہدایت پائی اور اپنی زندگی کو احکامِ الہی کے مطابق بنایا۔ آپ کے دن دین کی تعلیم میں اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بسر ہوتی تھی۔

ایک رات تہجد کی نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ الہی! مجھے بتا دے کہ جنت میں میرا ساتھی اور مصاحب کون ہوگا؟ جواب ملا قلال چروا یا۔ حضرت جنید حیران رہ گئے صبح ہونے کے بعد اس چرواہے کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور جب اس سے ملاقات ہوئی تو دو تین دن اس کے ساتھ رہے۔ اس کا حال دیکھنے کے بعد ایک دن حضرت جنید بغدادیؒ نے اس چرواہے سے دریافت کیا بھائی! میں نے تو دیکھا ہے کہ سولے پتھ وقتہ نماز پڑھنے کے تم ایسا کوئی کام نہیں کرتے جو اس قدر قبولیت کا باعث ہو۔ شاید یہ بلند درجہ تمہیں تمہارے کسی باطنی معاملے کی وجہ سے ملا ہے۔ چروا یا مسکرایا اور کہا، خواجہ جنید! میں ایک جاہل آدمی ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ معاملہ کس کو کہتے ہیں اور باطن کیا ہوتا ہے میں تو ایک سیدھا سادہ مسلمان ہوں۔ البتہ میرے اندر دو خصلتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ ان سب پہاڑوں کو سونے کا کرے اور انھیں میرے قبضے میں دے دے اور پھر یہ سب میرے ماتھے سے جلتے رہیں تو مجھے ان کے چلے جانے کا کوئی سبب و غم نہ ہوگا۔ دوسری یہ کہ کوئی میرے ساتھ وفا کرے یا جفا، میں اس سے کوئی اثر قبول نہیں کرتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہو رہا ہے، بندہ بے چارہ تو صرف ایک ظاہری سبب ہے۔ خواجہ جنید! میں نے اپنا کام اپنے محبوب رب کے حوالہ کر دیا ہے خواہ وہ مجھے اب زندہ رکھے یا مار ڈالے۔ اس کی مرضی پر راضی ہوں۔ چرواہے کا جواب سن کر جنیدؒ کی سمجھ میں آ گیا کہ اسے کیوں جنت میں میرا مصاحب بنایا گیا ہے۔ کیونکہ جس کی نیت میں خلوص ہو اس کے سامنے صرف رضائے الہی ہوتی ہے۔

بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو ہمیشہ چوری کیا کرتا تھا آخر اس نے توبہ کی اور چوری سے برطرف ہوا پھر سوچا یقین ہے کہ توبہ کی برکت سے یہ گناہ تو تیرا معاف ہوا ہوگا اب بطور کفارہ کے کچھ کرنا چاہیے تاکہ زیادہ ثواب حاصل ہو، تب اس نے یہ بات اختیار کی کہ تمام رات عبادت کرتا اور دن کو روزہ رکھتا، چند روز کے بعد

**حکایت**

کی اور چوری سے برطرف ہوا پھر سوچا یقین ہے کہ توبہ کی برکت سے

یہ گناہ تو تیرا معاف ہوا ہوگا اب بطور کفارہ کے کچھ کرنا چاہیے تاکہ زیادہ ثواب حاصل ہو، تب اس نے یہ بات اختیار کی کہ تمام رات عبادت کرتا اور دن کو روزہ رکھتا، چند روز کے بعد

اس زمانہ کے پیغمبر کو وحی ہوئی کہ اس شخص سے کہہ دو کہ تیری عبادت میری درگاہ میں قبول نہیں ہے کیوں عبت تکلیف اٹھانا ہے جب اس کو یہ حکم سنایا تب عبادت اور ریاضت زیادہ شروع کی۔ چنانچہ ہفتہ میں ایک بار کھانا اور آٹھ پہر یا دالہی میں مصروف رہتا چند روز کے بعد پھر اس وقت کے پیغمبر کو حکم ہوا کہ اب اس میرے بندے سے کہہ دو کہ میں تجھ سے راضی اور خوش ہوا اور تیری عبادت میری درگاہ میں قبول ہوئی تب اس نے اس کو یہ پیغام الہی بھیجا اور پوچھا کہ اے عزیز اب تو نے کونسا عمل خیر کیا جس کے سبب سے تو رحمت الہی کا مستحق ہوا؟ اس نے کہا کہ میں نے کمال عجز و زاری سے جناب الہی میں عرض کی کہ خداوند اتیرا ایک بندہ خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اِنَّا رَبُّكَ الْاَعْلٰی کہتا ہے اور سے قطع نظر اور تکالیف کے کبھی دروتک نہیں ہوتا اور میں تیری درگاہ میں التجا و زاری اور عاجزی کرتا ہوں تیری بندہ تواری اور عقاری سے کیا عجیب ہے کہ مجھ کو محروم اور مردود نہ کرے۔ میری یہ دعا قبول ہوئی ہوگی۔

**نیت کا پھل** ایک نیک بخت عورت تھی اور اس کا خاوند سُنا تھا اس عورت کے یہاں تیس برس سے ایک بہشتی آیا جایا کرتا تھا لیکن کبھی اس نے اسے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا ایک روز جو وہ آیا تو اس نے بڑے زور سے اس عورت کا ہاتھ پکڑ لیا جب اس کا خاوند آیا تو اس عورت نے پوچھا کیا تم سے کوئی گناہ صادر ہوا ہے اس نے جواب دیا اور تو کچھ نہیں اتنا ضرور ہوا کہ ایک عورت نے مجھ سے کنگن خریدے تھے اس کے ہاتھ جو میں نے دیکھے تو مجھے پستہ بہت آئے میں نے زور سے اس کی کلائی پکڑ لی تھی۔ وہ عورت بولی جیسا تو نے اپنے مسلمان بھائی کی بی بی کے ساتھ کیا تھا خدا نے اس کا بدلہ تمہیں دیا کہ تمہاری بی بی کو بھی وہی پیش کیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو وہ بہشتی آکر معذرت کرتے لگا اس عورت نے کہا تمہاری کوئی خطا و قصور نہیں یہ ساری خرابی میرے خاوند کی جانب سے ہے۔

کراہا کا تبدیل انسان کے ارادے کو کیونکر لکھتے ہیں | سفیان بن عیینہ <sup>رحمہ</sup> سے کسی نے دریافت کیا کہ

فرشتے انسان کے اس ارادے کو کیونکر لکھتے ہیں جو ابھی عمل میں نہیں آیا؟ انھوں نے فرمایا کراہا کا تبیین <sup>۳</sup> غیب نہیں جانتے لیکن انسان جب نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے بدن سے کستوری کی خوشبو آتی ہے اور وہ جان لیتے ہیں کہ اس نے نیکی کا قصد کیا ہے۔ اور اگر وہ بُرائی کا قصد کرتا ہے تو اس سے بدبو آتی ہے اور وہ جان لیتے ہیں کہ اس نے برائی کا قصد کیا ہے۔

**حکایت** | پرانے زمانہ میں ایک بوڑھا اور ایک جوان تھے دونوں نے مل کر ایک زمین خریدی اور اس میں گندم بوٹی جب کھیتی پک کر تیار ہوئی اور کٹائی ہو چکی اور دونوں اپنا اپنا حصہ تقسیم کرنے لگے تو بوڑھا اپنا حصہ لیتا تو چپکے سے جوان کی طرف سرکا دیتا اور کہتا کہ شاید اس کی عمر میں برکت ہو اور اسے زیادہ گندم کی حاجت ہو، میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں مجھے زیادہ گندم کی کیا حاجت؟ اور جوان اپنا حصہ لیتا تو چپکے سے بوڑھے کی طرف سرکا دیتا اور کہتا کہ بوڑھا خیال دار ہے اسے زیادہ گندم درکار ہوگی۔ جوں جوں یہ دونوں آپس میں یہ معاملہ کرتے رہے گندم بڑھتی گئی اور ختم ہونے ہی نہ آتی تھی۔ جب یہ دونوں تقسیم کرتے کرتے ٹھک گئے تو دونوں نے ایک دوسرے سے اپنی اپنی نیت بیان کی تو پتہ چلا کہ یہ برکت ہماری نیک نیتی کے باعث ہے۔ بادشاہ وقت کو ان دونوں کے اس معاملے کا پتہ چلا تو اس نے ان کے اس ذخیرہ گندم سے ایک دانہ منگوا کر اپنے خزانہ میں رکھا اس کی برکت کی وجہ سے اس کے خزانہ میں بھی برکت پیدا ہو گئی۔ (نزہۃ المجالس ص ۳۹۰ ج ۱)

**حکایت** | ایک دفعہ ایک آدمی حضرت محبوب الہی خواجہ نظام الدین اویار کی خدمت اقدس میں مخمور اسکا جبر کا حلوا لایا آپ نے اسی مناسبت سے فرمایا کہ میں نے



مولانا عزیز زائدہ سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ میں اور مولانا برہان الدین کابلی جو دہلی کے نائب قاضی تھے ایام گزشتہ میں ایک ساتھ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ایک دفعہ سونے کے دو تھکے مولانا برہان الدین کابلی کے ہاتھ لگے۔ انھوں نے کہا ان دو تھکوں میں سے ایک سے میں قرآن خریدوں گا تاکہ میں صاحب نصاب یعنی تو نگر ہو جاؤں چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا، ایک تھکے سے قرآن خرید لیا مگر اسی دن انھیں دہلی سے کو تو وال سپہ سالار جمال الدین نیشاپوری کے ہاں لے جایا گیا۔ جب کھانا لایا گیا تو اس میں گاجر کا حلوہ بھی تھا کو تو وال نے وہ حلوہ مولانا برہان الدین کابلی کے سامنے رکھا اور کہا کہ اسے کیسے کھاتے ہیں؟ مولانا برہان الدین نے جواب دیا کہ طالب علم خشک روٹی اس طرح کھاتے ہیں، گو یا وہ گاجر کا حلوہ ہے۔ پس وہ گاجر کا حلوہ کیسے کھائیں گے۔

کو تو وال کو یہ بات بہت اچھی لگی اور اس پر بڑا اثر ہوا۔ اس نے کسی کو اشارہ کیا کہ وہ بیس یا تیس تھکے لائے جو مولانا برہان الدین کو دے دیے گئے۔ غرض مولانا کے پاس اس کے بعد مال و نعمت کی فراوانی ہو گئی۔ وہ دہلی کے نائب قاضی بنائے گئے انھیں اور بھی بہت سی نعمتیں میسر آئیں۔ چونکہ ان کی نیت صادق تھی اس لیے اس نے بڑے اثر دکھائے۔

**حضرت تواجہ شمس الدین سیالوی کا قول** | آپ نے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ کی موت اس طرح ہوتی ہے

جیسے ایک آدمی ایک مکان سے اٹھ کر دوسرے مکان میں چلا جائے۔ لہذا جو شخص اولیاء اللہ سے دشمنی رکھتا ہے اپنی نیت کے مطابق رنج و بلا کا شکار ہو جاتا ہے اور جو شخص ان کا معتقد ہوتا ہے، سعادت و اربین پاتا ہے۔ اور بالکل زندوں کی طرح اولیاء کا فیض جاری رہتا ہے۔

**حکایت** | حضرت عثمان جبری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے امیر گھرانے سے تعلق رکھتے تھے بچپن میں آپ بڑے قیمتی لباس میں ملبوس مکتب جا رہے تھے۔ نوکر چاکر

آپ کے ساتھ تھے۔ راستے میں آپ نے ایک زخمی گدھا دیکھا جس کی پیٹھ زخمی تھی اور کوئے اس کی پیٹھ سے گوشت نوح لہے تھے اور بے چارا مجبور تھا اور وہ ان کو اڑا بھی نہیں سکتا تھا۔ حضرت عثمانؓ کو اس پر ترس آگیا اور اپنے نوکروں کو اپنی رہیشی قبا اتار کر دی۔ اور حکم دیا کہ یہ اس گدھے کی پیٹھ پر اوڑھادو، پھر آپ نے اپنی دستار اتار کر اس کے زخم کی جگہ پر باندھ دی اور چل دیے۔ گدھے نے زبانِ حال سے بارگاہِ حق میں دعا کی تو حضرت کی طبیعت میں کچھ ایسا انقلاب آیا کہ آپ طلبِ معرفت میں حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں پہنچ گئے اور ان کی نظر سے عارفِ کامل بن گئے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۴۸۸)

## نیت کی حقیقت

حضرت امام غزالی رحم نے فرمایا ہے کہ جیب تک تین حالتیں درپیش نہ ہوں، اللسان سے حرکت سرزد نہیں ہوگی، علم، ارادہ، قدرت۔! مثلاً جیب تک وہ کھانا نہیں دیکھے گا نہیں کھائے گا، اگر دیکھا لیکن اس کی خواہش نہیں ہے تب بھی نہیں کھائے گا لیکن خواہش ہے اور ہاتھ ایسا مقبور ہے کہ حرکت نہ کر سکے تو نہیں کھا سکے گا۔ پس یہ تین حالتیں سب حرکات کے لیے درپیش ہیں لیکن حرکت قدرت کی تابع ہے اور قدرت ارادے کی تابع ہے۔ کیونکہ ارادہ ہی قدرت کو کام میں لگاتا ہے اور خواہش علم کی تابع نہیں ہے۔ کیونکہ آدمی بہت سی چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے لیکن ان کو نہیں چاہتا کیونکہ بتو علم کے چاہنا دشوار ہے، مگر جس چیز کو جانتا ہی نہیں اس کو کس طرح چاہے گا۔ ان تینوں چیزوں میں سے خواہش کا نام نیت ہے، قدرت و علم کو نیت نہیں کہتے خواہش آدمی کو کسی کام پر آمادہ کرتی ہے اور کام میں لگا دیتی ہے اس کو غرض مقصد اور نیت بھی کہتے ہیں، کبھی غرض ایک ہوتی ہے اور کبھی ایک کام سے دو

اور دو سے زیادہ اعراض بھی ہوتی ہیں اگر غرض ایک ہی ہو تو اس کو نیت خالص کہتے ہیں اور اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی بیٹھتا ہے اور ایک شیر نے اس کا قصد کیا وہ اٹھ کر بھاگا اس وقت اس کی غرض اور بار بار ایک ہی ہونے سے یعنی بھاگ جانا۔ اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ ایک متمول و مالدار شخص آیا تو کوئی شخص اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور اس میں سوائے اکرام کے اور کوئی غرض نہیں ہے اور یہ غرض خالص ہے لیکن بہت سے ایسے کام ہیں کہ ان میں دو دو اعراض بھی ہوتی ہیں۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ ہر غرض جدا جدا ہوتی ہی کافی ہو۔ جیسے ایک غریب قرابت دار نے ایک درہم مانگا تو اس کو دے دیا کیونکہ وہ اپنا عزیز ہے اور درویش بھی ہے، دوسرے یہ کہ دینے والا اپنے دل ہی میں جانتا ہے کہ اگر وہ درویش نہ ہوتا تب بھی وہ اس کو دیتا اور اگر قرابت دار نہ ہوتا تب بھی دیتا تو اس وقت یہ دو اعراض ہیں اور نیت مشترک ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ سمجھتا ہے کہ اگر عزیز و قرابت دار ہوتا یا فقط درویش ہوتا تو دے دیتا لیکن جب یہ دونوں باتیں جمع ہو گئیں تو درہم دینے کا باعث ہوئیں۔ پہلے سبب کی مثال تو یہ ہے کہ دو قوی شخص باہم مل کر پتھر کو اٹھاتے ہیں۔ اگر ہر ایک اکیلا اٹھاتا تو بھی ہو سکتا تھا اور دوسری مثال یہ ہے کہ دو کمزور آدمی ایک پتھر کو مل کر اٹھاتے ہیں لیکن اکیلا اس کو کوئی بھی نہیں اٹھا سکتا۔ تیسری قسم یہ ہے کہ ایک غرض ضعیف ہے جو کام پر نہ لگائے اور دوسری غرض قوی ہے جو تنہا کام پر لگا دے۔ لیکن اس سے کام زیادہ آسان ہو جاتا ہے جیسے کوئی سات کو اکیلا نماز پڑھتا ہے لیکن جب بہت سے لوگ موجود ہوں تو نماز پڑھنا نسبتاً آسان ہو جاتے گا۔ لیکن اگر ثواب کی امید نہ ہوتی تو محض لوگوں کے دکھانے کے لیے نماز پڑھتا اور اس کی مثال یہ ہے کہ کچھ لوگ مل کر پتھر اٹھا سکتے ہیں لیکن اس کے اٹھانے میں ایک کمزور شخص نے بھی مدد کی تاکہ اور آسانی ہو جائے۔

## باب

## اخلاص

اخلاص دوستی کی بنیاد ہوتا ہے خاص کر اللہ سے دوستی کے لیے اخلاص لازم ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کا مخلص بندہ نہ بنے گا وہ اس سے قربت اور دوستی کا تعلق قائم نہیں کر سکتا۔ اس لیے اللہ سے دوستی کے طلبگار کو ہر عمل اخلاص سے کرنا چاہیے کیونکہ اعمال میں جتنا زیادہ اخلاص ہوگا اتنا ہی عمل بارگاہ رب العزت میں فوری قبول ہوتا ہے۔ اخلاص کے بغیر اعمال کے لیے محنت کرتا دکھ برداشت کرتا کچھ فائدہ نہیں دیتا لہذا عبادت کرتے ہوئے صرف یہ نیت رکھی جائے کہ میں جو کر رہا ہوں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے اور اس میں لوگوں کی خوشنودی کو ملنے نہ دے اور نہ ہی اپنی کسی خواہش کو ملائے، ایسا اخلاص صحیح ہوگا۔

اخلاص کا مطلب خالص ہونا ہے یعنی اخلاص کا اطلاق ہر اس نیک عمل اور قول پر ہوتا ہے جس کا مقصد رضائے الہی ہو۔ لہذا اعمال کو ریا، نمود، اعراض شہرت، معاوضہ، اور فائدے کے حصول سے پاکیزہ رکھنا اخلاص کہلاتا ہے۔ اس لحاظ سے اخلاص اسلامی عبادت اور اطاعت کی بنیاد ہے کیونکہ اس کے بغیر ایمان اور عمل کا وہ اجر نہیں ملتا جو حقیقی معنوں میں ملنا چاہیے اس لیے یہ قلبی، مالی، جانی اور روحانی، گویا کہ ہر قسم کے نیک اعمال کے لیے زحمت ضروری ہے۔

اخلاص بہت بڑی دولت ہے کیونکہ جس نے اخلاص حاصل کر لیا اس نے نفس پر قابو پالیا اور جس نے نفس پر غلبہ پالیا گویا اس نے اللہ کو راضی کر لیا تو جس پر اللہ راضی ہو گیا تو



اس نے دنیا کی ہر چیز کو پالیا یعنی اخلاص، اللہ کی فریت حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔  
 منازلِ ولایت میں سے اخلاص بڑی کٹھن منزل ہے کیونکہ جو نہی اخلاص میں ذرہ بھر  
 کمی آجائے تو طالبِ اسی مقام پر رک جائے گا اور اس کی روحانی ترقی بند ہو جائے گی۔ عموماً  
 دیکھا جاتا ہے کہ بڑے بڑے زائد اور عابد اخلاص کے مقام پر ذرا سی نمود و نمائش سے گر جاتے  
 ہیں۔ اور پھر زندگی بھر منزلِ سیدھی نہیں ہوتی۔ اخلاص اسی وقت ہی قائم رہتا ہے جبکہ دل  
 میں صرف یہی بات ہو کہ جو عمل کرنے لگا ہوں اس کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے  
 لوگ خواہ کچھ کہیں مگر اخلاص کا دامن نہ چھوڑے۔

شیطان اخلاص کا بہت بڑا دشمن ہے اس لیے اس کی ہر ممکن کوشش یہی ہوتی  
 ہے کہ بندوں میں اخلاص پیدا ہی نہ ہو اگر کسی میں اخلاص پیدا ہو جائے تو پھر وہ اس مخلص  
 کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ تو بڑا مخلص ہے یونہی بندے کے دل میں اپنے اخلاص کے  
 بارے میں یہ خیال پیدا ہو جائے تو بندہ اخلاص کھو بیٹھے گا لہذا شیطان کے اس حملے سے  
 ہمیشہ یا خیر رہنا چاہیے تاکہ ایک مرتبہ حیا اعمال میں خلوص پیدا ہو جائے تو ہمیشہ قائم رہے۔  
 بعض ابتدائی مریدوں اور طالبوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ کثرتِ ذکر کی بنا پر جب کشف  
 کھلتا ہے اور بندے پر اسرارِ الہی ظاہر ہونے لگتے ہیں تو خام صوفیا اعضاءِ ضبط نہیں کرتے  
 اور لوگوں میں اسرارِ الہی کا ذکر کرنے لگتے ہیں تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ وہ اللہ کے ولی ہیں۔  
 اور لوگوں میں قدر و منزلت بڑھ جائے اس طرح ایسے لوگوں کا کشف اسی مقام پر رک جاتا  
 ہے ان کا ذکر اور عبادت، نمود و نمائش اور غلط سوچ کی بنا پر اللہ کی بارگاہ میں اعلیٰ درجہ  
 حاصل نہیں کر پاتی اور بندہ اسی گمان میں مبتلا رہتا ہے کہ میں کچھ ہوں۔ حتیٰ کہ موت کا بلاوا  
 آجاتا ہے اور ساری سوچیں دنیا ہی میں پڑی رہ جاتی ہیں، اللہ ایسی نمود سے ہمیشہ پناہ  
 میں رکھے۔ آمین!

اللہ کی محبت اخلاص قائم رکھنے میں بڑی مددگار اور معاون ہے چوتھے محبت کا تقاضا

یہی ہوتا ہے کہ جو کچھ کیا جائے وہ صرف محبوب حقیقی یعنی اللہ کو راضی کرنے کے لیے کیا جائے۔ اس طرح جب عمل میں یہ محبت والی سوچ شامل رہے گی تو ہر عمل میں اخلاص ہی اخلاص ہوگا۔

## ارشاداتِ الہیہ

اخلاص کی تزییح کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ رِئَیِّ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ  
اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّیْنَ ۝  
فرما دیجیے کہ بے شک مجھے حکم ہوا ہے کہ اخلاص  
سے اللہ کی صرف اسی کے لیے عبادت کروں۔

(پ ۲۳، زمر ۱)

- :-

عبادت کی اصل روح اخلاص ہے لہذا ذکر و فکر میں اخلاص ضروری ہے کیونکہ قبول عبادت کی بنیاد اخلاص ہی ہے۔ جتنا اخلاص زیادہ ہو اتنی جلدی عبادت کو شرف قبولیت حاصل ہوتا ہے اس لحاظ سے اخلاص بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اسی حکم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ایک اور مقام پر یوں بیان فرمایا ہے:

فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّیْنَ  
وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝  
آپ اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکاریں، اگرچہ یہ  
کافروں کو کتنا ہی بُرا کیوں نہ لگے (پ ۲۴، مومن ۱۴)

مسلمانوں کا خلوص دل سے اللہ کو پکارنا غیر مسلموں کو اچھا نہیں لگتا کیونکہ شیطان غیروں کے دلوں میں حسد اور انتقام کا جذبہ ابھاردیتا ہے اس لیے احتیاطاً مسلمانوں کو خبردار رہنا چاہیے کہ اخلاص کے سلسلے میں دوسرے خواہ کتنی مخالفت کریں اسے کسی قیمت پر ترک نہ کیا جائے بلکہ اپنی ہر عبادت اور عمل میں اخلاص زیادہ سے زیادہ پیدا کرنے کی کوشش میں رہنا چاہیے۔ اسی سلسلے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے عبادت کو خالص رضائے الہی کے لیے کرنے کی یوں ترغیب دی ہے:

هُوَ الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ  
وہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

تم خالص اس کی عبادت کرتے ہوئے اسے ہی پکارو  
تمام حمد اللہ ہی کی ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے

(پ ۲۲، مومن ۶۵)

اللہ ازل سے ہے ایتک رہے گا وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ رہے گا اس کا کوئی  
وصف کسی دوسرے میں نہیں لہذا تقاضا ہے توحید یہی ہے کہ اسے ہر حال میں معبود برحق تسلیم  
کرتے ہوئے صرف اسی کی عبادت کی جائے اور عبادت بھی ایسی ہو کہ جس میں اخلاص ہی اخلاص  
ہو یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کی بندگی اخلاص کے ساتھ کریں۔  
کیونکہ خالص دین اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ

بے شک ہم نے اس کتاب کو تمہاری طرف حق  
کے ساتھ نازل کیا ہے پس اللہ کی عبادت کرو  
اسی کے لیے عبادت میں اخلاص پیدا کرو۔

(پ ۲۳، زمر ۲)

بتایا گیا ہے کہ یہ قرآن عظیم بیشک اسی کا نازل کیا ہوا ہے اور اسی کا کلام ہے جس کے  
حق ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں لہذا لوگوں کو چاہیے کہ اسی کی عبادت کریں کیونکہ  
اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت زیبا نہیں اور پھر عبادت میں اخلاص پیدا کیا جائے، کیونکہ  
اسی آیت کے آگے مزید فرمایا گیا ہے کہ:

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ  
أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُواَنَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ إِنَّ

خیر وار اللہ ہی کے لیے خالص عبادت کرنا درست ہے،  
اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو دوست  
بناد رکھا ہے ہم ان کی پوجا صرف اس لیے کرتے ہیں  
تاکہ اللہ کا قرب حاصل ہو جائے۔ یہ لوگ جس بارے

اللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ  
فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا  
يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفّٰرٌ  
میں اختلاف کرتے ہیں ان کا سچا فیصلہ اللہ کریگا  
بے شک اللہ کا ذبوں اور ناشکروں کو ہدایت  
نہیں دیتا (پ ۲۳، نمر ۳)  
دین کا اخلاص توحید الہی میں ہے لہذا اس کے علاوہ کسی اور کو خدا ماننے سے سختی  
سے منع کیا گیا ہے۔

قُلِ اللّٰهُ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لِّهُ  
دِيْنِيْ ۗ لَا اَعْبُدُ وَا مَا سِئْتُوْ  
مِنْ دُوْنِهٖ ۗ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ  
الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ وَ  
اٰهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اَلَا ذٰلِكَ  
هُوَ الْخُسْرٰنُ الْمُبِيْنُ  
فرمائیے کہ میں اپنے دین میں اخلاص کے ساتھ اسی  
کی عبادت کرتا ہوں تم اس کے سوا جس کی چاہتے  
ہو عبادت کرتے رہو کہہ دو کہ نقصان اٹھانے  
والے وہی لوگ ہیں جو قیامت کے دن اپنے آپ  
کو اور اپنے گھروالوں کو نقصان میں ڈالیں گے  
یا درکھو کہ یہی کھلم کھلا نقصان ہے۔ (پ ۲۳،  
نمر ۱۴، ۱۵)

اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ دین میں اخلاص بہت ضروری ہے کیونکہ خالص اللہ کی عبادت  
اسی صورت میں ہو سکتی ہے جبکہ انسان مکمل طور پر دین اسلام میں اللہ کے لیے شامل ہو جو  
لوگ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت نہیں کرتے وہ خسارے میں رہیں گے خاص کر حیب  
قیامت کے روز انہیں اخلاص نہ رکھنے کی وجہ سے سزا کا حکم ہوگا تو انہیں بہت افسوس ہوگا  
اور انہیں اس وقت صحیح پتہ چل جائے گا کہ اخلاص سے عبادت نہ کرنے کا کتنا نقصان ہوا،  
اور ان کا یہ نقصان ایسا ہوگا کہ وہ اس کی تلافی نہیں کر سکیں گے اس لیے روز قیامت  
اس بڑے نقصان سے بچنے کے لیے ہر ایک کو اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنی چاہیے  
ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے،

وَاقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ  
اور ہر نماز کے وقت سیدھا قبلے کی طرف رخ



مَسْجِدٍ وَّادْعُوهُ مُخْلِصِينَ  
لَهُ الدِّيْنَ ۝  
اور اسے پکارو۔ (پ ۸، اعراف ۲۹)

نماز میں اخلاص اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نماز میں اخلاص اس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ اپنی توجہ کو ہر طرف سے ہٹا کر اللہ کی طرف لگایا جائے گا اور ایسی عبادت خالصتہ اللہ کے لیے ہوگی اس لیے جب بھی اللہ کی عبادت کی جائے تو اس میں رضائے الہی کو مدنظر رکھا جائے تاکہ عبادت کی روح یعنی اخلاص قائم رہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ يَتَّخِذِ اللّٰهَ لُحُومَهَا وَا  
دِمَآءُهَا دَلِيْلًا لِّتَقْوٰى  
مِنْكُمْ ۝  
خدا تک نہ تو ان کے گوشت ہی پہنچتے ہیں اور  
نہ ان کے خون۔ بلکہ اس تک تمھاری پرہیزگاری  
پہنچتی ہے۔ (پ ۱۷، حج ۳۷)

قربانی میں اخلاص نیت کا بڑا دخل ہے جو شخص اللہ کے لیے قربانی کرتا ہے تو وہ بارگاہ رب العزت میں قبول ہوتی ہے حالانکہ قربانی کے جانور کا گوشت خود انسان ہی کھا لیتے ہیں مگر قربانی کرنے میں جو خلوص انسان کے دل میں ہوتا ہے اللہ اس کی بنا پر اپنی بارگاہ میں جانور کی قربانی دینے والے کی قربانی قبول فرمالتا ہے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا نَطْعِمُكُمْ لَوَجْهِ اللّٰهِ  
لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّوَلَا  
شُكُوْرًا ۝  
ہم تمھیں خالص خدا کے لیے کھلاتے ہیں ہمیں تم  
سے کچھ بدلہ درکار نہیں اور نہ شکرگزاری کے  
خواستگار ہیں۔ (پ ۲۹، دھر ۹)

اللہ والوں کے اخلاص کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ اللہ کے خاص بندوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اللہ کے لیے حاجتمندوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور اپنی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی محبت میں مستحق لوگوں پر خرچ کرتے ہیں اور اس سبکی کا بدلہ دنیا میں طلب

تہیں کرتے یعنی جو کرتے ہیں اللہ کو راضی کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ اسی بات کو ایک اور مقام و انداز میں یوں بیان کیا گیا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَ  
مَعْيَايَ مَمْنَعِي بِاللّٰهِ رَبِّ  
الْعٰلَمِيْنَ ۙ  
کہہ دے کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا  
جیتا اور میرا مناسبت اللہ ہی کے لیے ہے جو  
سارے جہان کا پروردگار ہے (انعام: ۱۶۳)

اللہ پاک نے حکم دیا ہے کہ اے نبی! کہہ دو کہ میری نماز، میری ساری عبادت، میرا  
جیتا اور مناسبت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے لہذا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اخلاص کے  
ساتھ نیت و عزم کا حکم دیا ہے جو کام کہ صرف اللہ ہی کے لیے کرو، یہی اخلاص نیت  
ہے لہذا اسی کی عبادت کرو اور عبادت میں کوئی غرض نہ رکھو، سوائے اس کے کہ اللہ راضی  
ہو جائے۔

ان تمام آیات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ عقائد و اعمال کی درستی کے لیے اخلاص بڑی  
اہم بنیاد ہے لہذا دین اسلام میں اسے ہر حال میں اپنانا لازمی ہے۔

## فضیلتِ اخلاص

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں اخلاص پر بہت زور دیا گیا ہے۔ تاکہ  
مسلمانوں کے دلوں میں سرگام کرتے وقت اخلاص بیدار رہے۔ احادیثِ اخلاص حسبِ ذیل ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو  
**اخلاص کیا ہے؟**

نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ (مسلم)

علقمہ بن وقاص فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے لوگوں کو خطبہ دیا اور  
فرمایا کہ میں نے حضور کو فرماتے سنا ہے کہ اعمال کا دار و مدار

تینوں پہ ہے۔ آدمی جیسی تیت کرے گا ویسا ہی اسے اجر ملے گا۔ تو جس کی اللہ اور اس کے رسول کی جانب ہجرت ہوگی تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کا اجر ملے گا اور جس کی ہجرت دنیا یا کسی عورت کی غرض سے ہوگی تو اس کی ہجرت کا اجر بھی ویسا ہی ملے گا۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابو کبشہ الاماری کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

## امت کی مثال

نے ارشاد فرمایا کہ اس امت کی مثال ان چار آدمیوں کی طرح ہے جن میں سے ایک کو اللہ نے مال اور علم عطا ہو کیا ہو تو وہ اپنے علم پر عمل کرتا ہو اور اپنے مال کو حق کے مطابق خرچ کرتا ہو۔ دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے علم دیا ہو اور مال نہ دیا ہو اور وہ یہ کہتا ہو کہ اگر میرے پاس بھی اسی طرح مال ہوتا تو میں بھی اسے اسی طرح خرچ کرتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دونوں تو اب میں برابر ہیں۔ تیسرا آدمی وہ ہے جسے اللہ نے مال تو دیا ہو لیکن علم نہ دیا ہو اور وہ اسے ناحق خرچ کرتا ہو اور چوتھا وہ آدمی ہے جسے اللہ نے نہ علم دیا نہ مال، اور وہ یہ کہتا ہو کہ اگر میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں بھی اسی طرح (عیاشی) میں خرچ کرتا تو یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگ اپنی اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ یقین کامل اور اخلاص کے ساتھ اسلام قبول کرتا

## اخلاص کا ثمرہ

ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے اور گلے گناہ معاف فرمادیتا ہے اور اس کے اعمال خیر کا ایک سے سات سو گننے تک بلکہ اس سے دو گنا اجر عطا فرماتا ہے لیکن اس کا گناہ صرف

ایک ہی لکھا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس سے بڑی درگزر فرماتا ہے۔ (بخاری)  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس  
 امت کی ان کے ضعیفوں کی دعاؤں اور ان کی نمازوں اور

## اخلاص کی برکت

ان کے اخلاص کی برکت سے مدد فرماتا ہے۔ (نسائی)  
 ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اخلاص والوں کے  
 لیے خوشخبری اور مبارک ہو جو بدایت کے چراغ ہیں ان کے ذریعہ تمام سیاہ فتنے دور ہو  
 جاتے ہیں۔ (بیہقی)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی شجاعت دکھانے، دوسرا

## جہاد میں اخلاص

قومی غیرت اور تیسرا ریاکاری کی غرض سے لڑتا ہے ان میں سے کون اللہ تعالیٰ کی راہ میں  
 جہاد کر رہا ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صرف اس غرض سے لڑے کہ اللہ  
 تعالیٰ کا کلمہ ہی بلند ہو وہ اللہ کے ملنے میں مجاہد ہے۔ (بخاری)

جہاد میں جان دے دینا بڑی بات ہے مگر جہاد میں اللہ کی خوشنودی کو مد نظر رکھنا  
 جہاد کی اصل روح ہے۔ اگر جہاد کرتے ہوئے دوسروں کو اپنی طاقت اور بہادری دکھانا مقصود  
 ہو، یا ریاکاری ہو یا عزت نفس کی بڑائی دکھانا مقصود ہو تو پھر اللہ کی راہ میں جان دینے  
 کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔ اسی بات کی وضاحت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث میں  
 یوں کی گئی ہے:-

سکرار و عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو حساب کے لیے  
 لایا جائے گا اس سے پوچھا جائے گا کہ تُو نے کونسی عبادت کی؟ وہ شخص عرض کرے گا کہ میں  
 نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، میں نے اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کر دی، میدانِ جگ میں کفّٰ  
 کے ہاتھوں شہید ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تُو نے جھوٹا یولا، یہ سب تُو نے اس لیے کیا تھا کہ



لوگ تجھے بہادر کہیں، لوگوں نے تجھے بہادر کہہ دیا۔ پھر حکم ہوگا کہ اسے جہنم میں ڈال دو۔ پھر ایک اور شخص کو حساب کے لیے پیش کیا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے کونسی عبادت کی؟ وہ عرض کرے گا یا اللہ! میں نے تیری راہ میں اپنا مال خرچ کیا تھا۔ میں زکوٰۃ دیتا رہا، صدقہ و خیرات کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا، تو نے جھوٹ کہا، تو نے مال اس لیے خرچ کیا تھا کہ لوگ تجھے سخی کہیں اور تیری تعریف کریں، تو لوگوں نے تجھے سخی کہا اور تعریف بھی کی، پھر حکم ہوگا کہ اسے بھی جہنم میں ڈال دو۔ تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر ایک تیسرے شخص کو حساب کے لیے پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ تو نے دنیا میں کونسی نیکی کی؟ وہ عرض کرے گا یا اللہ! میں نے قرآن کا علم حاصل کیا اور بہت تکالیف برداشت کیں، لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا، تو جھوٹ کہتا ہے، تو نے علم اس لیے سیکھا کہ لوگ تجھے عالم کہیں اور تیری تعریف کریں۔ پس لوگوں نے تجھے عالم کہا اور تیری تعریف کر دی، پھر حکم ہوگا، کہ اسے جہنم میں ڈال دو۔

## نیت کا ثواب

حضرت محسن بن یزید بن احنس رضی اللہ عنہ، وہ خود، ان کے والد اور دادا تینوں صحابی ہیں، فرماتے ہیں کہ میرے والد یزید نے کچھ دینار

صدقہ کرنے کے لیے نکالے اور مسجد میں ایک آدمی کے پاس رکھ آئے۔ میں آیا اور انھیں اٹھا کر اپنے والد کے پاس لے آیا۔ انھوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے تیرا ارادہ نہیں کیا تھا۔ پھر ہم اپنا جھگڑا لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے یزید! تجھے تیری نیت کا ثواب ہوگا اور اے محسن! جو تو نے لیا وہ تیرا ہے۔  
(بخاری شریف)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس طرح کی نیت کی جائے اس کا اجر اللہ تعالیٰ عطا کرے گا۔ بشرطیکہ نیت میں اخلاص ہو۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک جنگ میں محاصرہ

طول پکڑتا جا رہا تھا اسلامی لشکر کے سپہ سالار مسلمہ بن عبد الملک کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا  
 کہ آخر قلعہ پر قبضہ کس طرح کیا جائے۔ موسم بھی ناموافق تھا اور اندھ لشیہ تھا کہ اگر محاصرہ اور  
 زیادہ طویل ہو گیا تو اسلامی لشکر پریشانی میں مبتلا ہو جائے گا۔ اتفاق سے ایک دن قلعہ  
 کی دیوار کا جائزہ لیتے لیتے مسلمہ کی نگاہ قلعہ کی دیوار کے ایک شکاف پر پڑی۔ بجلی  
 کی طرح تیزی سے ایک ترکیب مسلمہ کے ذہن میں آئی۔ اگر کوئی سپاہی اس شکاف کے  
 راستے قلعہ میں داخل ہو کر دروازہ کھول دے تو لشکر باسانی قلعہ پر قبضہ کر سکتا ہے۔  
 سپہ سالار نے کئی سپاہیوں سے کہا کہ تم اس دروازے کے راستے قلعہ میں داخل ہو جاؤ۔  
 انہوں نے انتھک کوشش بھی کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ علامہ ابن قتیبہ نے عیون الاخبار  
 میں لکھا ہے کہ ایک چھری بے بدن کا غیر معروف سپاہی آیا اور قلعہ میں گھس گیا۔ رات کا  
 وقت تھا۔ پہریدار محو خواب تھے سپاہی نے دروازہ کھول دیا اور نعرہ بکیر بلند کیا۔ لشکر  
 پر وگرام کے مطابق دروازے پر تیار ہی کھڑا تھا، فوراً قلعہ میں داخل ہو گیا اور قبضہ کر لیا۔  
 سپہ سالار سپاہی کی اس کارگزاری پر بیدار ہو گیا اور وہ اس سپاہی کو پہچانتا تھا  
 نہ اس کے نام سے واقف تھا۔ اس نے اس سپاہی کو انعام و اکرام سے نوازنے کا ارادہ کیا تھا  
 مگر سپاہی اپنا کام مکمل کرنے کے بعد خاموش تھا۔ مسلمہ بن عبد الملک کے حکم سے جب لشکر میں  
 بار بار اعلان ہو چکا کہ جو سپاہی قلعہ کی دیوار کے راستے داخل ہوا تھا وہ سپہ سالار مسلمہ بن  
 عبد الملک سے ملاقات کرے تو ایک شخص سپہ سالار کے خیمہ کے دروازے پر آیا اور دربان سے  
 کہا کہ میں سپہ سالار سے ملنا چاہتا ہوں۔ دربان نے اس غیر معروف سپاہی کو سپہ سالار کے  
 سامنے پیش کر دیا۔ سپاہی نے مسلمہ سے کہا کہ اگر آپ تین باتوں کا وعدہ کریں تو میں آپ کو تین  
 دوں گا کہ قلعہ میں داخل ہونے والا شخص کون تھا۔ ایک تو یہ کہ آپ اس سپاہی کے نام سے  
 خلیفہ کو آگاہ نہیں کریں گے۔ دوسرے یہ کہ آپ اسے کوئی انعام نہ دیں گے اور تیسرے یہ کہ  
 آپ یہ دریافت نہیں کریں گے کہ وہ کس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔ سپہ سالار نے جب

وعدہ کر لیا تو سپاہی نے کہا کہ وہ میں ہوں۔ میں اپنی اس خدمت کا اجر آخرت میں لینا چاہتا ہوں۔ اس واقعہ کے بعد سپہ سالار مسلمہ کی عادت ہو گئی کہ ہر نماز کے بعد دعا کرتے کہ اللہ! مرنے کے بعد میرا لشکر و لشرا اس سپاہی کے ساتھ کرنا۔ یہ اس لیے کہ جس کا عمل ہو بے عرض اس کی جزا کچھ اور ہے۔

## اخلاص کی بنیاد ارادہ اور عمل ہے

حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ

کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھ دیں پھر اچھیں بیان کیا پس جو آدمی نیکی کا ارادہ کرے لیکن اس پر عمل پیرا نہ ہو، اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ایک پوری نیکی کا ثواب لکھتا ہے اور اگر ارادے کے ساتھ عمل بھی کرے تو دس سے سات سو گنا بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ نیکیوں کا ثواب لکھا جاتا ہے اور اگر برائی کا ارادہ کرے لیکن عملی جامہ نہ پہنائے تو اللہ تعالیٰ اپنے ہاں اس کے لیے ایک کامل نیکی کا ثواب لکھتا ہے اور اگر ارادہ کے بعد عمل بھی کرے تو اللہ تعالیٰ صرف ایک برائی تخریر فرماتا ہے۔ (بخاری)

اس حدیث میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ جب کوئی شخص نیک عمل کا ارادہ کر لیتا ہے مگر بعد میں وہ عمل اس سے پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ پاتا تو اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اسے ثواب عطا کر دیتا ہے کیونکہ اس نے نیکی کا ارادہ کر لیا تھا یعنی اخلاص نیت کی بنا پر اسے ثواب مل گیا اس کے برعکس گناہ کی سزا اس وقت تک نہیں دی جائے گی جب تک کہ گناہ سرزد نہ ہو جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی رعایت اور احسان ہے کہ اللہ ہر ممکن طریقہ سے چاہتا ہے کہ اس کی مخلوق نیکیوں کی طرف مائل رہے۔

## ایمان کے لیے اخلاص کی ضرورت

ایمان کے لیے اخلاص بہت ضروری ہے کیونکہ اخلاص ہی سے ایمان میں پختگی

پیدا ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ ایک صحابی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے

رسول! ایمان کیا ہے؛ تو آپ نے فرمایا اخلاص۔ (دبیہتی)

اللہ کارا صحتی ہوتا | ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دنیا سے اس حال میں رخصت ہو کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کے لیے اخلاص والا ہو اور نماز پڑھتا ہو اور زکوٰۃ دیتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے (ابن ماجہ)

دین میں اخلاص رکھو | ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یمن کا گورنر بنا کر بھیجے لگے تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا اپنے دین میں اخلاص رکھو، تصور اکام بھی تم کو کافی ہوگا۔ (ترغیب)

دین اخلاص ہی کا نام ہے | ایک حدیث میں آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ سن لو دین تو اخلاص ہی کا نام ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کس کے ساتھ کس کے لیے؛ ارشاد ہوا کہ اللہ کے ساتھ اس کے رسول کے ساتھ اور تمام مسلمانوں کے ساتھ۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ اللہ کے ساتھ اخلاص تمہارے ہے کہ خود بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان یقین رکھے اور لوگوں کو اس کی دعوت دے اور دل میں یہ تمنا رکھے کہ تمام لوگ ایماندار ہو جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخلاص کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی آپ لائے ہیں سب میں آپ کی تصدیق کرے۔ آپ کی سنت پر عمل پیرا ہو اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کی طرف دعوت دے۔ کتاب کے ساتھ اخلاص یہ ہے کہ اس کی تلاوت کرے اس پر عمل کرے اور دل میں یہ جذبہ ہو کہ سب لوگ اس کے پڑھنے والے اور اس کے احکام پر چلنے والے بن جائیں۔ مسلمان حکام کے ساتھ اخلاص یہ ہے کہ وہ جو حکم دیں، ان کی اطاعت کریں، جہاں سے روکیں رک جائیں۔ ان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر



کرتے رہیں، تلوار لے کر ان کے خلاف بغاوت نہ کریں۔ عام مسلمانوں کے ساتھ اخلاص یہ ہے کہ ان کے لیے وہی پسند ہو جو اپنے لیے پسند ہے۔ اور جو اپنے لیے ناپسند ہے ان کے لیے بھی وہ پسند نہ ہو اور دل میں یہ تڑپ ہو کہ سب مسلمان باہم بھائیوں کی طرح محبت سے رہیں۔ (تبیئہ الغافلین)

حضرت تمیم داریؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ

## جنت میں لے جانے والی چیزیں

جو شخص قیامت کے دن پانچ چیزوں کے ساتھ حاضر ہوگا اس کے لیے جنت میں بہانے سے کوئی چیز رکاوٹ نہ بنے گی۔ اخلاص اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور اس کی کتاب کے ساتھ، مسلم امراء اور حکام کے ساتھ اور عامۃ الناس کے ساتھ۔ (تبیئہ الغافلین)

حضرت ابو ادریس خولانیؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ ہر حق کی ایک حقیقت

## اخلاص کی حقیقت

ہے بندہ اخلاص کی حقیقت کو اس وقت تک نہیں پہنچتا، جیت تک خاص اللہ تعالیٰ کے لیے کیے ہوئے عمل پر اپنی تعریف کو ناپسند نہ کرنے لگے۔ (یعنی تعریف کو پسند نہ کرے)

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اخلاص یہ ہے کہ اعمال کا عوض نہ چاہے۔ دنیا کو آخرت کے لیے اور آخرت کو

## اخلاص کیا ہے

اللہ تعالیٰ کے لیے چھوڑ دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے

## اخلاص کی برکت کا ایک واقعہ

زمانے کے تین آدمی جا رہے تھے رات کا وقت ہوا ادھر بارش ہونے لگی تو ان تینوں نے بارش سے بچنے کے لیے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ اختیار کی۔ اتفاقاً اوپر سے پتھر کی ایک چٹان گری جس سے غار کا منہ بند ہو گیا

توان لوگوں نے کہا کہ اس بڑی چٹان سے نجات پانے اور بچنے کا سوائے اس کے کوئی ذریعہ نہیں تم اپنے نیک اور خالص اعمال کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو ان میں سے ایک نے کہا خدا یا! میرا گزارہ صرف بکریوں پر تھا، بکریاں چراتا تھا اور ان ہی کے دودھ سے تمام گھر والوں کی پرورش کرتا تھا۔ چونکہ میرے ماں باپ بہت بوڑھے ہو چکے تھے اس لیے میں ان سے پہلے کسی گھر والے کو دودھ نہیں پلاتا تھا بلکہ پہلے ان کو پلاتا پھر بال بچوں کو پلاتا۔ اتفاق سے ایک روز مجھے درختوں کے پتے لینے کے لیے دور جانا پڑا اور میں اتنی دیر میں واپس آیا کہ والدین سو چکے تھے۔ میں نے حسب دستور دودھ دونا اور والدین کے حصے کا دودھ ان کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے حاضر ہوا تو وہ دونوں چونکہ سو گئے تھے اوسادب کی وجہ سے جگانا بھی مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دودھ کا کٹورا لیے میں ان کے سر ہانے کھڑا ہو گیا کہ جب ان کی آنکھ خود بخود کھلے گی تو دودھ پیش خدمت کروں گا۔ اس انتظار میں صبح ہو گئی اور میرے بچے بھوک کی وجہ سے بلبل رہے تھے مگر ان کی میں نے کچھ پروا نہ کی۔ جب یہ صبح کو بیدار ہوئے تو دودھ پیا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری خوشنودی اور تیری مرضی کے لیے کیا ہو تو اس چٹان کو مٹا دے۔ چنانچہ اس اخلاص عمل کی وجہ سے فوراً وہ چٹان صرف اتنی ہی مٹی کہ وہ باہر نہیں نکل سکتے تھے۔

دوسرے کی باری آئی اور اس نے کہا کہ اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ مجھے اپنے چچا کی لڑکی سے محبت تھی اور میں اس سے اپنی خواہش پوری کرنا چاہتا تھا، وہ بچتی رہی اور میرے قبضے میں نہیں آئی۔ یہاں تک کہ ایک سال قحط کے زمانے میں معاشی حالت خراب ہو گئی بہت مجبور ہو کر وہ میرے پاس آئی اور قرض کی درخواست کی۔ میں نے اس کو ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیے کہ وہ اپنے آپ کو میرے حوالہ کرے۔ اور میری مراد پوری کرے۔ وہ اس کام پر رضامند ہو گئی۔ جب میں ہر طرح سے اس پر قابو پا چکا اور اس

برے کام کے لیے بالکل آمادہ ہو گیا تو اس نے کہا فلا سے ڈر جا اور باحق اس مہر کو مت  
 توڑ جو تیرے لیے حلال نہیں۔ میں اس سے ہٹ گیا۔ حالانکہ مجھے اس سے بہت محبت  
 تھی اور ان اشرفیوں کو بھی بلا معاوضہ چھوڑ دیا۔ الہی! اگر میں نے یہ کام محض تیری رضا مندی  
 کے لیے کیا ہو تو اس چٹان کو ہم سے ہٹا دے جس میں ہم گھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ چٹان  
 کچھ اور ہٹ گئی لیکن ٹکٹے کے قابل راستہ نہ ہو سکا۔

تیسرے کی باری آئی تو اس نے کہا اے اللہ! میں نے ایک مرتبہ مزدوروں سے کچھ  
 کام لیا۔ سوائے ایک کے سب کی مزدوری دے دی اور وہ اپنی مزدوری تھوڑے کر چلا گیا۔ میں  
 نے اس کی مزدوری کو نہ رعایت پر لگا دیا اور اس سے بہت ترقی ہو گئی۔ ایک زمانہ کے بعد  
 وہ مزدور آیا اور اپنی مزدوری طلب کی۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ سب کچھ ادبٹ، بیل  
 گائے، بکریاں اور غلام وغیرہ سب تیرے ہیں۔ سب لے جا۔ اس نے کہا اے اللہ کے بندے  
 مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کرتا۔ جب اس کو یقین آ گیا تب وہ سب کچھ  
 لے کر چلا گیا اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا مندی کے لیے کیا ہو تو اس چٹان کو ہٹا  
 دے تاکہ ہم باہر نکل سکیں۔ چنانچہ وہ چٹان اور ہٹ گئی اور سب باہر نکل آئے۔  
 (بخاری شریف)

ایک اور روایت میں ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے فرمایا کہ ایک دوست اپنے دوست کی ملاقات

## اخلاص کا اجر حجت ہے

کے لیے دوسرے گاؤں کو روانہ ہوا۔ راستے میں اسے ایک فرشتہ ملا۔ فرشتے نے پوچھا  
 کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ وہ شخص بولا فلاں بھائی کی ملاقات کے لیے جا رہا ہوں۔ فرشتے  
 نے پوچھا، کیا تجھے اس سے کوئی حاجت ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرشتہ بولا کیا تیری اس  
 سے کوئی قرابت (رشتہ داری) ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرشتے نے دریافت کیا کہ پھر تیرے  
 اس کے پاس جانے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے اس کے ساتھ محض اللہ کی خاطر محبت ہے،

اکہ وہ اللہ کا تیک بندہ ہے) اور میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جا رہا ہوں۔  
 فرشتے نے اسے بشارت دی کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ میں  
 تجھے خوشخبری سناؤں کہ اللہ نے تجھے اپنا دوست بنا لیا ہے اور تجھ پر جنت واجب کر دی  
 ہے۔ (مسلم شریف)

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ  
**حضرت ابو بکر صدیقؓ کا واقعہ اخلاص**  
 نے اپنی بیٹی عائشہؓ سے پوچھا کہ کوئی کام ایسا تو نہیں جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے  
 ہوں اور میں نہ کرتا ہوں؟ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آٹھویں دن بیٹھا  
 حلوہ بنا کر اس طرف جایا کرتے تھے۔ آپ نے کہا اچھا حلوہ بناؤ۔ میں بھی جاؤں گا۔ عرض اس  
 طرف تشریف لے گئے تو غار میں ایک آدمی کو دیکھا جو کہ نہایت ضعیف ہے اور آنکھوں سے  
 معذور ہے اور بدن پر کوڑھ ہے۔ جب کوڑھی نے پاؤں کی آبیٹ سنی فوراً منہ پھیلا دیا  
 یہ دیکھ کر خلیفہ اول کا گمان درجہ یقین کو پہنچا۔ اسی وقت انگلی سے تھوڑا سا حلوہ نکال کر  
 کوڑھی کے منہ میں رکھ دیا۔ حلوہ پاتے ہی وہ ایک مرتبہ سر سے پاؤں تک کاتب گیا پھر  
 منہ بنا کر مشکل سے کرخت آواز میں بولا کیا محمدؐ وصال پا گئے؟ حضرت صدیق اکبرؓ نے سکوت  
 کے بعد جواب دیا کہ ہاں اس شفیق امت نے وفات پائی۔ کوڑھی نے پوچھا تم کون ہو؟ خلیفہ  
 نے کہا میرا نام ابو بکرؓ (صدیق) ہے۔ مجھ کو مسلمانوں نے اپنا امام اور خلیفہ رسول بنا لیا ہے اور  
 اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے کوڑھی سے پوچھا کہ میں سمجھتا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 آپ کے لیے حلوہ لاتے تھے اور اسی تقییداً رسول کی بنا پر میں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اب متحیر  
 ہوں کہ میرا خیال غلط تو نہ تھا؟ کوڑھی نے کہا تمہارا خیال بہت صحیح ہے لیکن واقعیت نہ  
 ہونے کی وجہ سے کھلانے میں غلطی ہے وہ طریقیہ تم نے نہیں برتا ہاں اے محمدؐ کے جانشینؓ  
 میں جب منہ پھیلاتا تھا تو تمہارا نبیؐ اپنی زبان پر رکھ کر میرے منہ میں گرا دیتا تھا اور جسم سے



جسم نہیں ملتا تھا۔ تم نے جو انگلی سے چٹایا اور انگلی کے لگ جانے سے مجھ کو جو اذیت ہوئی تو میں سمجھ گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا سے اٹھالیا ہے۔ میں مسلمان نہیں تھا اور نہ مجھ کو محمدؐ کی نبوت پر کچھ ایسا یقین تھا لیکن آج یہ دیکھ کر کہ اس کے جانشین اور اصحابؓ کس استقلال اور خلوص کے ساتھ اپنے رسول کے قدم بہ قدم چلتے ہیں اور شریعتِ محمدیہ کی اشاعت میں لہبیت کے ساتھ سرگرم ہیں، ان کی نبوت کا پورا یقین آگیا۔ جس کے ساتھی اچھے ہوں وہ ضرور اچھے ہیں۔ وہ ضرور پیغمبر تھا۔ یہ کہہ کر کوڑھی نے باوازہ بلند کلمہ طیبہ پڑھا اور حضرت صدیقؓ کے اخلاص عمل کی بنا پر ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔

خواجہ شمس العارفین نے فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ رزح کو جا رہے تھے۔

### اخلاص کا صلہ

اتفاقاً تو شہ بدارا وسط پیچھے رہ گیا اور بھوک نے غلبہ کر لیا۔ آپ کسی اجنبی کے گھر چلے گئے۔ دیکھا کہ دروازے پر ایک عورت بیٹھی ہے۔ امام پاکؓ نے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ پانی ہوگا۔ اس نے کہا ہاں پانی ہے۔ آپ سواریوں سے اتریں اور آرام کریں۔ پس تینوں شہزادے اتر پڑے اور پانی پی کر آرام کرنے لگے۔ اس عورت کے پاس ایک بکری تھی، اس نے دودھ دہ کر اپنے مخمرم مہانوں کو پیش کیا اور پھر ان کی ضیافت کے لیے اسی بکری کو ذبح کر ڈال دیا۔ تینوں شہزادوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا اور حیب اخصی حقیقتِ حال کا علم ہوا تو انہوں نے خوش ہو کر فرمایا اے صاحبہ! اگر تم کبھی مدینہ منورہ میں آؤ تو ہمارے ہاں جہاں ٹھہرنا ہم تمہاری اس خدمت کا سہی ادا کریں گے۔ ہم دونوں حضرت علیؓ کے بیٹے ہیں اور یہ عبداللہ بن جعفر ہے۔ جب اس عورت کا شوہر آیا تو اس نے پوچھا کہ بکری کہاں ہے؟ عورت نے تمام حال بیان کیا وہ آدمی غضبناک ہوا اور کہنے لگا کہ ہماری روزی اسی کے دودھ پر تھی۔ اب ہم اس ویرانے میں کیا کریں گے؟ عورت نے کہا کہ خدارزاق ہے۔ وہ ہر چیز کا بدلہ ادا کر دیتا ہے۔ کچھ مدت کے بعد وہ میاں بیوی دونوں اتفاقاً مدینہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ حضرت امام حسنؓ

نے اس عورت کو پہچان لیا اور فرمایا اے مہربان ماں! مجھے پہچانتی ہو؟ اس نے کہا میں تو یہاں  
 مسافر ہوں کسی کو نہیں پہچانتی۔ امام موصوف نے فرمایا میں وہی ہوں کہ میرے ساتھ دو بھائی  
 اور بھی تھے اور ہم تمہارے مکان پر گئے تھے اور تم نے بڑی مہربانی سے ہماری مہمانی کے لیے  
 بکری ذبح کر ڈالی تھی۔ اب ہم تیرا حق ادا کریں گے پس آپ ان دونوں کو اپنے گھر لے گئے اور ان  
 کی مہمانی میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی پھر ایک ہزار بکری اور ایک غلام لے کر انہیں حضرت امام  
 حسینؑ کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے بھی ضیافت کے بعد اتنا ہی صلہ دے کر حضرت عبداللہ  
 کی خدمت میں بھیجا انہوں نے بھی ان کے ساتھ اپنے بھائیوں کے برابر سلوک کیا۔ وہ  
 میاں بیوی تین ہزار بکریاں اور تین غلاموں کے ساتھ بڑی عزت و حرمت کے ساتھ رخصت  
 کیے گئے۔

پس اے درویش جان لے کہ یہ سخاوت ہی کا نتیجہ ہے۔ اس عورت نے خلوص نیت  
 سے ایک بکری قربان کی تھی اور خدا نے اس کے عوض تین ہزار بکریاں اسے دیں۔ غرض جو نیکی  
 خلوص نیت سے کی جائے اس کا صلہ بے شمار ہے۔ (مرآة العاشقین)

حضرت امام جعفر صادقؑ کی شان | ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادقؑ کو ایک  
 گدڑی پہنے تن تہا مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ  
 کو تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں حضرت شقیق بلخیؒ نے دیکھا تو دل میں خیال کیا کہ یہ  
 فقیر اوروں پر اپنا بار ڈالتا چاہتا ہے۔

حضرت امامؑ نے ان کے وسوسہ کے پیش نظر فرمایا کہ شقیق! گانوں سے بچو، بعض گمان  
 گناہ ہوتے ہیں۔ حضرت امامؑ نے جب کسی تعارف کے بغیر انہیں ان کا نام لے کر خطاب فرمایا  
 اور ان کے دلی وسوسہ پر تنبیہ فرمائی تو حضرت شقیق بلخیؒ کو حضرت امامؑ سے تہابیت عقیدت ہو  
 گئی اور آپ ان کے ساتھ شریک سفر ہو گئے۔

ایک دن حضرت شقیق بلخیؒ نے دیکھا کہ ایک صاحب پیش بہا لباس پہنے مسجد حرام میں

درس دے رہے ہیں، لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ کسی نے بتایا کہ یہ ابن رسول اللہ  
امام جعفر صادق ہیں۔

جب حضرت امام درس سے فارغ ہوئے تو شفیق بلخی نے آپ سے پوچھا حضرت! یہ کیا بات ہے کہ مکہ مکرمہ کو آتے ہوئے میں نے آپ کو گدڑی پہنے دیکھا تھا اور اس وقت یہ بیش بہا لباس دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے دامن مبارک اٹھا کر فرمایا، دیکھ لو، اس لباس کے نیچے وہی گدڑی موجود ہے۔ پھر فرمایا یہ قیمتی لباس لوگوں کے لیے ہے اور گدڑی اللہ کے لیے ہے۔

## اخلاص صوفیاء

**تکمیل اخلاص** | حضرت ذوالنون فرماتے ہیں کہ اخلاص صرف صدق اور اخلاص پر مداومت سے مکمل ہوتا ہے۔ اسی طرح صدق بھی اخلاص اور اس پر مداومت کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔

**شمل کی پاکیزگی** | حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ عمل کو عیب سے اس طرح پاک و صاف نکال لینا اخلاص ہے جس طرح گوبر اور خون سے دودھ کھینچ کر نکال لیا جاتا ہے۔

**اخلاص کیا ہے** | ابوالحسن یوشی کہتے ہیں کہ اخلاص وہ شے ہے جس کو نہ فرشتے نکھیں اور نہ شیطان اس کو بگاڑے اور نہ کسی انسان کو اس کی اطلاع ہو۔

**حضرت سری کا ارشاد** | حضرت سری سقطی نے کہا کہ جو شخص لوگوں کے دکھاتے کے لیے ان چیزوں سے آراستہ ہو جو اس کے اندر موجود نہیں وہ اللہ کی نظر سے گرجاتا ہے۔

**اخلاص میں اشخاص** | ابو یعقوب موسیٰ کا قول ہے کہ جیت تک لوگ اپنے اخلاص میں  
 اخلاص دیکھتے رہیں گے یعنی اخلاص کا دعویٰ ہے گا، ان کا وہ  
 اخلاص صد اخلاص کا محتاج ہے گا۔

**اطاعت اور عمل** | حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا اخلاص یہ ہے کہ اپنی اطاعت اور عمل کو  
 خالص اللہ کے لیے کرے اور اطاعت میں کسی کو اس کا شریک نہ  
 کرے اور اس کے کسی عمل میں ریاکاری نہ ہو۔

**حضرت ابو سعید کا قول** | حضرت ابو سعید مرزا کا قول ہے کہ اہل معرفت کا ریا، اہل  
 ارادہ کے اخلاص سے بہتر ہے یعنی وہ اخلاص جو ارادہ  
 سے ہو ان اہل معرفت کے ریا سے بھی کمتر درجہ کی چیز ہے۔

**حضرت فضیل کا ارشاد** | حضرت فضیل نے فرمایا کہ لوگوں کی خاطر یا لحاظ سے عمل  
 کرنا شرک ہے اور لوگوں کی خاطر اس کو ترک کر دینا ریا  
 ہے۔ اخلاص یہ ہے کہ تم کو ڈر لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں باتوں کی سزا دے گا اور  
 یہی اخلاص کا بلند مقام ہے۔

**اخلاص کی نشانیوں** | حضرت ذوالنون فرماتے ہیں۔ تین چیزیں اخلاص کی نشانیوں  
 ہیں دا عوام کی مدح یا مذمت بندے کے نزدیک یکساں  
 ہو (۳) اعمال میں اپنے اعمال کو دیکھنا بھول جائے۔ (۳) اور یہ بھی معمول چلے کہ وہ آخرت  
 میں اپنے اعمال کا ثواب چاہتا ہے۔

**حضرت جنید بغدادی کا ارشاد** | حضرت جنید بغدادی کا ارشاد ہے کہ اخلاص  
 خدا اور بندے کے مابین ایک ایسا راز ہے  
 جس سے نہ کوئی فرشتہ واقف ہے کہ اس کو لکھ سکے اور نہ شیطان اس سے آگاہ ہے  
 کہ اس کو لاخلاص سے روک سکے۔



**حضرت حذیفہ کا قول** | حضرت حذیفہؓ کا قول ہے کہ ظاہر و باطن کی یکسانیت کا

نام اخلاص ہے۔ شیخ ابو یعقوب مکتوف نے کہا ہے کہ جس طرح برائیوں کو چھپایا جاتا ہے اسی طرح نیکیوں کو چھپانا اخلاص ہے۔ سہل بن عبد اللہ نے کہا کہ اپنے رنیک، عمل کو بیچ و حقیر سمجھنا اخلاص ہے۔

**عمل میں اخلاص** | حضرت زونیمؓ فرماتے ہیں کہ عمل میں اخلاص یہ ہے کہ عمل کرتے

والا دونوں جہان میں اپنے اس عمل پر اجر کی امید نہ رکھے نہ دیکھتے والے دونوں فرشتوں سے (اجر کے) کچھ حصے کا خواستگار ہو کہ وہ اس کے عمل کو لکھیں گے تو اس کو کچھ نہ کچھ اجر ملے گا۔

**اخلاص کی علامتیں** | حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ جو صبر نہ کسی جزا پر مبنی

ہو نہ اپنی سلامتی کے لیے، جو نہ بد نہ بہشت کی خواہش کے لیے نہ جہنم کے عذاب کے خوف سے، ان علامتوں کا نام اخلاص ہے۔

**اخلاص کی تعریف** | حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اخلاص کی یوں تعریف کی ہے کہ

آفات اعمال سے خلاصی پاتا اخلاص ہے۔

**اخلاص کیا ہے** | حضرت جنید بغدادی کا قول ہے خلق کو خدا اور نفس کے معاملہ سے باہر کرو۔ یہ اخلاص ہے۔

حضرت مالک بن دینار نے کہا ہے کہ سب سے بہتر عمل اخلاص ہے۔

**حضرت سفیان ثوری کا اخلاص** | ایک دفعہ محمد بن ایرہیم دالی مکہ تے خاتہ کو یہ

میں طواف کی حالت میں سفیان ثوریؒ کو سلام کیا۔ انہوں نے فرمایا تمہارا سلام کرنے سے کیا مطلب ہے؟ کیا اس غرض سے سلام کیا ہے کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ تم طواف کر رہے ہو، تو جانیے میں نے دیکھ لیا ہے۔

**دو اچھے خصال** | حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ خداوند کریم تم کو ان دو خصلتوں سے نگاہ میں رکھے (۱) لوگوں کے لیے عمل کو درست رکھنا یا کاری ہے (۲) اور لوگوں کے لیے عمل کرنا شرک ہے۔

**خوش بخت انسان** | حضرت ابوسلیمان نے بیان کیا ہے کہ وہ شخص خوش قسمت ہے جو تمام عمر میں ایک قدم اخلاص میں رکھے۔ جب کثرتِ وسواس و ریا سے خالص ہو جائے گا تو نجات پا جائے گا کیونکہ اعمالِ خالص بہت کم ہیں۔

**سفیان ثوری کا قول** | سفیان ثوری فرماتے تھے کہ ہم نے ایسے علماء دیکھے ہیں جو اپنے گھروں میں بیٹھنا افضل خیال کرتے تھے لیکن آج کل کے علماء حاکموں کے ذمہ راندہ ظالموں کے کار فرما ہیں۔

**حضرت ربیع بن خثیم کا قول** | حضرت ربیع بن خثیم عید الفصحی میں جب قربانی کرتے تو فرماتے تیری عزت اور جلال کی قسم! اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ تیری ختم شنودی اپنے آپ کو ذبح کرتے ہیں تو میں تیرے لیے اپنی جان قربان کرتا۔

**حضرت ابو عثمان کا قول** | حضرت ابو عثمان کہتے ہیں کہ خالق کی طرف ہمیشہ نگاہ رکھتے والا مخلوق کی طرف دیکھنا بھول جانا ہے۔ یہی اخلاص ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اخلاص وہ ہے جس میں صرف حق مطلوب اور صدق مقصود ہوتا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اپنے اعمال پر نظر رکھتے سے گریزاور اعراض اخلاص ہے۔

**عوام اور خواص کا اخلاص** | حضرت ابو عثمان مغربی نے کہا ہے کہ ایک اخلاص تو وہ ہے جس کے اندر نفس کا کوئی حصہ کسی حال

میں ہو۔ یہ عوام کا اخلاص ہے۔ خواص کا اخلاص وہ ہے کہ بغیر ارادہ خود خود اعمال حسد کا صدور ہو، ان سے اطاعت کا ظہور بغیر قصد کے ہوتا ہے اور ان سے اس سلسلہ میں کوئی ایسی علامت ظاہر ہوتی ہو جس سے اس امر کا اظہار ہو کہ ان کو طاعت ملحوظ تھی۔

حضرت ابو بکر دقاق فرماتے ہیں کہ ہر مخلص کو اپنے  
**اللہ کا اخلاص کو پسند کرنا** | اخلاص کے دیکھنے سے نقصان پہنچتا ہے۔ اللہ

تعالیٰ جیب کسی کے اخلاص کو پسند فرمالتا ہے تو پھر اس کے اخلاص کو اس کی نظر سے گرا دیتا ہے یعنی مخلص اپنے اخلاص پر نظر نہیں رکھتا۔ اس طرح وہ مخلص اپنے اخلاص کو اخلاص ہی نہیں سمجھتا، اسی طرح وہ خدا کی نظر میں پسندیدہ ہو جاتا ہے۔

شیخ رویم نے کہا ہے کہ عمل سے نظر کا بند ہو جانا اخلاص  
**شیخ رویم کا قول** | ہے یعنی عمل پر نظر نہ رہنا، بعض علماء فرماتے ہیں کہ اخلاص وہ

جس کے ساتھ حق کا ارادہ کیا جائے یعنی جس کام میں محض حق کی طلب اور صداقت کا عزم ہو وہ اخلاص ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ جس میں تعزایوں کی آمیزش اور تاویلات جو اند کی تلاش نہ ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ عمل جو مخلوق سے پوشیدہ ہو اور نقائص سے پاک ہو اس کا نام اخلاص ہے۔

ایک قول کے بموجب اخلاص یہ ہے کہ اطاعت حق  
**اخلاص کی جامع تعریف** | میں مخلوق کی خوشنودی کو نہ ملانا (یعنی مخلوق کی

خوشنودی سے اطاعت حق کو الگ رکھنا) نہ مخلوق سے تعریف حاصل کرنے کے لیے، نہ کسی کی طرف سے محبت کے حصول کے لیے (کہ کوئی اخلاص کو دیکھ کر اس سے محبت کرنے لگے) نہ اس لیے عمل کرنا کہ مخلوق کی زبان سے ملامت اور مذمت کو رفع کرے۔ (یعنی بندہ کے عمل اور اخلاص کی بنا پر لوگ اس کی مذمت نہیں کریں گے، کہا گیا ہے کہ مخلوق کی خاطر اور اس کے لحاظ دپاس سے اپنے عمل کو پاک رکھنا اخلاص ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہؓ کا ارشاد ہے کہ صرف مخلص  
سب سے دشوار چیز | ہی ریا کو پہچان سکتا ہے۔ ایک مرتبہ آپؓ سے پوچھا

گیا کہ نفس کے لیے سب سے زیادہ دشوار کیا چیز ہے؟ انھوں نے فرمایا اخلاص، اس  
لیے کہ نفس کے لیے اس میں کچھ حصہ نہیں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اخلاص ایسی چیز ہے  
کہ اللہ عزوجل کے سوا اس سے کوئی اور باخبر نہیں ہوتا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جموں کے دن عصر سے پہلے حضرت سہل بن عبداللہؓ کے پاس  
پہنچا میں نے دیکھا کہ ان کے حجرے میں ایک سانپ ہے۔ میں ایک قدم آگے بڑھتا اور  
پھر ایک قدم پیچھے ہٹ جاتا۔ سانپ کا ڈر مجھ پر غالب آ گیا تھا۔ حضرت سہلؓ نے اندر  
سے آواز دی، کیوں ڈرتے ہو اندر آ جاؤ۔ جس کا ایمان خدا پر ہوا اس سے ہر چیز ڈرتی ہے  
پھر فرمایا تم جمعہ پڑھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ہمارے اور جامع مسجد کے درمیان  
ایک دن رات کی مسافت ہے۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور روانہ ہو گئے۔ ہم لوگ تھوڑی  
ہی دور چلے تھے کہ جامع مسجد سے نظر آنے لگی۔ ہم نے وہاں نماز جمعہ ادا کی۔ پھر باہر  
نکل آئے۔ حضرت سہلؓ رک گئے۔ اور مسجد سے نکلنے والوں کو دیکھنے لگے، پھر فرمایا، کہ  
کلمہ توحید پڑھیے۔

حضرت مالک بن دینار ریاضت کے ابتدائی ایام میں شام کے  
اخلاص کا اجر | مشہور شہر دمشق کی ایک مسجد میں اعتکاف کیا کرتے۔ ایک  
مرتبہ یہ خیال آیا کہ کوئی صورت ایسی پیدا ہو جائے کہ مجھے اس مسجد کا متولی بنا دیا جائے۔  
چنانچہ آپ نے اعتکاف پر اعتکاف اور اتنی کثرت سے نمازیں پڑھیں کہ ہر شخص آپ کو  
بہتر وقت نماز میں مشغول دیکھتا لیکن کسی نے بھی آپ کی طرف توجہ نہیں کی۔ پھر ایک سال کے  
بعد جب آپ مسجد سے برآمد ہوئے تو ندائے غیبی آئی کہ اے مالک! تجھے اب تائب ہو  
جانا چاہیے۔ چنانچہ آپ کو اپنی ایک سال کی خود عرفانہ عبادت پر شدید رنج و شرمندگی ہوئی



اور آپ نے اپنے قلب کو ریا سے میرا کر کے خلوص تبت کے ساتھ ایک شب عبادت کی  
 تو صبح کے وقت دیکھا کہ مسجد کے دروازے پر ایک مجمع ہے جو آپس میں کہہ رہا ہے کہ  
 مسجد کا انتظام ٹھیک نہیں ہے لہذا اس شخص کو متولی بنا دیا جائے اور تمام انتظامی امور  
 اس کے سپرد کر دیے جائیں۔ اس کے بعد متفق ہو کر پورا مجمع آپ کے پاس پہنچا اور جب آپ  
 نماز سے فارغ ہو چکے تو عرض کیا کہ ہم باہمی متفقہ فیصلے سے آپ کو مسجد کا متولی بتانا  
 چاہتے ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ! میں ایک سال تک ریاکارانہ  
 عبادت میں اس لیے مشغول رہا کہ مجھے مسجد کی تولیت حاصل ہو جائے مگر ایسا نہ ہوا اب  
 جبکہ میں صدق دل سے تیری عبادت میں مشغول ہوا تو تیرے حکم سے تمام لوگ مجھے متولی بتانے  
 لپہنچے اور میرے اوپر یہ بار ڈالنا چاہتے ہیں لیکن میں تیری عظمت کی قسم کھاتا ہوں کہ میں  
 نہ تو اب تولیت قبول کروں گا اور نہ مسجد سے باہر نکلوں گا۔ یہ کہہ کر پھر عبادت میں مشغول  
 ہو گئے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۱)

حضرت بابزید کا اخلاص

کسی نے عرض کیا کہ کچھ دیر کے لیے اگر آپ خلوص قلب  
 سے میری جانب متوجہ ہو جائیں تو میں کچھ عرض کروں  
 فرمایا کہ میں تو تیس سال سے اللہ تعالیٰ سے خلوص قلب کا طالب ہوں لیکن آج تک  
 حاصل نہ ہو سکا لہذا جب میرا قلب ہی اخلاص و صفا سے خالی ہے تو پھر میں تمہاری طرف  
 کیسے متوجہ ہو سکتا ہوں۔

ایک دفعہ حج کے لیے روانہ ہوئے اور بارہ سال میں کعبہ پہنچے راستے میں چند قدم  
 چلتے اور جائے نماز بچھا کر دو رکعت نماز پڑھتے۔ جب حضرت سے اس بارے میں دریافت  
 کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دنیا کے بادشاہوں کا دربار نہیں کہ بیکارگی وہاں پہنچ  
 سکیں۔ آپ حج سے فارغ ہو کر واپس آگئے اور مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے  
 فرمایا کہ زیارتِ روضہ منورہ کو حج کا تابع بنانا خلافِ ادب ہے اس لیے آئندہ سال آپ نے

روستہ منورہ کی زیارت کے لیے علیحدہ احرام باندھا۔

**اخلاص کی برکت** | بہرم بن حیان فرماتے ہیں کہ جب بندہ دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے قلوب کو اسی طرف متوجہ کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان لوگوں کی محبتیں اور ہمدردیاں اس شخص کو نصیب ہوتی ہیں۔

**حضرت حاتم ام کا قول** | آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے تین چیزوں کا باہمی ربط قائم فرمایا ہے، فراغت کا عبادت سے، اخلاص کا مخلوق سے اور مایوسی نجات میں احکامات کی بجا آوری سے۔ فرمایا کہ پُرسہارہ باغات پر تکبر نہ کرو کیونکہ بہشت کے باغات سے زیادہ یہ پُرسہارہ نہیں ہو سکتے، اور عبادت پر نخوت سے اس لیے احتراز کرو کہ ابلیس کثرت عبادت کے باوجود مردود بارگاہ ہوا۔ اور کرامات کی زیادتی پر اس لیے نازاں نہ ہو کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل کا ایک فرد یعم باعور بہت زیادہ عابد و زاہد تھا مگر تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال کئے سے دی ہے۔

**سلیمان درانی کا قول** | آپ نے فرمایا کہ میں خلیفہ وقت کو برا سمجھتے ہوئے بھی کبھی لوگوں کے سامنے اس کی برائی اس ڈر سے نہیں کرتا تھا کہ کہیں لوگ مجھے مخلص و حق گوئے سمجھ بیٹھیں اور میں علم اخلاص کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔

**شانِ اخلاص** | حضرت داؤد طائی چالیس برس مسلسل روزے رکھتے رہے۔ لیکن ان کے گھر والوں کو بھی اس کی خبر نہ ہوئی، وہ کام پر جاتے وقت دوپہر کا کھانا ساتھ لے لیتے اور رات میں کسی کوڑے دیتے تھے۔ شام کو گھر آ کر روٹی کھا لیتے۔ کسی کو معلوم نہ ہو سکتا کہ آپ روزے سے ہیں۔

(تذکرۃ الاولیاء)

مخلص اور اس کے اوصاف

کسی داتا سے پوچھا گیا کہ مخلص کون ہوتا ہے؟  
فرمایا مخلص وہ ہے جو اپنی بھلائوں کو یوں چھپاتا

ہے جیسے اپنی برائیوں کو۔ اور ایک داتا سے سوال کیا گیا کہ اخلاص کی انتہا کیا ہے؟ فرمایا  
یہ کہ تجھے لوگوں سے اپنی تعریف پسند نہ لگے۔

عبادت میں اخلاص

حضرت سید عبدالقادر جیلانی کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ  
کے ذکر و عبادت میں اخلاص کی روح قبولیت کی بنیاد ہے

لہذا لو اپنے پروردگار کی اطاعت کر، اس کی شریعتِ مطہرہ کا احترام کر اور اس کی ذات سے  
کسی قسم کے ظلم و نہیادتی کو ہرگز منسوب نہ کر۔ اس کے اوامر اپنے مناسب اوقات پر صادر  
ہوتے رہتے ہیں اور اس کی مشیت کے تحت ان کی تعمیل ہوتی رہتی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ  
نے کہ میرے مخلص بندے میری اطاعت سے کبھی منحرف نہیں ہوتے اور نہ ہی میرے احکام  
سے غفلت و روگردانی اختیار کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی جانب کسی بھی نقص و کمزوری یا  
ظلم و ناانصافی کو منسوب کرنا کفر ہے۔ اس کے احکام و افعال میں کوئی تضاد نہیں اور نہ  
ہی اس کے افعال اس کے کلام یا احکام کی کبھی تکذیب کرتے ہیں۔ اس کا کوئی فعل عبرت  
اور بے مقصد و بے مصلحت نہیں ہے۔ پس تو اخلاص اور محویت سے اس کی عبادت کر،  
اور اس کی رضامندی والے راستہ یعنی صراطِ مستقیم سے منحرف نہ ہو، تو اس کے احکام کا  
احترام کرے گا تو وہ بھی اپنی رضا اور خوشنودی کے تحت تیری امداد و اعانت فرمائے گا اور  
دنیا و عقبیٰ میں تجھے فلاح و بہبود حاصل ہوگی۔

حضرت علی ہجویریؒ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ اخلاص جب ہی پیدا ہوتا ہے

کہ محبتِ الہی میں خلوص ہو اور حق تعالیٰ سے محبت میں خلوص اس وقت پیدا ہوتا ہے جب  
تو نفسانی خواہشات کا دشمن بن جائے۔ جو شخص نفسانی خواہشات کا تابع بتا وہ خدا سے  
جدا ہو گیا اور جس نے نفسانی خواہشات کو نکال پھینکا، وہ رحمتِ الہی سے بہرہ ور ہوگا

گوئی کہ تم اپنے وجود سے خود ہی تمام خلق ہو۔ جب تم نے اپنی ذات سے اعراض کر لیا تو گویا ساری خلقت سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ لیکن وہ شخص جو خلقت سے تو کنارہ کشی اختیار کر لے مگر اپنی نفسانی خواہشات کا غلام بنا ہے تو یہ ظلم ہے کیونکہ ساری خلقت جس حالت میں ہے وہ تو حکم و تقدیر سے ہے مگر تمہارا معاملہ تمہارے ساتھ ہے۔

**منافق مومن کے نور سے مستفیض نہ ہو سکے گا | سیدی علی خواص فرماتے تھے**  
اپنے لیے خود عمل کر اور کسی

دوسرے ساتھی یا شیخ پر بھروسہ نہ کر۔ کیونکہ قیامت میں ہر ایک اپنی فکر میں لگا ہوگا اور اپنے اعمال کو رعونات سے پاک کر۔ کیونکہ قیامت کے روز ان کا نور تمہارے اخلاص کے مطابق ہوگا اور یاد رکھو کہ منافق مومن کے نور سے فائدہ نہ اٹھا سکے گا جیسا کہ اندھا بینا کی نظر سے مستفیض نہیں ہو سکتا۔

**حضرت امام غزالی کا قول | حضرت امام غزالی نے فرمایا ہے کہ اخلاص یہ ہے**  
کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے اپنے اعمال کے اجر کا طالب

نہ ہو۔ اس لیے کہ جو شخص ثواب کی امید اور عذاب کے خوف سے عبادت کرتا ہے اس کا اخلاص مکمل نہیں ہوتا کیونکہ اس نے تو اپنی بھلائی کے لیے عبادت کی ہے۔

**نیک دوست بہتر وارث ہے | محمد بن یوسف فرماتے تھے کہ اپنے نیک**  
دوست پر خرچ کر کیونکہ وہ تیرے حق میں

تیرے وارثوں سے بہتر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تیرے لیے اس وقت دعا کرے گا جبکہ تو قبر کی مٹی کی تہوں میں پڑا ہوگا۔ یہاں تک کہ جب تو قیامت کے روز قبر سے نکلے تو شاید اس کی دعا کی بدولت تجھ پر ایک بھی گناہ نہ ہو لیکن وارث تیرے مال کو تقسیم کریں گے اور تجھے یاد بھی نہیں کریں گے اور نہ تیرا احسان مانیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ہمارا حق بنایا ہے یہ کہیں گے۔



## اعمال کی حفاظت تین چیزوں سے ہوتی ہے | شقیق بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ تین چیزیں اعمال کا قلعہ

ہیں۔ ایک یہ اعتقاد رکھنا کہ جو عمل بھی ہو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوا، دوسرے یہ کہ عمل سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو تاکہ اپنی خواہش متغلوب ہو۔ تیسرے یہ کہ عمل کے ثواب کی صرف اللہ تعالیٰ سے تمنا رکھے، کوئی اور طمع یا ریاء مقصود نہ ہو۔ ان باتوں سے اعمال میں اخلاص آئے گا۔ کسی عمل کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا یہ مطلب ہے کہ یہ یقین پیدا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی اس عمل کی توفیق بخشی ہے کیونکہ اس یقین کے بعد اللہ تعالیٰ کے شکر میں مشغول ہوگا۔ اپنے عمل پر عجب میں مبتلا نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقصود بنانے کی غرض یہ ہے کہ اس عمل میں غور کرے کہ اگر واقعی اس عمل سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے تو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اسے کرے۔ اگر اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا کوئی پہلو نہیں تو اسے نہ کرے تاکہ خواہش نفسانی پر عمل نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ ۗ إِنَّكَ نَفْسٌ تَوْبُورِي بَاتٍ هِيَ تَبْلَا تِلْهِي .

اور ثواب کی تمنا اللہ تعالیٰ سے رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنا عمل صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرے۔ لوگوں کی باتوں کی پروا تک نہ کرے۔ جیسا کہ کسی دانا کا قول ہے کہ عامل کو اپنے عمل کا ادب بکریوں کے چرواہے سے سیکھنا چاہیے۔ پوچھا گیا، وہ کیسے؟ فرمایا جس طرح چرواہا اپنی بکریوں کے پاس نماز پڑھے تو اسے یہ انتظار نہیں ہوتا کہ بکریاں میری تعریف کریں گی۔ ایسے ہی عامل کو یہ دھیان بھی نہ ہونا چاہیے کہ کوئی انسان اسے دیکھ رہا ہے۔ تو پھر وہ لوگوں میں ہو یا تنہائی میں، یکساں عمل کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے لیے کرے گا۔ لوگوں کی واہ واہ کی اسے ذرا بھی خواہش نہ ہوگی۔

سب سے عمدہ بات | ابوسلیمان دارانی فرماتے تھے کہ ہم نے زہد کے متعلق

بہت سی باتیں سنی ہیں لیکن ان میں سب سے عمدہ بات یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی یاد سے روکے اس سے ہرگز نا لازم ہے خواہ علم ہو یا عمل۔ (میں کہتا ہوں) یعنی علم و عمل میں بیا اور تکبر داخل ہو یا لوگوں کی تعریف اچھی معلوم ہونے لگے وغیرہ وغیرہ، ورنہ جو شخص علم اور عمل میں اخلاص کرے اسے ان سے زیادہ اختیار کرنا بالکل غیر مناسب ہے کیونکہ علم و عمل میں اخلاص ہی اللہ تعالیٰ پر آدمی کا دل جماعت ہے۔

فقہیل بن عیاض فرماتے تھے کہ عاید اس وقت تک  
**عاید کب کامل ہوتا ہے؟** | کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے اخلاص کو بیا

نہ سمجھے۔ بخدا اگر مجھے پھر پہنچے کہ ابھی میرے پاس خلیفہ آ رہا ہے پھر میں اس کے آنے کی خاطر اپنی دائرہ ہی کو اپنے ہاتھ سے درست کر لوں تو مجھے ڈر ہے کہ میرا شمار منافقوں میں نہ ہو۔

حضرت علی ہجویریؒ نے اخلاص کی شرح کرتے ہوئے فرمایا ہے  
**عمل اور اخلاص** | کہ کوئی عمل، عمل نہیں ہوتا جب تک اس میں خلوص نہ ہو۔ نیز

خلوص کو عمل کے ساتھ وہی نسبت ہے جو روح کو تن کے ساتھ، تن بغیر روح کے پتھر ہے۔ اور عمل بغیر خلوص کے کھیل۔ خلوص عمل باطن ہے اور طاعت عمل ظاہر، ظاہر باطن سے پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے اور باطن کی قیمت ظاہر پر منحصر ہے۔ چنانچہ اگر کوئی ہزار سال بھی خلوص دل کی پرورش کرے اور اس کے اعمال ظاہر میں خلوص نمایاں نہ ہو تو اس کا خلوص بے معنی ہے اور اسی طرح اگر کوئی ہزار سال عمل ظاہر میں مصروف ہے اور اس کا دل خلوص سے خالی ہو تو اس کے عمل کو شامل عبادت نہیں کر سکتے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کسی کافر کو زبردستی کے اس کے  
**حکایت** | سینے پر بیٹھ کر چاہتے تھے کہ اسے موت کا شربت پلائیں۔ اس نے آپ کے  
 چہرہ مبارک پر ٹھوک دیا آپ اس کے سینے سے اتر آئے تو اس نے متعجب ہو کر کہا کہ جب  
 میں آپ کے قابو میں آ گیا تو پھر میرے قتل سے کیوں باز رہے؟ فرمایا کہ پہلے خالصتاً اللہ تھے

داصل جہنم کرنے کا قصد تھا جب تو نے میرے چہرہ پر بخوک دیا اس سبب سے نفس کا معاملہ آگیا اخلاص نہ رہا اسی وجہ سے میں نے تیرے قتل سے ہاتھ روک لیا۔ یہ سن کر وہ مسلمان ہو گیا۔ لہذا ہر کام میں اخلاص شرط ہے۔

**حکایت** | ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک لونڈی بد صورت کالی جلیشن مارون الرشید کی مصاحبہ تھی، مارون الرشید اس سے بہت محبت رکھتا تھا۔ ایک دن

مارون الرشید کے بے تکلف مصاحبوں نے عرض کیا کہ حضور کو ایسی مکر وہ صورت لونڈی سے کیوں محبت ہوئی؟ مارون الرشید یہ بات سن کر اس وقت خاموش ہو رہا مگر موقع کا منتظر رہا۔ ایک دن اتفاق سے سارے مصاحب عورت و مرد مارون الرشید کی محل سرانے میں جمع تھے۔ بے ساختہ مارون الرشید نے فرمایا کہ آج ہم نہایت خوشی سے کہتے ہیں کہ جو چیز میرے محل میں جس کو پسند ہو اس پر ہاتھ رکھ دے وہ چیز سے دیدوں گا۔ یہ سن کر ہر ایک نے اپنی اپنی پسندیدہ چیز پر ہاتھ رکھا، کسی نے یاقوت کے جام پر ہاتھ رکھا، کسی نے رومی لونڈی پر ہاتھ رکھا، کسی نے آرائشی شے کو لیا۔ عرض ہر ایک نے کچھ نہ کچھ پسند کیا مگر وہ کالی جلیشن مارون الرشید کی محبوبہ کھڑی رہی اور کسی شے پر ہاتھ نہ رکھا اور نہ کوئی شے پسند کی، مارون الرشید نے کہا کہ تم بھی اپنی طبیعت کے موافق پسند کر لو۔ یہ سن کر اس لونڈی نے خلیفہ مارون الرشید کی پشت پر ہاتھ رکھ دیا اور یہ کہا کہ مجھے تو جہاں بھر میں آپ پسند ہیں اور کوئی چیز پسند نہیں۔ مجھے یہ میری پسندیدہ شے حسب وعدہ ملنی چاہیے سب لوگ یہ بات دیکھ کر حیران ہوئے۔ مارون الرشید نے فرمایا کہ تم نے دیکھا کہ کالی لونڈی کا باطن کس قدر اُجلا ہے۔ تم نے کیا پسند کیا اور اس نے کیا پسند کیا۔ یہی وجہ ہے کہ میں اس جلیشن لونڈی کو اپنی ساری قلم رومی پسند کرتا ہوں۔ جس طرح دنیا کے بادشاہ کو کالی لونڈی اس لیے پسند آئی کہ وہ بادشاہ کی سچی طالب تھی اور عاشق تھی۔ اس کے مقابل بڑی بڑی حسین ناپسند تھیں۔ اسی طرح حق تعالیٰ جل شانہ شہنشاہِ دو جہاں کو اپنے سچے طالب پسند

آئے۔ بلال حبشیؓ کو مولیٰ نے پسند کیا تھا، نہایت حسین و خوبصورت ابولہب کو پسند نہ کیا کیونکہ بلال حبشیؓ مولیٰ کے طالب تھے، ابولہب دنیا کا طالب۔ جو مولیٰ کا طالب ہوگا مولیٰ بھی اس کا حامی ہو جائے گا۔

**حکایت** ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا، تم نے کبھی میرے لیے بی عمل کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! میں نے تیرے لیے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، صدقات دیئے، تیرے آگے سجدے کیے، تیری حمد کی اتنی کتاب کو پڑھا اور تیرا ذکر کرتا رہا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! نماز تیری دلیل، روزہ تیرے لیے ڈھال، صدقہ تیرے لیے سایہ، تسبیح تیرے لیے جنت میں درخت، کتاب کی قرأت تیرے لیے جنت میں حور و قصور اور میرا ذکر تیرا نور ہے۔ بتاؤ نے میرے لیے کیا عمل کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے رب ذوالجلال! مجھے بتاؤ کہ کونسا عمل ہے جو میں تیرے لیے کروں؟ رب تعالیٰ نے فرمایا تو نے کبھی میری وجہ سے کسی سے محبت کی؟ تو نے میری وجہ سے کسی سے دشمنی رکھی؟ تب موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ سب سے اچھا عمل اخلاص یعنی اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے دشمنی رکھنا ہے۔

**اخلاص کا نہ ہونا جہنم میں لے جائے گا** | فقہاء کی ایک جماعت نے سند

کے ساتھ یہ بات بتائی کہ سمیرا صبحی نے اپنا قصہ سنایا کہ میں مدینہ طیبہ گیا۔ وہاں ایک شخص کے پاس بہت سے لوگ جمع ہوئے تھے۔ میرے دریافت کرنے پر لوگوں نے بتایا کہ یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں ان کے قریب گیا اور وہ لوگوں کو حدیث سنانے میں لگے رہے۔ جب فارغ ہوئے تو کچھ تہائی بھی ہوئی تو میں نے ان سے عرض کیا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے ایسی حدیث سنائیے جو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہو اور اسے یاد کیا ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلکہ میں آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں، جو



حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمائی ہے جبکہ میرے اور آپ کے سوا کوئی دوسرا  
 ہمارے پاس نہ تھا۔ پھر ایک چیتھ ماری اور غش کھا کر گر پڑے، کچھ دیر بعد فاقہ ہوا اور چہرہ  
 صاف کر کے قرآن لگے میں تجھے ضرور ایک حدیث سناؤں گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 مجھ سے ارشاد فرمائی تھی اور پھر چیتھ مار کر بے ہوش ہو گئے اور دیر تک یوں ہی پڑے رہے۔  
 پھر ہوش آیا چہرہ صاف کیا اور فرمایا میں تجھے ضرور ایک حدیث سناؤں گا جو حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے مجھے سنائی تھی۔ پھر چیتھ مار کر دیر تک بیہوش پڑے رہے۔ ہوش آیا تو چہرہ صاف  
 کیا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ  
 قیامت کے دن اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے اور تمام امتیں گھٹنوں کے بل بیٹھی  
 ہونگی، سب سے پہلے جن آدمیوں کو پکارا جائے گا ان میں ایک وہ شخص ہوگا جس نے  
 قرآن پاک یاد کیا ہوگا۔ اور ایک وہ ہوگا جو اللہ کی راہ میں مارا گیا ہوگا۔ اور ایک وہ جسے  
 بہت سال و دولت ملا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قاری سے مخاطب ہو کر فرمائیں گے کیا میں نے تجھے  
 وہ علم نہیں دیا تھا جو اپنے رسول پر نازل کیا تھا؟ عرض کرے گا یا اللہ کیوں نہیں۔ ارشاد  
 ہوگا تو نے اس علم پر کیا عمل کیا؟ عرض کرے گا یا اللہ! اسی میں شب و روز لگا رہا۔ اللہ تعالیٰ  
 فرمائیں گے تو جھوٹ بولتا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے جھوٹ کہتا ہے، تیرا تو خیال تھا کہ لوگ  
 کہیں فلاں شخص قاری ہے سو کہا جا چکا، پھر مال والے سے کہا جائے گا تو نے میرے دیے  
 ہوئے مال سے کیا کیا؟ عرض کرے گا رشتہ داری کی صلہ رحمی میں لگا رہا اور ناداروں پر صدقہ  
 کیا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جھوٹ کہتا ہے، فرشتے بھی کہیں گے جھوٹ کہتا ہے، تیرا تو ارادہ یہ  
 تھا کہ لوگ کہیں گے فلاں بڑا سخی ہے بہت خیرات کرتا ہے سو کہا جا چکا اور پھر وہ شخص لایا  
 جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا گیا تھا۔ سوال ہوگا کیسے مارا گیا؟ عرض کرے گا تیری راہ  
 میں جہاد کیا حتیٰ کہ قتل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے جھوٹ کہتا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے  
 جھوٹ کہتا ہے بلکہ تیرا ارادہ تو یہ تھا کہ لوگ کہیں گے بڑا بہادر ہے سو کہا جا چکا۔ اس پر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے گھٹنے پر مار کر فرمایا کہ اے ابوبکر یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے یہ تینوں وہ پہلے شخص ہوں گے جن کے ساتھ قیامت کے دن جہنم کو دھونکا جائے گا۔

**عمل کر کے اس کی حفاظت کرنا ضروری ہے** | فقیہہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر کوئی چاہتا ہے کہ

اپنے عمل کا ثواب آخرت میں پائے تو اسے چاہیے کہ ریا اور بتوں کے بغیر خالص اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرے اور پھر اسے بھول جائے کہ کہیں عجب و خود پسندی اسے ضائع نہ کر دے کیونکہ منقول ہے کہ تسبیح اور اطاعت کرنے کی بہ نسبت اسے سنبھالنا زیادہ مشکل ہے۔

ابوبکر واسلمیؓ کا بھی ارشاد ہے کہ تسبیح کرنے کے بعد اس کی حفاظت کرنا اور زیادہ مشکل ہے کیونکہ اس کی مثال شیشے کی سی ہے جو ذرا سی بے احتیاطی سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اور پھر اصلاح کے قابل بھی نہیں رہتا۔ ایسے ہی عمل کو بھی ذرا سی ریا اور عجب توڑ کے رکھ دیتے ہیں اور جب کوئی شخص کسی عمل کا ارادہ کرتا ہے اور اسے ریا کا بھی خطرہ ہے تو اول تو اسے پوری کوشش سے ریا کو دل سے نکالنا چاہیے اگر نہ نکال سکے تو عمل کو نہ چھوڑے بلکہ عمل کرے اور اس میں ریا کا جو کچھ حصہ ہے اس کے لیے توبہ و استغفار کرے بہت امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے آئندہ عمل میں اخلاص کی توفیق عطا فرمائیں گے۔

**حکایت** | حضرت جنید بغدادیؒ نے ایک مرتبہ وعظ کے دوران فرمایا کہ لوگو! میں نے اخلاص کی تعلیم ایک حجام سے حاصل کی ہے۔ اس زمانے میں جبکہ میں مکہ معظمہ میں مقیم تھا۔ میں نے ایک حجام کو دیکھا کہ وہ ایک امیر آدمی کی حجامت بنا رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ خدا کے لیے میری بھی حجامت بنا دے۔ اللہ کا واسطہ سن کر حجام کے حال میں ایک تغیر پیدا ہوا اور اس نے اسی وقت امیر کی حجامت چھوڑ کر میرے بال کاٹنے شروع کر دیے۔ امیر بیچارہ بیٹھا یہ ماجرا دیکھتا رہا۔ میرے بال کاٹنے کے بعد

حجام نے ایک کاغذ کی پٹریا میرے ہاتھ میں تھما دی اور امیر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ میں نے پڑیا دیکھی تو اس میں ریزگار ہی تھی۔ میں نے دریافت کیا بندہ خدا! یہ کیا ہے۔ حجام نے کہا یہ پڑیا رکھ لو اپنی ضرورت میں خرچ کر لیتا۔ مسافرت میں میرے مالی حالات ٹھیک نہیں تھے اور میں بیک ضرورت مند تھا۔ میں نے پڑیا تو رکھ لی لیکن دل میں نیت کر لی کہ اللہ تعالیٰ جو نہی کوئی سبیل لگائے گا میں اسے اس احسان کا بدلہ ضرور دوں گا کیونکہ قرآن میں ہے کہ احسان کا بدلہ احسان ہی ہوتا ہے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ چند دنوں بعد لہرہ سے میرا ایک دوست آیا اور اس نے اشرقیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی مجھے پیش کی۔ اشرقی کی تھیلی ہاتھ میں آتے ہی مجھے اپنا وہ عہد یاد آ گیا اور وہ تھیلی لے کر اس حجام کی تلاش میں نکلا۔ تھوڑی بہت تلاش کے بعد وہ حجام مل گیا۔ میں نے وہ تھیلی اسے پیش کر دی۔ تھیلی دیکھ کر حجام سخت برہم ہوا۔ اس نے کہا اے شخص! میں نے تیری خدمت صرف اس نام کی عظمت کا احساس کرتے ہوئے کی تھی جس کا تو نے واسطہ دیا تھا۔ تو نے میرے مولا و خالق اللہ رب العزت کا نام لیا۔ میں نے امیر کی ناراضی کی پروا نہ کی اور اس کی حجامت چھوڑ کر تیری خدمت میں لگ گیا۔ اب تو مجھے اس خدمت کا معاوضہ دینے آیا ہے کیا تجھے یہ بات معلوم نہیں کہ خدا کے واسطے کام کرنے والا کسی سے کوئی معاوضہ نہیں لیتا۔ میں معاوضہ لے کر اپنی تمگی اور خدمت کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ اشرقیوں کی یہ تھیلی اٹھا اور اپنی راصلے۔ حضرت جنید بغدادی کا بیان ہے کہ میں اس حجام کا اخلاص دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ایک معمولی حجام عبادت کی اس روح سے آشنا ہے جس سے بڑے بڑے بھی بے خبر ہیں۔

خواجہ شمس الدین سیالوی کا قول | آپ کا ارشاد ہے کہ جب مومن صدق و اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا

ہے تو اللہ تعالیٰ خاص مہربانیوں سے اس کی مدد فرماتا ہے۔ مزید فرمایا کہ جو عمل بھی کرو اس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو مد نظر رکھا کرو۔

**تکمیل اخلاص** | اخلاص کے بارے میں حضرت ذوالنون مصری اکثر فرمایا کرتے تھے، کہ جب تک صدقِ صبر کی شمولیت نہ ہو اس وقت تک اخلاص مکمل نہیں ہوتا اور خود کو ابلیس سے محفوظ رکھنے کا نام بھی اخلاص ہے اور اہل اخلاص وہ ہوتے ہیں جو اپنی تعریف سے خوش اور برائی سے ناخوش نہ ہوں اور اپنے صالحہ کو اس طرح فراموش کر دیں کہ روزِ محشر اللہ تعالیٰ سے اس کا معاوضہ بھی طلب نہ کریں لیکن سب سے مشکل کام یہ ہے کہ خلوت میں اخلاص کو قائم رکھا جائے۔

یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہے کہ خلاء سے خائف رہنے والے کے دل میں خدا کی محبت اس طرح جگہ بنا لیتی ہے کہ اس کو عقل کامل عطا کر دی جاتی ہے اور جو مشکلات پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہتا ہے وہ شدید مشکلات میں گھرتا چلا جاتا ہے اور جو بے سوچ چیزوں سے حصول کی سعی کرتا ہے وہ اس شے کو کھو دیتا ہے جس سے اس کو فائدہ پہنچنے کا امکان ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تمہیں حق بات پر تھوڑا سا بھی رنج ہوتا ہے تو یہ اس چیز کی علامت ہے کہ تمہارے نزدیک حق کا درجہ بہت کم ہے۔ حضرت مصری نے مزید فرمایا کہ جس کا ظاہر باطن کا آئینہ دار نہ ہو اس کی صحبت سے کنارہ کشی اختیار کرنی چاہیے۔

**صوفی کون ہے؟** | صوفی وہ ہے جو حضرت ابراہیمؑ سے خلیل ہونے کا اور حضرت اسمعیلؑ سے تسلیم کا اور حضرت داؤدؑ سے غم کا اور حضرت ایوبؑ سے صبر کا اور حضرت موسیٰؑ سے شوق کا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اخلاص کا درس حاصل کرے۔

**شانِ اخلاص** | حضرت داؤدؑ طائی چالیس برس مسلسل روزے رکھتے رہے لیکن ان کے گھر والوں کو بھی اس کی خبر نہ ہوئی۔ وہ کام پر جاتے وقت دوپہر کا کھانا ساتھ لے لیتے اور راستے میں کسی کو دے دیتے تھے۔ شام کو گھر آ کر روٹی کھا لیتے کسی کو معلوم نہ ہو سکتا کہ آپ روزے سے ہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء)



## اخلاص کی تصدیق کا واقعہ

حضرت شیخ قصبیب البان موصلی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کا ذکر حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ

کی مجلس میں ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ایسے مقرب بارگاہ ولی ہیں جو صدق و اخلاص پر قائم رہتے ہیں۔ یہ سن کر کسی نے اعتراض کیا کہ ہم نے تو اچھیں کبھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ وہ اس طرح نماز پڑھتے ہیں جو تمہیں دکھائی نہیں دیتی اور شب و روز میں ان کی کوئی فریض نماز کبھی ترک نہیں ہوئی۔ البتہ میں کبھی ان کو موصل میں اور کبھی دنیا کے کسی دوسرے حصہ میں تمارا ادا کرتے ہوئے دیکھتا ہوں اور ان کا مسجد بیت اللہ کے دروازے پر ہوتا ہے۔

شیخ قصبیب البان موصل کے باشندے تھے اور ۵۰۷ھ میں وہیں وفات پائی اور وہیں مدفون ہیں۔ آپ کا مزار مرجع تھلائی ہے۔

ایک بزرگ کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا، بزرگ نے جواب دیا کہ جو جو کچھ تو میں نے خالص راہ

## حکایت

خدا میں کیا تھا اسے نیکیوں کے پلڑے میں پایا اور جو عمل اخلاص سے خالی تھا اسے یا تو گناہوں کے پلڑے میں پایا یا کہیں بھی نہ دیکھا) چنانچہ انار کا ایک دانہ جو ایک مرتبہ میں نے راہ میں پڑا دیکھ کر اٹھا لیا تھا نیکیوں کے پلڑے میں پڑا ہوا دیکھا اور ایک بلی جو میرے گھر میں گئی تھی وہ بھی اسی پلڑے میں دھری تھی اور ایک ریشمی دھاگہ جو میں نے اپنی ٹوپی میں ٹانگ لیا تھا گناہوں کے پلڑے میں رکھا ہوا پایا۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر حیرت سی ہوئی کہ میرا گدھا جس کی قیمت سو دینار تھی اور وہ بھی ریل کی طرح) میرے گھر میں ہی مرا تھا مجھے نیکیوں کے پلڑے میں دکھائی نہ دیا آخر میں نے خدا سے پوچھ لیا کہ اے سبحان اللہ! بلی تو نیکیوں کے پلڑے میں ہو اور گدھا کہیں بھی نہ ہو؛ ارشاد ہوا جہاں تو نے بھیجا تھا وہیں پہنچ گیا۔ یاد ہے کہ تو نے اس کے مرنے پر کہا تھا "الی لعنت اللہ" اگر تو اس کی جگہ "فی سبیل اللہ" کہہ دیتا تو آج اسے بھی

ٹیکیوں کے پلٹے میں دیکھتا۔ اسی طرح ایک مرتبہ میں تے تھا کی راہ میں صدقہ دیا تھا، لیکن معلوم ہوا کہ وہ قانع ہی گیا کیونکہ ٹیکوں کے پلٹے میں وہ بھی موجود نہ تھا، تب مجھے یاد آیا کہ ہاں ٹھیک ہے کیونکہ حیب میں صدقہ دے رہا تھا تو لوگ دیکھ رہے تھے اور ان کا وہ دیکھنا مجھے بڑا اچھا لگ رہا تھا۔ یہ باتیں جب سفیان ثوریؒ نے سنیں تو فرمایا کہ یہ تو دولتِ گراں مایہ ہے جو اس کے ہاتھ آئی یعنی اسے نقصان زیادہ نہ پہنچا۔ (کیمیائے سعادت)

آپ کا قول ہے کہ اخلاص یہ ہے، کہ

**حضرت سید احمد کبیر رفاہی کا قول** | صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کیا جائے

دنیا اور آخرت مقصود نہ ہو اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے امید وابستہ رکھی جائے۔ بلکہ ہر عمل اور ہر قول میں یہی کیفیت ہونی چاہیے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اس کے احکام کی اطاعت کرنی چاہیے تاکہ اس کی رضا حاصل ہو جائے، جسے رضا حاصل ہوگی وہ سمجھے کہ اس کے اعمال میں اخلاص ہے۔

**حکایت** | ایک شخص کا بیان ہے کہ میں جہاد پر جا رہا تھا کہ راستے میں ایک شخص نے جو کشتی پر ہمارے ساتھ سوار تھا کہا کہ یہ تویرہ میں فروخت کرنا چاہتا ہوں اگر کوئی خریدنا چاہے تو۔ میں نے کہا لاؤ میں خرید لیتا ہوں۔ فلاں شہر میں فروخت کر دوں گا اور نفع حاصل کروں گا۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے دو فرشتے نیچے اترے، ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان میں سے تمام لوگوں کے نام لکھ لو کہ کون کس کام سے آیا ہے۔ فلاں کے بارے میں لکھو کہ غازی ہے۔ فلاں صرف تماشہ بینی کے لیے آیا ہے، فلاں تجارت کے لیے آیا ہے اور فلاں ربیہ کاری کے تحت آیا ہے، اتنے میں مجھ پر جو نگاہ پڑی تو کہا کہ اس کا بھی لکھ لو کہ تجارت کے لیے آیا ہے۔ میں نے کہا کہ اللہ اللہ کیجیے، میرے کام کو دیکھیے اور پھر یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ میرے پاس کونسا مال واسیاتہ تجارت ہے جو مجھے سوداگر مٹھراتے ہو۔ میں آخر کونسی تجارت کے لیے آیا ہوں؟ جواب ملا

کہ اے شیخ! وہ تو برا جو تو نے خریدا تھا تو کیا نفع کمانے کی نیت سے نہیں خریدا تھا؟ یہ سنکر میں برونے لگا اور کہا خدا کی قسم! میں سوداگر نہیں ہوں۔ ان میں سے دوسرے نے کہا چلو اس کے دفتر اعمال میں یوں لکھ دو کہ یہ جہاد کے لیے آیا تھا اور راستے میں نفع کمانے کے لیے اس نے ایک تویر خریدا تھا، پھر جو حکم اللہ تعالیٰ فرمائے سو فرمائے۔ اسی لیے تو کہا گیا ہے کہ گھڑی بھیر کا اخلاص بھی نجات کا سبب بن جاتا ہے لیکن اخلاص ہے بڑی نادر و کمیاب جنس۔

**حکایت** علامہ دمیری نے حیوۃ الجیوان میں ذکر کیا ہے کہ آدم علیہ السلام جب زمین پر اتارے گئے تو جنگل کے تمام وحشی جانور آ کر آپ کو سلام کرتے تھے اور زیارت سے مشرف ہوتے تھے آپ ہر جنس کو اس کے مناسب دعا دیتے جاتے تھے یہاں تک کہ ہرنوں کی ایک جماعت آئی آپ نے ان کو بھی دعادی اور کمر پر ہاتھ پھیرا۔ ان میں مشک کے ناقہ پیدا ہو گئے۔ دوسرے گروہ نے ان سے اس کا سبب پوچھا انھوں نے کہا کہ ہم آدم علیہ السلام کی زیارت کو گئے تھے۔ انھوں نے ہمیں دعادی تھی اور ہماری کمر پر ہاتھ پھیرا تھا اس وجہ سے یہ بات پیدا ہو گئی۔ اس پر وہ گروہ بھی گیا۔ انھوں نے ان کو بھی دعادی اور کمر پر ہاتھ پھیرا لیکن انھیں کچھ نہ ملا، تب وہ کہنے لگے کہ ہم نے بھی تمھاری ہی طرح کیا تھا لیکن ہمیں کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔ انھوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہم نے خدا کے واسطے ان کی زیارت کی تھی اور تم نے مشک کے لیے۔ اس لیے ہم کامیاب ہوئے اور تم محروم رہے۔

**محبت میں اخلاص** حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے فرمایا ہے کہ اللہ والوں کی عادت محبت میں اخلاص کرنا ہے۔ پھر فرمایا کہ جہان میں

سب سے عمدہ بات یہ ہے کہ درویش درویش کے ساتھ مل بیٹھے اور جو کچھ دل میں ہو ایک دوسرے سے بیان کرے اور صاف صاف کہدے۔ اور سب سے بُری چیز یہ ہے کہ درویش درویش سے جدا ہے۔ اگر ایسی صورت ہے تو اخلاص سے خالی ہے۔

## حکایت

حضرت محبوب الہی خواجہ نظام الدین اولیاء نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ پچھلے دنوں ایک درویش بہار سے آیا وہ بڑا مکلف خرقہ پہنے ہوئے تھا اور خانقاہ علی سنجرى میں ٹھہرا تھا۔ وہ ہر جگہ جا کر دق کرتا (بھیک مانگتا) شیخ علی سنجرى نے اس سے کہا کہ جب تم اس لباس میں ہو تو گداہی نہ کرو۔ میں تمہیں ایک چیز دیتا ہوں تم اس پر اکتفا کرو اور اس سے تجارت کرو۔ پس شرط یہ ہے کہ جب تم آسودہ حال ہو جاؤ تو اس میں سے درویشوں کو کچھ دو۔ یہ کہا اور اس کو پانچ سو جیتل دیئے۔ اس درویش نے ان پانچ سو جیتل سے کچھ عرصہ تجارت کی اس سے اس کے پاس تیس تنکے ہو گئے۔ پھر اس نے یہ تیس تنکے تجارت میں لگا دیے اور وہ ایک سو سو گئے۔ ان تنکوں سے اس نے غلام خریدے۔ شیخ علی سنجرى نے اس سے کہا کہ ان غلاموں کو عزتی لے جاؤ، تاکہ تمہیں زیادہ فائدہ ہو، درویش نے ویسا ہی کیا۔ اس درویش کے پاس ایک قابل اعتماد غلام تھا اس نے غلام سے کہا کہ میرے مرید ہو جاؤ۔ غلام نعلوں دل سے اس کا مرید ہو گیا درویش نے اس غلام کا سر مٹھا دیا اس کے سر پر کلاہ رکھی اور اس سے کہا کہ یہ کلاہ سیدی احمد کی ہے، درویش کا خود اس خاندان سیدی احمد سے تعلق تھا۔ القرض وہ درویش غلاموں کو لے کر عزتی پہنچا وہاں اس نے غلام فروخت کیے اسے بڑا فائدہ ہو گیا۔ بعض لوگ اس غلام (مرید) کو بھی خریدنا چاہتے تھے۔ درویش نے کہا کہ میں اسے کیسے فروخت کروں وہ تو میرا مرید ہو گیا ہے۔ بعد ازاں درویش کے دل میں کچھ آیا اور وہ اسے فروخت کرنے پر رضامند ہو گیا، وہی سوداگر جمع ہو گئے اور انھوں نے اسے خریدنا چاہا۔ غلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے اس درویش سے کہا کہ اے خواجہ! جس دن میں تمہارا مرید ہوا تھا۔ اور تم نے میرے سر پر کلاہ رکھی تھی، تم نے کہا تھا کہ یہ کلاہ سیدی احمد کی ہے آج تم مجھے فروخت کر رہے ہو، کل قیامت کے دن سیدی احمد کے سامنے میرا تم سے سوال و جواب ہوگا جب غلام نے یہ بات کہی تو اس درویش کا دل نرم ہو گیا اس نے حاضرین سے کہا تم گواہ رہنا



میں نے اس غلام کو آزاد کر دیا ہے۔

حضرت سری سقطی فرماتے ہیں کہ میں نے آندوٹے حق میں تیس سال

## اخلاص کی انتہا

تک سعی کی مگر امید بہتہ آئی۔ پھر ایک دن پہاڑی وادی کے درمیان مجھے ایک بزرگ عارف دکھائی دیے۔ میں نے ان کا دامن پکڑ لیا اور گریہ زاری کی لیکن وہ بلندی پر ساکت و جامد کھڑے رہے۔ پھر جب میری آرزو اور گریہ زاری سے بڑھ گئی تو وہ عارف بزرگ میری جانب متوجہ ہو کر گویا ہوئے کہ اے سری! میرا دامن چھوڑ دیں۔ اگر میں نے تمھاری طرف توجہ کی تو میرا پروردگار جو بہت غیرت والا ہے وہ تجھ سے نفا ہو جائے گا کہ میں نے اپنے محبوب کے سوا کسی اور کو اپنا دوست ٹھہرا لیا ہے۔ میرا یہ عمل مجھے عروج سے زوال کی گہرائیوں میں گرا دے گا۔

ایک دن شہر مکہ معظمہ میں آگ لگ گئی اس پر قابو پانے کی تمام

## خلوص نیت کا اثر

کوششیں بے سود گئیں اور آگ برابر پھیلتی گئی، لوگ خوفزدہ ہو کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے اور اپنا ہر اس بیان کیا۔ آپ نے کہا صدقہ دو۔ اٹھوں نے کہا ہم نے بہتیرے صدقے دیے ہیں مگر کوئی اثر نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا تمھارا صدقہ ریا کی وجہ سے قبول نہیں ہوا۔ اب پھر خلوص نیت سے صدقہ دو۔ اٹھوں نے تعمیل کی اور آگ پڑ فوراً قابو پا لیا گیا۔

آپ کا ارشاد ہے کہ اولیاء اللہ کی صحبت بہت بڑی نعمت اور دولت ہے اور آج اس

## حضرت محمدؐ والد ثانی کا قول

دولت کا حاصل ہونا اس طریقہ علیہ نقشبندیہ کے ساتھ توجہ اور اخلاص پر وابستہ ہے بڑی بڑی سخت ریاضتوں اور مجاہدوں سے اتنا حاصل نہیں ہوتا جو ان بزرگوں کی ایک ہی صحبت میں وہ کچھ بخش دیتے ہیں جو دوسرے طریقہ کے متہیوں کو نہایت میں جا کر حاصل ہوتا ہے۔ ان بزرگوں کا طریق اصحاب کرام کا طریق ہے۔ ان کو خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی

ہی صحبت میں وہ کمالات حاصل ہو جاتے تھے جو اولیائے امت کو نہایت میں شاید ہی  
میسر ہوں۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ  
کی عبادت کی بنیاد اخلاص پر ہے پس تو اخلاص اور محویت  
سے اس کی عبادت کرو اور اس کی رضا مندی والا راستہ یعنی صراطِ مستقیم اختیار کرو، اللہ  
تجھ پر مہربان ہوگا۔

حضرت شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی ہمت پر  
قریباں جو نیک کام اخلاص سے کرتا ہے۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے ایک مقام پر  
فرمایا ہے کہ اخلاص کا بنیادی تقاضا یہ بھی ہے کہ  
نواپنی حاجات غیر اللہ کے سامنے نہ لے جائے اور اپنی ہر ضرورت کے لیے رب واحد کے  
حضور التجا کرے اور جب اللہ تعالیٰ تجھے مطلوبیہ نعمت عطا فرمائے تو پھر اس نعمت پر زیادہ سے  
زیادہ شکر بھی واجب ہے کیونکہ حمد و شکر و تجہ بركات ہوگا۔

حضرت خواجہ بہار الدین نقشبندؒ نے فرمایا ہے کہ حقیقتِ اخلاص  
فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے کیونکہ جب تک بشریت غالب رہتی ہے  
اس وقت تک اخلاص کا حقیقی درجہ حاصل نہیں ہوتا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت میاں شیر محمد شتر قپوریؒ تصور میں صوفی  
محمد ابراہیم قصوری کے پاس تشریف لے گئے وہاں اس وقت بڑا  
قحط پڑا ہوا تھا۔ صوفی صاحب کسی سے ثابت موٹھ کی پکی ہوئی دال لے لے تاکہ کھانا کھلائیں  
اگر دیکھا تو میاں نبی بخش سدانہ کھانا لایا ہوا تھا اور روٹی وغیرہ سب کچھ پر تکلف تھا۔ صوفی  
نے آپ کی نظر بچا کر دوسرے کمرے میں وہ موٹھوں والی تھالی رکھ دی۔ جب روٹی کھانے لگے تو

آپ نے فرمایا کہ دوسرے کمرے کے طاق میں جو کچھ رکھا ہوا ہے وہ پہلے لادو۔ حسب حکم وہ تھالی طاق سے اٹھا کر آپ کے آگے رکھی گئی آپ نے اسے پہلے تناول فرمایا پھر سب نے مل کر دوسری روٹی کھائی۔ چونکہ صوفی صاحب خلوص دل سے دال لائے تھے اس لیے حضرت میاں صاحب نے اخلاص کی قدر کے پیش نظر سب سے پہلے موٹھ کی دال تناول فرمائی۔

حضرت لاثانی صاحب بڑے خلوص والے بزرگ تھے بلکہ آپ سر اپنا اخلاص تھے اور اپنے مریدوں کو اخلاص پلانتے

### حضرت لاثانی کا اخلاص

کی تعلیم دیتے تھے۔ خود تصنع، بناوٹ اور نمود کو برا جانتے تھے اور دوسروں کو ترغیب دیتے کہ بڑے اخلاق سے بچو کیونکہ ان سے اخلاص پیدا نہیں ہوتا لہذا آپ کسی سے اپنی تعریف سننے کو بہت ہی برا جانتے تھے کیونکہ اس سے نفس یاد الہی سے غافل ہوتا ہے۔

حضرت سلطان باہو کا ارشاد

### حضرت سلطان باہو کا ارشاد

حضرت سلطان باہو کا ارشاد ہے کہ مجھے ان لوگوں کی حالت پر تعجب آتا ہے کہ عام و خاص کو اسم اللہ ذات سکھاتے ہیں یا قرآن شریف حفظ کرتے ہیں یا فقہ کے مسائل بیان کرتے ہیں لیکن پھر بھی ان کی زبان پر جھوٹ اور ان کے دل میں نفاق ہوتا ہے اور ان کے وجود سے حرمینِ حسد اور کبر کیوں نہیں دور ہوتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کا نام اخلاص سے نہیں لیتے اور کلام اللہ کا علم اخلاص سے نہیں سکھاتے اس واسطے اللہ اللہ یاد صرصر کی طرح نکل جاتا ہے جو شخص اسم اللہ اور کلام اللہ کی کتہ کو پہنچتا ہے اور آشنا ہو جاتا ہے اس کا نفس فانی اور اس کا دل صاف ہو جاتا ہے۔ اسے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی حضورِ مجلیس حاصل ہوتی ہے۔ اس کی روح کو لقا حاصل ہوتی ہے اور دونوں جہانِ ناخن کی پشت پر دیکھ سکتا ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کے نام سے آشنا ہو جاتا ہے اور اسے نہایت اخلاص سے پڑھتا ہے۔ وہ معرفت کی گیند صدق کے بلے سے دونوں جہان کے میدان سے لے جاتا ہے۔

اسم اللغات وہ بابرکت نام ہے کہ اس کی ابتدا اور انتہا میں نور حضور اور معرفت کا پورا پورا مشاہدہ ہے لیکن شرط یہ ہے کہ پڑھنے والا تہایت اخلاص سے مطالعہ دل میں اس طرح مستغرق ہو جس طرح علماء کتاب کے ایک ایک ورق کے مطالعہ میں مستغرق رہتے ہیں۔ عارفوں کو یہ دونوں باتیں نصیب ہوتی ہیں۔

ایک دفعہ حضرت ابراہیم بن ادھم ملتوی کسی باغ میں تشریف لے گئے اور باغبان سے کہا کہ یہ جوتی لے کر ہم کو انگور دے دے۔ وہ جوتی ٹوٹی ہوئی بوسیدہ تھی اس نے کہا کہ یہ کسی کام کی نہیں۔ اس کے عوض انگور نہیں ملتے۔ آپ تشریف لے گئے۔ ان کے تشریف لے جانے کے بعد لوگوں کی زبانی اسے معلوم ہوا کہ یہ حضرت ابراہیم بن ادھم ہیں۔ وہ بہت سے انگور لے کر دوڑا اور کہا کہ حضور مجھے کچھ خیر نہ تھی کہ آپ سلطان ابراہیم ہیں جنہوں نے سلطنت چھوڑ کر فقیری حاصل کی ہے۔ میری کیا مجال جو آپ جیسے بزرگوں کے سامنے انکار کروں، یہ مجھے حاضر ہیں۔ تو آنجناب نے فرمایا کہ اب ہم اس فقیری کو بچے سہتیں اس کو بڑی مشکل سے سلطنت کے عوض لیا ہے۔ ایسی سستی قیمت پر ہم سے یہ اتنی بڑی نعمت نہیں بچی جاتی۔ ہماری فقیری کی بڑی قیمت ہے۔ تیرے انگوروں کا مول ہمارے نزدیک وہ جوتی ہی تھی، جب تو نے وہ نہ لی، تو اب فقیری دے کر ہم سے یہ انگور نہیں لیے جاتے اور آخر وہ انگور نہ لیے۔

حضرت امام غزالی نے بیان کیا ہے کہ بزرگوں نے کہا ہے

### اخلاص کے درجے

کہ عالم کی دورکت نماز جاہل کی سال بھر کی نمازوں سے افضل ہے کیونکہ جاہل کو اپنے اعمال کی آفتوں کی خبر ہی نہیں ہوتی اور اعمال میں اغراض کی جو ملاوٹ ہوتی ہے اس کا پتہ ہی نہیں ہوتا اس کے نزدیک ہر عمل خالص ہوتا ہے حالانکہ عبادت میں کھوٹ ویسے ہی ہو سکتا ہے جس طرح کہ سونے میں ہو سکتا ہے اور سونے کو پرکھنا کوئی آسان کام نہیں، صرف کو بھی غلطی لگ سکتی ہے اور صرف کامل ہی اسے صحیح طور پر پرکھنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ جاہل کے نزدیک تو سونے کا نرد ہوتا ہی گویا اس کا خالص ہونا ہے۔



پس وہ اسباب جن کی تباہی پر عبادت میں کھوٹ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اخلاص سے خالی رہ جاتی ہے، چارہ ہیں۔ ان میں سے بعض بہت ہی پوشیدہ ہوتے ہیں، دکھانگی گہرائی تک پہنچنا دشوار ہوتا ہے) ہم ان کی وضاحت کے لیے انھیں رعایا کے مدارج پر رکھ کر ان کا فرق بیان کرتے ہیں۔

**پہلا درجہ:** پہلا درجہ یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص نماز ادا کر رہا ہے اسی دوران میں لوگ وہاں آجاتے ہیں تو شیطان اسے کہنے لگے کہ خدا احتیاط سے نماز پڑھ تاکہ لوگ تجھے ہدفِ ملامت نہ بنا سکیں۔ یہ درجہ تو بالکل ظاہر ہے، یعنی اگر وہ اس کا کہا مان لے تو بالکل ہی ریاکار ہے۔

**دوسرا درجہ:** دوسرا درجہ یہ ہے کہ نمازی اس فریب کو پہچان لے اور شیطان کے مشورے سے حذر کرے (یعنی جیسے پڑھ رہا ہو ویسے ہی جاری رکھے) تو شیطان اسے یوں مبتلائے فریب کرتا چاہے کہ نماز پڑھتا ہے تو اس طرح پڑھ کہ ایک نمونہ بن جائے یہاں تک کہ لوگ تیری تقلید اور پیروی کرنے لگیں۔ اور اس طرح سے تجھے ان کی اقتدا کا ثواب حاصل ہو۔ اب ہو سکتا ہے کہ نمازی اس نئے (اور زیادہ پرکشش) فریب میں آہی جائے۔ اور یہ بات اس کے ذہن میں نہ آسکے کہ لوگوں کی اقتدا کا ثواب تو اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ اس کے خفتور و خشوع اور خلوص کا نور لوگوں کے دلوں میں سرایت کر جائے، لیکن اگر وہ خود ان صفات سے محروم ہو اور لوگ (اس کے تور سے متاثر ہو کر) نہیں بلکہ محض اس کے ظاہری اور ریاکارانہ عمل سے اس کو صاحبِ اخلاص تصور کر کے اس کی اقتدا کرنے لگیں تو ان کو اقتدا کا ثواب تو البتہ حاصل ہو جائے گا لیکن اس کو تو (ثواب کی بجائے) منافقت میں ماتوڑ کر لیا جائے گا۔

**تیسرا درجہ:** تیسرا درجہ یہ ہے کہ نمازی یہ سمجھتا ہو کہ خلوت میں بر ملا نماز پڑھنے کے خلاف نماز پڑھنا منافقت میں شامل ہے اور خلوت میں نماز اچھی طرح ادا کرنے کی کوشش

کرے تاکہ اس طرح مشق ہو جانے کے بعد لوگوں کے سامنے بھی اسی طرح یعنی اچھی طرح نماز ادا کرنے کے قابل ہو جائے۔ یہ درجہ بڑا ہی پوشیدہ ہے لیکن ریاضے پھر بھی خالی نہیں تاہم یہ ریاضت اپنی ذات تک محدود ہے اس لیے کہ یہ شرم سے صرف اپنے ہی آپ سے ہوتی ہے کہ تنہائی میں جماعت کے بغیر نماز پڑھے تاکہ جماعت میں بھی اسی طرح نماز ادا کر سکے لیکن تنہائی میں اس کا اس خیال کے تحت نماز پڑھنا اور یوں سمجھنا کہ وہ ریاضے سچھا چھڑانے میں کامیاب ہو گیا ہے، درست نہیں کیونکہ اس کے ذہن میں جو تصور کار فرما ہے وہ بجائے خودریا ہے۔

چوتھا درجہ: چوتھا درجہ انتہائی طور پر پوشیدہ ہے اور وہ یوں کہ وہ اس امر سے آگاہ ہو کہ خلوت ہو یا جلوت، اگر خضوع و خشوع محض لوگوں کو دکھانے کے لیے ہو تو وہ بالکل بے کار ہے اور اس کی اس دشانداری آگہی کے باوجود شیطان اس کے کان میں یہ پھونک دے کہ عظمت الہی کا تصور کر اور یہ دیکھ کہ تو کھڑا کس کے حضور میں ہے۔ شاید تو بھول گیا ہے کہ اس کی عظمت کیا ہے اور درہمچارہ نمازی آخر اس دائم فریب میں آہی جائے اور تماشع ہونے کی کوشش میں لگ جائے اور لوگوں کی نظر میں آراستہ ہو جائے۔ اب اگر اس کے دل میں خلوت و تنہائی میں یہ خطرہ پیدا نہیں ہوتا تو صرف لوگوں کے سامنے ہی اس کا احساس آخر کیوں؟ اس کی وجہ صرف ریاضت ہی ہو سکتی ہے اور لوگوں کے سامنے اس خطرہ کو رفع کرنے کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ آدمی اس وقت کی ہیبت و عظمت کو تصور میں لائے جبکہ لوگ باوجود ایک ہی میدان میں یکجا ہونے کے ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں گے۔ پس چاہیے یہ کہ اسے یہ خیال ہی نہ گزرے کہ دیکھنے والے آدمی ہیں یا چوپائے یا کون ہیں اور اگر اس میں ذرہ بھر بھی فرق اس میں دکھائی دے تو خود ہی سمجھ لے کہ وہ ابھی تک ریاضے خالی نہیں ہو سکا۔

اور یہ مثالیں جو ہم نے ریاضے کے باب میں بیان کی ہیں ان میں سے بیشتر دھوکے اور فریب

ان اغراض میں بھی پتہاں ہونے ہیں جن کا بیان مسطور بالا میں کیا گیا ہے اور جب تک کوئی شخص ان گہرائیوں کی تہ تک نہ پہنچے گا تب تک عبادت کا ثواب اسے حاصل نہیں ہو سکتا یہ تو فضول اپنے آپ کو ملکان کرنا ہے ورنہ اس سے کچھ حاصل بھی نہیں ہوتا اور سب کیا کر لیا یونہی ضائع ہو جاتا ہے۔ رکیمیائے سعادت،

## حکایت

حضرت ابو عبد اللہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ کہیں مسافرت میں تھے انھوں نے ایک بستی میں لوگوں کا ہجوم دیکھا تو آپ بھی اس ہجوم میں شامل ہو گئے اور دریافت کیا کہ عزیز دوستو! کیا ماجرا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس قریبی غار میں اللہ کے ایک بزرگ رہتے ہیں اور وہ ہمہ وقت عبادت الہی میں مستغرق رہتے ہیں۔ لیکن ایک سال کے بعد اس غار کے باہر تشریف لاکر عوام الناس کے لیے دعا فرمانے کے بعد پھر غار میں جا کر محو عبادت و ریاضت ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابو عبد اللہ نے بیان کیا کہ یہ سنکر میں بھی اس اللہ کے عارف کی زیارت کے لیے اسی ہجوم کے ساتھ رک گیا پھر جب وہ اللہ کا بندہ غار سے باہر نکلا تو میں نے اسے دیکھا کہ اس بزرگ نے بڑا بوسیدہ لباس پہن رکھا ہے اور میں نے ان کا قرب حاصل کرنے کی خاطر بزرگ کا دامن پکڑ لیا لیکن اللہ کے اس بندے نے مجھ سے اپنا دامن چھڑا لیا اور فرمایا کہ ”میرا محبوب بڑا غیرت والا ہے۔ وہ میری توجہ کسی اور کی جانب پسند نہیں فرماتا۔“ اور اس کے بعد وہ بزرگ حسب سابق دعا فرما کر اسی غار کے اندر چلے گئے۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی نے فرمایا ہے کہ

## محبت اور خلوص والی عبادت

عبادت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ عبادت جو

والہانہ جذبے اور شوق سے ظہور پذیر ہوتی ہے اور ایک وہ جو دوزخ کے خوف اور بہشت کی امید سے پیدا ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ سالک کو جاننا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے اسے قسم قسم کے انعامات سے نوازا ہے۔ چنانچہ کان، آنکھ، ناک، اذانت، ماتحہ، پاؤں، صحت،

اعضاء وغیرہ کہ ان کی تعداد لاتینا ہی ہے۔ لہذا سالک یہ نیت کرے کہ اے مالکِ حقیقی! جو عمل خیر تیری توفیق سے اس عاجز کے ہاتھوں انجام پاتا ہے، محض تیری رضا اور شکرِ نعمت کے لیے ہے۔ خاص لوگوں کی عبادت کا یہی طریقہ ہے اور یہ علیہ محبت ہی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا، اگر درویش کی عبادت محبت کے درجے تک نہ پہنچے تو پھر بھی عوامی عبادت (جو محض بیم ورجا کے لیے ہوتی ہے) سے محروم نہیں رہتا چاہیے کیونکہ محبتِ آمیز عبادت کے لیے یہ زمین ہے اور جو آدمی ان دونوں قسم کی عبادتوں سے محروم رہتا ہے وہ بے نصیب ہے اور قیامت کے دن حسرت اور پریشانی کے علاوہ اسے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت توکل شاہ انبالوی نقشبندی سے دریافت کیا **حکایت** کہ حضور نماز میں اخلاص کیا چیز ہے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ نماز میں یہ خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ کو تم دیکھ رہے ہیں اگر یہ نہ ہو تو اتنا ضرور خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ پھر اس نے عرض کیا کہ حضور یہ بات کس طرح میسر ہوتی ہے؟ فرمایا یہ بات اللہ تعالیٰ کی حضوری سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کی حضوری ہوگی اور یہ خیال پک جائے گا کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں یا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ہیبت دل میں وارد ہوگی اور اسی ہیبت کا نتیجہ ہے۔

خستوع اور خستوع؛ خستوع اور خستوع کے یہ معنی ہیں کہ بندہ اپنے مولا کو اس طرح سجدہ کرے جیسے کوئی مجرم عاجز و لاچار ہو کر اور اپنی عزت و شوکت اور شخصیت و وجاہت کو بیچ اور لاشیٰ سمجھ کر اپنے آقا کے پاؤں پر گرتا ہے اور نہایت عاجزی و نزاری کے ساتھ اپنے جرمِ معاف کرات ہے اسی طرح بندہ اپنے مولا کے حقیقی کے سامنے سجدہ کرے اور اپنے گزشتہ گناہوں پر نادم و پشیمان ہو کر معافی کا خواستگار ہو۔ جب اس طرح کا خستوع اور ایسی حضوری میسر ہو جائے گی تو نماز میں اخلاص خود بخود متحقق ہو جائے گا اور اصل ان



سب باتوں کی یہ ہے کہ ارکان اسلام میں سے جو پہلا رکن ہے یعنی کلمہ طیبہ، اگر ایسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق یعنی جس طرح کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں چھ سال تک اسی کو پڑھا اور پکایا تھا اسی طرح پکایا جائے تو ایک اسی کلمہ شریف کے پک جانے سے از فرش تا عرش کشف ہو جائے گا اور اس کی حقیقت بندہ کے سینہ میں وارد ہو کر ڈیرہ ڈال دیگی اور اپنا گھر بتائے گی اس کے بعد نماز روزہ حج زکوٰۃ قرآن شریف کی تلاوت کلمہ شریف و درود شریف، غرض بندہ جو عبادت و طاعت بجالاوے گا اور جو کلام پڑھے گا اس کی حقیقت بندہ کے دل میں وارد ہو کر خود بخود حضوری پیدا کر دیگی اور جب ہر کلام اور عبادت و طاعت کی حقیقت مثلاً نماز کی حقیقت، قرآن شریف کی حقیقت وغیرہ وارد ہونے لگیں گے تو چونکہ یہ حقیقتیں حقائق الہیہ ہیں سے ہیں تو جس قدر یہ حقیقتیں زیادہ وارد ہوں گی اسی قدر قرب الہی زیادہ ہوگا اور تجلیات ذاتیہ کا ورود شروع ہو جائے گا اور ان تجلیات میں سیر ہونے لگے گی پھر بندہ خیال کرے یا نہ کرے جب نماز پڑھنے کھڑا ہوگا یا کوئی اور عبادت و طاعت کرے گا یا کوئی کلام پڑھے گا تو ساقی ہی اس کی حقیقت وارد ہو جائے گی اور تجلیات میں سیر ہوگی پھر خود بخود حضوری اور خشوع و خضوع حاصل ہو جائے گا اور جب یہ حاصل ہو جائے تو پھر اخلاص بھی بغیر کسی تکلف کے خود بخود پیدا ہو جائے گا۔ (ذکر خیر)

## اللہ کا فقیر

اللہ کا ولی یعنی دوست بننے کا مکمل ضابطہ و طریقہ

## باب

## تقویٰ

تقویٰ اللہ کے دوستوں کا طرہ امتیاز ہے کیونکہ اللہ کے بندے بڑے بڑے متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں۔ تقویٰ ولایت کا لازمی جزو ہے اس کے بغیر اللہ سے دوستی ناممکن ہے لہذا اللہ کے سچے طالب کے لیے تقویٰ اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ تقویٰ کمال بندگی ہے، تربیت بشر ہے۔ تقویٰ لباسِ ایمان ہے۔ تقویٰ حسنِ شریعت ہے۔ تقویٰ نشانِ عشق ہے۔ تقویٰ اطاعتِ خداوندی ہے۔ تقویٰ اصلاحِ انسانیت ہے۔ تقویٰ آئینہٴ محبت ہے۔ تقویٰ سکونِ قلب کا ذریعہ ہے۔ تقویٰ جانِ معرفت ہے، تقویٰ دولتِ دین ہے۔ تقویٰ علامتِ شرافت ہے۔ تقویٰ تریاقِ گناہ ہے، تقویٰ تقارہٴ عظمت ہے، تقویٰ زہد کا ریتہ ہے۔ تقویٰ حسنِ خلق کا پیغام ہے۔ تقویٰ محاسبہٴ نفس ہے، تقویٰ اتباعِ سنت ہے، تقویٰ ترکِ تمنا ہے۔ غرضیکہ تقویٰ ہی وہ وصف ہے جسے اپنا کر انسان اللہ کا بندہ بن جاتا ہے۔

تقویٰ کا مطلب اللہ سے ڈرنا ہے لہذا اللہ تعالیٰ کی شان اور طاقت کے خوف کو اپنے اوپر طاری رکھتے ہوئے ہر وقت نیک عمل کرنا تقویٰ ہے۔ جن کاموں سے اللہ نے روکا ہے ان سے بچا جائے اور جنہیں کرنے کا حکم دیا ہے انہیں عین اللہ کی مرضی کے مطابق کیا جائے۔ تقویٰ کہلاتا ہے۔ تقویٰ عربی لفظِ قریناً سے نکلا ہے جس کا لفظی مطلب اپنے آپ کو تکلیف آفت اور مصیبت سے محفوظ کرنا ہے مگر اس لفظ سے اصطلاحی مطلب یہ اخذ کیا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرا جائے اور اس ڈر کی وجہ سے اپنے آپ کو گناہوں سے بچا جائے اور ساتھ نیکی کا راستہ اختیار کیا جائے اس طرح اللہ کی قربت پانے کے لیے جس راستے پر انسان کامرین

ہو جاتا ہے، تقویٰ کہلاتا ہے۔

تقویٰ چونکہ اسلامی تعلیمات کی بنیاد ہے اس لیے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اسے اختیار کرے کیونکہ یہ ایک ایسا نعمتانہ ہے کہ جو اسے پالے اسے بیش قیمت موتی اور جواہر بنا دیتے ہیں۔ روحانی علم کی بلا میں کھلتی ہیں۔ رزق کیم ملنے کے اسباب پیدا ہوتے ہیں۔ دنیا اور آخرت میں کامیابی کے آثار پیدا ہوتے ہیں۔ قدم قدم پر اللہ کی مدد اور تائید حاصل ہوتی ہے دشمنوں سے حفاظت اور مامون رہنے کے ذرائع پیدا ہوتے ہیں۔ زندگی کے ہر شعبے میں خیر و برکت پیدا ہوتی ہے۔ تقویٰ کی برکت سے اللہ گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ تقویٰ کے باعث انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعزاز و اکرام کا مستحق بن جاتا ہے، اہل تقویٰ کو دوزخ سے نجات ملے گی۔ تقویٰ کے باعث اہل تقویٰ کو ہمیشہ کے لیے جنت میں رہنے کی سعادت حاصل ہوگی غرضیکہ تقویٰ ہی دین و دنیا میں کامیابی کا ضامن ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ بندے کی بہتری اور بھلائی کا علم اللہ کے سوا اور کسے ہو سکتا ہے اور خداوند تعالیٰ بندے کے لیے سب سے زیادہ خیر خواہ، سب سے زیادہ رحم کرنے والا اور مہربان ہے، تو جہان میں بندے کے لیے تقویٰ کے علاوہ اگر کوئی اور شے مفید ہوتی، اس میں زیادہ بھلائی ہوتی، اس کا زیادہ ثواب ہوتا، عبادت میں اس کی زیادہ ضرورت ہوتی، شان میں تقویٰ سے اوپر ہوتی اور دنیا و آخرت میں تقویٰ سے زیادہ وقعت رکھتی تو اللہ تعالیٰ تقویٰ کے بجائے اپنے بندوں کو اس کی وصیت اور اس کا حکم دیتا اور اپنے خواص کو اسی کے حکم کی تاکید فرماتا کیونکہ اس کی حکمت کمال اور اس کی رحمت وسیع ہے تو جب رب تعالیٰ نے تقویٰ کی تاکید فرمائی اور تمام اولین و آخرین کو اسی کا حکم دیا تو ثابت ہو گیا کہ تقویٰ ہی سب سے اعلیٰ چیز ہے کوئی اور چیز نہیں اور نہ اس کے سوا کچھ اور مقصود ہے۔ پس یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بھلائی ہر راہنمائی ہر ارشاد، ہر تنبیہ و تادیب، ہر تعلیم و تہذیب کو تقویٰ ہی سے متعلق کیا ہے اور یہ اس نے اپنی حکمت و رحمت کے عین مطابق کیا ہے۔

## احکام تقویٰ

تقویٰ میں چونکہ انسان کے لیے دنیا اور آخرت کی قلاح ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے پر بہت زور دیا ہے تاکہ انسان ہر لحاظ سے اللہ کا بندہ بن سکے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ  
كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۝

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور صدیقین  
میں سے ہو جاؤ۔ (پ ۱۱، توبہ ۱۱۹)

بتایا گیا ہے کہ مقام صدیقیت پانے کے لیے سچائی لازمی ہے اور سچائی تقویٰ اختیار کیے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ لہذا دل میں اللہ کا خوف رکھتے ہوئے سچائی اختیار کی جائے تاکہ درجہ صدیقیت حاصل ہو۔ اسی تقویٰ کی ایک اور مقام پر یوں تاکید کی گئی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ  
وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ  
لِعَيْدِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ ط إِنَّ  
اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر ایک آدمی  
کو غور کرنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے آگے  
کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک  
اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے باخبر ہے۔

(پ ۲۸، حشر ۱۸)

اعمال کا دار و مدار تقویٰ پر ہے لہذا جو آدمی اللہ کا خوف رکھتے ہوئے نیک عمل کرے اللہ اس سے بخوبی باخبر ہے۔ اس لیے مومنین کو چاہیے کہ اعمال کی درستگی کے لیے تقویٰ کو اپنائیں مزید ارشاد ہوا ہے کہ:

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا  
الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ  
أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ ط

اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی ان کو اور  
آپ کو بھی وصیت کی ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو

(پ ۵، نسا ۱۳۱)



اسلام سے پہلی امتوں کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے مگر جو لوگ تقویٰ کی راہ سے ہٹ گئے انھیں دوبارہ اسی راستے پر چلنے کا یوں حکم دیا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا  
الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا  
وَكَيْبًا مِنَ الَّذِينَ آذَوْا الْكِتَابَ  
مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكَفَّارَ أَذْلِيَاءَ  
وَالْقَوْلَ اللَّهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ  
اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی  
گئی تھیں انھوں نے تمہارے دین کو مذاق اور  
کھیل بنا رکھا ہے انھیں اور دوسرے کافروں کو  
دوست نہ بناؤ، اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔  
(پ ۶، ماخذ ۵۷)

اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ تم اللہ سے ڈرو اور اپنے تقویٰ کی بنا پر غیر مسلموں کو دوست نہ  
بناؤ کیونکہ وہ تمہارے دین کا مذاق اڑاتے ہیں۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

وَأذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ  
وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ  
إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا  
وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ عَلَيْهِ  
بِذَاتِ الصُّدُورِ  
اللہ تعالیٰ نے جو نعمت آپ کو دی ہے اس کا ذکر  
کرو اور اس عہد کو نہ بھولو جو اس نے تم سے لیا ہے  
یعنی یہ قول کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، اللہ سے  
ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کے پوشیدہ رازوں کو  
چانتا ہے۔ (پ ۶ - ماخذ ۷)

اللہ سے ڈرنے کا یعنی تقویٰ کا ایک تقاضا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت

کی جائے۔

قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَيْرُ وَالطَّيِّبُ  
وَلَوْ أَحْبَبْتَ كَثْرَةَ الْخَيْرِ  
فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ  
اے محبوبان! ان سے کہہ دیں کہ پاک اور ناپاک چیزیں برابر  
نہیں ہو سکتیں خواہ ناپاک چیزیں اچھی لگیں  
عقل والو! اللہ سے ڈرو تاکہ تم قلاح پاؤ۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

(پ ۷، ماخذ ۱۰۰)

حلال اور حرام چیزیں اپنی افادیت اور اہمیت کے لحاظ سے ایک جیسی نہیں ہو سکتیں لہذا اہل عقل کو چاہیے کہ حلال و حرام کے سلسلہ میں تقویٰ اختیار کریں اور اسی میں ان کی بہتری ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر یوں واضح کیا ہے۔

أَجَلٌ لَّكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ  
مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَ  
حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا  
دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ  
الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝

تمہارے لیے دریا کی چیزوں کا شکار اور ان کا  
کھانا حلال کر دیا گیا ہے، تمہارے لیے، اور  
مسافروں کے لیے، اور جنگل کی چیزوں کا شکار  
احرام کی حالت میں ناجائز کر دیا گیا ہے۔ اللہ  
سے ڈرو جس کے پاس اکٹھے کیے جاؤ گے۔

(پ ۷، ماخذ ۹۶)

سمندر کا شکار یعنی مچھلی کو حلال قرار دیا گیا ہے البتہ خشکی کا وہ شکار جو عام حالات میں حلال اور جائز ہوتا ہے احرام کی حالت میں ناجائز اور حرام ہے تاکہ صرف حلال شکار کھایا جاسکے۔ حلال شکار کا استعمال اعمال تقویٰ میں سے ہے اس لیے حکم دیا گیا ہے کہ صرف حلال شکار استعمال میں لاؤ تاکہ تقویٰ قائم رہ سکے۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ  
وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا  
وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ  
الْعِقَابِ ۝

پس جو چیز اللہ کا رسول تمہیں عطا کر دے،  
اسے لے کر اور جس سے منع فرمادیں اس سے  
منع ہو جاؤ، اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سخت  
عذاب والا ہے۔ (پ ۲۸، حشر)

جنور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع تقویٰ میں شامل ہے لیکن اتباع سنت کا دوسرا نام تقویٰ ہے اس لیے اللہ کے رسول نے جن باتوں سے منع فرمایا ہے ان سے منع رہنا تقویٰ ہے اور جن باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان کو سراجام دنیا عین تقویٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ  
حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ  
مُسْلِمُونَ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس طرح  
ڈرتے کا حق ہے اور مسلمان ہوتے ہوئے ہی  
مرنا۔ (پ ۴، آل عمران ۱۰۲)

اس آیت میں ڈرتے سے مراد طاعت و عبادت ہے۔ تفسیر ابن عباس میں اس کی تفسیر  
یوں کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس طرح کرو جس طرح کہ اطاعت کرنے کا حق ہے یعنی  
اطاعت دل کی لگن کے ساتھ ہو اور اس میں کسی قسم کی کمی نہ ہو پھر اطاعت کرنے میں نافرمانی  
کبھی نہ ہو۔ اس طرح اعلیٰ درجے کا تقویٰ حاصل ہوگا۔

فَكُلُوا مِمَّا غَنَمْتُمْ حَلَالًا  
طَيِّبًا ذَاتَ تَقْوَىٰ لِلَّهِ طِرَانًا  
عَقُورًا رَّحِيمًا

مال غنیمت سے حلال پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اللہ  
سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا  
مہربان ہے۔ (پ ۱۰، انفال ۲۹)

حرام چیزیں کھانے سے تقویٰ قائم نہیں ہو سکتا اس لیے حکم دیا گیا ہے کہ اگر مال  
غنیمت بھی ہاتھ لگے تو اس سے صرف حلال اور پاکیزہ چیزیں استعمال میں لاؤ کیونکہ حرام کھانے  
سے گناہ ہوگا اور اللہ کا خوف ختم ہو جائے گا جس سے تقویٰ قائم نہیں ہوگا۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ  
مَعَ الْمُتَّقِينَ

اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ  
کے ساتھ ہے۔ (پ ۲، بقرہ ۱۹۴)

ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو جب کوئی دوسرا زیادتی کرے تو حتی المقدور تقویٰ اختیار  
کرو اور بدلہ لینے سے گریز کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ تقویٰ کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور وہ  
زیادتی کا بدلہ خود لے لیتا ہے۔

ذَلِكَ آدَتِي أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ  
عَلَىٰ وَجْهِهَا أَوْ يَحْتَفُوا أَنْ  
يُرَدَّ آيْمَاتُكُمْ بَعْدَ آيْمَانِهِمْ

یہ متاسیب ہے کہ وہ صحیح شہادت دیں یا اس بات  
سے خوف کھائیں کہ ہماری قسمیں ان کی قسموں کے  
بعد رد کر دی جائیں گی اور اللہ سے ڈرو اور ستم

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَسْمِعُوا لِلَّهِ أَصْوَابَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ  
 کہ اللہ تعالیٰ قاسقوں کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا۔  
 (پ ۷، ماخذہ ۱۰۸)

راہ ہدایت اللہ سے ڈرنے والوں کو ملتی ہے اس لیے اللہ کے خوف کے باعث اللہ کی  
 راہ پر چل پڑو اور جو حق بات سنو اس پر عمل کرو یہی تقویٰ ہے۔

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ  
 یہ کتاب جو اتاری گئی ہے مبارک ہے اس کی  
 تَابِعُوا وَلَا تَتَّبِعُوا سُلُوكَ الَّذِينَ كَفَرُوا  
 اتباع کرو اور تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا  
 جائے۔ (پ ۱۸، انعام ۱۵۶)

قرآن مجید ایک مبارک کتاب ہے پس اس میں جو ضابطہ حیات دیا گیا ہے اسے اختیار  
 کرو اور اس کے جتنے بھی احکامات ہیں ان کی پیروی کرو اور اللہ سے ڈرو۔ تاکہ تم پر رحم

کیا جائے۔  
 فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ فَامْتُوا لَهُمْ  
 تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور اگر  
 تُوْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ  
 ایمان لاؤ گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو تمہارے  
 عَظِيمٌ  
 لیے بہت بڑا اجر ہے۔ (پ ۹، اعراف ۱۴۹)

اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے کے بعد سب سے اہم بات تقویٰ اختیار کرنا ہے  
 لہذا اہل ایمان کو تلقین کی گئی ہے کہ صاحب ایمان ہونے کے بعد تقویٰ کی راہ اختیار کرو اور  
 اس میں تمہارے لیے اجر عظیم ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا  
 اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف کی گواہی  
 قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ  
 دینے کے لیے کھڑے ہو جا یا کرو اور لوگوں کی دشمنی  
 وَلَا يَحِبُّ مَنكُمْ شَانِ قَوْمٍ  
 تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو  
 عَلَىٰ أَنْ لَا تَعْدِلُوا إِعْدِلُوا قَدْ هُوَ  
 انصاف کیا کرو کیونکہ یہ تقویٰ کے قریب ہے اور  
 أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ  
 اللہ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ جو تم کرتے ہو اس سے



إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ • باخبر ہے۔ (پ ۶، ماخذ ۸)  
 جب کسی کو انصاف کرنے کے لیے منتخب کیا جائے تو اسے چاہیے کہ پوری طرح انصاف  
 کرے کیونکہ انصاف کرنا تقویٰ میں شامل ہے اور انصاف کرتے وقت اللہ کے خوف کو مد نظر  
 رکھنا چاہیے اور اللہ سے ڈرتے ہوئے انصاف کرنا چاہیے۔

## قصیدتِ تقویٰ

**تقویٰ اختیار کرو** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک صاحب نے فرمایا،  
 کہ ہم ایک مجلس میں تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس  
 تشریف لائے اور آپ کا سر مبارک تر تھا۔ ہم عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! ہم آپ کو خوش  
 دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا ہاں! پھر لوگ امیری کے ذکر میں مشغول ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا کہ اس کے لیے امیری کا ڈر نہیں جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے۔ متقی کے لیے امیری  
 سے صحت بہتر ہے اور دلی خوشی نعمتوں سے ہے۔ (احمد)

**حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وصیت** حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یمن کی طرف بھیجا تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ وصیت کرتے ہوئے نکلے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ  
 تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سواری کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ جب فارغ  
 ہو گئے تو فرمایا اے معاذ! شاید اس سال کے بعد تم مجھ سے ملاقات نہ کر سکو اور شاید تم میری  
 اس مسجد کے پاس سے گزرو یا میری قبر کے پاس سے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے فراق میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ پھر آپ صراط کو مدینہ منورہ کی جانب  
 متوجہ ہوئے اور فرمایا لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قرب حاصل کرنے والے متقی ہیں، وہ  
 خواہ کوئی ہوں یا کسی جگہ ہوں۔ (مسند امام احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاکدامنی اور (دل کی) مالداری کا سوال کرتا ہوں (مسلم)

حضرت ابو امامہ یابلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ  
 اللہ سے ڈرنا تقویٰ ہے

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے  
 خطبہ حجتہ الوداع میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو، پانچوں نمازیں پڑھو، رمضان کے روزے  
 رکھو۔ اپنے مالوں کی زکوٰۃ دو اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرو، اپنے رب کی جنت میں  
 داخل ہو جاؤ گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا، یا  
 سب سے باعزت کون؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ باعزت کون ہے؟ آپ  
 فرمایا سب سے زیادہ متقی۔ عرض کیا کہ ہم اس کے متعلق نہیں پوچھ رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے فرمایا حضرت یوسف علیہ السلام جن کے والد اور دادا نبی ہیں اور جد اعلیٰ حضرت  
 ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اس کے متعلق  
 نہیں پوچھتے۔ آپ نے فرمایا تو تم عرب کے خاندانوں کے متعلق پوچھتے ہو تو سو جو جاہلیت  
 میں بہتر شمار ہوتے تھے وہی اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ دین کی سمجھ رکھتے ہوں۔ دنیاوی

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
 دنیا سے دامن کو بچانا تقویٰ ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دنیا  
 شیریں اور سرسبز و شاداب ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس میں اپنا ناسب بنایا۔ پس وہ تمہارے  
 اعمال کو دیکھتا ہے۔ لہذا دنیا اور عورتوں سے اپنے دامن کو بچاؤ۔ بیشک نبی اسرائیل کا پہلا  
 فتنہ عورتوں ہی کے باعث ہوا۔ (مسلم شریف)

حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ پر میرا گوارا

**اہل تقویٰ کو اللہ پسند کرتا ہے**

استغناء والے اور گناہ بندے کو پسند کرتا ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم کسی گورے یا

**فضیلت کا معیار تقویٰ ہے**

کالے سے بہتر نہیں ہو مگر جبکہ تقویٰ میں بڑھ کر ہو۔ (احمد)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ڈرتا ہے وہ صبح سویرے اٹھتا ہے اور جو صبح سویرے اٹھتا ہے وہ منزل پر جانا پہنچتا ہے، آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کا سودا ہنگام ہے۔ آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کا سودا جنت ہے۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

**تیکیوں میں جلدی کرنا تقویٰ ہے**

آیت ”وہ لوگ جو دیتے ہیں جو دیں اور ان کے دل ڈرے ہوئے ہیں“ (۲۳: ۶۰) کے متعلق پوچھا کہ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے اور چوری کرتے ہیں؟ فرمایا نہیں اے بنتِ صدیق! بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے، نماز پڑھتے اور صدقہ دیتے ہیں۔ وہ اپنے مال کی قبولیت کے بارے میں ڈرتے ہیں اور وہ تیکیوں میں جلدی کرتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابو کبیرہ اناریؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

**جنت میں لے جانے والے اعمال**

فرماتے ہوئے سنا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن پر میں قسم اٹھاتا ہوں اور بات تم سے کہتا ہوں اسے یاد رکھنا۔ جن پر قسم اٹھاتا ہوں وہ یہ ہیں: نہیں علیؑ کم ہوتا کسی بندے کا مال صدقہ کرنے سے اور نہیں کسی بندے پر ظلم کیا جاتا اور وہ اس پر صبر کرے مگر اللہ تعالیٰ اس کے باعث اس کی عزت بڑھا دیتا ہے۔ اور نہیں کھوتا کوئی بندہ سوال کا دروازہ مگر اللہ اس پر عزت کا

دوازہ کھول دیتا ہے جو بات میں تم سے کہتا ہوں کہ اسے یاد رکھنا، یہ ہے کہ یہ دنیا چار قسم کے لوگوں کے لیے ہے۔ ایک وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور علم دیا۔ پس اس میں وہ اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرتا، صلہ رحمی کرتا اور اس میں حق کے مطابق اللہ کے لیے عمل کرتا، یہ اعلیٰ مقام پر ہے، دوسرا وہ بندہ جس کو اللہ نے علم دیا اور مال نہیں دیا وہ اچھی نیت والا ہے، کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی فلاں کی طرح عمل کرتا ان دونوں کا ثواب برابر ہے۔ تیسرا وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور علم نہ دیا۔ وہ علم نہ ہونے کی باعث مال میں بیہودگی کرتا ہے اور اس میں اپنے رب کا تقویٰ اختیار نہیں کرتا اور صلہ رحمی نہیں کرتا اور اس میں حق کے مطابق عمل نہیں کرتا تو یہ بُرے مقام پر ہے۔ چوتھا وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور علم نہیں دیا اور وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی فلاں (تیسرے) کی طرح کرتا۔ اس نیت کے باعث گناہ میں یہ دونوں برابر ہیں۔ (ترمذی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کو قیامت

## قیامت کے روز اللسان کی آرزو

کے روز بکری کے بچے کی طرح لایا جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہو جائے گا۔ اللہ اس سے فرمائے گا کہ میں نے تجھ پر عطا کی ہیں احسانات کیے اور تجھے انعامات دیے تو ان کا کیا بنایا۔ عرض کرے گا یا رب! میں نے سب کو جمع کیا اور بڑھایا اور اس میں سے زیادہ ترکو چھوڑا یا مجھے واپس بھیج کہ اس سارے کو لے آؤں۔ اس سے فرمائے گا کہ دیکھ تو نے آگے کیا بھیجا تھا؟ عرض کرے گا کہ اے رب! سب کچھ جمع کیا اور بڑھایا اور جو کچھ تھا اس میں سے اکثر کو چھوڑ آیا ہوں۔ مجھے واپس بھیج کہ اس سارے کو لے آؤں۔ جب ظاہر ہو جائے گا کہ اس نے آگے کچھ نہیں بھیجا تو اسے جہنم کی طرف بھیج دیا جائے گا۔ (ترمذی)

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ دیگر امتیں تم پر چڑھنے کے لیے

## تقویٰ کی کمی کا نتیجہ



ایسے ایک دوسری کو یلائیں جیسے کھانے والا پیالے کی طرف۔ کوئی عرض گزار ہوا کہ کیا ہم ان دلوں کم ہوں گے؟ فرمایا بلکہ ان دنوں تمہاری تعداد بہت نہ یا وہ ہوگی لیکن سیلاب کی جھاگ کی طرح ہو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں سُستی ڈال دے گا۔ کوئی عرض گزار ہوا یا رسول اللہ! اللوہن کیلئے ہے فرمایا کہ دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔ (ابوداؤد، بیہقی)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خدمت میں

**تقویٰ اتباع سنت میں ہے**

تین شخص حاضر ہوئے اور سرکار کی عبادت کے متعلق دریافت کیا جب انہیں بتایا گیا تو انہوں نے اس کو کم سمجھا، کہنے لگے ہماری سرکار کے ساتھ کیا نسبت، سرکار کے ٹوکے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے تھے۔ ایک نے کہا اب میں ساری رات نماز میں گزاروں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھوں گا اور افطار نہ کروں گا، تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا کبھی نکاح نہ کروں گا۔ اسی وقت وہاں حضور تشریف لے آئے اور فرمایا تم آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے۔ خبردار! خدا کی قسم! میں تمہاری نسبت اللہ سے زیادہ ڈرتا ہوں اور تقویٰ اختیار کرتا ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں۔ میں نے عورتوں سے نکاح بھی کیا ہے جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ مجھ سے نہیں۔ (بخاری)

حضرت حسن، عمرہ بن جنیدؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حسب مال کا نام ہے

**تقویٰ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے**

اور کرم پر سبزی کاری ہے۔ (ابن ماجہ)

علیہ السعدی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بندہ اس وقت

**متقی بننے کے لیے برائی چھوڑو**

تک متقیں کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کام کو جس میں برائی ہوتی ہے چھوڑ دے  
اس کام سے دُورے جس میں برائی ہو۔ (ابن ماجہ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ  
علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

**عیادت، تقویٰ اور عتنا کا عمل**

ارشاد فرماتے ہیں: میرے بندے! میں نے تیرے ذمہ جو فرض عائد کیا ہے وہ ادا کرتا رہ تو  
لوگوں میں سب سے بڑھ کر عبادت گزار ہوگا۔ جن باتوں سے منع کیا ہے ان سے باز رہ، تو  
سب سے بڑا پرہیزگار بن جائے گا اور تجھے جو رزق عطا ہو اس پر قناعت کر، تو سب لوگوں  
سے غنی بن جائے گا۔ (تنبیہ الغافلین)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم

**تقویٰ کہاں ہے؟**

کرے نہ ذلیل کرے نہ حقیر کرے۔ تقویٰ یہاں ہے اور میں دفعہ اپنے سینے مبارک کی طرف  
اشارہ فرمایا۔ آدمی کو برائی سے یہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان کا  
دوسرے مسلمان پر خون، مال اور آبرو حرام ہے۔ (مسلم)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

**گناہوں سے بچنا تقویٰ ہے**

جو چیز دل میں خراش اور کھٹک پیدا کرے، اس پر دل مطمئن نہ ہو تو اس سے پرہیز کرو۔ اسی  
سلسلہ کی ایک اور حدیث بھی ہے جس میں حضور نے فرمایا کہ دل میں خراش پیدا کرنے والی چیزوں  
سے بچو وہ گناہ ہیں میری بھی ارشاد فرمایا ہے کہ دل میں شک و شبہ ڈالنے والی چیزوں کو چھوڑ کر  
اس چیز کو اختیار کرو جو شک و شبہ پیدا کرنے والی نہیں ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک

**تقویٰ تمام پھلائیوں کا مجموعہ ہے**

شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کچھ ہدایت فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ  
 تقویٰ اختیار کرو۔ یہ تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے، جہاد کے پابند ہو یہ اسلام کی رہائش گاہ ہے  
 ہے۔ خدا کی یاد پابندی سے کرو یہ تمہارے لیے روشنی ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

ابن ہریرہ تابع بن ہریرہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت  
**ہریرہ متقی مومنین میری آل ہے**

انس سے سنا ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا، کسی  
 شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور! آپ کی آل کون ہے؟ حضور نے  
 ارشاد فرمایا ہر مومن متقی میری آل ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

حضرت عبداللہ بن رواحہ کو حضور کے وصایا  
 حضرت عمارہ کہتے ہیں کہ حضرت

کو روانہ ہونے لگے تو عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔ ارشاد فرمایا تو ایسے  
 علاقہ میں جا رہا ہے جہاں خدا تعالیٰ کے سامنے سجدہ کم ہوتا ہے لہذا وہاں پر نماز کثرت سے  
 پڑھتا۔ عرض کیا کچھ اور ارشاد فرمائیے۔ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو کہ یہ ہر مطلب  
 میں مفید ہے۔ ایک دفعہ منتر پھیر کر عبداللہ بن رواحہ پھر متوجہ ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ  
 کچھ اور ارشاد فرمائیے۔ ارشاد ہوا اللہ کا ذکر کرتے رہو اللہ تعالیٰ بکتا ہے اور طاق عدد کو  
 پسند کرتا ہے۔ عرض کیا مزید ارشاد ہو۔ فرمایا ہاں ہرگز عاجز نہ ہو، ہرگز عاجز نہ بن،  
 ہرگز عاجز نہ ہو اس بات سے کہ اگر تو دس برائیاں کرتا ہے تو ایک بھلائی بھی کر لے۔  
 (تجلیۃ القلوب)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ تمہاری نیتیں اور سیرتیں  
**اللہ کی پسند**

پاک و صاف ہوتی چاہئیں کیونکہ خدا ان ہی انسانوں کو پسند کرتا  
 ہے جو پرہیزگاری کے راستے پر چلتے ہیں۔

**تقویٰ کی وصیت** | حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کے بعد ہدایت کی کہ تمہیں اپنے بعد جانشین بنا کر اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔

**حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ کا قول** | حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کم کو تقویٰ میں پایا اور غنا کو یقین میں اور شرف کو تواضع میں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دنیا میں لوگوں کے سردار سخی ہوتے ہیں اور آخرت میں لوگوں کے سردار متقی ہوں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک متقی پرہیزگار فقیہ شیطاں پر ہر اعبادوں سے غالب ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ہر عمل تقویٰ اور اخلاص سے کرو تا کہ تمہارا عمل بارگاہ رب العزت میں مقبول ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ متقی ہر وہ شخص ہے جو کسی دوسرے شخص کو دیکھے تو یہ کہے کہ یہ مجھ سے بہتر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قیامت کے دن باری تعالیٰ کا قرب پانے والے اہل تقویٰ اور زما دیوں گے۔

**اسلام کی حدیں** | حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی ایک خاص حد معین ہے اور اسلام کی حدود یہ ہیں، پرہیزگاری، تواضع، صبر اور شکر۔

تقویٰ اور پرہیزگاری ان سب کی جڑ ہے۔ صبر و دوزخ سے نجات کا باعث ہے اور شکر حیات کے حصول کا ذریعہ۔



## تقویٰ کی مثال

حضرت عمرؓ میں خطابؓ نے حضرت کعبؓ اجار سے فرمایا کہ مجھے تقویٰ کے بارے میں کچھ فرماؤ، تو انھوں نے فرمایا کہ کیا آپ کبھی خاردار راہ سے گزرے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں! حضرت کعبؓ نے فرمایا اس وقت اس راہ سے آپ کیسے گزرے؟ آپ نے فرمایا دامن سمیٹے ہوئے گزر رہوں، حضرت کعبؓ نے فرمایا کہ یہی حال تقویٰ کا ہے۔

## دین کا ستون تقویٰ ہے

حضرت حسن بصریؒ مکہ کو گئے تو دیکھا کہ حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ایک صاحبزادے قاتلہ کعبہ سے پشت لگائے لوگوں کو نصیحت کر رہے ہیں (روعتظ کہ ہے ہیں) حضرت حسن بصریؒ وہاں رک گئے اور ان سے دریافت کیا، میاں صاحبزادے! دین کا ستون کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا تقویٰ، پھر حضرت حسن بصریؒ نے دریافت کیا کہ دین کو تباہ کرنے والی چیز کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا لالچ۔ یہ سن کر حضرت حسن بصریؒ کو کمال تعجب ہوا۔

## شبہات سے بچنا تقویٰ ہے

حضرت لقمان بن بشیرؒ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حرام واضح ہے اور حلال واضح ہے لیکن ان دونوں کے درمیان بکثرت شبہات ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے لہذا جس نے شبہات سے اجتناب کیا اس نے اپنا دین محفوظ کر لیا اور اپنی عزت بچالی۔ جس نے ایسا نہیں کیا وہ حرام میں مبتلا ہوا جس طرح چروا ما بکریاں چراتا ہے اور خیال رکھتا ہے کہ دوسرے کے کھیت میں نہ جانے پائیں کہ ہر بادشاہ کی ایک محفوظ چراگاہ ہوتی ہے اچھی طرح سن لو کہ اللہ تعالیٰ کا محفوظ چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں (تحریمی احکام ہیں) ستوا جسم میں ایک پارہ گوشت ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا جسم صحیح و سالم (صحت مند) رہتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے جانتے ہو وہ پارہ گوشت کیا ہے؟ وہ دل ہے۔

**تقویٰ کی تعریف** | حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا کہ دن کو روزہ رکھنا رات کو نمازیں پڑھنا اور ان کے درمیان گڑ بڑ کرنا نامناسب اعمال کا ارتکاب (تقویٰ نہیں ہے۔ تقویٰ تو یہ ہے کہ جس کو اللہ نے حرام کیا ہے اس سے بچے اور جو فرہنی کیا ہے اس پر عمل کرے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ تجھے جو رزق عطا فرمائے وہ خیر ہی خیر ہے۔

**حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان** | حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک قبرستان سے گزرے ہوا۔ آپ نے ان مردوں میں سے ایک کو پکارا، حکیم الہی سے وہ زندہ ہو گیا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا تو کون ہے؟ اس نے عرض کیا حضرت! میں ایک حامل (قلی) ہوں۔ لوگوں کے بوجھ اٹھایا کرتا تھا ایک روز ایک آدمی کا گٹھا میں نے اٹھایا اور اسے پہنچایا، اثنائے راہ میں ان لکڑیوں میں سے ایک تنکا دانت کریدنے کے لیے توڑ لیا۔ اس کا مطالبہ مرنے کے وقت سے اب تک مجھ سے کیا جا رہا ہے۔

**اہل تقویٰ کی علامتیں** | مالک نے کہا کہ مجھ سے ذہب بن کہیا ان نے کہا کہ مدینہ کے کسی نقیبہ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو لکھا کہ اہل تقویٰ کی چند علامتیں ہوتی ہیں ان کے ذریعہ ان کی شناخت کی جاتی ہے۔ مصیبت پر صبر، حکم الہی پر راضی، نعمتوں پر شاکر، احکام الہی کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔

**عظمتِ تقویٰ** | حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ تقویٰ ایک تہایت ہی عظیم شے ہے اس کی تحصیل ضروری ہے اور اس کی معرفت حاصل کیے بغیر چارہ کار نہیں لیکن تمہیں معلوم ہے کہ جس قدر کوئی کام اعلیٰ اور مفید ہوتا ہے اسی قدر اس کا حصول دشوار ہوتا ہے اور اتنی ہی زیادہ مشقت اور جدوجہد کا تقاضا کرتا ہے اور اتنی ہی زیادہ بلند ہمتی چاہتا ہے لہذا جس طرح یہ تقویٰ ایک نفیس و اعلیٰ چیز ہے اسی طرح اس کے حصول

کے لیے عظیم مجاہدے اور شدید جدوجہد کی ضرورت ہے۔ نیز اس کے حقوق و آداب کی نگہداشت کی بھی اشد ضرورت ہے۔ کیونکہ درجات حسب مجاہدہ عطا ہوتے ہیں۔ اور جس درجے کی کوشش کی جاتی ہے اسی درجہ کا ثمرہ اور پھل ملتا ہے۔ (منہاج العابدین)

**تقویٰ کے جامع معنی** | حضرت امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ تقویٰ کے جامع تریبی معنی یہ ہوئے کہ ہر اس شخص اور کام سے اجتناب کرنا جس سے

دین کو نقصان پہنچنے کا خوف ہو۔ تمہیں معلوم نہیں کہ بنجار میں مثلاً شخص کو جب وہ ہر اس چیز سے پرہیز کرے جو اس کی صحت کے لیے مضر ہو جیسے کھانا پینا اور پھل وغیرہ تو اسے اصل پرہیز کرنے والا کہتے ہیں۔ اسی طرح جو شخص ہر خلاف شرع امر سے اجتناب کرے تو ایسا شخص درحقیقت متقی کہلانے کا حقدار ہے۔

## اقوال تقویٰ

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ ذرہ بھر پرہیزگاری، ہزار روزے اور نماز (نفل) سے بہتر ہے۔

حضرت ابو عثمان نے فرمایا تقویٰ کا ثواب حساب میں ہلکا ہوتا ہے۔ اور یحییٰ بن معاذ رازیؒ نے فرمایا تقویٰ بغیر تاول کے علم کے مرتبہ پر قائم ہوتا ہے۔ ابن الجلاء کا قول ہے کہ جس کی درویشی میں تقویٰ نہیں ہے وہ ظاہر میں حرام کھاتا ہے ابو سلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں کہ تقویٰ زہد کا پہلا درجہ ہے جس طرح قناعت رضا کی آخری منزل ہے۔

یونس بن عبداللہؒ نے فرمایا کہ تقویٰ ہر شے چیز سے گریز کرنے (بچ نکلنے) اور ہر آن نفس کے محاسبہ کا نام ہے۔

حضرت مزوف کرخیؒ کا قول ہے کہ جس طرح مذمت سے زبان روکتے ہو اسی طرح دوسروں

کی مدح سے بھی روکو۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ سے کہا گیا کہ حضرت! اب زمزم کیوں نہیں پیتے۔ فرمایا میرے پاس ڈول نہیں ہے۔ میرا ڈول ہوتا تو پیتا۔

حضرت محمد بن علی ترمذیؒ نے فرمایا متقی وہ ہے جس سے جھگڑا کرنے والا کوئی نہ ہو۔

حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا متقی وہ ہے جو اپنے نفس سے بغض رکھتا ہو۔

حضرت شبلیؒ نے کہا کہ متقی وہ ہے جو اللہ کے سوا ہر چیز سے بچے۔

ناطق صادقؒ نے فرمایا آگاہ رہو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔

محمد بن حنفیہؒ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جو تجھے اللہ سے دور کرے اس سے کنارہ کش ہونے کا نام تقویٰ ہے۔

قاسم بن قاسمؒ نے فرمایا آدابِ شریعت کی محافظت کا نام تقویٰ ہے اور حسنِ خلق بھی تقویٰ ہے۔

حضرت نوریؒ نے فرمایا کہ متقی وہ ہے جو دنیا اور اس کی آفتوں سے بچے۔

ایک قول ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا نام تقویٰ ہے۔

حضرت ابو حفص کا ارشاد ہے کہ تقویٰ حلال اختیار کرنے ہی سے قائم رہ سکتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ جو شخص اپنی خواہشات کا تابع نہیں وہی متقی ہے۔

حضرت عبداللہ روذباریؒ فرماتے ہیں کہ تقویٰ ہر اس چیز کے ترک کر دینے کا نام ہے جو تجھے

اللہ تعالیٰ سے دور کر دینے والی ہے۔

مہیل فرماتے ہیں کہ جو چاہتا ہے کہ اس کا تقویٰ درست ہو جائے اسے چاہیے کہ تمام

گناہوں کو چھوڑ دے۔

نصر آبادی نے فرمایا کہ تقویٰ یہ ہے کہ بندہ ماسوی اللہ سے بچے (اللہ کے سوا ہر

چیز سے گریز کرے۔ لہذا جس نے تقویٰ اختیار کر لیا وہ دنیا کو چھوڑنے کا مشتاق بن گیا۔



حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ زندگی اسی کی ہے جو ایسے مردانِ خدا کے ساتھ ہو جن کے دل تقویٰ کے آرزو مند ہوں اور اللہ کے ذکر میں خوشحال ہوں۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ بندہ اس وقت تک متقیوں میں سے ہرگز نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے دشمن اس سے اس طرح امن و امان میں نہ ہو جائیں جیسے اس کے دوست۔

بکر بن عبید اللہؒ فرماتے ہیں کہ انسان اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک اس کا کھانا حرام اور مشتبہ سے پاک نہ ہو اور وہ غضب سے بچنے کی کوشش نہ کرے۔

حضرت ابوالحسن زنجانیؒ نے فرمایا کہ جس کا سرمایہ تقویٰ ہے اس کی تعریف سے زبانیں گنگ ہیں (یعنی اس کی تعریف نہیں کی جا سکتی)۔

ابن عطیہ نے فرمایا کہ متقی کے لیے ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ اس کا ظاہر حدود شرعی کی محافظت ہے اور اس کا باطن حسن نیت اور اخلاص ہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ جو اپنے ظاہر کو مخالف شرع باتوں سے اور اپنے باطن کو خدا سے غافل رکھنے والی باتوں سے آلودہ نہ کرے، موقف الاتفاق میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ غفلتوں سے دل کو، خواہشات سے نفس کو، لذتوں سے حلق کو، اور بُری باتوں سے اعضاء کو بچانا اور محفوظ رکھنا تقویٰ ہے۔ اس وقت یہ امید ہو سکتی ہے کہ زمین و آسمان کے مالک تک تیری رسائی ہو جائے۔

حضرت ابوبکر واسطیؒ نے کہا کہ تقویٰ یہ ہے کہ اپنے تقویٰ کی دید سے پرہیز کرے (السی صورت پیدا نہ کرے کہ اس کے تقویٰ کے اظہار کے مواقع پیدا ہوں اور اس کی نگاہوں سے گزریں، لوگ اس کے سامنے اس کے تقویٰ کی تعریف کریں)۔

حضرت امام قشیریؒ کا قول ہے کہ مرد کا تقویٰ تین چیزوں سے معلوم ہوتا ہے۔ جو چیز

اسے نہ ملے نہ اس تک پہنچے اس پر توکل کرے۔ جو چیز مل گئی ہے اس پر رضامندی کرے۔  
جو چیز جاتی رہی اس پر خوبصورتی کے ساتھ مہر کرے۔

بشرحاتی نے فرمایا: تین کام مشکل ترین ہیں: اول ناداری میں سخاوت، دوم تنہائی  
میں پرہیزگاری اور سوم ایسے شخص کے سامنے حق بات کہنا جس سے امید بھی ہو اور خوف  
بھی (نقصان پہنچنے کا خوف اور انعام و الطاف کی امید)

ابویزید نے فرمایا کہ تمام شعبہوں سے بچنے کا نام تقویٰ ہے۔ نیز فرمایا تقویٰ یہ ہے کہ جو  
کچھ تو کہے خدا کے لیے کہے اور جب خاموش رہے تو خدا کے لیے خاموش رہے اور جب ذکر  
کرے تو اللہ کا ذکر کرے۔

میمون بن مہران کہتے ہیں کہ آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے  
نفس سے اس سے بھی زیادہ حساب فہمی نہ کرے جس طرح ایک خیل شریک تجارت اپنے شریک  
سے کرتا ہے یا ایک ظالم بادشاہ اپنے دیوان سے۔

کنانی نے فرمایا کہ دنیا کو مصیبتوں پر تقسیم کیا گیا ہے اور جنت کو تقویٰ پر، جو شخص  
اپنے اور اللہ کے مابین تقویٰ اور مراقبہ کو کام میں نہ لائے وہ کشف و مجاہدہ تک نہیں  
پہنچ سکتا۔

حضرت سہیل بن عبد اللہ نے فرمایا کہ اللہ کے  
حضرت سہیل بن عبد اللہ کا فرمان

سوا کوئی دلیل دراستہا نہیں، تقویٰ کے سوا کوئی توشہ نہیں اور صبر کرنے کے سوا کوئی عمل نہیں۔

حضرت سہیل فرماتے ہیں کہ متقی وہ ہے جو اپنے وجود کی طاقت اور قوت سے بے پروا  
ہو جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس جگہ نہ دیکھے جس جگہ کے  
لیے تجھے منع کیا گیا ہے اور اس جگہ تو غیر موجود نہ ہو جہاں موجود ہونے کا تجھے حکم دیا گیا ہے۔

**تقویٰ کی تعریف** | منقول ہے کہ طلح بن حبیب سے دریافت کیا گیا کہ تقویٰ کیا ہے اس کی تعریف بیان کیجئے؟ تو انھوں نے کہا اللہ کی دی ہوئی روشنی میں ثواب کی امید پر اللہ سے شرم کرتے ہوئے احکام الہی کی طاعت اور ان پر عمل کرنا تقویٰ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ کے دیے ہوئے نور کے مطابق اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے معصیت کو ترک کر دینا تقویٰ ہے۔

**متقی کون ہے؟** | حضرت شہر بن موشب نے فرمایا کہ متقی وہ ہے جو ایسے کام کو چھوڑ دے جس کے کرنے میں کچھ مضائقہ نہ ہو اور اس کا یہ ترک اس خوت سے ہو کہ وہ کسی خطرے والے کام میں نہ پڑ جائے۔

**تقویٰ ایک لگام ہے** | حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ متقی کو لگام دی گئی ہے جس طرح حرم میں احرام باندھنے والے کو دلینتی جس طرح حرم پر بہت سی چیزیں حرام ہو جاتی ہیں اسی طرح متقی کے لیے بہت سی چیزوں سے بچنا ضروری ہے۔

**تقویٰ سے قبل پانچ گھاٹیاں** | حضرت ابو تراب نے فرمایا کہ منزل تقویٰ سے عبور نہیں کرے گا منزل تقویٰ تک نہیں پہنچ سکتا: (۱) نعمت پر فقر کو ترجیح (۲) بقدر کفایت روزی کو کثیر روزی پر ترجیح (۳) ذلت کو عزت پر ترجیح (۴) رنج کو راحت پر ترجیح (۵) موت کو زندگی پر ترجیح دینا۔

**تقویٰ کی چند اقسام** | حضرت عبدالکریم ہوازن قدس سرہ نے کہا ہے کہ تقویٰ کی کئی قسمیں ہیں ان میں سے عوام کا تقویٰ ترکِ شرک ہے، خواص کا تقویٰ ترکِ معاصی کے بعد خواہشاتِ نفس کو ترک کر دینا اور ہر حال میں نفس کی مخالفت کرنا ہے۔ اولیاء خواص کا تقویٰ ہے ہر چیز میں اپنے ارادہ کا ترک کر دینا، نقلی عبادات کا خالص اللہ کے لیے

یچا لانا، اسباب سے دل بستگی کو ختم کر دینا اور ناسوی اللہ کی طرف توجہ اور میلان سے کنارہ کش ہو جانا۔ حال و مقام کی پابندی کو ترک کر کے تکمیل فرائض کے ساتھ تمام باتوں پر اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرنا۔

بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ آدمی جیت تک ایسے مقام پر نہ پہنچ جائے کہ اس کی دلی آرزو

اور خواہشات کو طشت میں رکھ کر بازار میں پھرانے کے لیے کہا جائے تو اس کو جھجک محسوس نہ ہو کیونکہ اس کے خیالات اور آرزوئیں خلاف تقویٰ نہیں ہوں گی، اس وقت وہ تقویٰ کی چوٹی پر پہنچ سکتا ہے ورنہ اس کی رسائی وہاں تک نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس طرح تم اپنا ظاہر مخلوق کے لیے آراستہ کرتے ہو اسی طرح اپنا باطن حق تعالیٰ کے لیے آراستہ کرو۔ یہی تقویٰ ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ تقویٰ سے زیادہ

حضرت سفیان ثوریؒ کی توضیح آسان چیز میں نے نہیں دیکھی کہ جو چیز دل میں کھٹکی دڑا بھی مشتبہ معلوم ہوئی، اس کو میں نے چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا بھی یہی مطلب ہے کہ جس چیز کے حلال ہونے میں تیرے دل میں شبہ ہو اور اس پر دوسرے لوگوں کا آگاہ ہونا تم پر گراں گزرے، تمھارے سینے میں اس کے لیے کشادگی پیدا نہ ہو اور دل میں کچھ شبہ ہو تو ایسی چیز گناہ ہے۔

یحییٰ بن معاذ رازیؒ کا قول ہے کہ تقویٰ دو قسم کا ہے، ایک ظاہری اور دوسرا باطنی۔ ظاہری تقویٰ یہ ہے کہ تیرا ارادہ

اور ہر حرکت اللہ کے لیے ہو اور باطنی تقویٰ یہ ہے کہ تیرے دل میں اللہ کے سوا کسی کا دخل ممکن نہ ہو۔ یحییٰ بن معاذؒ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص تقویٰ کے دقائق اور یاریکیوں پر نظر نہیں کرتا اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا، نہ خدا کی طرف سے اسے کچھ عطا ہوتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جس کی



نظر تقویٰ میں باریک بین ہے قیامت میں اس کا مرتبہ بلند واقع ہوگا۔  
 ایک قول یہ بھی ہے کہ گفتگو کا تقویٰ سونے چاندی کے تقویٰ سے زیادہ ستمت ہے اور  
 سرداری میں تقویٰ سونے چاندی کے تقویٰ سے زیادہ ستمت ہے اس لیے کہ ان دونوں کو تو اس  
 کے حصول کے لیے خرچ کیا گیا ہے۔

**تقویٰ کی دو قسمیں** | حضرت ابراہیم ادھم نے فرمایا کہ تقویٰ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ  
 جو فرض ہے، دوسرا وہ جو ڈر اور خوف سے ہو۔ غرضی تقویٰ

تو معاصی سے بچتا ہے اور خوف اور ڈر کا تقویٰ اللہ تعالیٰ کے محرمات میں مشبہات سے  
 بچتا۔ عوام کی پرہیزگاری تو حرام و شبہ کی ان تمام چیزوں سے بچتا ہے جن کا مخلوق کی نظر  
 میں بُرا انجام اور شریعت کی طرف سے ان پر معاذہ ہے اور خواص کی پرہیزگاری ہے ان  
 تمام چیزوں سے الگ رہنا جن میں خواہش (نفس) کا دخل اور نفس کی لذت و رغبت کا  
 شائبہ ہے اور جو حضرات خواص میں خاص ہیں یعنی خاص الخاص ہیں ان کا تقویٰ ہے ان  
 چیزوں سے بچنا جن میں انسان کے ارادے اور رائے کو دخل ہو۔ گویا عوام کا تقویٰ ہے  
 ترک دنیا میں، خواص کا تقویٰ ہے ترک جنت میں اور خاص الخاص کا تقویٰ ہے ماسوا  
 اللہ سے ہر شے کا ترک کر دینا۔

**حضرت حسن بھری کا قول** | حضرت خواجہ حسن بھری کا فرمان ہے کہ تقویٰ کے  
 تین مدارج ہیں، اول غیظ و غضب کے عالم میں سچی

بات کہنا، دوم ان دشوار سے احتراز کرنا جن سے اللہ نے اجتناب کا حکم دیا ہے سوم  
 احکام الہی پر راضی برصنا ہونا۔ کیونکہ اعمال میں سب سے بہتر عمل فکر و تقویٰ ہے۔

**قلیل التقویٰ عالم** | حضرت فضیل بن عیاض کا قول ہے کہ قلیل التقویٰ عالم  
 بہت ہی بُرا ہے اور اس سے بھی بُرا وہ عالم ہے جو کسی امیر کے

مال سے حج کو جائے۔

ایک مرتبہ حضرت فضیل بن عیاض ہی نے فرمایا کہ میرے دل میں بعض لوگوں کی قدر ہوتی ہے مگر جب ان کو کھانے پینے میں اسراف کرتے دیکھتا ہوں تو وہ قلتِ تقویٰ کے باعث میری نظروں سے گرجاتے ہیں۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ متقی وہ ہے جو لوگوں کے لیے وہ چیز پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ کیونکہ متقی وہی ہوتا ہے جو دوسروں کے لیے دل میں زیادہ وسعت رکھتا ہو۔ اسی طرح جس طرح اپنے لیے

حضرت خواجہ بہار الدین نقشبندیؒ کا ارشاد ہے کہ تقویٰ دل کی نگرانی ہے اور اس کا لحاظ ہر حالت میں رکھنا چاہیے لہذا کھانے پینے کہنے سنتے، چلتے پھرنے، خریدنے، بیچنے، عبادت کرنے، نماز پڑھنے اور قرآن پڑھنے، کتابت کرنے، سبق پڑھنے اور وعظ کہتے وغیرہ میں چاہیے کہ پلک مارنے میں بھی خدائے تعالیٰ سے غافل نہ رہے تاکہ مقصود حاصل ہو۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا قول ہے کہ ساری عمر گناہوں سے بچتا۔ گناہوں سے بچنے کی کوشش میں رہنا تقویٰ ہے۔ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ نے فرمایا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ کوئی تیرا دامن نہ پکڑے، اور جو لہزدی یہ ہے کہ تو کسی کا دامن نہ گیرے۔

بشر بن حارثؒ کا قول ہے کہ سب سے سخت تین عمل ہیں، قلت کی حالت میں بخشش کرنا تنہائی میں پیہہ بیزگار

رہنا، جس سے ڈراؤں میں ہو اس کے سامنے سچ بولنا۔  
داناٹیوں میں بڑی داناٹی تقویٰ ہے اور حماقتوں میں بڑی حماقت بدکاری، سچائیوں میں بڑی سچائی امانت، اور

بھولوں میں بدترین جھوٹ خیانت ہے۔

**ایک بزرگ کا قول** | ایک بزرگ کا قول ہے کہ تقویٰ ماتھے میں نہیں کہ اس پر شکن ڈالا جائے۔ نہ چہرے میں ہے کہ اس کو ترش کیا جائے۔ نہ رخسار میں ہے کہ اس کو پھیرا جائے نہ گردن میں ہے کہ اس کو جھکایا جائے، نہ دامن میں ہے کہ اس کو اکٹھا کیا جائے۔ تقویٰ تو دلوں میں ہے۔

## اولیاء کا تقویٰ

**حضرت حمدون کا تقویٰ** | حضرت حمدون قصار کا تقویٰ اس قدر تھا کہ آپ ایک رات ایک دوست کے سر ہانے بیٹھے تھے اور دوست

نزع کی حالت میں تھا۔ جب آپ کا دوست وفات پا چکا تو آپ نے چراغ بجھا دیا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا، اس وقت تک تو مجھے دوست کا مال تھا لیکن اب یتیموں کا مال ہے، ہمیں تیل جلانا نہ چاہیے۔

**حضرت امام ابو حنیفہ کا واقعہ** | حضرت ابو حنیفہ بازار میں جا رہے تھے۔ ایک ناخن بھر مٹی آپ کے جامے پر آ پڑی۔ آپ اسی

وقت دجلہ کے کنارے پر گئے اور جامہ کو دھو ڈالا۔ لوگوں نے کہا اے امام! آپ نے نجاست کی ایک معین مقدار کو جائز رکھا ہے پھر اس قدر مٹی کو آپ کیوں دھوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! وہ فتویٰ ہے اور یہ تقویٰ ہے۔

**حکایت** | عتبہ کو لوگوں نے دیکھا کہ وہ موسم سرما میں پسینے سے شراب پور ہیں۔ کسی نے وجہ پوچھی تو کہا کہ یہ مکان وہ ہے جس میں میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تھی۔

جب ان سے گناہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو بتایا کہ ہاتھ صاف کرنے کے لیے مٹی کا ڈھیلا دیوار سے اکھاڑ لیا تھا اور مالک مکان سے اس کی اجازت نہیں لی تھی۔

**حضرت مالک بن دینار کا معمول** | حضرت مالک بن دینار چالیس سال بصرہ میں رہے لیکن مرتے دم تک بصرہ کا چھوٹا یا کھجور نہیں چکھی۔ جب کھجوروں کی فصل ختم ہو جاتی تو فرماتے بصرہ والو! نہ میرے اس پیٹے کا نقصان ہوا اور نہ تمہاری کھجوروں میں کچھ کمی و بیشی ہوئی۔

**حضرت امام احمد کا تقویٰ** | حضرت امام احمد بن حنبل نے مکہ مکرمہ میں ایک دکاندار کے پاس اپنا طشت گروی رکھ دیا۔ جب اس کو واپس لینے کا وقت آیا تو دکاندار نے دو طشت آپ کے سامنے رکھ دیے اور کہا کہ ان دونوں میں جو آپ کا ہونے لہجئے۔ حضرت امام نے فرمایا کہ اپنے طشت کا پہچانا میرے لیے مشکل ہے لہذا یہ دونوں طشت تم ہی اپنے پاس رہنے دو۔ امام صاحب نے رہن کار روپیہ اس کو دے دیا۔ دکاندار نے کہا حضرت! میں تو آپ کی آزمائش کر رہا تھا، یہ رہا آپ کا طشت! امام صاحب نے فرمایا اب میں نہیں لوں گا، یہ کہہ کر طشت چھوڑ کر چلے گئے۔

**حکایت** | حضرت کہش سے منقول ہے کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک ایسا گناہ ہو گیا۔ جس کی تادمت میں میں چالیس سال سے روتا ہوں۔ میرا ایک بھائی مجھ سے ملنے کو آیا۔ میں نے اس کی مدارات کے لیے ایک دانگ کی ٹھنی ہوئی ٹھیلی خریدی۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہو گیا تو ہاتھ صاف کرنے کے لیے پڑوسی کی دیوار سے (اس کی اجازت کے بغیر) ایک ڈھیلا توڑ کر میں نے اس کو دے دیا اس نے اس مٹی سے ہاتھ مل کر صاف کر لیے اور میں نے اس فعل پر پڑوسی سے اس کی معافی طلب نہیں کی۔

**حکایت** | منقول ہے کہ ایک مکان میں کراہہ دار رہتا تھا اس نے کسی کو خط لکھا روٹناں تازہ تھی۔ اس نے چاہا کہ اس مکان سے تھوڑی سی لے کر سیاہی کو خشک کر دے۔ فوراً اس کے دل میں خطرہ گزرا کہ مکان اس کی ملک نہیں ہے بلکہ کرایہ پر ہے۔ چند لمحے بعد اس نے دل کو یہ کہہ کر بہلا لیا کہ تھوڑی مٹی لینے میں کیا ڈوبے! چنانچہ مٹی لے کر خط خشک



کر لیا۔ فوراً غیب سے آواز آئی کہ اے مٹی کو حقیر و خفیف سمجھنے والے تجھے بہت جلد پتھر چل جائے گا جب کل تو طویل حساب میں گرفتار ہوگا۔

**حضرت رابعہ عدویہؓ** مروی ہے کہ حضرت رابعہ عدویہؓ نے شاہی مشعل کی روشنی میں اپنی پھٹی ہوئی قمیص سیالی۔ اس کے نتیجہ میں ان کے دل کی حالت بدل گئی۔ (دل کو کھویا کھویا سا پانے لگیں) ان کو کچھ مدت بعد اپنی پھٹی ہوئی قمیص کا خیال آیا۔ فوراً ہی قمیص کو پھاڑ ڈالا اور رکھ دیا۔ دل کی حالت درست ہو گئی اور پھر نور پیدا ہو گیا۔

**حکایت** کسی نے سفیان ثوری کو خواب میں دیکھا کہ پرندے کی طرح آپ کے دو بازو ہیں اور جنت میں وہ ایک درخت اڑ کر دوسرے درخت پر پہنچ جاتے ہیں ان سے پوچھا کہ آپ کو یہ مرتبہ کیسے ملا؟ آپ نے جواب دیا کہ تقویٰ کے باعث۔

**اکابر کا تقویٰ** حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ذوالنون مصریؒ کو عبادت سے متصف پایا اور حضرت سہیل کو اشاروں پر چلتے والا دیکھا اور بشر حافی کو تقویٰ میں ممتاز پایا۔ لوگوں نے پوچھا کہ پھر آپ کا رجحان کس کی طرف ہے؟ فرمایا کہ بشر حافی رح کی طرف، کیونکہ وہ میرے استاد بھی ہیں۔

**حکایت** حضرت عبدالواحد بن زیدؒ کا ایک غلام چند سال سے ان کی خدمت میں تھا وہ چالیس سال تک عبادت گزار رہا۔ عبدالواحد کے پاس وہ غلہ ناپنے کی خدمت پر مامور تھا اس کے انتقال کے بعد کسی شخص نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا اس نے جواب دیا کہ میرے ساتھ بہتر ہوا ہے لیکن مجھے جنت سے روک دیا گیا ہے کیونکہ جب میں غلہ ناپ کر دیتا تھا تو میرے پیمانے سے چالیس پیمانے گر دوغبار (میرے ذمہ نکالی گئی) یعنی ہر ناپ کے ساتھ جو گر دوغبار غلہ کے ساتھ مل کر جاتا تھا وہ چالیس پیمانے نکلا اور اس کی سزا میں مجھے جنت میں جانے

سے روک دیا گیا۔

**حکایت** | حسان بن سقیانؓ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ ساٹھ برس تک نہ لیتے کہ سوئے نہ چربی (چکنائی) کھائی اور نہ ٹھنڈا پانی پیا۔ آپ کے انتقال کے بعد کسی شخص نے آپ کو خواب میں دیکھا اور آپ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا اچھا سلوک کیا لیکن میں ایک سوئی کے باعث جسے میں نے عاریتاً لیا تھا اور اسے واپس نہیں کیا تھا، جنت سے روک دیا گیا ہوں۔

**حضرت ابن مبارکؒ کا عمل** | ابن مبارکؒ نے فرمایا کہ حرام کا ایک پیسہ نہ لیتا (رد کردینا) سو پیسے صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

ابن مبارک کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ملک شام میں حدیث شریف کی کتابت کر رہے تھے۔ ان کا قلم ٹوٹ گیا۔ انھوں نے عاریتاً کسی سے قلم مانگا۔ جب کتابت سے فارغ ہو گئے تو قلم واپس کرنا بھول گئے اور قلمدان میں وہ قلم پڑا رہ گیا۔ جب وہ شام سے مرو پہنچے تو قلمدان میں وہ قلم نظر پڑا۔ فوراً پہچان گئے اور پھر انھوں نے قلم واپس کرنے کے لیے ملک شام کے سفر کی تیاری شروع کر دی (اور واپس جا کر حصے دیا)۔

**حکایت** | حضرت سری سقطیؒ کو ایک واقعہ پیش آیا، ایک روز کسی دوست نے آپ کو سلام کیا آپ نے ان کے سلام کا جواب دے دیا لیکن آپ تیوری پڑھائے رہے اور شگفتہ روئی کا اظہار نہیں ہوا۔ میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کو سلام کرتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے تو دونوں پر سورہ رحمتیں تقسیم کی جاتی ہیں، نوے اس شخص کو ملتی ہیں جو زیادہ شگفتہ رو ہوتا ہے اور دس دوسرے کو دی جاتی ہیں۔ میں چین چیں جس میں اس لیے رہا کہ یہ نوے رحمتیں اس کو مل جائیں۔

**حضرت امام ابوحنیفہؒ کا تقویٰ** | حضرت امام ابوحنیفہؒ بہت ہی محتاط قسم کے لوگوں میں سے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ خلیفہ وقت

نے تمام علماء سے ایک عہد نامہ تحریر کرا کر قاضی وقت امام شعبیؒ کے پاس دستخط کے لیے بھجوایا اس لیے کہ آپ صلیبی کی وجہ سے اجتماع علماء میں شریک نہیں تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنی ہر شیت کر کے دستخط فرمادیے لیکن جب یہ عہد نامہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں پہنچا تو فرمایا کہ امیر المؤمنین بذات خود یہاں موجود نہیں لہذا یا تو اپنی زبان سے حکم دیں یا میں خود وہاں چلوں جب ہی دستخط کر سکتا ہوں۔ جب خلیفہ کے پاس یہ پیغام پہنچا تو اس نے امام شعبیؒ سے دریافت کروایا کہ کیا گواہی کے لیے دیدار بھی شرط ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ یقیناً دیدار شرط ہے۔ خلیفہ نے پوچھا کہ پھر آپ نے بغیر مجھے دیکھے ہوئے دستخط کیسے کر دیے؟ انھوں نے کہا کہ چونکہ مجھے یقین کامل تھا کہ آپ ہی کا حکم ہے اس لیے دستخط کر دیے۔ خلیفہ نے کہا کہ قصا کے عہدے پر نائز ہو کر آپ نے خلاف شرع کام کیا ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اس عہدے پر کسی اور کا تقرر کر دوں۔ چنانچہ خلیفہ کے مشیروں نے امام ابوحنیفہؒ، حضرت سفیانؒ، حضرت شریحؒ اور حضرت مشعرؒ کے نام قاضی کے عہدے کے لیے پیش کیے اور جب طلبی پر چاروں حضرات دربار کی طرف چلے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں کسی بہانے سے یہ عہدہ قبول نہیں کروں گا اور سفیانؒ تم فرار ہو جاؤ اور مشعرؒ یا گل بن جاؤ اس طرح شریحؒ کو اس عہدہ کے لیے منتخب کر لیا جائے گا۔

چنانچہ حضرت سفیانؒ تو راستہ ہی میں فرار ہو گئے اور جب یہ تینوں داخل دربار ہوئے تو خلیفہ نے امام ابوحنیفہؒ کو عہدہ قبول کرنے کا حکم دیا لیکن آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں عربی النسل نہیں ہوں اس لیے سرداران عرب میرے فتاویٰ کو غیر مستند تصور کریں گے لیکن اس وقت جعفرؒ بھی دربار میں موجود تھے، انھوں نے کہا کہ قاضی کے لیے نسب کی ضرورت نہیں بلکہ علم کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے مگر میں اپنے اندر اس عہدے کی صلاحیت نہیں پاتا۔ خلیفہ نے کہا کہ آپ جھوٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو پھر ایک جھوٹے کو یہ عہدہ تفویض نہیں کیا جاسکتا اور اگر میرا قول سچا ہے تو جس میں قاضی بننے کی

صلاحیت نہ ہو وہ خلیفہ کا نائب یا قاضی کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کے بعد خلیفہ نے حضرت مشعرؓ کو عہدہ قبول کرنے کو کہا لیکن وہ پاگل بن گئے تھے، دوڑ کر خلیفہ کا ماتھ پکڑا اور بیوی بچوں کی خیریت معلوم کرنے لگے۔ چنانچہ خلیفہ نے دیوانہ سمجھ کر ان کو بھی پھوڑ دیا۔ لیکن حضرت مشرغؓ سے اصرار کیا گیا تو انھوں نے یہ عہدہ قبول کر لیا۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ نے تمام عمر ان سے ملاقات نہیں کی۔

ایک شخص آپ کا قرضدار تھا اور اسی کے علاقہ میں کسی کی موت واقع ہو گئی اور جب امام ابوحنیفہؒ نماز جنازہ کے لیے وہاں پہنچے تو ہر طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی اور موسم بھی بہت گرم تھا لیکن آپ کے مقروض کی دیوار کے پاس کچھ سایہ تھا چنانچہ جب لوگوں نے کہا کہ آپ یہاں تشریف لے آئیں تو آپ نے فرمایا کہ صاحب خانہ میرا مقروض ہے اس لیے اس کے مکان کے سایہ سے استفادہ کرنا میرے لیے جائز نہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ قرض کی وجہ سے جو نفع بھی حاصل ہو وہ سود ہے۔

**حضرت امام حنبلؒ کا تقویٰ** | حضرت امام حنبلؒ کے صاحبزادے حضرت صالحؒ اصغہان کے قاضی تھے اور ایک مرتبہ امام حنبلؒ کے خادم نے حضرت صالحؒ کے مطبخ میں سے خمیر لے کر روٹی تیار کی۔ جب روٹی امام صاحبؒ کے سامنے پہنچی تو آپ نے پوچھا کہ یہ اس قدر گداز کیوں ہے؟ خادم نے پوری کیفیت بتادی، تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص اصغہان کا قاضی رہا ہو اس کے یہاں سے خمیر کیوں لیا۔ لہذا یہ روٹی میرے کھانے کے لائق نہیں رہی اور یہ کسی فقیر کے سامنے پیش کر کے پوچھ لینا کہ اس روٹی میں خمیر تو صالح کا ہے اور آٹا امام حنبل کا، اگر تمہاری طبیعت گوارا کر لے تو لے لو۔ لیکن چالیس یوم تک کوئی سائل ہی نہیں آیا اور جب روٹیوں میں بُو پیدا ہو گئی تو خادم نے دریائے دجلہ میں پھینک دیں۔ لیکن امام صاحبؒ کے تقوے کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اس دن سے دریائے دجلہ کی مچھلی نہیں کھائی اور آپ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ جس کے پاس چاندی کی سرسردانی ہو اس کے پاس بھی



روایت ہے کہ زلیخا نے حضرت یوسف  
 علیہ السلام سے، جبکہ آپ مالک مصر ہو

## تقویٰ کے پائے میں ایک روایت

گئے تھے، عرض کیا اے یوسف! جس اور شہوات نے بادشاہوں کو غلام کر دیا اور صبر اور  
 تقویٰ نے غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔ آپ نے فرمایا یہ تو خدا ہی نے فرمایا ہے اتہ من  
 یتق و یصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین (ترجمہ: بیشک جو شخص تقویٰ  
 اور صبر اختیار کرے تو تحقیق اللہ تعالیٰ کی کرنے والوں کا ثواب ضائع نہیں کرتا)

ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے کسی آتش پرست کو مسلمان ہونے کی تبلیغ  
 کی تو اس نے جواب دیا کہ اگر اسلام اس کا نام ہے جو حضرت بایزید کو حاصل

## حکایت

ہے تو اس کی ٹھہری طاقت نہیں اور جس طرح تم سب لوگ مسلمان ہو تو مجھے اس پر اعتماد نہیں  
 ایک مرتبہ آپ اپنے ارادتمندوں کے ہمراہ تشریف فرما تھے تو اچانک مرید سے فرمایا کہ  
 خدا کا ایک دوست آ رہا ہے چل کر اس کا استقبال کرنا چاہیے اور جب سب لوگ باہر نکلے  
 تو دیکھا کہ حضرت ابراہیمؑ پروں ہیں جو خچر پر سوار چلے آ رہے ہیں اور حضرت بایزیدؒ نے ان سے کہا  
 کہ مجھے آپ کے استقبال کا منجانب اللہ حکم ملا ہے اور یہ بھی حکم ہے کہ اس کی بارگاہ میں  
 آپ کو اپنا شفیق بنا لوں۔ یہ سن کر انھوں نے جواب دیا کہ اگر پہلی شفاعت تمہیں اور آخری  
 شفاعت مجھے عطا کی جائے تب بھی حضور اکرمؐ کی شفاعت کے مقابلہ میں اس کا مرتبہ ایک مشت  
 خاک بھی نہیں ہے۔ اس کے بعد دسترخوان بچھا جس پر انواع و اقسام کے لذیذ و مرغی کھانے  
 چنے ہوئے تھے اور آپ نے حضرت ابراہیمؑ کے ہمراہ کھانا کھایا لیکن حضرت ابراہیمؑ کے دل میں  
 خیال گزرا کہ حضرت بایزیدؒ جیسے شیخ دوران کو ایسے کھانوں سے احتراز کرنا چاہیے اور حضرت  
 بایزیدؒ کو آپ کی اس نیت کا اندازہ ہو گیا تو آپ نے کھانے کے بعد ان کو اپنے ہمراہ لے جا کر دیوار  
 پر ایک کونہ میں ہاتھ مارا تو ایک ایسا دروازہ نمودار ہوا جس کے سامنے بہت بڑا دریا ٹھاٹھیں مار

رہا تھا۔ اور حضرت بائزیدؒ نے ان سے کہا کہ چلیے ہم دونوں اس میں غسل کریں۔ لیکن انھوں نے کہا کہ خدا نے یہ مرتبہ مجھے عطا نہیں فرمایا۔ یہ جواب سن کر آپ نے ان سے کہا کہ جس جو کی روٹی تمھاری غذا ہے وہ تو وہ جو ہیں جن کو جانور کھاتے ہیں اور لید کرتے ہیں لیکن تم اس کے باوجود بھی یہ تصور کرنے ہو کہ عمدہ اور لذیذ کھانے کھانے والا کبھی اہل تقویٰ نہیں ہو سکتا۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم ہروی بہت نادم ہوئے اور معافی طلب کی۔

حضرت شیخ علی متقی رح سلسلہ عالیہ چشتیہ کے باکمال بزرگ تھے آپ نے بادشاہ کے ساتھ رہ کر بہت کچھ مال دنیا جمع کیا۔ جب ہذیبہ حق سے سرشار ہوئے تو تمام مال و متاع راہِ مولیٰ میں لٹا کر شیخ عبدالحکیمؒ کی خدمت میں رہ کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بعد ازاں گجرات تشریف لائے۔ سلطان بہار الدین والی گجرات نے قدم بوسی کی اجازت چاہی لیکن حضرت نے اسے اجازت نہیں دی۔ دوبارہ قاضی عبداللہ سندھی سلطان کا پیغام ملا تو لے کر حاضر ہوئے۔ مجبوراً حضرت نے بادشاہ کی درخواست منظور فرمائی۔ جب سلطان حضرت کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو ایک کورہ روپیہ نذرانہ پیش کیا۔ حضرت نے وہ روپیہ قاضی عبداللہ سندھی کو دے کر فرمایا کہ تمھاری وجہ سے یہ دولت ہمیں نذرانہ میں ملی ہے۔ میں یہ تم کو دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت نے وہ تمام رقم قاضی عبداللہ سندھی کو دے دی۔

بادشاہ کے ایک وزیر نے اپنے گھر حضرت کی دعوت کی۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اس شرط پر دعوت قبول کرتا ہوں کہ جہاں میں چاہوں بیٹھوں گا جو چاہوں کھاؤں گا اور جب دل چاہے چلا جاؤں گا۔ وزیر نے آپ کی شرائط منظور کر لیں۔ جب حضرت دعوت میں چلے تو ایک ٹکڑا خشک روٹی کا جیب میں رکھ لیا۔ وزیر کے مکان پر پہنچے اور زمین پر بیٹھ گئے۔ وزیر نے درخواست کی کہ فرش پر تشریف رکھیے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم نے میری شرطیں منظور کی ہیں تب میں اس دعوت میں شریک ہوا ہوں۔ وزیر خاموش رہا۔ جب کھانا آیا تو حضرت نے خشک روٹی جیب سے نکال کر کھاتی شروع کی۔ وزیر نے پھر اصرار کیا، حضرت نے فرمایا میرا جو جیب چاہے کھاؤں گا۔

اور پھر وہاں سے اٹھ کر اپنے مکان پر چلے آئے۔

کسی بزرگ سے دریافت کیا گیا کہ بندوں میں سے زیادہ بزرگی تقویٰ میں ہے |

بزرگ کون ہے؟ فرمایا کہ مروت اور تقویٰ والے، پوچھا کہ اعمال میں سے افضل کونسا عمل ہے؟ فرمایا کہ فرائض کا ادا کرنا اور حرام چیزوں سے اجتناب کرنا۔ پوچھا کہ کلام میں سے کونسا کلام سنتے کے قابل ہے؟ فرمایا کہ سچ کہتا ایسے شخص کے ساتھ جس سے بیم ورجا ہو۔ پوچھا کہ ایمان والوں میں سے کونسا دانا ہے؟ فرمایا کہ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی طاعت پر عمل کرے اور لوگوں کو اس طرف بلا لے۔ پوچھا کہ اہل ایمان میں سے زیادہ خسارہ میں کون ہے؟ فرمایا کہ جو شخص اپنے ظالم بھائی کی خواہش میں چلے اور اپنی آخرت دوسرے کی دنیا کے عوض فروخت کرے۔

حکایت | کیل (ایک شخص ہیں) کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ جا رہا تھا۔ وہ جنگل میں پہنچے۔ پھر ایک مقبرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے مقبرہ والو! اے بوسیدگی والو! اے وحشت اور تنہائی والو! کیا خیر ہے کیا حال ہے پھر فرمایا کہ ہماری خیر تو یہ ہے کہ تمہارے بعد اموال تقسیم ہو گئے، اولادیں یتیم ہو گئیں، بیویوں نے دوسرے خاوند کر لیے۔ یہ تو ہماری خیر ہے، کچھ اپنی بھی کہو۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہیں! اگر ان لوگوں کو بولنے کی اجازت ہوتی اور یہ بول سکتے تو کہتے کہ بہترین توتہ تقویٰ ہے۔ یہ فرمایا اور پھر رونے لگے اور فرمایا اے کیل! قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے وقت بات معلوم ہو جاتی ہے۔

حکایت | ایک دفعہ مکران کے بادشاہ نے حضرت شاہ شجاعؒ کی صاحبزادی کے ساتھ نکاح کرنے کا پیغام بھیجا تو آپ نے تین یوم کی مہلت طلب کی اور تین دنوں میں مسجد کے اطراف اس نیت سے چکر کاٹتے رہے کہ کوئی درویش کامل مل جائے تو میں اس سے نکاح کروں۔ چنانچہ تیسرے دن ایک بزرگ خلوص قلب کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرتے ہوئے مل

گئے تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا تم نکاح کے خواہشمند ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں تو بہت مفلوک الحال ہوں۔ مجھ سے کون اپنی لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ میں اپنی لڑکی تمہارے نکاح میں دیتا ہوں۔ چنانچہ باہمی رضامندی سے نکاح ہو گیا اور جب صاحبزادی اپنے شوہر کے ہاں پہنچیں تو دیکھا کہ ایک کوزے میں پانی اور ایک ٹکڑا سوکھی ہوئی روٹی کا رکھا ہوا ہے اور جب شوہر سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ آدھا پانی اور آدھی روٹی کل کھالی تھی اور آدھی آج کے لیے بچا رکھی تھی۔ یہ سن کر حیب بیوی نے اپنے والدین کے یہاں جانے کی خواہش کی تو شوہر نے کہا کہ میں تو پہلے ہی سے جانتا تھا کہ شاہی خاندان کی لڑکی فقیر کے ساتھ گزارا نہیں کر سکتی۔ لیکن بیوی نے جواب دیا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ میں تو اپنے والد سے یہ شکایت کرنا چاہتی ہوں کہ انہوں نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں تیرا نکاح کسی متقی سے کر رہا ہوں، مگر اب مجھے معلوم ہوا کہ میرا نکاح تو ایسے شخص سے کر دیا گیا ہے جو خدا پر قانع نہیں ہے اور دوسرے دن کے لیے کھانا بچا رکھتا ہے جو توکل کے قطعاً منافی ہے لہذا اس گھر میں یا تو میں رہوں گی یا یہ روٹی رہے گی۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۷۰)

**حکایت** حضرت بایزید بسطامیؒ نے اپنے ایک رفیق کے ساتھ جنگل میں کپڑے دھوئے دھونے کے بعد ان کے ساتھی نے کہا کہ ان کپڑوں کو انگور کی بارٹھ (ٹٹی) پر پھیلا دیں۔ آپ نے کہا ہم لوگوں کی دیوار میں منہ نہیں گاڑتے۔ ساتھی نے کہا اچھا درخت سے لٹکا دیں تو آپ نے فرمایا نہیں اس کی ٹہنیاں ٹوٹ جائیں گی۔ ساتھی نے کہا تو پھر ازخسر (مہرچیا گند) گھاس پر پھیلا دیں، تو آپ نے فرمایا یہ چوپایوں کا چارہ ہے ہم جانوروں سے اس کو نہیں چھپا سکتے کپڑوں کے پھیلانے سے گھاس چھپ جائے گی) آخر کار آپ نے اپنی پیٹھ پر کپڑے ڈال لیے اور سورج کی طرف پیٹھ کر کے کھڑے ہو گئے۔ جب ایک رخ سے کپڑے سوکھ گئے تو ان کو الٹ دیا۔ پھر دوسرا رخ بھی سوکھ گیا۔ اس طرح آپ نے کپڑے خشک کر لیے۔



## حکایت

خواجہ حسن بصری اور حضرت رابعہ بصری ہم عصر بزرگ ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے دینی اور روحانی ساتھی تھے۔ اکثر حضرت رابعہ، خواجہ کا درس سنتے آیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ خواجہ صاحب، حضرت رابعہ کے گھر تشریف لائے اور دروازے پر آپ نے ایک افسردہ اور آزدہ شخص کو دیکھا۔ آپ نے اس سے اس آزدگی اور افسردگی کا سبب پوچھا تو وہ بولا کہ میں حضرت رابعہ کے لیے اشرفیوں کی ایک تھیلی لایا ہوں مگر انھوں نے قبول نہیں کی اور خواجہ صاحب سے گزارش کی کہ وہ اس کی سفارش کریں تاکہ حضرت رابعہ ان اشرفیوں کو قبول کر لیں۔

اب جب خواجہ صاحب نے حضرت رابعہ سے سائل کی درخواست قبول کرنے کے لیے کہا تو انھوں نے فرمایا، خدا جو کہ پوری دنیا کا پالنے والا ہے میں اس سے دنیا کی کوئی چیز نہیں مانگتی تو کسی غیر اللہ سے میں کیوں کوئی چیز طلب کروں۔

حضرت خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ تقویٰ کی اصل روح یہ ہے کہ انسان غیظ و غضب کی حالت میں بھی سچائی کا دامن نہ چھوڑے۔

## تقویٰ کی اصل روح

حق بات ہر حال میں کہتا ہے اور جن باتوں کو معروف قرار دیا گیا ہے اور جن کو کرنے کا حق دیا گیا ہے ان کی پابندی کرے اور جن باتوں کی ممانعت کر دی گئی ہے ان کی طرف نہ دیکھے نہ ان کو کرے تو وہ صحیح متقی کہلانے کا حقدار ہوگا۔

حضرت ذوالنون مصری قرآن و سنت اور شریعت کے خلاف کوئی بات گوارا نہیں کرتے تھے

## حضرت ذوالنون مصری کا تقویٰ

شاید یہی سبب تھا کہ اہل معرفت ہمیشہ آپ کو زندیق کہہ کر آپ کی بزرگی اور عظمت سے منکر ہوتے رہتے تھے۔ جس زمانہ میں آپ بلند مناصب پر فائز ہوئے تو بعض ناعاقبت اندیشوں نے مراتب کی ناواقفیت کی بنا پر آپ کو زندیق کا خطاب دے دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ خلیفہ وقت سے آپ کی شکایت بھی کی۔ چنانچہ جس لمحے آپ کو بیڑیاں پہنا کر لے جایا جا رہا تھا تو ایک بوڑھی

عورت نے آپ سے کہا کہ بیٹا! خوفزدہ ہرگز نہ ہوتا کیونکہ وہ بھی تمہاری طرح اللہ کا بندہ ہے۔ اسی وقت راستے میں ایک بہشتی نے آپ کو ٹھنڈے پانی سے سیراب کیا اور اس کے صلہ میں جب آپ نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اس کو ایک دینار دے دو، تو بہشتی نے عرض کیا کہ قیدیوں سے کچھ لینا بزدلی کی علامت ہے، اس کے بعد دربار خلافت سے آپ کو چالیس روزہ کی قید کا حکم بتایا گیا۔ اسی عرصے میں آپ کی بہن روزانہ ایک روٹی آپ کو جیل پہنچاتی تیں مگر ربانی کے بعد ہر یوم کے حساب سے چالیس روٹیاں آپ کے پاس محفوظ تھیں اور حب آپ کی بہن نے کہا کہ بھیا یہ روٹیاں تو جائز کمائی کی تھیں پھر آپ نے کیوں تہیں کھائیں؟

اس پر حضرت ذوالنون مہری نے فرمایا چونکہ داروغہ جیل بد باطن قسم کا انسان تھا اس لیے جو روٹی اس کے ہاتھ بھجوائی جاتی تھی مجھے اس سے کماہت محسوس ہوتی تھی۔

اس کے بعد حب آپ جیل سے روانہ ہونے لگے تو آپ گریٹے اور سر پر شدید قرب آئی مگر اس کے باوجود خون کی ایک بوتل بھی آپ کے لباس پر نہ پڑی۔ حد تو یہ ہے کہ جو خون زمین پر گرا تھا وہ بھی غائب ہو گیا۔ پھر حب آپ کو خلیفہ کے روبرو پیش کیا گیا تو آپ نے اس کے سوالات کا متہ توڑ جواب دے کر دربار میں موجود تمام لوگوں کو حیران کر دیا۔ چنانچہ آپ کی سچائی اور بیباکی سے متاثر ہو کر خلیفہ نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کر لی اور انتہائی عقیدت اور احترام کے ساتھ آپ کو سفر مصر کے لیے رخصت کیا۔

روایت ہے کہ بشر بن عمارت حافی کی ہمشیرہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا کہ میں اپنے کوٹھے پر سوت کا تار کرتی ہوں اس وقت ہمسائے کے گھر کی روشنی کا عکس مجھ پر پڑتا ہے، کیا اس روشنی میں مجھے سوت کا تار جانتا ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا تو کون ہے؟ وہ کہنے لگی کہ میں بشر بن حافی کی بہن ہوں۔ یہ سن کر امام صاحب رو دیے۔ فرمایا پرہیزگاری کا ظہور تمہارے ہی گھر سے ہوتا ہے۔ اس روشنی میں تم سوت نہ کا تا کرو۔

**حضرت علی عطار کا قول** | آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بصرے کی گلیوں میں دیکھا کہ بوڑھے لوگ بیٹھے ہیں اور لڑکے کھیل رہے ہیں۔ میں نے لڑکوں سے پوچھا ان بوڑھوں کے سامنے تمہیں کھلتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ وہ کہتے لگے کہ ان سے شرم کیا آئے ان میں پرہیزگاری کم ہے اس لیے ہمیں ان کا خوف بھی نہیں۔

## العامات تقویٰ

اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ کو بیشمار انعامات دینے کا وعدہ فرمایا ہے ان انعامات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) اہل تقویٰ کو اللہ تعالیٰ اپنی دوستی سے سرفراز کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

لَا تَهْمِدُونَ لَنْ يَغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۗ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ وَليُّ الْمُتَّقِينَ ۝

اللہ کے مقابلے میں وہ تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتے۔ ظالم ایک دوسرے کے ساتھی ہیں اور متقیوں کا دوست اللہ ہے۔

رپ ۲۵، جاثیہ ۱۹

(۲) اہل تقویٰ کا ایک انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کی مدد فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلظَةً ۗ وَعَلِمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝

اے ایمان والو! اپنے نزدیک رہنے والے کافروں سے جنگ کرو اور چاہیے کہ وہ تمہارے اندر سختی پائیں اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔

رپ ۱۱، توبہ ۱۲۳

(۳) اہل تقویٰ بارگاہ رب العزت میں سب سے زیادہ کلام اور عزت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ  
بِشَيْءٍ اَللّٰهُ اَقْرَبُ  
بیشک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے متقی زیادہ ہے، بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ (پ ۲۶، حجرات ۱۳)

(۴) اہل تقویٰ کے اعمال بارگاہ رب العزت میں مقبول پڑتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا ہے کہ:

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ  
السّٰقِيْنَ  
اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف اہل تقویٰ کے اعمال قبول ہوتے ہیں۔ (پ ۶، مائدہ ۲۷)

(۵) اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو نمایاں حیثیت عطا فرمادیتا ہے اور ان کی برائیوں کو ختم

کردیتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا  
اللّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَ  
يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَ  
يُعْزِزْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ  
الْعَظِيمِ  
اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے، تو تمہیں اعزازی حیثیت سے نواز دے گا اور تمہاری برائیوں کو ختم کر دے گا اور تمہیں معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے (پ ۹، انفال ۲۹)

(۶) اہل تقویٰ کو نیک انجام کی خوشخبری دی گئی ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

تِلْكَ الدّٰرُ الْآخِرَةُ  
تَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ  
عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فِسَادًا  
وَالْعَابِيَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ  
آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے بنایا ہوا، جو زمین میں فساد نہیں ڈالتے اور بہتر انجام اہل تقویٰ کا ہی ہے (پ ۲۰، قصص ۸۳)

(۷) اہل تقویٰ کا ایک انعام یہ ہے کہ اہل تقویٰ کو اللہ تعالیٰ پسند کرنے لگتا ہے اور ان سے

محبت کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:



جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور تقویٰ اختیار کرے  
تو بیشک اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو  
پسند کرتا ہے۔ (پ ۳، آل عمران ۷۶)

بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَ  
اتَّقَىٰ - فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ  
الْمُتَّقِينَ ۝

اہل تقویٰ سے اللہ کی محبت کے بارے میں ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہے کہ:  
مشرکین جنہوں نے عہد توڑ ڈالا تو پھر اللہ اور  
اس کے رسول کے ہاں عہد کیونکر قائم رہ سکتا ہے  
ہاں جن لوگوں کے ساتھ تم نے مسجد کے نزدیک  
عہد کیا تھا اگر وہ اس پر قائم رہیں تو آپ بھی اس  
پر قائم رہیں بیشک اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو پسند  
فرماتا ہے۔ (پ ۱۰، توبہ ۷)

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ  
عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ إِلَّا  
الَّذِينَ عَاهَدْنَا عِنْدَ الْمَسْجِدِ  
الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَفْتَاؤُكُمْ  
فَاسْتَفْتُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ  
يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝

(۸) آخرت میں متقیوں کا گھر بہت بہتر ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اور جب اہل تقویٰ سے پوچھا جاتا ہے کہ اللہ نے  
تمہارے لیے کیا نازل فرمایا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ  
بہترین چیز اتری ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے  
دنیا میں بھلائی ہے اور آخرت کا گھر تو بہت  
اچھا ہے۔ یہ اہل تقویٰ کا گھر کیا خوب ہے۔

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا  
أَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۗ قَالُوا خَيْرٌ  
الَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ  
الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَكَدَارُ  
الْآخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ  
الْمُتَّقِينَ ۝

(پ ۱۲، نحل ۳۰)

(۹) اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کے لیے حصول رزق میں آسانی پیدا فرمادیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ

متقیوں کے لیے ایسے ذرائع بنا دیتا ہے کہ انہیں معلوم بھی نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ انہیں  
رزق پہنچا دیتا ہے

ذِكْرُكُمْ يُؤَمِّطُ بِهِ ۚ مَنْ كَانَ

ان باتوں سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے کہ

یَوْمٍ مِّنْ يَّأْتِيهِ اللَّهُ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ هَا  
 مِّنْ يَّتَّقِي اللَّهُ يَجْعَلُ لَكَ  
 مَخْرَجًا لَا يَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ  
 لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى  
 اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللَّهَ  
 بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ  
 لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا

جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور جو کوئی اللہ  
 سے ڈرے گا تو اسے غم سے چھٹکارا ملے گا۔  
 اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا کہ جہاں  
 سے اسے گمان تک نہ ہوگا اور جو خدا پر بھروسہ  
 رکھے گا تو وہ اس کے لیے کافی ہوگا اللہ اپنے  
 کام کو پورا کر دیتا ہے، اللہ نے ہر چیز کا اندازہ  
 مقرر کر رکھا ہے۔ (پ ۲۸، طلاق ۲ تا ۳)

۱۱) اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ پر اپنی برکات کا نزول فرماتا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ

ہے کہ:  
 وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا  
 وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ  
 مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَكَانُوا  
 كَادِبِينَ فَآخَذْنَا مِنْهُم مَّا كَانُوا  
 يَكْسِبُونَ

اور اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور تقویٰ  
 اختیار کر لیتے تو ہم ان پر آسمان و زمین کی برکات  
 کے دروازے کھول دیتے مگر انہوں نے جھٹلایا  
 پس انہیں ہم نے ان کے کیے ہوئے پر گرفت  
 میں لے لیا۔ (پ ۹، اعراف ۹۶)

۱۱) اہل تقویٰ کے لیے دنیا اور آخرت میں خوشخبریاں اور عظیم کامیابیاں ہیں۔ چنانچہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:  
 لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ  
 الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا يَتَدَبَّرُونَ  
 لِكَلِمَاتِ اللَّهِ هُوَ  
 الْقَوِيُّ الْعَظِيمُ

ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بشارت ہے اور آخرت  
 میں بھی اللہ تعالیٰ کی بات پختہ ہوتی ہے جو تبدیل  
 نہیں ہوتی۔ یہی بڑی کامیابی ہے  
 (پ ۱۱، یونس ۶۴)

۱۲) اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو بے خوف اور بے غم کر دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

الَاِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ؕ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ؕ

خبردار اللہ کے دوست بے خوف اور بے غم ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

(۱۳) اہل تقویٰ کا ایک انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ذٰلِكَ اَمْرٌ اَللّٰهُ اَنْزَلَهُ اِلَيْكُمْ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَكْفِرْ عَنّٰهُ سَيِّئَاتِهٖ وَ يُعْطِ لَهُ اَجْرًا كَثِيْرًا

یہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں جو آپ پر نازل ہوئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا وہ اس سے اس کے گناہ دور کرے گا اور اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ (پ ۲۵، طلاق ۵)

(۱۴) تقویٰ دینا اور آخرت میں بہترین زادِ راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَ تَزِدُّوْا قَانَ خَيْرٍ النَّاٰدِ التَّقْوٰی ز وَ التَّقْوٰی اٰوَّلِي الْاَبْوَابِ ؕ

جو اچھا کام کرو گے اللہ اسے جانتا ہے۔ اور زادِ راہ ساتھ لے جاؤ پس بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے اور عقل والو! مجھ سے ڈرتے رہو (پ ۲، بقرہ ۹۷)

(۱۵) اہل تقویٰ کو آتشِ دوزخ سے نجات ملے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ:

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اَتَّقَوْا وَ نَدْرُ الْاَطْلِسِيْنَ فِيْهَا جَنَّةًا

پھر ہم اہل تقویٰ کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل پڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔ (پ ۱۶، مریم ۷۲)

(۱۶) اہل تقویٰ کو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہنے کی سعادت نصیب ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنَّةٍ وَعُيُوْنٍ ؕ

بیشک اہل تقویٰ جنت میں اور چشموں میں ہونگے

اَخِذِيْنَ مَا اَتَيْتَهُمْ رَبُّهُمُ  
لَا تَهُمُ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ  
مُحْسِنِيْنَ ؕ

جو نعمتیں اللہ تعالیٰ عطا کرے گا وہ لیں گے بیشک  
اس سے پہلے وہ احسان کرنے والے تھے۔  
د پ ۲۷، ذاریات ۱۵ تا ۱۶

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ:  
جَنَّتْ عَدْنٍ يَّدُ خُلُوْبَهَا تَجْرِي  
مِنْ تَحْتِهَا اِلَّا تَهْرُلُوهُمْ فِيْهَا  
مَا يَشَاؤُنْ ط كَذٰلِكَ يَجْزِي  
اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ؕ

جنت ہمیشہ رہنے والی ہے جس میں وہ داخل  
ہونگے۔ ان کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔ وہاں  
جو چاہیں گے ملے گا۔ اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو ایسا  
ہی اجر دے گا۔ د پ ۱۴، نحل ۳۱

مزید فرمایا گیا ہے کہ:  
اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ طَلِيٍّ وَّ  
عُيُوْنٍ لَا ذَفْوٰكَةٍ مِّنْهَا  
لِيَشْهَوْنَ ؕ

بیشک اہل تقویٰ سالیوں اور چشموں میں ہونگے  
اور میووں میں جو ان کو مرغوب ہوں گے۔  
د پ ۲۹، مرسلات ۲۱ تا ۲۲

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:  
اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ  
جَنَّتِ النَّعِيْمِ ؕ

اہل تقویٰ کے لیے اللہ کے ہاں نعمت والی جنت  
ہے۔ د پ ۲۹، قلم ۳۴

## اعمال تقویٰ

اہل تقویٰ کا فرمان ہے کہ دس باتیں اعمال تقویٰ سے ہیں جو شخص انہیں اپنالے گا  
اس میں تقویٰ پیدا ہو جائے گا۔

(۱) زبان سے حق بات کہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بات کرو تو انصاف کرو۔  
(۲) اللہ کا احسان مانے، اپنے نفس پر پھر دوسرے نہ کرے، نہ اسے اچھا جائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے



اللہ تعالیٰ تجھ پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تجھے ایمان کا راستہ دکھایا۔

(۳) پانچوں وقت کی نماز ادا کرے، رکوع اور سجود اچھی طرح بجالائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نمازوں کو نگاہ میں رکھو، خاص کر درمیانی نماز یعنی نماز عصر کو اور اللہ کے مابعد رہو۔

(۴) سنت رسول مکی پیروی کرے اور مسلمانوں کے ساتھ شامل رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور یقیناً یہ میری سیدھی راہ ہے تم اس پر (سنت پر) چلو۔ دوسری راہیں مت اختیار کرو۔ اگر دوسرے راستے اختیار کرو گے تو اللہ کے سیدھے راستے سے بہک جاؤ گے۔

(۵) بڑے اور بلند مرتبے حاصل کرنے کی خواہش نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آخرت کا گھر (بہشت) ہم ان لوگوں کو دیتے ہیں جو دنیا میں بڑے بڑے مرتبوں کی خواہش نہیں کرتے اور نہ فساد کرتے ہیں۔

(۶) اپنے مال کو مستحق افراد پر خرچ کرے، نہ کہ ان لوگوں پر جو اس کے مستحق نہیں یا جو باطل کام ہیں۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کی تعریف میں فرماتا ہے کہ وہ لوگ خرچ کرنے والے ہیں، نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل کرتے ہیں یعنی گناہوں میں خرچ نہیں کرتے اور اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرتے ہیں سستی نہیں کرتے۔

(۷) زبان کو غیبت سے بچائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔

(۸) بدگمانی سے بچے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بہت بدگمانیوں سے بچو۔ اس لیے کہ بعض بدگمانی گناہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بُرے گمان سے دور رہو کیونکہ بُرے گمان ایک طرح کا جھوٹ ہے۔

(۹) سنسی مذاق اور ٹھٹھا کرنے سے پرہیز کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے۔

(۱۰) حرام کی طرف نہ دیکھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے پیغمبر! مومنوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں منوعات سے بند رکھیں۔

(تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ)



# آدابِ سنت

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنتیں یعنی کھانے، سونے، چلنے، بیٹھنے، اٹھنے، غرضیکہ زندگی کے ہر سہلو پر عمل کرنے کے آداب اور سنت طریقہ، جس پر عمل پیرا ہونے سے زندگی کا ہر لمحہ کا برتراب بن جاتا ہے۔

عالم فقہی

## باب ۶

## خشیت

اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس کے تقدس اور احترام کے پیش نظر اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر طاری رکھنا خشیت کہلاتا ہے۔ خشیت الہی ہمارے ایمان کا لازمی جزو ہے۔ اور ایمان کامل کے لیے محبت ضروری ہے۔ جب تک جزائے ایمان کو یقین اور دل کی محبت کے ساتھ قبول نہ کیا جائے ایمان مستحکم نہیں ہوتا اور تقاضا ایمان یہ ہے کہ اعمال کو محبت اور دل کے خلوص کے ساتھ کیا جائے کیونکہ جو عمل خلوص اور محبت کے ساتھ کیا جائے وہ بارگاہ رب العزت میں فوراً قبول ہو جاتا ہے۔ خشیت محبت ہی کی ایک صورت ہے کیونکہ محبت میں جب محب محبوب کے لیے کوئی کام کرتا ہے تو اس کے دل میں محبوب کا ڈر ہوتا ہے کہ کہیں یہ میرا کام اس نے پسند بھی فرمایا ہے یا نہیں۔ محبوب سے ڈرنے کا یہی انداز و راسل خشیت ہے۔

خشیت درحقیقت خوف الہی ہی کی ایک لطیف صورت ہے کیونکہ سلوک کی منازل طے کرتے ہوئے جو نہی طالب پر اللہ کی معرفت کے اسرار کھلتے ہیں اس میں خشیت کا وصف پختگی اختیار کرتا چلا جاتا ہے کیونکہ معرفت میں بندے پر اللہ تعالیٰ کے علم کے راز افشاء ہوتے ہیں جو اہل دنیا پر ظاہر نہیں ہوتے، اس کے علاوہ خشیت انسان کو رائیوں سے دور رکھنے کا بھی سبب بنتی ہے جو بندہ اپنے دل میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے وہ دانستہ برائی نہیں کرتا اس لیے خشیت الہی ہمیشہ بندوں کو گناہوں سے بچانے کے لیے دفاع کرتی ہے۔ الغرض خشیت انسان کو اللہ کے قریب کر دیتی ہے اس لیے اہل معرفت کے لیے خشیت

بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

پس جب ہم نے یہ جان لیا کہ خشیت حصول معرفت کے لیے بڑی ضروری ہے تو پھر اسے پانا بھی بہت ضروری ہے اس لیے جو شخص اللہ کی معرفت کا طالب بننا چاہے تو اسے چاہیے کہ اپنے دل میں اس وصف کو فوراً پیدا کرے، یہ وصف اللہ کے ذکر اور اطاعت سے پیدا ہوتا ہے، جتنا زاہد اور عابد اللہ سے ڈرتا ہے اتنی عام انسان میں خشیت نہیں ہوتی لہذا اللہ کا دلی بننے کے لیے خشیت کا دامن پکڑو اور پھر اسے مضبوطی سے تھامو، انشاء اللہ پروردگار سے جو مانگے گا سولے گا۔

خشیت کی خوبی کو اللہ تعالیٰ نے بہت پسند فرمایا ہے اور اس کا ذکر **فرمان الہی** یوں فرمایا ہے۔

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِعَلْبٍ مُنْتَبِئٍ ۚ  
اور جو رحمن کو دیکھے بغیر خشیت رکھتا ہے، اور اطاعت والے دل کے ساتھ آتا ہے (پہا ق ۳۳)

یوم آخرت میں خشیت یعنی اللہ تعالیٰ سے بن دیکھے ڈرتا ذریعہ نجات بنے گا کیونکہ روزہ محشر میں جب دربار الہی لگے گا اور جو شخص اس وقت اس وصف کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے اس وصف کی بنا پر جنت میں داخل ہونے کے لیے حکم صادر فرمائے گا اس لیے معلوم ہوا کہ آخرت میں نجات کے لیے اس خوبی کو دل میں پیدا کرنا بہت ضروری ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور انداز میں ایک اور مقام پر یوں واضح کیا ہے۔

إِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ  
وَنَخَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ  
بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ۚ

تم تو صرف اسی کو تاکید کر سکتے ہو جو نصیحت کی اتباع کرے اور رحمن سے بے دیکھے ڈرے تو اس کے لیے مغفرت اور اجر کریم کی خوشخبری

ہے۔ (پہا ۲۲، یسین ۱)



اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں دو خوبیوں کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے اور دوسرے یہ کہ اسے بغیر دیکھے اپنے دل میں اس کا خوف رکھتے ہوئے ڈرا جائے یعنی خشیت کی کیفیت میں مگن رہا جائے اور ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو خوشخبریوں کی بشارت دی ہے۔ یعنی ایک معرفت اور دوسرا کرم والا اجر یعنی جنت۔

خشیت علماء: اہل علم کی خشیت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَمِنَ النَّاسِ وَالْأَنْبِيَاءِ وَ  
الْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ  
إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ  
الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ  
غَفُورٌ ۝

اور اسی طرح لوگوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں کہ ان کے رنگ مختلف ہیں بے شک اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ زبردست بخشنے والا ہے (پ ۲۳، قاطر ۲۸)

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے کمالات میں سے ایک کمال کا یوں ذکر فرمایا ہے کہ یہ بات بڑی قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مخلوقات پیدا کی ہیں وہ اپنی شکل و صورت اور رنگوں کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ انسانوں میں کسی کی رنگت گوری، کسی کی کالی، کسی کی دھیری ہے۔ ایسے ہی جانوروں میں سے کسی کا رنگ بڑا کالا ہے کسی کا بہت سفید ہے، کسی کا سبز کسی کا سرخ، گویا کہ جانور اور چوپائے اپنی نسل اور رنگت کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ یہ رنگوں کا اختلاف اہل علم کے لیے اللہ کی قدرت کی کامل نشانی ہے۔ ایسی نشانیوں کے پیش نظر علماء میں خشیت الہی کا وصف پیدا ہوتا ہے کیونکہ جس قدر خشیت الہی انسان میں ہوتی جائیے وہ تو صرف اللہ کے بندوں میں ہوتی ہے پھر خاص کہ اللہ کے بندوں میں سے علماء میں زیادہ ہوتی ہے کیونکہ وہ جانتے بوجھتے ہوتے ہیں حقیقتاً جو جس قدر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور کمالات کے بارے میں زیادہ علم رکھے گا اسی قدر اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت

اور ہیبت زیادہ ہوگی اور اسی قدر اللہ تعالیٰ کی خشیت اس کے دل میں زیادہ ہوگی کیونکہ جو یہ جانتا ہو کہ اللہ قادر ہے وہ قدم قدم پر اس سے ڈرے گا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اہل علم کی خشیت کی تعریف فرمائی ہے۔

**خشیت میں تزکیہ نفس ہے** | خشیتِ الہی تزکیہ نفس کا ذریعہ بھی ہے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:-

إِنَّمَا تُذَكِّرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ  
وَمَنْ تَذَكَّرْنَا فَإِنَّا نَتَزَكِّيهِ لِنَفْسِهِ إِنَّ إِلَى اللَّهِ الْمَصِيرَ

بیشک آپ ان لوگوں کو نصیحت کریں جو اللہ تعالیٰ سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں جو شخص پاک ہوتا ہے وہ اپنے لیے ہی تزکیہ کرتا ہے اور سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جاتا ہے۔

(پ ۲۲، فاطر ۱۸)

اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اہل خشیت پر اللہ تعالیٰ کے کلام کا اثر ہوتا ہے اور وہی لوگ نماز پڑھتے ہیں اور ہر لحاظ سے خدا کی اطاعت کرتے ہیں اور اسی کی بنا پر ان کے قلوب میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے اور یہ پاکیزگی ان کے لیے نفع بخش ہے۔

**خشیتِ الہی کی شان** | اللہ تعالیٰ ہمارا مالک، حاکم اور خالق ہے، اقتدار اور اختیارات کا ہر لحاظ سے وہی مالک ہے اس لیے اس کا

کلام بے پناہ طاقت اور قوت کا حامل ہے لہذا اس قرآن پاک کا بوجھ کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ کلامِ الہی کا اظہار خشیتِ الہی کا اظہار ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی شان سب سے بلند و بالا ہونے کی وجہ سے کوئی چیز اس کی تاب نہیں لاسکتی لہذا اگر اس کا کلام جو اس کے جلال و جمال کا مظہر ہے اگر کسی پہاڑ پہ نازل ہوتا تو وہ اس کے جلال کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے یوں واضح کیا ہے۔

لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْنَاَهُ كَالَّذِي يَدُورُ

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پہ نازل کرتے تو

لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِّنْ  
خَشْيَةِ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ  
لَضُرِّبِهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ  
يَتَفَكَّرُونَ ۝

تو دیکھتا کہ وہ خشیت الہی سے پھٹ جاتا۔ اور  
یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ  
لوگ ان میں غور و فکر کریں۔

(پ ۲۸، حشر ۲۱)

خشیت الہی کا مقام بہت بلند ہے اس لیے اہل علم کو دعوت دی گئی ہے کہ خشیت  
اختیار کرو تاکہ زندگی کے اعمال درست ہو جائیں۔

خشیت اختیار کرنے کا حکم خشیت اختیار کرتے کے بارے میں ارشاد باری  
تعالیٰ ہے کہ :-

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي ۗ قَوْلًا تَدَّبَّرُوا  
لَعْنَتِي عَلَيْكُمْ ۗ وَلَعْنَتِي  
تَهْتَدُونَ ۝

پس ان سے مت ڈرو بلکہ مجھ ہی سے ڈرو  
تاکہ تم پر اپنی نعمتوں کو پورا کروں، تاکہ تم  
راہ ہدایت پر قائم رہو (پ ۲، بقرہ ۱۵۰)

لوگوں سے ڈرنے کی ممانعت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھ ہی سے ڈرو کیونکہ  
دوسرے لوگ بھی تمہاری طرح مخلوق ہی ہیں اس لیے ان سے ڈرنا کچھ وقعت نہیں رکھتا  
بلکہ خشیت تو صرف اللہ تعالیٰ سے اختیار کی جائے کیونکہ خشیت کے بدلے میں وہ تم پر اپنی  
نعمت کو پورا کرے گا اور نعمت کے پورا ہوتے سے انسان ہدایت کی راہ پر گامزن ہو جائے  
گا، اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور انداز میں یوں بیان فرمایا ہے :

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِي  
وَأَلَيْسَ تَرَوْهَا بِآيَتِي ۖ ثُمَّ تَأْتُوا  
قَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بِي  
بِمَا آتَيْتُ اللَّهُ قَوْلًا لِّبَنِي  
هِمْ ۗ الْكَافِرُونَ ۝

پس آپ کو چاہیے کہ لوگوں سے نہ ڈریں بلکہ مجھ ہی  
سے ڈریں اور میری آیتوں کا بدلہ لیں نہ لیں  
(حقوڑانہ ہیں) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل شدہ کلام  
کے ساتھ فیصلہ نہ کریں وہی لوگ کافر ہیں۔

(پ ۶، مائدہ ۴۴)

اس آیت میں بھی پہلے والی بات کی مزید تاکید فرمائی گئی ہے کہ خشیت صرف پروردگار عالم سے اختیار کی جائے، لوگوں سے بالکل نہ ڈرا جائے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ:-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَأَحْسِنُوا  
يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ  
وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازِعٌ عَنِ وَالِدِيهِ  
شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا  
تَغْرِبَنَّكُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا قَوْمًا  
وَلَا يَخْرَسَنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کی  
خشیت رکھو جس دن باپ اپنے بیٹے کو کوئی نفع  
نہ پہنچا سکے گا اور نہ بیٹا باپ کے کچھ کام آئے گا  
اللہ کا وعدہ سچا ہے پس دنیا کی زندگی تمہیں  
دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے باز شیطان  
تمہیں اللہ سے دھوکے میں ڈال دے۔

(پ ۲۱، لقمان ۳۳)

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرایا ہے کہ اس دن کا خوف رکھو کہ جس دن تمہاری اولاد تمہارے کام نہیں آئے گی، قیامت چونکہ اللہ کے حکم سے قائم ہوگی اس لیے اس سے ڈرنا بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اختیارات کی خشیت بھی دراصل خشیت الہی ہی ہے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

الْيَوْمَ يَنْسَى الْكَافِرُونَ  
دِينَكُمْ فَلَا تَحْتَسِبُوهُمْ وَأَحْسِنُوا  
الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ  
أَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ  
لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنْ  
أَضَلَّنِي فَعَصَاةٌ غَيْرُ مُتَّبِعَةٍ

آج کافر تمہارے دین سے ناامید ہو گئے ہیں پس  
ان سے مت ڈرو بلکہ مجھ ہی سے ڈرو، آج میں  
نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنا  
انعام پورا کر دیا اور تمہارے لیے دین اسلام کو  
ہی پسند کیا۔ پس جو شخص شدتِ عبوک سے مجبور  
ہو جائے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان



إِذْ تَجَرَّأَ فَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا  
 نہ ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ روپ ۶، ماخذہ ۳

اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کا انعام مکمل کرنے کے بعد یہ ہدایت کی ہے کہ اہل دنیا سے مت ڈرنا بلکہ مجھ ہی سے ڈرتے رہنا کیونکہ دین کا تقاضا بھی یہی ہے۔

**خشیت کا اجر** | اللہ تعالیٰ نے خشیت کے اجر کا ذکر یوں فرمایا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ  
 بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَخْفَرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ  
 بیشک جو لوگ اپنے رب سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر کبیر ہے۔  
 (روپ ۲۹، ملک ۱۲)

اللہ تعالیٰ نے خشیت کے اجر کی خوشخبری دی ہے کہ جو لوگ صرف مجھ ہی سے ڈرتے ہیں ان کے لیے مغفرت ہے یعنی ان کے گناہ معاف کر دے گا اور بہت زیادہ ثواب عطا کرے گا۔ انھیں جنت میں داخل فرمائے گا یہی ان کے لیے اجر کبیر ہوگا۔

## قصیدتِ خشیت

**کلماتِ خشیت** | حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس سے اٹھتے تو ان کلمات کے ساتھ حاضرین صحابہ

کے لیے دعا فرماتے۔ "خداوند! تو ہمیں اپنی اتنی خشیت عطا فرما جو ہمارے گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے اور ہمیں اپنی اطاعت کی اتنی توفیق دے جس کے سبب تو ہم کو جنت میں داخل فرما دے اور ہمیں اتنا یقین عطا کر کہ دنیا کی عیبتیں ہم پر آسان ہو جائیں۔ خداوند! زندگی میں ہمیں اچھی سماعت، بصارت اور قوت سطا فرما جو ہماری دنیا سے واپسی پر ہمارے ساتھ ہوں اور ہماری کینہ کشی کو ہمارے دشمنوں کے لیے کر دے اور جو ہم پر ظلم کرے ہمیں اس پر

غلبہ عطا فرما اور دنیا کو ہمارے اور بجائے علم کے لیے مرکز آزمائش نہ بنا اور جو ہم پر رحم نہ کرے  
اس کو ہم پر غلبہ عنایت نہ کر۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی خشیت سے رویا

وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس نہ آجائے اور نہیں جمع ہونگے  
کسی بندے پر اللہ کی راہ کا خبار اور جہنم کا دھواں۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے یہ آیت تلاوت

فرمائی۔ "وہ صاحب تقویٰ اور خشش والا ہے" نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ رب کریم فرماتا  
ہے کہ میری شان کے لائق یہ ہے کہ لوگ مجھ سے ڈریں اور جس کے دل میں میری خشیت پیدا

ہوئی تو میری شان یہ ہے کہ اس کی مغفرت کر دوں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو قسم کی آنکھوں کو آگ  
نہیں چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر سے روٹی اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ

کی راہ میں نگرانی کرتے ہوئے رات گزاری۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ  
سرخ گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! آپ تو بوڑھے ہو گئے

تو آپ نے فرمایا کہ مجھے سُورت ہود، سُورت واقعہ، المرسلات، عم تیساء، لون اور افرا  
الشمس کُورت نے بوڑھا کر دیا ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب نے مجھے نو چیزوں کا حکم فرمایا ہے، چھپے

اور علانیہ اللہ سے ڈرنا، ناراضگی اور رقاصہ مندی میں انصاف کی بات کہنا، غریبی اور امیری میں میانہ روی اختیار کرنا، اس سے بھی صلہ رحمی کروں جو مجھ سے توڑے، اسے بھی دوں جو مجھے محروم رکھے، اسے معاف کر دوں جو مجھ پر ظلم کرے، میری خاموشی نکرہ ہو، میرا بولنا ذکر ہو، میرا دیکھنا عبرت اور نیکی کا حکم دینا ہو۔ (زرین)

حضرت پرشیت الہی کا اثر | ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر تو بڑھا پا جلدی آگیا، آپ

نے فرمایا کہ مجھے سورہ ہود اور اس جیسی سورتوں، سورہ واقفہ، اور سورہ عم تیسار لون اور سورہ اذا الشمس کوڑت نے بوڑھا کر دیا۔ (اس لیے کہ ان سورتوں میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر ہے)

صور پھونکنے کا در | حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کس طرح خوشی کے ساتھ زندگی بسر کروں، صور

پھونکنے والے نے صور منہ میں رکھ لیا ہے اور اپنا کان لگا کر انتظار کر رہا ہے کہ کب اسے پھونکنے کا حکم دیا جائے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے کہا یا رسول اللہ! ہم مسلمانوں کے لیے آپ کیا حکم دیتے ہیں کہ ہم اسے پڑھ لیا کریں، آپ نے فرمایا تم پڑھ لیا کرو **وَحَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ عَلٰی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا** ہم کو حق تعالیٰ کافی ہے وہی سب کام سپرد کرنے کے لیے اچھا ہے۔ ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

خشیت الہی میں حضورؐ کی کیفیت | حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ جب ہوا بدلتی تھی اور آندھی چلتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل جاتا تھا اور کھڑے ہو کہ حجرے میں پھرنے لگتے تھے اور باہر اندر جاتے تھے۔ یہ سب باتیں خدا تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے ہوتی تھیں۔

**فرشتوں پر اللہ کی خشیت** | حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ میکائیل علیہ السلام کو میں نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ انھوں نے کہا کہ جب سے اللہ نے دوزخ کو پیدا کیا ہے تب سے وہ نہیں ہنستے۔

**حضرت جبریلؑ پر خشیت الہی کا اثر** | حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت جبریلؑ میرے پاس آتے تو خوفِ خداوندی سے

لہذاں و ترساں آتے۔

**فرشتوں کو اللہ کا حکم** | روایت ہے کہ جب شیطان مردود ہوا تو حضرت جبریلؑ اور حضرت میکائیلؑ نے رونا شروع کر دیا۔ ان کو وحی آئی کہ تم اتنا کیوں روتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا کہ الہی! ہم تیرے ڈر سے بے خوف نہیں حکم ہوا کہ تم ایسے ہی رہو میرے ڈر سے بے خوف نہ ہو۔

**خشیت الہی کا فرشتوں پر اثر** | اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں کہ جب سے آگ پیدا ہوئی ہے وہ نہیں ہنستے۔ اس خوف سے کہ کہیں

خدا تعالیٰ ہم پر غصہ ہو کہ اسی سے ہم کو عذاب نہ دیوے۔

## صحابہ کرامؓ پر خشیت الہی کا علیہ

**حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی التجا** | حضرت نافعؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کعبہ میں داخل ہوئے۔ میں نے ان کو سنا کہ وہ سجدہ میں سر

رکھے کہہ رہے تھے (اے اللہ!) تو خوب جانتا ہے کہ مجھے اس دنیا کے بارے میں قریش سے مزاحمت کرنے سے صرف تیرا خوف مانع ہے۔



حضرت سعید بن مسیبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ بیمار ہوئے تو حضورؐ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے

### حضرت عمرؓ کی عیادت

اور آپؐ نے فرمایا اے عمرؓ! تم کس حال میں ہو؟ حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ مجھے امید بھی ہے اور ڈر بھی ہے، آپؐ نے فرمایا کہ جب کبھی کسی مومن کے دل میں امید (معرفت) اور خوف (عذاب) جمع ہو جاتے ہیں تو اللہ پاک اس کی امید کو پورا کرتا ہے اور اس خوف سے اسے نجات بخشتا ہے۔

حضرت ابو ہازم سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا اہل عراق میں سے ایک شخص پر گزر ہوا جو

### حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول

گرا پڑا ہوا تھا۔ آپؓ نے دریافت کیا اس کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کی یہ حالت ہے کہ جب اس پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو اس کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ہم بھی اللہ پاک سے ڈرتے ہیں اور اس طرح نہیں کرتے ہیں۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ پاک نے نرمی

### حضرت ابو بکر صدیقؓ کا فرمان

کی آیت کو سختی کی آیت کے ساتھ اور سختی کی آیت کو نرمی کی آیت کے ساتھ ذکر کیا ہے تاکہ مومن اللہ کی رحمت کی طرف راغب اور اس کے عقاب سے ہراساں رہے۔ اللہ پاک سے غیر حق کی تمنا نہ کرے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالے۔

حضرت شداد بن اوس انصاریؓ جب بستر پر لیٹتے تو اپنے بستر پر کروٹ پر کروٹ بدلتے اور انھیں

### حضرت شداد بن اوس انصاریؓ

نیت نہ آتی تھی۔ اس لیے کہنے لگے میرے اللہ! خوفِ دونوں میری نیند لے گیا۔ اس کے بعد کھڑے ہوتے اور صبح تک نماز میں مشغول رہتے۔

حضرت عبداللہ بن رومیؓ کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ بات پہنچی  
**حضرت عثمان غنیؓ کا فرمان** ہے کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اگر میں جنت اور دوزخ  
 کے درمیان ہوں اور مجھے یہ علم نہ ہو کہ ان میں سے کس کے لیے (میرا رب) میرے بارے میں حکم  
 دے گا تو مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں اس سے پہلے ہی راکھ ہو جاؤں کہ ان دونوں میں  
 سے کس میں جاؤں گا۔

حضرت طاؤسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ جب ہماری  
**حضرت معاذ بن جبلؓ** سرزمین میں تشریف لائے تو ہمارے بڑے پورھوں نے ان سے  
 عرض کیا کہ اگر آپ حکم فرمائیں تو ہم آپ کے لیے یہ پتھر اور لکڑیاں اٹھا لائیں اور آپ کے لیے  
 ایک مسجد بنادیں۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا مجھے یہ خوف ہے ایسا نہ ہو کہ کل بروز قیامت مجھے  
 ان چیزوں کو اپنی پشت پر لادنے کی تکلیف دی جائے۔

حضرت عمرو بن سلمہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے  
**حضرت عائشہؓ نے فرمایا** فرمایا خدا کی قسم مجھے تمنا ہے کہ میں درخت ہوتی، خدا  
 کی قسم مجھے تمنا ہے کہ میں مٹی کا ڈھیلہ ہوتی، خدا کی قسم مجھے تمنا ہے کہ اللہ پاک نے  
 مجھے کبھی کوئی چیز نہ بنا یا ہوتا۔

حضرت ابن ابی ملیکہؓ سے روایت ہے کہ حضرت  
**حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا واقعہ** ابن عباسؓ، حضرت عائشہؓ کی وفات سے  
 قبل ان کے پاس تشریف لائے اور حضرت عائشہؓ کی تعریف کرتے ہوئے کہا اے رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مبارک! آپ کو بشارت ہو، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے  
 سوا کسی کنواری سے شادی نہیں کی۔ اور آپ کا عذر (الزام کی صفائی) آسمان سے اترتا ہے  
 اتنے میں ان کے پاس حضرت زبیرؓ کے بیٹے، حضرت ابن عباسؓ کے بعد ہی آگئے تو حضرت عائشہؓ  
 نے فرمایا میری عبداللہ بن عباسؓ نے تعریف کی اور مجھے یہ پسند نہیں تھا کہ میں آج کے دن کسی سے

اپنی تعریف سنوں، مجھے تو اس بات کی تمنا ہے کہ کاش میں بھولی بسری ہو جاتی۔

## حضرت عمرؓ کی خشیتِ الہی

حضرت عمرؓ کے ساتھ کبھی کبھی یوں ہوتا کہ قرآن پاک کی کوئی آیت سنتے تو بیہوشی طاری ہو جاتی اور کئی کئی دن تک لوگ مزاج پر ہی کے لیے حاضر ہوتے رہتے اور ہمیشہ یہی دیکھتے کہ بہت زیادہ آتسو بہانے کے باعث چہرے پر دو سیاہ دھاریاں سی پڑ رہی ہیں اور زبان پر یہی الفاظ بار بار جاری رہتے کہ اے کاش! میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ ایک دن کسی کے مکان کے دروازے پر سے گزر رہے تھے کہ کوئی شخص تلاوت کرتا ہوا سنائی دیا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا "بیشک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کر ہے گا۔" تو ادنت سے نیچے اترے، ایک دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور کمزوری کی وجہ سے خود کو وہیں ڈال دیا، آخر لوگ اٹھا کر گھر تک پہنچا آئے۔ مہینہ بھر بیمار رہے اور کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ آخر وہ بیماری کیا تھی اور کیوں تھی۔

## حضرت امام زین العابدینؓ

اور اگر کوئی اس کی وجہ پوچھتا تو کہتے کہ تجھے معلوم نہیں کہ تجھے کس کے حضور میں کھڑا ہونا ہے۔

## حضرت ابو مسیرہؓ

حضرت ابو مسیرہؓ جب بستر پر آتے تو کہا کرتے اے کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی، ایک دفعہ بیوی نے کہا ابو مسیرہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر بہت احسانات کیے ہیں، اسلام کی ہدایت و توفیق عطا فرمائی ہے (پھر ایسے کیوں) فرمایا یہ تو ٹھیک ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمارا دوزخ کا وارد ہوتا تو بیان فرمایا ہے وہاں سے لوٹنا ذکر نہیں فرمایا۔  
وَإِنْ سَأَلْتُمْ لَوَدِدْنَا كَأَنَّ عَلِيَّ أَوْ رَمِيمًا  
رَبِّكَ حَتَّىٰ مَقْضِيًّا  
گذر نہ ہو۔

## حضرت داؤد علیہ السلام پر خشیتِ الہی کا اثر

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام چالیس دن برابر سجدہ میں

پڑے روتے رہے حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے گھاس اُگ آئی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ اے داؤد! تم کیوں روتے ہو، اگر تم تنگے، بھوکے، پیاسے ہو تو بتلاؤ تاکہ میں کپڑا کھاتا اور پانی بھیجوں۔ اس پر انھوں نے ایسا سانس لیا کہ ان کی سانس کی گری سے نکلڑی میں اُگ لگ گئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، انھوں نے عرض کی کہ اے اللہ! میرا گناہ میری مہتیلی پر نقش فرمادے تاکہ میں اسے ہمیشہ یاد رکھوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول فرمائی، پھر جب وہ کھانے پانی کے واسطے ہاتھ بڑھاتے تو اپنے اس نقش کو دیکھ کر روتے اور اتنا روتے کہ پیالہ جو پانی سے بھرا ہوا نہ ہوتا ان کے آنسوؤں سے بھر جاتا۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ کبھی اپنا سر مارے جیا کے آسمان کی طرف نہیں اٹھایا۔ یہاں تک کہ وفات پائی اور دعائیں یوں عرض کیا کرتے کہ الہی اگر میں اپنی خطا یاد کرتا ہوں تو زمین باوجود وسعت کے مجھ پر تنگ ہو جاتی ہے اور جب تیری رحمت کو یاد کرتا ہوں تو جان میں جان آجاتی ہے۔ تو پاک ہے بار خدا یا میں تیرے بندوں میں سے جو طبیب ہیں ان کے پاس گیا کہ میری خطا کا علاج کریں، وہ سب کے سب تجھے ہی بتلاتے ہیں۔ تو خرابی ہے اس کی جو تیری رحمت سے آس توڑے۔

اور حضرت فضیل رضی فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک روز حضرت داؤد نے اپنا گناہ یاد کیا اسی وقت چنچتے اپنا ہاتھ سر پر رکھے اٹھے، یہاں تک کہ پہاڑوں میں چلے گئے۔ آپ کے گرد درندے اکٹھے ہوئے۔ آپ نے فرمایا تم چلے جاؤ مجھے تم سے کچھ مطلب نہیں، مجھ کو وہی چاہیے جو اپنی خطا پر روبرو اور میرے سامنے روتا ہی آئے اور جو خطا وار نہیں اس کا داؤد خطا وار کے پاس کیا کام ہے اور جب آپ کو کوئی کثرت گریہ سے منع کرتا تو فرماتے کہ مجھے رونے دو، پہلے اس سے کہ رونے کا دن ہاتھ سے جاتا ہے اور ٹہیاں جل جاویں اور تشیں پھرن اٹھیں۔ اور پیشتر اس کے کہ میں ایسے فرشتوں کے حوالے ہوں



جن کی شان یہ ہے کہ: ملائکہ غلاط شداد لا یعصون اللہ ما امرہ و  
یفعلون ما یؤمرون۔

عبدالعزیز بن عمیرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام سے بھول ہوئی تو آپ کی آواز  
آسمان پر گئی۔ آپ نے فرمایا کہ صدیقین کی آواز صاف ہے اور میرا گلہ بڑ گیا اور روایت ہے  
کہ جب آپ بہت روئے اور کچھ فائدہ نہ ہوا تو آپ کا دل تھک گیا اور بہت رنج ہوا۔  
جناب نباری میں عرض کیا کہ الہی تو میرے رونے پر رحم نہیں کرتا۔ حکم ہوا کہ اے داؤد! اپنا  
گناہ بھول گیا رو نایا ہے۔ عرض کیا کہ اے اللہ! میرے آقا اپنے گناہوں کو کیسے بھولوں گا  
میرا تو یہ حال تھا کہ جب زبور پڑھتا تھا تو پانی اور ہوا چلتے سے رک جاتے تھے اور پرندے  
میرے سر پر سایہ کرتے تھے، وحشی میری مخراب میں مانوس ہوتے تھے، اے اللہ! یہ کوئی  
حجاب ہے جو مجھ میں اور تجھ میں ہے۔ حکم ہوا اے داؤد! وہ انس اطاعت تھا، اور یہ  
حجاب بھول کا ہے، اے داؤد! آدم ایک میری مخلوق ہے جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے  
پیدا کیا اور اپنی روح اس میں پھونکی اور اپنے فرشتوں سے اس کو سجدہ کرایا اور اپنے اکلام  
کا خلعت اس کو پہنایا اور اپنے وقار کا تاج اس کے سر پر رکھا۔ اور مجھ سے تنہائی کی  
شکایت کی تو اس کا جوڑا اپنی لونڈی حوا کو بنایا اور اپنی جنت میں اس کو رہنے دیا۔ مگر  
جب اس نے نافرمانی کی تو اس کو اپنے پاس سے تنگ اور ذلیل کر کے نکال دیا، اے داؤد!  
میرا قول سن اور میں سچ کہتا ہوں کہ تو نے ہماری اطاعت کی تو ہم نے تیرا کہنا مانا اور جو  
مانگا سو دیا اور نافرمانی کی تو ہم نے چھوڑ دیا اور باوجود اس کے اگر تو ہماری طرف رجوع  
کرے گا ہم تجھ کو قبول کریں گے۔

اور بیچی بن کثیر فرماتے ہیں کہ مجھ کو یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب  
گریہ کرنا چاہتے تھے تو سات روز پیشتر نہ کچھ کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ عورتوں کے پاس  
جاتے تھے۔ جب ایک روز رہتا تھا تو ان کے لیے ایک منیر جنگل میں نکالا جاتا تھا اور

حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم کرتے تھے کہ شہروں اور حوالی شہروں میں اور جنگلوں اور پہاڑوں اور ٹیلوں اور بُت خانوں اور کنیسوں سے پکاریں کہ لوگو! جس کو حضرت داؤد کا گریہ اپنے نفس پر سنتا منظور ہو وہ آئے، تو جنگلوں اور ٹیلوں سے وحشی اور بیستانوں سے درندے اور پہاڑوں سے جانور اور گھونسلوں سے پرند اور باکرہ عورتیں اپنے پردوں سے آتی تھیں اور لوگ وہاں جمع ہوتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام آ کر منبر پر چڑھتے تھے اور آپ کے گرد بنی اسرائیل ہوتے تھے اور ہر ایک قسم علیحدہ علیحدہ آپ کے گرد جمع ہوتی تھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کے سر پر کھڑے ہوتے تھے۔ اول آپ خدا کی ثناء شروع کرتے تھے اور لوگ روتے میں چیخیں اور دھاریں مارنے لگتے تھے پھر آپ جنت اور دوزخ کا ذکر فرماتے تھے تو زمین کے اندر رہنے والے جانور اور کچھ وحشی درندے اور آدمی مر جاتے تھے۔ پھر قیامت کی دہشتوں اور اپنے اوپر نوحہ کا بیان فرماتے تھے تو ہر قسم کے جانداروں میں سے پرے کے پرے الٹ جاتے تھے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام مردوں کی کثرت دیکھتے تھے تو والد بزرگوار کی خدمت میں عرض کرتے تھے کہ آپ نے سننے والوں کے ٹکڑے بکھیر دیئے اور بنی اسرائیل میں سے بہت سے گروہ مر گئے اور وحوش و حشرات زمین کے بہت سے فنا ہوئے تب آپ دعا مانگتی شروع کرتے وہ دعا ہی میں ہوتے تھے کہ کوئی بنی اسرائیل عابدان کو پکارتا تھا کہ اے داؤد! میرا کے مانگنے میں آپ نے جلدی فرمائی۔ پس کتاب بیہوش ہو کر گر پڑتے تھے۔ جب حضرت سلیمان آپ کا یہ حال دیکھتے تھے تو ایک چارپائی لاتے اور اس پر ان کو اٹھاتے پھر ایک پکارنے والے کو فرماتے کہ یوں پکارے کہ اگر کسی کا دست د آشنا یا قریبی داؤد کے ساتھ تھا تو وہ چارپائی لا کر اسے اٹھا لائے کیونکہ جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان کو جنت اور دوزخ کے بیان نے مار ڈالا ہے، اے وہ شخص جس کو خوب خدا تعالیٰ نے فنا کیا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام کو جب افاقہ ہوتا تو کھڑے ہوتے اور اپنا ماتھ سر پر رکھے ہوئے اپنے عبادت خانے میں جا کر دروازہ

بند کر لینے اور کہتے کہ اے داؤد کے مالک! کیا تو داؤد سے ناراض ہے؟ اور اسی طرح مناجات میں رہتے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام دروازہ پر آکر اندر آتے کا اذن چاہتے اور ایک ٹکیہ جو کی اندر لے کر جاتے اور عرض کرتے بابا جان! اس کو کھا کر جو بات چاہتے ہو اس کی قوت پیدا کر لو۔ آپ اس میں سے کسی قدر کھاتے، پھر بتی اسرائیل میں تکل کر رہتے اور زید رقاشی لہادی ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک روز چالیس ہزار آدمیوں کے ساتھ نکلے کہ ان کو وعظ سنانے تھے ان میں سے تیس ہزار مرگے اور دس ہزار کے ساتھ آپ واپس آئے اور آپ کی دونوں ہاتھیاں تھیں اور ان کے سپرد یہ کام تھا کہ جب آپ پر خوف آتا اور آپ گر کر تڑپتے تو وہ دونوں سینے اور پاؤں پر بیٹھ جاتیں کہ کہیں جوڑ علیہ السلام ہو کر مرنے جاویں۔

حضرت ابو درود اور فرماتے ہیں کہ  
**حضرت ابراہیم علیہ السلام پر خشیت کا اثر**  
 حضرت ابراہیم علیہ السلام جب  
 نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو ان کے دل کا جوش خدا کے خوف سے ایک کوس کے فاصلے  
 سے سنائی دیتا تھا۔

روایت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام جب خدا کو یاد کرتے تھے بیہوش ہو جاتے تھے اور آپ کے دل کی تڑپ ایک کوس سے سی جاتی تھی۔ اس وقت آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لاتے اور کہتے کہ خدا نے تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے کبھی دیکھا کہ کوئی خلیل اپنے خلیل سے ڈرتا ہو۔ آپ فرماتے کہ اے جبریل! جب میں اللہ کو یاد کرتا ہوں تو اپنی خلعت بھول جاتا ہوں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام بچپن میں ہی اتنا روتے  
**حضرت یحییٰ علیہ السلام کا رونا**  
 تھے کہ ان کے رخسار کا گوشت اور چہرہ جگہ جگہ  
 سے چھل گیا تھا۔ الغرض ایک روز وہ ایک پہاڑ پر بسجود کر رہے تھے اور

ٹھیک اسی وقت ان کی والدہ پہنچ گئیں اور ان کو اس حال میں دیکھ کر شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرتے لگیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے سمجھا کہ ملک الموت آپہنچا یہ اسی کا ہاتھ ہے انھوں نے کہا ذرا صبر کرو میں اپنی ماں سے ملاقات کر لوں۔ جیسے ہی حضرت یحییٰ علیہ السلام نے یہ بات کہی، ان کی والدہ نے ایک تور لگایا اور کہا اے ماں کی جان! میں ملک الموت نہیں ہوں تمھاری ماں ہوں۔ میرے ساتھ آؤ کھانا تیار ہے۔ الغرض حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنی ماں کے حکم کے خلاف نہ کر سکے اور ان کے ساتھ گھر آئے ان کی ماں نے ان کو سمجھانا شروع کیا کہ اے یحییٰ! تم ابھی بچے ہو، ابھی تم سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا ہوگا اس قدر گریہ زاری کیوں کرتے ہو اور اپنے آپ کو اور اپنی ماں کو اس قدر پریشان کیے ہوئے ہو اتنا مت رو۔ جب ان کی ماں نے یہ بات کہی تو یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا بات تو آپ ٹھیک کہتی ہیں ماں! لیکن کل قیامت کے دن جب دوزخ کے تیز شعلے مجھے اپنے گھر سے لے لیں گے تو آپ صرف دیکھتی رہ جائیں گی لیکن بچا نہیں سکیں گی۔ ماں نے جواب دیا یہ تو ہے بیٹے! پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ماں! آپ کے لیے مناسب نہیں کہ مجھ کو خدا کے خوف اور گریہ و زاری سے روکیں کیونکہ آج مجھ کو کچھ تدبیر ضرور کرنی ہے کہ کل قیامت کے دن دوزخ کے شعلوں کی دستبرد سے محفوظ رہوں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قول | حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے کہ اے

گروہ حوارین! خدا کا خوف اور جنت کی محبت اس بات کے باعث ہے کہ مشقت پر صبر کیا جاوے اور دنیا سے دور رہیں۔ میں تم سے سچے کہتا ہوں کہ جو کھانا اور خس و خاشاک پر کتوں کے ساتھ سو رہتا جنت کی تلاش میں ایک ادنیٰ بات ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا واقعہ | حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن

زکریا علیہما السلام بیت المقدس کے اندر



آٹھ برس کی عمر میں گئے۔ عابدین کو دیکھا کہ یال اور اون کے پڑے پہنے ہیں اور ان میں سے  
 جو نہایت کوشش کرنے والے ہیں، ان کو دیکھا کہ اپنے گلے کی بڑیوں کو چیر کر ان میں زنجیر  
 ڈال رکھی ہے اور اپنے آپ کو بیت المقدس کے کونے میں باندھ رکھا ہے۔ ان کو دیکھ کر  
 آپ کو ہول ہوئی اور اپنے ماں باپ کی طرف رجوع کیا۔ کچھ لڑکوں پر آپ کا گزر ہوا کہ وہ  
 کہیں بے تھے، انھوں نے آپ کی خدمت میں یہی عرض کیا کہ آؤ ہمارے ساتھ کھیلو، آپ  
 نے فرمایا کہ میں اس واسطے پیدا نہیں ہوا کہ کھیلوں۔ گھر پر آ کر ماں باپ سے عرض کیا، کہ  
 مجھ کو کزتا بالوں کا بنا دو۔ انھوں نے بنا دیا۔ آپ بیت المقدس کو چلے آئے، دن کو اس  
 کی خدمت کرتے اور رات ویاں ہی کاٹ کر صبح کر دیتے۔ یہاں تک کہ ان پر پندرہ برس  
 گزر گئے۔ تب آپ بیت المقدس سے نکل کر پہاڑوں اور گھاٹیوں کے غاروں میں جا رہے  
 آپ کے ماں باپ ڈھونڈنے نکلے، ان کو بحیرہ اردن پر پایا کہ پانی میں پاؤں تر کر رکھے ہیں  
 اور پیاس کی شدت سے گویا جان نکلی جاتی ہے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ قسم ہے تیری عزت اولہ  
 بزرگی کی کہ ٹھنڈا پانی تہ پیوں گا جب تک مجھ کو یہ معلوم نہ ہو کہ تیرے نزدیک میرا ٹھکانہ کہاں  
 ہے۔ آپ کے ماں باپ ایک جو کی ٹکیہ ساتھ لے گئے تھے، ان سے کہا کہ اس میں سے کھا کر  
 پانی پینا چاہیے۔ انھوں نے منظور کیا اور حکم کی تعمیل کی اور اپنی قسم کا کفارہ دیا۔ اس  
 لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں دبرا بوالدیہ فرمایا۔ عرض کہ ان کو ماں باپ بیت  
 المقدس کو ہٹالائے۔ تو آپ کا دستور تھا کہ جب نماز پڑھتے کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ  
 درخت اور پتھر روتے لگتے اور حضرت نہ کر یا علیہ السلام بھی آپ کے روتے سے اس قدر  
 روتے کہ بیہوش ہو جاتے اور ہمیشہ اسی طرح رویا کرتے۔ حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے ان  
 کے رخساروں کا گوشت جاتا رہا اور دیکھنے والوں کو آپ کی ڈاڑھیں معلوم ہونے لگیں۔ ان  
 کی ماں نے ان سے فرمایا کہ بیٹا اگر تم کہو تو تمھارے لیے کوئی ایسی چیز بنا دوں جس سے  
 تم اپنی ڈاڑھیں لوگوں کی نظر سے چھپاؤ۔ آپ نے عرض کیا کہ بہتر۔ انھوں نے دو پہل بندے

کے لئے کراپ کے گالوں کو چٹا دیے پس جب نماز کو کھٹے ہوتے تو دوتے اور جب وہ پہلے آنسوؤں سے بھیگ جاتے تو ان کی مادر مشفقہ ان کو نچوڑ ڈالتیں جب آنسو اپنی ماں کے ہاتھوں پر بہتے دیکھتے تو فرماتے کہ الہی! یہ میرے آنسو ہیں اور یہ میری ماں ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تو رحم الراحمن ہے۔ پس ایک روز حضرت زکریا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جان پدر! میں نے تو خدا سے یہ دعا مانگی تھی کہ تجھ کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے اور تو رویا ہی کرتا ہے۔ تیرے حال زار سے ہم کو کیسے چین ہو؟ انھوں نے فرمایا کہ بابا جان! حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا ہے کہ جنت اور دوزخ کے بیچ میں ایک جنگل ہے جس کو بجز رونے والوں کے اور کوئی طے نہ کرے گا۔ حضرت زکریا نے فرمایا کہ بیٹا تو اب رویا کرو، میرا اطمینان ہوا۔

**حکایت** | ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامیؒ خشیت الہی سے لرزہ بر اندام تھے کہ کسی مرید نے سوال کر ڈالا کہ آپ کی یہ کیا حالت ہے؟ فرمایا کہ جو تیس سال ریاضت و نفس کشی کے بعد حاصل ہوتی ہے وہ ابھی تیرے فہم سے بالاتر ہے۔ جس وقت جنگ روم میں اسلامی لشکر سپاہ ہو گیا تھا تو کسی لشکر کے منہ سے نکلا کہ بایزید انعام فرمائیے۔ چنانچہ اسی وقت ایک آگ نمودار ہوئی جس کے خوف سے کفار کا لشکر قرار ہو گیا اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

**حکایت** | فتح موصلی کے بعض مصاحبین سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں فتح کے یہاں گیا تو انھیں روتا ہوا پایا۔ اس کے آنسو زروی مائل تھے۔ میں نے کہا، تمہیں قسم ہے اللہ کی کیا خون رونے ہو۔ فرمایا اگر تو قسم نہ دیتا تو میں نہ بتاتا۔ میں آنسو بھی رویا ہوں اور خون بھی۔ میں نے کہا آنسو کیوں روئے ہو؟ فرمایا اللہ تعالیٰ سے دور رہنے پر میں نے پھر عرض کیا کہ خون کیوں روئے؟ فرمایا اس لیے کہ شاید یہ رونا مقبول نہ ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ جب ان کی وفات ہوئی تو میں نے انھیں خواب میں دیکھا، میں نے ان سے سوال کیا کہ حق تعالیٰ

نے تھارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا مجھے بخش دیا اور اللہ میاں نے فرمایا اے فتح! تم یہ سارا روٹنا کیوں روٹتے تھے؟ عرض کیا پروردگار! اس لیے کہ شاید میری گریہ زاری قبول نہ ہوئی ہو۔ فرمایا اے فتح! یہ تو نے کیوں کیا، تیرے معاف فرشتے چالیس سال تک تیرا صحیفہ میرے پاس لاتے رہے اور اس میں تیرا کوئی گناہ نہ تھا۔ واللہ اعلم۔

**حکایت** حضرت سید امیر ابو العلیٰ حضرت خواجہ احرار کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت کے والد بزرگوار اگری اراکین سے تھے اور لا ولد تھے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ

کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہو کر التجا کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں فرزند صالح سے نوازا۔ حضرت نے ہوش سنبھالا تو مارت چھوڑ کر فقیری اختیار کی۔ بادشاہ جہانگیر نے ایک روز دربار میں طلب کیا اور جام شراب اپنے ہاتھوں سے پیش کیا۔ حضرت نے انکار کیا، بادشاہ نے کہا کہ آپ غضبِ سلطانی سے نہیں ڈرتے؟ فرمایا میں غضبِ الہی سے ڈرتا ہوں۔ اس کے آگے بادشاہ کا غضب کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

یہ سن کر بادشاہ نے حضرت کو گلے سے لگایا اور معذرت خواہ ہوا کہ یہ سب محض حضرت کے امتحان کے لیے تھا، شکر ہے کہ آپ پورے اترے۔ بادشاہ نے جاگیر پیش کی لیکن حضرت انکار فرماتے رہے۔ جو حاجتمند طلب دنیا کے لیے حضرت کے پاس حاضر ہوتے وہ آپ کی توجہ سے طالبِ عقبیٰ و مولا ہو جاتے۔

**حکایت** ایک دفعہ خواجہ حسن ایک جگہ بیٹھ کر تار و قطار رو رہے تھے، لوگوں نے آپ سے گریہ زاری کا سبب پوچھا کہ آپ تو نہایت نیک، عبادت گزار اور عابد و شب زندہ دار ہیں۔ آپ نے فرمایا میں یہ سوچتا ہوں کہ کہیں نادانستگی اور بھول میں مجھ سے کوئی ایسا کام نہ ہو گیا ہو یا کوئی غلط قدم مجھ سے نہ اٹھ گیا ہو۔ جو خدا کی درگاہ میں پسندیدہ نہ ہو اور مجھے خدا یہ کہہ دے کہ اے حسن! چلا جا، تیرا ہماری درگاہ میں کوئی مرتبہ و مقام نہیں (اور تمھاری کوئی عبادت قبول نہیں)۔

**حکایت** | ایک شخص نے لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا اور وہ نماز بھی باجماعت نہیں پڑھتا تھا، حضرت خواجہ حسن بھریؒ کو معلوم ہوا تو آپ اس کے پاس پہنچے اور پوچھا تمہیں کونسا ضروری کام لوگوں سے ملاقات کرنے سے روکتا ہے اور نماز باجماعت ادا کرنے میں باعث رکاوٹ ہے۔ اس شخص نے عرض کی، خواجہ صاحب میری کوئی سائنس اور انسانیت کا کوئی لمحہ معیت اور گناہ سے خالی نہیں۔ اس لیے میں ہر وقت خدا کے آگے گریہ زاری میں مصروف رہتا ہوں۔ حضرت حسن بھریؒ نے اس شخص سے کہا کہ تو مجھ سے کئی درجے بہتر ہے۔

**حکایت** | حضرت مالک بن دینار قہر الہی سے اس قدر خوفزدہ رہتے تھے کہ آپ رات کو زیادہ اطمینان کے ساتھ سو بھی نہ پاتے تھے۔ ایک روز آپ کی صاحبزادی نے کہا کہ آپ تھوڑی دیر آرام فرمایا کریں تو بہتر ہے، اس پر آپ نے فرمایا اے دختر نیک امیر نزدیک زیادہ سکون کے ساتھ نہ سونے کی دروجومات ہیں۔ اول یہ کہ میں قہر الہی سے ڈرتا ہوں اور دوم مجھے یہ اندیشہ رہتا ہے کہ میاں داجھے سوتا دیکھ کر سعادت کی دولت واپس لوٹ جائے، آپ کی عظمت و برتری کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اس قدر عبادت و ریاضت کے باوجود آپ خود کو ایک خطا کار بندہ تصور کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے حاضرینِ محفل سے فرمایا کہ اگر مسجد کے دروازے پر کوئی یہ صدا لگائے کہ تمام لوگوں میں کمتر اور بدتر کون ہے تو اسے مجھ سے بدتر اور کوئی نہیں ملے گا۔

**حکایت** | حضرت سفیان ثوریؒ جو جوانی میں ہی درویشی کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ اگر لوگ آپ سے اس کے متعلق سوال کیا کرتے تھے کہ ایسی حالت تو عموماً پیراں مسالی میں ہوا کرتی ہے آپ تو ابھی جوان ہیں یہ کونڈ پستی چہ معنی دارو؟ آپ جواباً خاموش رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی بیمار کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ بیمار جو کہ مرض الموت میں مبتلا تھا اس نے آپ سے اس کو ڈپستی کے متعلق سوال کیا، آپ نے جواب دیا کہ میرے



ایک استاد سخت بیمار تھے میں ان کی عیادت کو گیا اور ان کو بہت آزر دیا۔ میں نے اس آزر دگی کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں ۵۰ سال شبیتہ روز عبادت بے لوث میں مشغول رہا مگر مجھے خدا نے اپنی بارگاہ میں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ بات کرنے کے بعد سفیان ثوریؒ فرمایا کہ اسی طرح میرے تین اور استاد جو کہ روحانیت میں یکتائے روزگار تھے آخری عمر میں یہودنی، نصرانی اور آتش پرست ہو گئے اور انہیں خدا کے دربار کی حضوری نصیب نہ ہوئی۔

ان لوگوں کے اعمالِ ریاضت اور ان کے انجام کو دیکھ کر مجھے اس قدر خوفِ الہی پیدا ہو گیا ہے کہ اس شخصیتِ الہی کی وجہ سے میری کمر خمیدہ ہو گئی ہے اور اس خمیدہ کری کے باوجود ہر وقت اپنے ایمان کی سلامتی کے لیے خدا تعالیٰ کے آگے گریہ نزاری کرتا ہوں تاکہ مجھے وہ ہمیشہ اپنے مقرب مومنوں میں رکھے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ | فضیل بن عیاضؒ نے ایک روز فجر کی نماز میں سورہ

یٰسین پڑھی اور جب ان کا نَتَّ إِلَّا صَيْحَةً  
وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ (وہ ایک ہی تند آواز ہو گی جس سے تمام ہمارے پاس حاضر ہو جائیں گے) تک پہنچے تو ان کا بیٹا علی بیہوش ہو گیا۔ اور طلوعِ آفتاب تک بیہوش ہی رہا۔ اس کی یہ حالت تھی کہ جب کسی سورت کے پڑھنے کا قصد کرتا تو اس کو تمام نہ کر سکتا تھا اور سورہ إِذَا زُلْزِلَتْ الْأَرْضُ وَالْقَارِعَةُ كُفَّٰتًا كَبِيعًا سَنَ هِيَ نہ کر سکتا تھا کہتے ہیں کہ جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے والدِ فضیل رحمہ اللہ مسکرائے۔ لوگوں نے پوچھا اس کا کیا سبب ہے آپ تو بہت ہی عمگین رہا کرتے تھے انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو اس کی موت مرغوب ہے اس لیے مجھے اللہ تعالیٰ کی پسند مرغوب ہے۔ علی موصوف اپنے والد سے درخواست کیا کرتے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ میں ایک پوری سورت سن سکوں یا موت سے پہلے قرآن مجید ختم کر لوں اگرچہ

ایک بار ہی ہو۔

**حضرت حسن بھری کا قول** | حضرت حسن بھری فرمایا کرتے تھے کہ پہلے جب کوئی شخص رات میں قرآن مجید کی تلاوت کرتا تو صبح کے

وقت لوگ اس کے چہرے پر شدتِ تغیر، نردی رنگ اور لاغری و پشیمردگی کے اثرات محسوس کرتے تھے لیکن اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ جب کوئی رات کو پورا قرآن بھی پڑھتا ہے تو صبح کے وقت اس کے چہرہ سے اس کا کچھ اثر ظاہر نہیں ہوتا گویا اس نے محسن اپنی چادر کا بوجھ ہی اٹھایا تھا۔

**قرآنی آیت کی تلاوت کا اثر** | میمون بن مہران فرماتے تھے کہ حضرت سلمان فارسی نے ایک قاری کو یہ آیت پڑھتے سنا وَاِنَّ

بَجَهَنَّمَ لَمَوْعِدًا لَهُمْ اَجْمَعِينَ۔ (اور ان تمام کی وعدہ گاہ جہنم ہے) تو چیخ اٹھے اور ماتھے سر پر رکھ لیا اور تین دن تک حیران و پریشان پھرتے رہے، انھیں معلوم نہیں تھا کہ کہاں جاتے ہیں۔

**خشیتِ الہی اختیار کرو** | حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ میں شخص نے دروازہ بند کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گویا مخلوق سے

شرم کی اور اللہ تعالیٰ سے شرم نہ کی اللہ تعالیٰ اس کا حساب سختی سے لے گا اور اس کو سخت ملامت کرے گا۔ پھر اس کی طرف غضب کی نظر سے دیکھے گا اور فرشتوں کو حکم دے گا کہ اسے پکڑ لو۔ پس ہزار یا اس سے زیادہ فرشتے اس کے پکڑنے کو دوڑیں گے اور اس کو منہ کے بل کھینچیں گے، کہتے ہیں کہ وہ ان کے ہاتھوں میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ پس لے بندے اللہ سے ڈرا اور خشیتِ الہی اختیار کر اور اپنے گناہوں کو ترک کر کے توبہ کر تاکہ تو اللہ کے عذاب سے بچ سکے۔

## حضرت جبیبہ عدویہ کا طرزِ عمل

حضرت جبیبہ عدویہ ۱۴ جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو جاتیں تو اپنے کپڑوں کو اپنے اوپر

اچھی طرح لپیٹ کر چھت پر کھڑی ہو جاتیں اور دعائیں مشغول ہو جاتیں اور کہتیں یا اللہ ستارے چھٹک گئے اور لوگ سو گئے، بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر دیے اور ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ تھلیے میں پھلا گیا اور میں تیرے سامنے کھڑی ہوں، یہ کہہ کر نماز شروع کر دیتیں اور ساری رات نماز پڑھتیں جب صبح صادق ہو جاتی تو کہتیں، یا اللہ رات چلی گئی اور دن کی روشنی ہو گئی، کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ میری یہ رات تو نے قبول فرمائی؟ تاکہ میں اپنے آپ کو مبارکباد دوں، یا تو نے رد فرمادی تاکہ میں اپنی تعزیت کروں۔ تیری عزت کی قسم! میں تو ہمیشہ اسی طرح کرتی رہوں گی۔ تیری عزت کی قسم! اگر تو نے مجھے اپنے دروازے سے دھکیل دیا تب بھی تیرے کرم اور تیری بخشش کا جو حال مجھے معلوم ہے اس کی وجہ سے میں تیرے در سے نہیں ہٹوں گی۔

## حکایت

سفیان بن عیینہ فرماتے تھے کہ علی بن حسین نے حج کا ارادہ کیا تو جب آپ نے احرام باندھا اور اونٹنی پر سوار ہوئے تو آپ کا رنگ بدل گیا۔

اور گھبرا گئے، رعبہ شروع ہو گیا اور حدیث کی وجہ سے تلبیہ کہنے کی بھی ہمت نہ رہی لوگوں نے عرض کی کہ آپ تلبیہ کیوں نہیں کہتے؟ آپ نے فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ میں لبیک کہوں تو مجھے جواب ملے لَا لَبَّيْكَ وَلَا سَعْدَيْكَ (تو حاضر نہیں ہے اور تجھے سعادت نہ ہو) پھر آپ کو بتایا گیا کہ یہ کہنا تو ضروری ہے۔ چنانچہ جب آپ نے کہا تو آپ پر غشی طاری ہو گئی اور اونٹنی سے گر پڑے۔ غرض کہ حج کے تمام کرنے تک یہی حالت رہی جب آپ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا تو فرماتے لگے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے تجھے بوسہ نہ دیا، ہوتا تو میں تجھے کبھی نہ چومتا

حضرت ابواللیث ثمرقندیؒ نے فرمایا ہے کہ  
خشیت الہی سات باتوں میں ہے۔

## سات باتوں میں خشیت الہی

(۱) اس کی زبان غلط بیانی، غیبت، جھٹی، تہمت اور فضول بولنے سے بچی ہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے، تلاوت کلام پاک کرنے اور دینی علوم سیکھنے میں لگی ہو۔

(۲) اس کے دل سے عداوت، بہتان اور مسلمان بھائیوں کا حسد نکل جائے کیونکہ حسد

نیکیوں کو بھاٹ جاتا ہے جیسا کہ فرمانِ مصطفویٰ ہے

الْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا  
تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ - حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ حسد، دل کی نذیل ترین بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے اور دل کی

بیماریوں کا درمان صرف علم و عمل سے ہی ہو سکتا ہے۔

(۳) اس کی نظر حرام کھانے پینے سے اور حرام لباس وغیرہ سے محفوظ ہے اور وتیا

کی طرف لالچ کی نظر سے نہ دیکھے بلکہ صرف عبرت پکڑنے کے لیے اس کی طرف دیکھے، اور

حرام پر تو کبھی اس کی نگاہ بھی نہ پڑے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

مَنْ مَرَّ بِمَاءٍ عَيْنَهُ مِنْ الْحَرَامِ  
جس نے اپنی آنکھ حرام سے بھری،

مَلَأَ اللَّهُ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کو آگ سے

عَيْنَهُ مِنَ النَّارِ - بھروے گا۔

(۴) اس کے پیٹ میں حرام غذا نہ جائے یہ گناہ کبیرہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا:-

إِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةٌ مِنَ الْحَرَامِ فِي  
بِطْنِ ابْنِ آدَمَ لَعَنَهُ كُلُّ مَلَكٍ  
بطن آدم کے پیٹ میں جب حرام کا لقمہ پڑا تو زمین

آسمان کا ہر فرشتہ اس پر لعنت کرے گا،

جب تک کہ وہ لقمہ اس کے پیٹ میں رہے گا۔

فِي الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ مَا دَامَتْ تِلْكَ



اللُّقْمَةُ فِي بَطْنِهِ وَإِنْ مَاتَ عَلَىٰ  
تِلْكَ الْحَالَةِ فَمَادَا وَبِحَعْمِهِ ۖ جہنم ہوگا۔

(۵) جانبِ حرام دست دراز نہ کرے بلکہ حتی المقدور اس کا ہاتھ اطاعتِ الہی کی طرف ہی بڑھے۔

حضرت کعبہ جباری سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سینہ موتی (زبرجد) کا نخل پیدا فرمایا اس میں سنہ ہزار گھر ہیں اور ہر گھر میں ستر ہزار کمرے ہیں۔ اس میں وہی نخل ہوگا جس کے سامنے حرام پیش کیا جائے اور وہ صرف خوفِ الہی کی وجہ سے اسے چھوڑ دے۔ (۶) اس کا قدم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں تہ چلے بلکہ صرف اس کی اطاعت و خوشنودی میں رہے، عالموں اور نیکیوں کی طرف حرکت کرے۔

(۷) عبادت و مجاہدہ۔ انسان کو چاہیے کہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کرے اور ریاکاری و منافقت سے بچتا رہے اگر ایسا کیا تو یہ ان لوگوں میں شامل ہو گیا جن کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے:

وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ  
لِلْمُتَّقِينَ۔

اور تیرے رب کے نزدیک آخرت ڈرنے والوں کے لیے ہے۔

دوسری آیت میں یوں ارشاد ہے:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ۔

گو یا خداوند تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ یہی لوگ (مستحق و پرہیزگار) قیامت کے دن دوزخ سے چھٹکارا پائیں گے اور ایماندار آدمی کو چاہیے کہ وہ بیم ورجاء کے درمیان رہے۔ وہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہوگا اور اس سے مایوس و ناامید نہ رہے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ط اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

پس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے برائی کے کاموں سے ممتہ موڑ لے اور اللہ تعالیٰ کی طرف

میں نے سیدی علی خواں کو کہتے سنا ہے کہ جو شخص  
 غور کرے اسے معلوم ہوگا کہ کل آسمانی کتابیں اپنے  
 محافظوں کو کہتی ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

**خوف کی قسمیں** | ابوالقاسم حکیم فرماتے ہیں کہ خوف کی دو قسمیں ہیں۔ نہایت اور  
 خشیت۔ نہایت والا جب ڈرتا ہے تو فرار کی راہ لیتا ہے  
 اور خشیت والا اللہ تعالیٰ کے ہاں پناہ لیتا ہے۔

پھر فرمایا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح جذب اور جذبہ دونوں ایک ہی چیز ہیں  
 اسی طرح ہرب اور ریب ایک ہی چیز ہیں۔ لہذا جو بھاگ گیا ہو وہ اپنی خواہش کے  
 تقاضوں میں کھو گیا جیسے وہ رہبانیت والے جو اپنی خواہشات کی تابعداری کرتے  
 ہیں اور جب علم کی لگام انہیں قابو میں رکھے اور وہ شریعت کے حقوق ادا کریں تو  
 یہ خشیت ہے۔

**حکایت** | حضرت ہارح مری کہتے ہیں کہ ایک بار ابن السماک میرے پاس آئے اور  
 کہا کہ مجھ کو اپنی قوم کے عابدوں کی کچھ عجیب بات دکھلاؤ۔ میں ان کو  
 ایک محلے میں ایک شخص کے پاس لے گیا جو ایک جھونپڑے میں رہتا تھا۔ ہم نے اس سے  
 پاس آنے کی اجازت چاہی اور چلے گئے۔ دیکھا تو ایک شخص چٹائی بنا رہا تھا۔ میں نے  
 اس کے سامنے یہ آیت پڑھی اذا الاعلال فی اعناقہم والساد سلح لیسجون  
 فی الحمیم ثم فی النار بیسجدون تو وہ شخص چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ ہم اسے  
 ویسا ہی چھوڑ کر نکل آئے اور دوسرے کے گھر گئے، اس کے پاس بھی میں نے وہی آیت  
 پڑھی۔ وہ بھی چیخا اور بے ہوش ہو کر گر گیا۔ وہاں سے ہم تیسرے کے پاس گئے اور اس  
 سے اجازت چاہی، اس نے کہا کہ اگر ہم کو ہمارے پروردگار سے نہ روکو تو چلے آؤ۔ اس

کے پاس میں نے پڑھا ذلک لمن خاف مقامی و خاف و عید۔ اس نے ایک نعرہ مارا اور اس کے نتھنوں سے خون نکلنے لگا اور اسی خون میں تڑپتے لگا یہاں تک کہ خون خشک ہو گیا اس کو بھی ہم ویسا ہی چھوڑ آئے۔

غرض کہ میں نے ابن السماک کو چھ شخصوں کے پاس پھرایا اور ہر ایک کو بے ہوش چھوڑ کر اس کے پاس سے چلے آئے۔ پھر میں ان کو ساتویں کے پاس لایا اور اجازت چاہا تو ایک شخص نے جھونپڑے کے اندر سے کہا کہ چلے آؤ۔ دیکھا تو ایک پیر اپنے مسدے پر بیٹھا ہوا ہے اس کو ہم نے سلام کیا وہ خبردار رہا۔ میں نے بڑی آواز سے کہا کہ خبردار! لوگوں کو کل کھڑا ہوتا ہے۔ بوڑھے نے کہا کہ کم تخت! کس کے سامنے؟ اتنا کہہ کر حیران متہ کھڑا ہوا اور آنکھیں اوپر کورہ گئیں اور ایک لپست آواز سے اوہ اوہ کرنے لگا۔ یہاں تک کہ آواز بند ہو گئی۔ اس کی عورت نے کہا کہ اب اس کے پاس سے چلے جاؤ کیونکہ اس وقت تم کو اس سے کچھ نفع حاصل نہ ہوگا۔ اس کی حالت کچھ اور ہو گئی ہے۔

پھر کچھ دنوں بعد میں نے وہاں کے لوگوں سے ان ساتوں کا حال پوچھا انہوں نے کہا کہ ان میں سے تین تو اچھے ہو گئے اور تین جان بحق ہوئے اور بوڑھے کا یہ حال ہوا کہ تین دن تک تو ویسا ہی حیران اور مبہوت رہا کہ فرض بھی نہیں پڑھتا تھا مگر تین دن کے بعد ہوش آیا۔

حضرت ابن السماک سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک **حکایت** مجلس میں وعظ کیا کہ ایک جوان ان میں سے اٹھا اور کہا کہ تم نے آج ایک ایسا جملہ کہا کہ اگر ہم اس کے سوا اور کچھ نہ سنیں تو کچھ پروا نہیں میں نے پوچھا کہ وہ کیا جملہ ہے؟ اس نے کہا کہ آپ نے جو فرمایا ہے کہ خائفین کے دل کے دو خلود یعنی ٹکڑے کیے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ یا جنت میں ہمیشہ رہنا یا دوزخ میں۔ حضرت

ابن السماک فرماتے ہیں کہ پھر وہ چلا گیا اور دوسرے وعظ میں میں نے اس کو نہ پایا۔ لوگوں سے اس کا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ بیمار ہے۔ میں اس کی عیادت کو آیا اور پوچھا کہ بھائی تیرا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے ابوالعباس! یہ نوبت اسی تمہارے جملے سے ہوئی ہے کہ ”دو خلود یعنی خلودِ جنت خواہ خلودِ دوزخ“ نے خائفین کے دل ٹکڑے کر ڈالے ہیں۔ پھر وہ شخص اسی مرض میں مر گیا۔ میں نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدائے تعالیٰ نے تجھ سے کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا کہ مجھ کو بخش دیا اور رحم کیا اور جنت میں داخل کیا۔ میں نے پوچھا کہ کس وجہ سے؟ کہا کہ اسی جملے کی بدولت۔



حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے فضائل کا مجموعہ

سنتی فضائل اعمال

عالم فقہی



## باب

## صبر

اللہ کے دوست بڑے صابر ہوتے ہیں کیونکہ اللہ اپنی شان اپنے دوستوں ہی کے ذریعے ظاہر کرتا ہے اس لیے قدم قدم پر لوگ انہیں دکھ دیتے ہیں مگر وہ اللہ کے لیے انہیں برداشت کرتے ہوئے صبر کرتے چلے جاتے ہیں اور کسی کو کچھ نہیں کہتے کیونکہ دستور محبت ہے کہ اگر کوچہ پیار سے پھول بچھا دوں تو شکر کر، اگر لہ محبت میں تازیانے پڑیں تو صبر کر، مگر آزمائش میں پورا اتر، جان جاتی ہے تو جائے مگر دستور وفا کی لاج رکھ۔ کیونکہ روزِ ازل میں اَلَسْتُ بِرَبِّكَ کے جواب میں قَالُوا بَلٰی کہہ کر تو نے وفا کا وعدہ کیا تھا۔ اب پھر چوں و چرا کیسی۔ وہ عشق کیسا جس میں محبوب کو پانے کے لیے دکھ درد نہیں، وہ صل کیسا کہ جس میں فراق کی تڑپ نہیں، وہ نظر عطا کیسی جس میں سوزِ بکری نہیں، وہ عزتِ شب کیسی جس میں ٹپکِ اشک نہیں۔ وہ پیشِ شوق کا نظارہ نہیں جس میں برقِ حنا نہیں، وہ صدائے برس نہیں جس میں منزل آہ نہیں، وہ گیسوئے سیلی نہیں جس میں نازِ اعجاز نہیں۔ وہ قسانہ محبت نہیں جس میں داغِ غم نہیں، وہ رفعتِ سحر نہیں جس میں زوالِ شام نہیں، وہ جادہ حیات کیسی جس میں ہنگامہ نازیبا نہیں، وہ لذتِ احساس نہیں جس میں محرومیِ تمنا نہیں، وہ ہیبتِ حق نہیں جس میں خوفِ باغبان نہیں، وہ حُسنِ بے مثل نہیں جس میں نازِ وادائ نہیں، وہ عاشقوں کا عشق نہیں جس میں صبر کی انتہا نہیں۔

صبر ضبطِ نفس ہے، صبر و صفتِ شوق ہے، صبر دوائے درد ہے، صبر چرخِ زندگی ہے، صبر حرارتِ ایمان ہے، صبر حقیقتِ قرآن ہے، صبر روحِ طریقت ہے، صبر کاسۂ قلندر ہے

صبر آئینہ انسانیت ہے، صبر چشم بصیرت ہے، صبر دعویٰ انحصار ہے، صبر نجاتِ غم ہے، صبر سرمایہ آخرت ہے، صبر متاع حیات ہے، صبر قبائے جذب ہے، صبر اطمینانِ قلب ہے، صبر دوائے غربت ہے، صبر دولتِ لازوال ہے، صبر توشہ درویش ہے، صبر پیامِ حق ہے، صبر تریاقِ غم ہے، صبر کمالِ فقر ہے، صبر روشن ضمیری ہے، صبر چراغِ منزل ہے، صبر سوزِ جگر ہے، صبر مشعلِ راہ ہے، صبر پاسیانِ خودی ہے، صبر شانِ مومن ہے۔ صبر راہِ جنت ہے، صبر عظمتِ حیات ہے، غرقیکہ جو صبر کر گیا وہ دینِ دنیا میں نجات پا گیا۔ مہراج العابدین میں لکھا ہے کہ صبر ایک کڑوی دوا ہے اور تا خوشگوار شربت سے مگر نہایت بابرکت اور ہر طرح کی منفعت کا موجب اور ذریعہ ہے اور ہر طرح کی مصرت کو دفع کرتا ہے۔ جب دوا ایسی بابرکت اور نافع ہو تو عقلمند انسان طبیعت پر صبر کر کے بھی ایسی دوا استعمال کرتا ہے اور گھونٹ گھونٹ کر کے اپنے پیٹ میں ڈال لیتا ہے اور اس کی تلخی اور تیزی کو برداشت کرتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ اس دوا کی تلخی تو ایک گھڑی بھر کے لیے ہے مگر اس کا نفع سا لہا سال تک باقی رہنے والا ہے۔

جب کوئی صبر کی تلخی برداشت کر کے ہر لحاظ سے صبر پر کاربند ہو جائے تو اسے اطاعتِ الہی پر استقامت کی نعمتِ عظمیٰ نصیب ہوتی ہے، آخرت میں ثوابِ عظیم کا مستحق بنتا ہے اور ایسے شخص کو دنیا میں گناہوں اور گناہوں کے نتائج بد سے حفاظت نصیب ہو جاتی ہے اور آخرت میں گناہوں کے وبال میں مبتلا ہونے سے بھی بچ جاتا ہے۔ نیز ایسا شخص طلبِ دنیا کو ترک کر دیتا ہے اور اس پانچ روزہ زندگی میں مشاغلِ دنیوی سے الگ رہتا ہے۔ ایسا شخص انشاء اللہ تعالیٰ عذابِ اخروی سے بھی محفوظ رہے گا۔ اس کے اعمال خیر بھی ضائع نہیں ہوتے اور دنیوی ابتلاء و آزمائش میں ثابت قدم رہتا ہے اور آسائشِ دنیا حاصل نہ ہونے پر رنجیدہ خاطر نہیں ہوتا تو اس صبر سے انسان کو طاعت، اس کے درجاتِ عالیہ، طاعت کا ثواب، تقویٰ، زہد اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھا بدلہ، اچھی

جزا اور ثواب کثیر حاصل ہوتا ہے۔

## احکام خداوندی

صبر کی عظمت اور اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَبِرُوا  
وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا قَدْ تَقْوَى اللَّهُ  
لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ

اے ایمان والو! صبر کرو، مستحکم رہو، اور  
نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم قلاع  
حاصل کرو۔ (پ ۴، آل عمران ۲۰۰)

صبر روحانی مال کا نگہبان ہے کیونکہ نگہبانی سے تقویٰ میں اضافہ ہوتا ہے، جو  
قلاع کا قاضی ہے۔

پس صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے پس اگر  
ہم تمہیں کچھ دکھا دیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا  
ہے یا تمہیں وفات دے دیں بہر حال انہیں  
ہماری طرف ہی لوٹنا ہے۔ (پ ۲۴، مومن ۷۷)

قَامِضًا زَكَاةً وَمَا تَجِدَ إِلَّا  
بِرْحَمَةٍ رَبِّكَ بَعْضُ الَّذِي نَعِدُهُمْ  
أَوْ تَتَوَقَّعُوكَ فَأَيُّ الْوَجْهِ  
يُرْجَعُونَ

صبر حکم ربی ہے کیونکہ ہر روحانی مقام میں ترقی اور بلندی کا دار و مدار صبر پر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَجْرَ  
الْمُحْسِنِينَ

اور صبر کرو پس بیشک اللہ تعالیٰ محسنین کا اجر  
ضائع نہیں کرتا۔ (پ ۱۲، یوسف ۱۱۵)

صبر کرنے سے انسان محسنین میں شامل ہو جاتا ہے اور صبر کا اجر ضرور پائے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ  
بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ

کفار کی باتوں پر صبر کرو اور سورج نکلنے سے پہلے  
اور غروب ہونے سے پہلے اللہ کی حمد کرو۔

وَقَبْلَ الْغُرُوبِ .

(پ ۲۶، ق ۲۹)

نہ مانتے والوں کو دعوتِ اسلام دینے پر بے شمار مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بلکہ جو ابان سے طرح طرح کی دل آزاری والی باتیں سنتا پڑتی ہیں جن سے دل کو دکھ پہنچتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے تاکید کی ہے کہ ان کے رویے پر صبر کرو۔

فَاَصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَ لَا يَسْتَحِضُّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ .  
پس صبر کرو بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے اور جو لوگ یقین نہیں رکھتے وہ تمہیں سبک نہ کریں۔ (پ ۲۱، روم ۶۰)

دعوتِ حق پر صبر کرنا بہت اچھا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق دعوتِ حق کی جزا بہتر طریقے سے دے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاَصْبِرْ عَلٰى مَا اَمَّاٰكَ ط اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ .  
اے میرے بیٹے نماز پڑھتا رہ اور اچھی بات کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور جو مصیبت تجھ پر آئے اس پر صبر کر۔ بیشک عزم والے کام ہیں (پ ۲۱، لقمان ۱۷)

دوسروں کو نماز اور امر بالمعروف کی تبلیغ میں جن مصائب سے واسطہ پڑے انہیں صبر سے برداشت کرنا چاہیے کیونکہ صبر سے کاموں میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔

فَاَصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا وَ مِنْ اٰنَاخِ الْاَيْدِ قَسِيْمٍ وَاَطْرَافِ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى .  
پس ان کی باتوں پر صبر کر اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر، سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے تسبیح کر۔ دن کے دونوں کناروں اور رات کے دوران بھی اس کی تسبیح کر، تاکہ تم خوش ہو جاؤ (پ ۱۶، طہ ۱۳)

لوگوں کے باتیں بنانے پر صبر کرنا چاہیے اور صبر کی طرف اپنی طبیعت کو راغب کرنے کے



لیجے صبح و شام اور رات کے وقت اللہ کا ذکر کرتا چاہیے اس سے طبیعت میں سکون رہے گا جس کی بنا پر انسان ہر مصیبت پر آسانی سے صبر کرنے کے قابل رہے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا  
بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ  
الصَّابِرِينَ ۝

(پ ۲، آقرہ ۱۵۳)

صبر اور نماز دو ایسے عمل ہیں جو یا رگاہ رب العزت میں فوراً قبول آتے ہیں۔ لہذا مشکل کے وقت ان دو اعمال کی طرف توجہ دینے سے مشکل حل ہو جائے گی۔ نہایت ہی مددگار ہیں۔

پس صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے اور اپنے  
گناہوں کے لیے استغفار کرو اور صبح و شام  
اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو۔

(پ ۲۲، مؤمن ۵۵)

- - -

صبر ہی کا بالآخر ثواب ہوتا ہے اور اللہ نے جو وعدہ حق کو بلند کرنے کا کر رکھا ہے انشاء اللہ وہی سچا ہوگا۔

پس آپ بھی عالی ہمت پیغمبروں کی طرح صبر سے  
کام لیں۔ اور ان کے لیے جلدی نہ کرو۔ جس  
دن اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ  
ہے۔ (مگر سوچیں گے کہ) دن کی گھڑی بھر ٹھہرے  
تھے۔ یہ پیغام ہے۔ پس فاسق لوگوں کو ہی ہلاک  
کیا جائے گا۔ (پ ۲۶، احقاف ۳۵)

قَاصِرٌ كَمَا صَبَرْنَا أُولُو الْعِزْمِ مِنَ  
الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ  
كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرُونَ مَا يُوعَدُونَ  
لَمْ يَلْبِتُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ  
بَلَّغْنَا فَمَلَّ يَهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمُ  
الْفَاسِقُونَ ۝

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ اولو العزم پیغمبروں نے جس طرح مصیبتیں

برداشتت کہیں اور زبردست مخالفت کو صبر سے درگزر کیا اسی طرح آپ بھی صبر سے ہر سختی کو برداشت کر لیں۔

وَأِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا  
عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ  
خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ وَاصْبِرُوا مَا  
صَبَرَكَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ  
عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُفِي صَبْرًا مِمَّا  
يَمْكُرُونَ ۝

اور اگر تم سزا دو تو اتنی دو جتنی کہ انہوں نے تمہیں  
دی۔ اگر صبر کرو تو صابرین کے لیے یہی بہتر  
ہے۔ اور اے نبی! صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ  
کی توفیق سے ہے ادا ان کے بارے میں غم نہ کرو  
اور ان کے فریبوں سے تنگ دل نہ ہو۔

(پ ۱۲، نحل ۱۲۶ تا ۱۲۷)

قصص کے سلسلے میں وضاحت کی گئی ہے کہ جتنی اذیت پہنچی ہو اس کے برابر بدلہ لینا جائز ہے اور اگر صبر کر لیا جائے اور قصاص معاف کر دیا جائے تو یہ صبر گناہوں کا کفارہ بن جائے گا مطلب یہ ہوا کہ صبر کا اجر دنیا کے اجر سے بہت بلند ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا  
رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ  
هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَّاَرْضُ اللّٰهِ  
وٰسِعَةٌ ۗ اِنَّمَا يُرِيّ الصّٰبِرِيْنَ  
اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ

آپ فرمادیں، اے میرے صاحب ایمان بندو!  
اپنے رب سے ڈرو۔ جنہوں نے اس دنیا میں نیکی  
کی ان کے لیے بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع  
ہے، جو صبر والے میں ان کو بغیر حساب کے اجر  
دیا جائے گا۔ (پ ۲۳، زمر ۱۰)

نیکی اور صبر کا گہرا تعلق ہے کیونکہ نیک کام کرنے کے لیے صبر کرنا بہت ضروری ہے اور جو صبر کر جائے گا اسے دنیا اور آخرت میں اجر دیا جائے گا۔

## فضائل صبر

صبر کی فضیلت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
اللہ سے ڈرو اور صبر کرو | ایک عورت کے پاس سے گزے، وہ ایک قبر کے قریب

رو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا خدا سے ڈرو اور صبر کرو۔ اس نے کہا آپ اپنا کام کریں۔ کیونکہ  
آپ کو میری مصیبت کا سامنا نہیں ہوا۔ عورت نے آپ کو پہچانا نہیں تھا، اسے بتایا گیا کہ  
آپ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دیکھ کر وہ در اقدس پر حاضر ہوئی۔ وہاں کوئی دربان نہ  
تھا۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا اس لیے معذرت خواہ ہوں۔ آپ نے  
فرمایا کہ صبر تو پہلے صدمہ کے وقت ہوتا ہے۔

حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
صبر میں بھلائی ہے | وسلم نے فرمایا مومن کے کاموں پر تعجب ہے کہ اس کے ہر کام

میں بھلائی ہے اور یہ بات مومن کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوشی پہنچے اور شکر ادا  
کرے تو اس کے لیے بھلائی ہے اور اگر اس کو تکلیف پہنچے اور صبر کرے تو اس کے لیے بھلائی  
ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
مقدر پر راضی رہنا | علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاقتور مومن بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو

ضعیف مومن سے زیادہ پسند ہے اور ہر بھلائی میں حرص کرو تو تمہیں نفع دے اور اللہ سے مدد  
مانگو اور عاجز رہو۔ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو اگر میں ایسا کرتا تو یوں ہو جاتا بلکہ  
یوں کہو کہ جو اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا اور جو اس نے چاہا کیا کیونکہ اگر کالفظ شیطان کے کام کو  
کہو تو ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں  
صبر کرنے کی کوشش | نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا آپ نے انہیں

عطا فرما دیا۔ پھر مانگا آپ نے دے دیا، یہاں تک کہ آپ کے پاس جو مال تھا ختم ہو گیا۔ جب

آپ اپنے دست مبارک سے سب مال دے چکے تو ان سے فرمایا کہ میرے پاس جو مال ہوتا ہے اسے تم سے روک کر جمع نہیں کرتا، جو دست سوال دراز کرنے سے بچتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو پچانتا ہے اور جو مستحق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دیتا ہے اور جو صبر کی سعی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق عطا فرمادیتا ہے۔ اور کوئی شخص صبر سے بہتر اور وسیع تر عطیہ نہیں دیا گیا۔ (بخاری)

حضرت صہیب بن سنان رضی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مومن کس قدر اچھا ہے کہ اس کے جملہ امور خیر و برکت کا باعث ہیں اور یہ بات صرف ایمان والوں کو ہی حاصل ہے اگر اسے باعث مسرت بات پہنچے تو شکرت کرتا ہے اور یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اسے کوئی ضرر رساں بات پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے، یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے ہاں بندہ مومن کے لیے جب میں اس کے دنیوی محبوب کو لے لیتا ہوں، جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی سے روایت ہے، انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا وہ ایک عذاب تھا اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا بھیتا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اسے ایمانداروں کے لیے رحمت بنا دیا ہے، اب جو شخص طاعون میں مبتلا ہو اور صبر اور طلبِ ثواب کی نیت سے اپنے شہر ہی میں ٹھہرا ہے اور یہ یقین رکھتا ہو کہ اسے وہی تکلیف پہنچے گی جہاں اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دی۔ ایسے آدمی کو شہید کا ثواب ملے گا۔ (بخاری)



**بیتائی جاتے پر صبر** | حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب یہی کسی بندے کو اس کی

دو محبوب چیزوں میں بتلا کر دوں اور وہ ان پر صبر کرے تو میں ان کے عوض اس کو جنت عطا کروں گا۔ دو چیزوں سے مراد آنکھیں ہیں۔ (یعنی وہ تابینا ہو کر صبر کرے)۔ (بخاری شریف)

**تھوڑے رزق پر صبر** | حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نزدیک میرے دوستوں میں قابل رشک وہ

مومن ہے جو ذمہ داروں سے سبکدوش، نماز سے دلچسپی رکھنے والا، اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کرنے والا، خلوت میں بھی اس کی اطاعت کرنے والا، لوگوں میں گناہ جس کی طرف انگلی سے اشارہ نہ کیا جائے اور اس کا رزق بقدر کفایت ہو اور اس پر صبر کرے، پھر اپنے اپنے دست مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کی تمنا جلد پوری ہوتی ہے۔ اس پر رونے والے کم ہوتے ہیں اور اس کی میراث تھوڑی ہوتی ہے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

**دنوی فتنوں پر صبر** | حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری یہ امت رحم فرمائی گئی امت ہے اسے آخرت میں عذاب نہیں ہوگا۔ اس کا عذاب، دنیا میں فتنے، زلزلے اور قتل ہے۔ (ابوداؤد)

**مصیبتوں پر صبر** | حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ مومن جو لوگوں سے میل جول رکھتا ہو اور لوگوں کی مصیبتوں پر صبر کرتا ہو اس کا درجہ اس مومن سے زیادہ ہے جو لوگوں سے میل جول نہ رکھتا ہو اور نہ ان کی مصیبتوں پر صبر کرتا ہو۔ (ابن ماجہ)

**صبر کی تاکید** | حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عمرؓ نے خطاب رات کو جتنی مناسب سمجھتے نماز پڑھتے اس کے بعد کھلی رات کو اہل و

عیال کو بیدار کر کے فرماتے کہ نماز پڑھو۔ پھر اس آیت کی تلاوت کرتے (ترجمہ) اپنے اہل کو نماز کا حکم کرو اور صبر کرو، ہم تم سے رزق طلب نہیں کرتے بلکہ رزق دیتے ہیں اور آخرت صاحب تقویٰ لوگوں کے لیے ہے۔ (مالک)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھوکا رہنے پر صبر نے فرمایا ہے کہ میرے رب نے میرے لیے مکہ مکرمہ کی سنگت کو سوتا بنا دینے کے لیے فرمایا یہی عرش گزار ہوا کہ اے رب ایسا نہ کر، بلکہ میں ایک روز بھوکا رہوں اور ایک روز شکم سیر تاکہ جس روز بھوکا رہوں تو تیری بارگاہ میں صبر پیش کروں اور تیرا ذکر کروں اور جس روز شکم سیر ہوں تو تیری حمد و ثنا بیان کروں اور تیرا شکر ادا کروں (احمد، ترمذی)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے سب سے عزیز چیز صبر ہے جو چیزیں تھیں سب سے کم مقدار میں عطا فرمائی ہیں وہ دو ہیں، یعنی صبر اور لقین۔ اور اگر کسی کو یہ دونوں میسر ہوں تو اس خوش بخت سے کہہ دو کہ غم نہ کرے اور خوف نہ کھائے، خواہ نماز روزے میں اس سے کمی ہی کیوں نہ رہ گئی ہو اور اے میرے صحابہ! مجھے تمہاری بڑی سے بڑی عبادت کی نسبت یہ چیز زیادہ عزیز ہے کہ تم اسی پر صبر کرو جس پر آج قائم ہو، اس سے روگردانی اختیار نہ کرو لیکن میں ڈرتا ہوں کہ میرے بعد دنیا کی بلا ہوں کہ تم اپنے اوپر کھول بیٹھو گے (تخلہ نہ کرے کہ ایسا ہو) کیونکہ یوں تو تم ایک دوسرے سے منکر ہو جاؤ گے اور اہل ایمان تم سب سے منکر ہو جائیں گے کہ تو اب تو اسی شخص کو ملے گا جو صبر کرے گا اور پھر تو اب کا امیدوار بنے گا۔ پس تم صبر کرو کہ دنیا باقی نہ رہے گی اور حق تعالیٰ کا ثواب باقی رہے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو امیر سے امیر کی تالپندیدہ بات پر صبر

کوئی ایسی چیز دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو صبر کرے کیونکہ جو جماعت کو ایک بالشت برابر بھی چھوڑ کر مرے تو جاہلیت کی موت مرے گا۔ (بخاری)

**صبر سے کام لینا** | حضرت ابو فریح سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب میرے بعد حکمران اس فیء کے معاملے

میں دوسروں کو ترجیح دیں گے۔ میں عرض گزار ہوا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ میں اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھوں گا اور اس کے ساتھ لڑتا رہوں گا یہاں تک کہ آپ سے جا ملوں۔ فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس سے بہتر بات نہ بتاؤں۔ مجھ سے ملنے تک صبر سے کام لیتا۔ (ابوداؤد)

**طاعون پر صبر کا اجر** | حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا کہ کوئی میدان جنگ سے بھاگتا ہے اور طاعون پر صبر کرنے والے کے لیے شہید کا سا اجر ہے۔ (احمد)

**مصائب پر صبر کی توفیق** | حضرت محمد خالد بن سلمی اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا بندے کو اللہ کی بارگاہ سے جب ایسا شرف عزت عطا ہوتا مقدر ہوتا ہے جس کو وہ اپنے اعمال کی وجہ سے حاصل نہیں کر سکتا تو اس کی ذات کو بدن، مال اور اولاد میں سے کسی ایک کو مصیبت میں مبتلا فرما دیتا ہے، پھر اس کو ان مصائب پر صبر کی توفیق عطا فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ (زندہ) اس منزلت کو حاصل کر لیتا ہے جو اس کے یہاں اس کے لیے مقدر کر دی گئی تھی۔ (ابوداؤد)

**بیماری پر صبر کا اجر** | حضرت عطاء بن رباح روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دریافت کیا کہ میں تمہیں جنتی عورت نہ دکھاؤں؟

میں نے کہا بیشک دکھائیں، تو آپ نے ایک کالی عورت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا یا رسول اللہ! مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور پردہ باقی نہیں رہتا آپ میرے لیے دعا فرمائیں، تو سرکار نے فرمایا اگر تم چاہو تو اس پر صبر کر کے جنت حاصل کر لو اور چاہو تو میں دعا کروں تاکہ اس مصیبت سے نجات حاصل ہو جائے تو اس خاتون نے کہا کہ میں اس پر تو صبر کر لوں گی لیکن دورہ کے دوران میرا ستر کھل جائے ہے آپ یہ دعا فرمادیں کہ دورہ کے وقت ستر نہ کھلے تو حضور نے اس کے لیے دعا فرمادی۔ (بخاری، حضرت عثمان بن حنیف روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نے

### تاییدنا کو تاکید

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ میرے لیے

عافیت کی دعا فرمادیں نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کروں اور چاہو تو اس پر صبر کر لو یہ تمہارے لیے بہتر ہے تو اس نابینا نے کہا کہ آپ دعا فرمائیں تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر کے یہ دعا پڑھو "خداوند! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی رحمت (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے میں آپ کے ذریعے اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ وہ حاجت کو پورا فرمائے۔ خداوند نبی علیہ السلام کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرمائے۔ (جامع ترمذی)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انصار کے

### اللہ تعالیٰ کی توفیق پر صبر

کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کیا تو آپ نے ان کا سوال پورا کر دیا لیکن انہوں نے پھر سوال کیا تو آپ نے پھر دیا یہاں تک کہ آپ کے پاس کچھ باقی نہ رہا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جو کچھ بھی ہو گا میں اس کو تمہارے لیے ذخیرہ کر کے نہیں رکھوں گا اور جو شخص سوال سے احتراز کرتا ہے اللہ اس کی حفاظت کرتا ہے اور جو لا پرواہی کرتا ہے تو اللہ اس کو لا پرواہی دیتا ہے اور جو صبر کرتا ہے تو اس کو توفیق صبر دیتا ہے اور کسی فرد کو صبر سے بہتر اور بڑے عطیہ نہیں دیا گیا۔ (بخاری شریف)



حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حارثہ بن سراقہ کی

## اچھے انجام پر صبر

والدہ ماجدہ حضرت ربیع بنت براءہ رضی اللہ عنہا کی بیوی تھیں اور ان کی بیوی نے ان کو کفر سے روکا اور ان کو بتایا کہ اگر وہ جنت میں ہے تو وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو میں اس پر خوب گریہ و زاری کروں۔ فرمایا اے ام حارثہ! جنت میں کتنے ہی درجے ہیں اور بیشک تمہارا بیٹا فردوسِ اعلیٰ میں ہے۔ (بخاری)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں کھڑے ہوئے اور ان سے

## شہادت اور صبر کا تعلق

ذکر کیا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان رکھنا افضل اعمال ہیں تو ایک آدمی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ! اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا میرے گناہ مجھ سے دور کر دیے جائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا ناں اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ حالانکہ تم صابر رہے، ثواب کے امیدوار رہے، آگے بڑھے، پیچھے نہ دکھائی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے کیا کہا؟ میں عرض گزار ہوا کہ اگر میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو کیا میرے گناہ مجھ سے دور کر دیے جائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جبکہ تم صابر رہے، ثواب کے امیدوار رہے، آگے بڑھے اور پیچھے نہ دکھائی ہو، ماسوائے قرض کے، کیونکہ یہ مجھ سے جبرائیل نے کہا ہے۔ (مسلم)

فقیر ابو اللیث اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میرا بیٹا فوت ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ

## صبر کی تلقین

علیہ وسلم نے میری طرف والا نامہ تحریر فرمایا۔ یہ خط محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جاتیب سے معاذ بن جبل کی طرف ہے۔ السلام علیکم! میں اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اس کے بعد یہ کہ اللہ تعالیٰ تیرے اجر کو بہت ہی زیادہ بڑھائے۔

اور تجھے صبر نصیب فرمائے، ہمیں اور تجھے شکر کی توفیق بخشے۔ بعد ازیں یہ کہ ہمارے نفس ہمارے مال، اہل تہاتہ اور اولاد اور ان کے مال وغیرہ سب اللہ پاک کے خوشگوار عطیے ہیں اور ہمارے پاس اس کی امانت ہے جن سے ہم ایک محدود مدت تک نفع اٹھاتے ہیں اور اپنے مقررہ وقت پر وہ اس امانت کو واپس لے لیتے ہیں۔ پھر وہ کچھ عطا فرمائے تو اس عطا کے باعث ہم پر شکر لازم فرمایا اور کوئی ابتلا و مصیبت آئے تو صبر کرنا فرض قرار دیا اور تیرا بیٹا بھی اللہ پاک کے اعلیٰ خوشگوار عطیوں میں سے تھا اس سے نفع اٹھانے کا موقع بخشا اور پھر بہت بڑے اجر کے عوض اسے واپس لیا ہے۔ بشرطیکہ تو صبر کرے اور ثواب کی امید لگائے۔ لہذا تجھ پر اے معاذ! یہ نوبت کبھی نہ آتی چاہیے کہ تیری جرع نزع، داویلا اور ماتم وغیرہ تیرے اجر کو ختم کر دے اور اپنی اس کوتاہی پر تداامت ہی کرتا رہ جائے۔ اگر تو اپنی مصیبت کے ثواب کو دیکھ پائے تو یقین کرنے لگے کہ میری مصیبت اس اجر سے بہت ہی کم ہے اور یقین جانو کہ جرع نزع میت کو واپس نہیں کر لاتی اور نہ ہی غم کو دور کرتی ہے پس ترا غم ان حالات کے تصور سے دور ہو جانا چاہیے جو خود تجھ پر آنے والے ہیں، گویا کہ تجھ پر آہی گئے ہیں۔ (تنبیہ العاقلین)

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے پیچھے  
**قصائے الہی پر صبر** کو ساتھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ  
 میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ قصائے الہی سے بچہ قوت ہو گیا جس کے بعد باپ بھی کچھ دن حاضر  
 خدمت نہ ہو سکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی غیر حاضری محسوس فرمائی۔ پوچھنے پر صحابہؓ  
 نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کا بچہ قوت ہو گیا ہے جو آپ نے دیکھا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ تم  
 نے مجھے کیوں اطلاع نہ دی۔ چلو ہم اپنے بھائی کی تعزیت کو چلیں، صحابی کے گھر کو شرف و  
 سعادت بخشا اور اسے غم و اندوہ میں مبتلا دیکھا، کہنے لگا یا رسول اللہ! میں اپنے بڑھاپے  
 اور کمزوری کے ایام کے لیے اس کے سہارے اور نفع کی امیدیں لگائے ہوئے تھا۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ تو قیامت کے دن حاضر ہوگا، اس بچے کو کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جا تو وہ کہے گا یا اللہ! میرے والدین تو باہر ہیں اسے تین دفعہ جنت میں داخل ہونے کو کہا جائے گا مگر وہ ہر بار والدین کی سفارش کرے گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کی سفارش کو قبول فرمائیں گے۔ اور تم سب کو اکٹھے ہی جنت میں داخل فرمائیں گے۔ یہ بات سن کر صحابی کا غم غلط ہو گیا اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تعزیرت کے لیے جانا مستون عمل ہے، کسی بھائی کو مصیبت پہنچے تو دوستوں اور بھائیوں کو تعزیرت کے لیے جانا چاہیے۔ (تنبیہ الغافلین)

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ

### اللہ کا شکوہ بے صبری ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

جو شخص دنیا کی وجہ سے بحالت غم صبح کرتا ہے وہ اللہ پر ناراض ہونے کی حالت میں صبح کرتا ہے۔ اور جو شخص کسی پیش آمدہ مصیبت کا شکوہ کرتا ہے گویا وہ اللہ پاک کا شکوہ کرتا ہے اور جو شخص کسی غمی کے آگے تواضع دکھاتا ہے کہ وہ اس کے مال سے کچھ حاصل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے عمل کے دو تہائی اجر کو ضائع کر دیتا ہے اور جسے قرآن عطا ہوا اور پھر بھی دوزخ میں چلا گیا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے یعنی جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا اور اس نے اس پر عمل نہ کیا بلکہ سستی دکھائی حتیٰ کہ دوزخی بن گیا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے کہ اس نے خود اپنے ساتھ یہ کیا ہے کہ قرآن پاک کی حرمت و عظمت کا خیال نہیں کیا۔ (تنبیہ الغافلین)

### حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے صابر تھے بلکہ دعوتِ حق پر لے پناہ تکالیف لوگوں نے دیں اور آپ نے ان پر اتنا زیادہ صبر کیا کہ تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ اس کے علاوہ ذاتی طور پر

بھی جو تکلیف آئی اسے بڑے سے برداشت کیا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں مجھے اتنا ڈر یاد دھمکایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ڈرایا گیا اور اللہ کی راہ میں مجھے اتنا ستایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ستایا گیا اور ایک دفعہ تیس رات دن مجھ پر اس حال ہی گزرتے کہ میرے اور بلالؓ کے لیے کھانے کی کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے، سوائے اس کے جو بلالؓ نے اپنی بغل کے نیچے چھپا رکھا تھا۔ (ترمذی)

حضرت ابوسعیدؓ، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے آپ بخار میں مبتلا تھے آپ پر ایک

## بخار کی تکلیف میں صبر

چادر پڑی ہوئی تھی۔ حضرت ابوسعیدؓ نے اپنا ہاتھ چادر کے اوپر رکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کا بخار تو بہت تیز ہے۔ آپ نے فرمایا ہم اسی طرح پر ہیں۔ ہم پر بلا بہت سخت ہوتی ہے۔ اور ہمارے لیے اجر بھی دگنا تکنا ہوتا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوسعیدؓ نے دریاقت کیا، یا رسول اللہ! لوگوں میں سے سخت مصیبت والا کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام حضرت ابوسعیدؓ نے کہا اس کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا علماء، پھر پوچھا اس کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا بھلے لوگ۔ علماء میں سے بعض کو کثرتِ جوں کے ساتھ یہاں تک مبتلا کیا گیا کہ جوڑوں نے اسے مار ڈالا۔ بعض کو ان میں سے فقر میں یہاں تک مبتلا کیا گیا کہ سولے مکملی کے اور کوئی چیز پہننے کو میر نہ آئی اور بیشک ان میں سے ہر ایک بلا میں مبتلا کیے جاتے سے اس قدر خوش ہوتا ہے جس طرح پیکر تم میں سے کوئی عطیہ سے خوش ہوتا ہے

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک درد پیش آیا آپ فریاد کرتے اور بستر پر کروٹیں بدلتے تھے، حضرت

## درد پر صبر کا واقعہ

عائشہؓ نے آپ سے عرض کیا کہ اگر ہم میں سے بعض آدمی ایسا کرتا تو آپ اس پر خفا ہوتے، آپ نے فرمایا کہ مومن پر سختی ہی کی جاتی ہے اور کوئی مومن ایسا نہیں کہ جسے کوئی مصیبت پہنچے خواہ



کانٹے کا لگنا ہو یا کوئی درد، مگر اللہ پاک اس کی وجہ سے اس کی خطا کا کفارہ کر دیتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کے لیے درجہ میں بلندی ہوتی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما کا جب

### حضرت ابن مظعون کی وفات

ان کی وفات ہو گئی، نو سو لیا اور آپ رو رہے تھے اور آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ جب میرے باپ شہید کر دیے گئے تو میں حضورؐ کی خدمت میں

### حبیب کا حبیب سے شوق

حاضر ہوا، جب آپ نے مجھے دیکھا آپ کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے دہریا گئیں۔ جب دوسرا روز ہوا میں آپ کے پاس آیا آپ نے فرمایا مجھے تمہیں دیکھ کر آج بھی وہی رنج ہوا جو تمہیں کل دیکھ کر ہوا تھا۔

حضرت خالد بن شمیرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت زید بن حارثہؓ کو تکلیف پہنچائی گئی (یعنی شہید کیے گئے) آپ ان کے یہاں تشریف لائے۔ حضرت زیدؓ کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بلبلا کر روئیں تو حضورؐ بھی روئے اور یہاں تک روئے کہ آپ کی آواز بھی نکل گئی۔ یہ دیکھ کر حضرت سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ حبیب کا اپنے حبیب کے ساتھ شوق ہے۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضورؐ کی خدمت میں تھے کہ آپ کے پاس آپ کی بیٹیوں میں سے

### بیٹی کا بیٹا مرنے پر صبر

ایک نے آپ کو بلانے کے لیے آدی بھیجا اور آپ کو اطلاع دی کہ اس کا بچہ مبتلائے موت ہے تو حضورؐ نے قاصد سے کہا ان کی طرف واپس جا اور انہیں خبر دے بدیشک اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ کہہ لے اور اسی کے لیے ہے جو کچھ کہہ دے اور ہر چیز کے لیے اس کے پاس

ایک میعاد مقرر ہے لہذا اس سے کہہ دو کہ صبر کرے اور ثواب کی نیت کرے۔ وہ قاصد دوبارہ حضور کے پاس لوٹ کر آیا اور اس نے کہا کہ صاحبزادی نے آپ کو قسم دی ہے کہ آپ ضرور اس کے پاس جائیں۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما اور حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور کچھ اور حضرات چلے اور میں بھی ان حضرات کے ساتھ چلا۔ وہ بچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لایا گیا اور اس کی جان مضطرب تھی، گویا کہ پراتی مشک میں ہے یہ دیکھ کر حضور کی آنکھ سے آنسو بہ پڑے تو آپ سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ رحمت ہے جس کو اللہ پاک نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے اور بات اسی طرح ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے رحم کھانے والوں پر رحم فرماتا ہے۔

حضرت کھول فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ پر ٹیک لگا کر داخل ہوئے

اور ابراہیم رضی اللہ عنہما دے رہے تھے۔ جب ان کی وفات ہو گئی تو حضور کی آنکھوں سے آنسو بہ پڑے تو آپ سے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہی وہ چیز ہے کہ آپ لوگوں کو اس سے منع فرماتے تھے؟ جب سلمان آپ کو روتا ہوا دیکھیں گے روئیں گے جب آپ کے آنسو تھے آپ نے فرمایا یہ رحم ہے اور جو آدمی رحم نہیں کرتا، رحم نہیں کیا جاتا میں لوگوں کو نوحہ کرنے سے منع کرتا ہوں اور اس بات سے منع کرتا ہوں کہ آدمی کے وہ اوصاف جو اس میں نہیں تھے بیان کر کے رویا جائے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اگر بروز قیامت جمع ہونے کا وعدہ نہ ہوتا اور یہ راستہ چلا ہوتا ہوتا اور یہ کہ ہمارا آخر ہمارے اول کے ساتھ ملے گا اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم اس پر اس سے بھی زیادہ غم اور رنج مناتے اور بیشک ہم اس کی وفات پر رنجیدہ ہیں، آنکھ آنسو بہا رہی ہے، دل رنجیدہ ہے اور ہم وہ بات

نہیں کہتے جس سے ہمارا رب ناراض ہو اور ان کے دودھ پلانے کی باقی میعاد جنت میں پوری کی جا رہی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت حمزہ بن عبدالمطلب شہید کر دیے گئے تو ان کے پاس حضور کھڑے

## حضرت حمزہ کی شہادت

ہم نے اور آپ نے ایک ایسا منظر دیکھا کہ اس سے زیادہ دل کو دکھ دینے والا کوئی منظر نہیں دیکھا تھا یا آپ کے دل کو درد مند کرنے والا منظر نہیں دیکھا تھا۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا ان کا چہرہ مثلہ کر دیا گیا تھا (یعنی ناک کان وغیرہ کاٹ دیے گئے تھے) آپ نے فرمایا تجھ پر اللہ کی رحمت ہو، جہاں تک مجھے علم ہے، تو صلہ رحمی کا کرنے والا اور بھلے کاموں کا کرنے والا تھا نیز فرمایا کہ اگر ہماری عورتوں کے رنج کا خوف نہ ہوتا تو میں ان کو زندہ دفناتا اور انہیں اسی طرح چھوڑ دیتا۔ اتنے میں حضرت جبریل حضور پر یہ سورت لے کر نازل ہوئے اور پڑھا **وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عَاقَبْتُمْ بِهِ ۚ وَإِنَّهُمْ لَهِيَ خَيْرٌ لِّمَا تُصْرِيحُونَ** (مخل) اور اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے اور آپ صبر کیجیے اور آپ کا صبر کتنا خدا ہی کی توفیق سے ہے اور ان پر غم نہ کیجیے اور جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس کے تنگ دل نہ ہو جائیے) پھر آپ نے ان کی لاش کے لیے حکم دیا وہ قبیلہ کی طرف رکھی گئی پھر آپ نے ان پر نومرتبہ اللہ اکبر کہا پھر ان کی طرف اور شہداء کو جمع کیا۔ جب کبھی کسی شہید کو لایا جاتا ان کے برابر میں رکھا جاتا اور آپ نے ان پر اور دیگر شہداء پر بہتر نماز جنازہ پڑھیں پھر آپ نے اپنے اصحاب کی معیت میں ان شہداء کو دفنایا جب قرآن کی وہ آیت نازل ہوئی، تو حضور نے معافی دی اور درگزر فرمایا۔

## صحابہ کرام کا صبر

**بیماری پر صبر** | حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ بخارِ حضورؐ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اس قوم کی طرف بھیج دیجیے جو آپ کو زیادہ محبوب ہو۔ یا اس طرح کہا کہ آپ کے اصحابؓ میں سے جو آپ کو زیادہ محبوب ہوں۔ قرۃ راوی نے اسی طرح شک کے ساتھ بیان کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ انصار کی طرف جا۔ چنانچہ بخار حضرت انصار میں گیا اور ان کو کچھاڑ دیا اور یہ حضرت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! ہم لوگوں کو بخار آیا اللہ سے ہمارے لیے شفا کی دعا کیجئے۔ چنانچہ آپ نے ان لوگوں کے لیے دعا کی اور ان پر سے بخار جاتا رہا۔ اس کے بعد آپ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لیے دعا کیجئے میں بھی انصار میں سے ہوں۔ میرے لیے اللہ سے ایسی ہی دعا کیجئے جیسی کہ آپ نے انصار کے لیے کی۔ آپ نے فرمایا ان دو باتوں میں سے تجھے کوئی پسند ہے (ایک تو یہ کہ میں تیرے لیے دعا کروں اور تجھ سے بخار جاتا ہے دوسری یہ کہ تو صبر کرے اور تیرے لیے جنت واجب ہو جائے۔ اس عورت نے عرض کیا خدا کی قسم یا رسول اللہ! میں تو بخار دور کرنے کو نہ چاہوں گی بلکہ صبر کروں گی۔ اور یہ بات اس عورت نے تین مرتبہ کہی۔ اور میں خدا کی قسم جنت کے لیے کوئی خطرہ نہ پیدا کروں گی۔

**حضرت ابو بکرؓ کا صبر** | حضرت ابو بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں کچھ لوگ ان کے مرض میں ان کی عیادت کے لیے آئے لوگوں نے عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہ! کیا ہم آپ کے لیے کسی طبیب کو نہ بلا لائیں جو آپ کو عوز سے دیکھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا طبیب نے مجھے دیکھا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا تو پھر طبیب نے آپ سے کیا کہا؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا طبیب کہتا ہے کہ میں ہر اس کام کو کر گزرنے



والا ہوں جس کا ارادہ کرتا ہوں۔

معاویہ بن قرظ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ ان کے پاس ان کے ساتھی آئے اور انہوں نے پوچھا اے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ! کیا تکلیف ہے؟ فرمایا میں اپنے گناہوں کے شکوہ میں مبتلا ہوں۔ لوگوں نے دریافت کیا کسی شے کی خواہش ہے؟ فرمایا جنت کی خواہش کرتا ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ کیا ہم آپ کے لیے طبیب نہ بلا لائیں؟ فرمایا اسی کے لیے مجھے اس تکلیف میں مبتلا کیا ہے۔

**حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے آدمی کو نہ پایا جو آپ کے پاس**

بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں فلاں کو نہیں دیکھتا ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ سخت بخار میں مبتلا ہے۔ آپ نے فرمایا چلو ہم اس کی عیادت کریں۔ جب آپ اس کے پاس تشریف لائے وہ لڑکا رونے لگا۔ حضور نے اس سے فرمایا کہ رو نہیں اس لیے کہ حضرت جبریلؑ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ بخار میری امت کے لیے جہنم کا ایک حصہ ہے۔

**ابو نعیم کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت معاذ اور حضرت ابو عبیدہ اور شرجیل بن حسنتہ اور ابومالک**

**مرض الموت پر صبر کا واقعہ**  
اشعری رضی اللہ عنہم ایک ہی دن طاعون میں مبتلا ہوئے۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ یہ تمہارا رب عزوجل کی رحمت ہے اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے اور تم سے پہلے بھلے لوگ اسی میں وفات دیے گئے۔ اے میرے اللہ! خاندان معاذؓ کو اس رحمت سے حصہ وافر عطا فرما، ابھی شام نہیں ہوئی تھی کہ ان کے توجوان بیٹے عبدالرحمنؓ طاعون میں مبتلا ہوئے۔ حضرت معاذؓ نے جن کے نام پیراپتی کنیت ابوعبدالرحمنؓ رکھ چھوڑی تھی اور ان کو تمام مخلوق میں سے یہ زیادہ محبوب تھے جب حضرت معاذؓ مسجد سے واپس ہوئے تو عبدالرحمنؓ کو بے چین پایا تو کہا اے عبدالرحمنؓ! تمہارا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیتے ہوئے عرض کیا اے میرے

ابا جان! الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ (آل عمران). (ترجمہ: آپ کے رب کی جانب سے حق اتنا یا ہے آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں) یہ سن کر حضرت معاذؓ نے فرمایا "اور مجھے بھی تم انشاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پاؤ گے۔ حضرت معاذؓ نے رات کی اس وفات کے بعد اس رات انھیں روکے رکھا پھر گلے دن انھیں دفن کیا اس کے بعد حضرت معاذؓ بتلائے طاعون ہوئے جب ان پر تکلیف کی شدت ہوئی تو فرمایا یہ جانکتی کی تکلیف ہے اور اس قدر بے چینی میں مبتلا ہوئے کہ کوئی مبتلا نہیں ہوا تھا اور جب کبھی اپنی بے ہوشی سے ہوش میں آتے، اپنی آنکھ کھولتے اور فرماتے اے رب! میرا گلا گھوٹ! جس طرح پر کہ تو گلا گھوٹ رہا ہے۔ پس قسم ہے تیری عزت کی تو خوب جانتا ہے کہ میرا دل تجھے دوست رکھتا ہے۔

حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انکی عیادت کے لیے ان کے پاس ان کے ایک مرض میں تشریف لائے جو انھیں تھا۔ آپ نے فرمایا تمہارے اس مرض سے تم پر کوئی خطرہ نہیں لیکن تمہارا کیا حال ہوگا کہ جب تم میرے بعد زندہ رہو گے اور نابینا ہو جاؤ گے۔ حضرت زید نے فرمایا اس وقت میں صبر اور ثواب کی نیت کروں گا۔ آپ نے فرمایا تو تم جنت میں بلا حساب داخل ہو جاؤ گے۔ چنانچہ حضرت زیدؓ حضور کی وفات کے بعد نابینا ہو گئے۔

حضرت قاسم بن محمدؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ کو جنگ طائف میں ایک تیر لگان کا زخم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چالیس دن بعد خراب ہو گیا اور ان کی وفات ہو گئی تو حضرت ابو بکرؓ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور فرمایا اے میری بیٹی! خدا کی قسم! گویا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ بکری کا کان پکڑ کر میرے گھر سے نکالا گیا ہو۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ تمام تعریف اس اللہ پاک کے لیے ہے جس نے آپ کے دل کو صبر سے باندھ دیا،

اور بھلائی کی طرف آپ کا ارادہ پختہ کر دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ باہر تشریف لے گئے اور پھر داخل ہوئے اور فرمایا اے میری بیٹی! کیا تم لوگوں کو یہ ڈر ہے کہ تم نے عبداللہؓ کو زندہ ہی دفن کر دیا؟ حضرت عائشہؓ نے کہا اے راجان! ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور ہمیں اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے (یعنی ان کی وفات ہو چکی وہ زندہ نہیں) حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اے میری بیٹی! میں اللہ سننے والے اور جاننے والے کی پناہ طلب کرتا ہوں شیطان مردود سے۔ بدیشک بات یہ ہے کہ کوئی ایسا نہیں جس کے لیے دو باطنی اثر ہو ایک کچوکا فرشتہ کی جانب سے اور ایک کچوکا شیطان کی جانب سے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس ثقیف کا ایک وفد آیا اور وہ تیر ہمیشہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس رہا۔ آپ نے اس تیر کو ان لوگوں کے سامنے نکالا اور فرمایا کیا اس تیر کو تم لوگوں میں سے کوئی پہچانتا ہے؟ بنو عجلان کے بھائی سعد بن عبدی نے کہا یہ تیر میں نے تراشا ہے اس میں پر اور پھپھلا حصہ میں نے لگایا ہے اور میں نے ہی اسے پھینکا ہے، تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اس تیر نے میرے بیٹے عبداللہؓ کو قتل کیا ہے۔ پس تمام تعریف اس اللہ کی! جس نے میرے بیٹے کا اکرام تیرے ہاتھوں سے کیا اور اس کے ہاتھوں تیری توہین نہیں ہوئی۔ وہ اللہ پاک وسیع حقائق والا ہے۔

**حضرت ابو بکرؓ کا میر**  
 حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ کا ایک بیٹا بیمار ہو گیا۔ یہ باہر نکلے اس بچہ کی وفات ہو گئی۔ جب واپس گئے تو حضرت ابو طلحہؓ نے پوچھا میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ حضرت ام سلیمؓ نے فرمایا وہ پہلے سے سکون میں ہے اور ان کے سامنے شام کا کھانا پیش کیا انھوں نے شام کا کھانا کھایا اس کے بعد حضرت ام سلیمؓ سے اپنی حاجت اتساقی پوری کی۔ جب فراغت کر چکے، ام سلیمؓ نے کہا کہ اپنے بچہ کو دفن آؤ۔ جب صبح ہوئی تو حضرت ابو طلحہؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو سارا واقعہ کہہ سنایا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے آج رات ہم لیتری کی ہے؟ حضرت ابو طلحہؓ نے

عرض کیا جی ہاں! آپ نے دعا دی اے میرے اللہ! ان دونوں کے لیے برکت نازل فرما۔ چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ کے ہاں ایک صاحبزادہ ہوا۔ حضرت ابو طلحہؓ نے مجھ سے کہا کہ اس کو حفاظت کے ساتھ سرکارِ دو عالم کے پاس لے جاؤ۔ چنانچہ وہ بچہ حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور حضرت ام سلمہؓ نے اس کے ساتھ چند کھجوریں بھیجی تھیں۔ اس بچہ کو حضورؐ نے لیا اور دریافت فرمایا کیا اس کے ساتھ کچھ اور بھی لائے ہو؟ حاضرین نے کہا جی ہاں! کھجوریں ہیں۔ چنانچہ حضورؐ نے ان کھجوروں کو لے کر چایا پھران کو اپنے دہن مبارک سے لے کر بچہ کے منہ میں ڈال کر اس کے اوپر کے تالو سے چپکا دیا اور اس بچہ کا نام عبداللہ رکھا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم حج باعمرہ سے  
**سعد بن معاذ کی موت پر صبر** آئے تھے تو لوگوں نے ذوالحلیفہ میں ہم سے

ملاقات کی اور انصار کے بچے اپنے گھروالوں سے مل رہے تھے۔ جب حضرت اسید بن حضیرؓ سے یہ لوگ ملے تو انھوں نے حضرت اسیدؓ کو ان کی بیوی کی وفات کی اطلاع دی۔ اسیدؓ نے منہ پر چادر ڈالی اور رونا شروع کر دیا۔ میں نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت کے آپ تو حضورؐ کے صحابی ہیں اور آپ کے پہلے اور پرانے کارنامے جو ہیں ان کا کیا کہنا اور تم ایک عورت کی وجہ سے روتے ہو؟ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انھوں نے اپنا سر چادر میں سے نکالا اور کہا کہ قسم ہے میری عمر کی، آپ نے سچ کہا۔ حق تو یہی ہے کہ میں حضرت سعدؓ ابن معاذؓ کے بعد کسی پر نہ روؤں اور ان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جو کچھ کہ فرمایا۔ میں نے پوچھا کہ ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا؟ کہا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ کا عرش سعد بن معاذؓ کی وفات سے حرکت کھا گیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت سعدؓ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں پھلا کرتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالرحمن بن زید بن خطابؓ سے روایت ہے  
**مصیبت پر صبر** کہ جب حضرت عمرؓ کو کوئی مصیبت لگتی تو کہتے کہ حضرت زید بن



خطاب کی وجہ سے مجھے مصیبت پہنچائی گئی۔ میں نے صبر کیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بھائی زیدؓ کے قاتل کو دیکھا تو فرمایا تجھ پر بڑا افسوس ہے کہ تو نے میرے بھائی کو مار دیا۔ جب کبھی نسیم سحری چلتی ہے تو وہ مجھے یاد آتا ہے۔

حضرت عونؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے بھائی حضرت عتبہؓ کی وفات پر تشریف لائے تو روتے لگے، ان سے کہا گیا کہ آپ بھی روتے ہیں؟ فرمایا کہ یہ میرے نسی بھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور میرے ساتھی ہیں اور میں اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا کہ ان کی وفات مجھ سے پہلے ہو اور میں ان کی وفات سے ثواب کی نیت کروں اور مجھے یہ زیادہ پسند تھا کہ میں پہلے مرتا اور یہ میری وفات پر صبر کرنے سے ثواب کی نیت کرتے۔

### صبر کا ثواب

حضرت عبداللہ بن ابی سلیمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو جہلؓ ابن حشیش کو دیکھا کہ یہ اپنی بہن حضرت زینب بنت جحشؓ کی جنازہ کی چارپائی اٹھائے ہوئے تھے یہ نابینا تھے اور روہے تھے۔ میں نے حضرت عمرؓ کو سنا وہ کہہ رہے تھے کہ اے ابو احمد! تم چارپائی کے پاس سے ہٹ جاؤ ایسا نہ ہو کہ لوگ تمہیں روندیں اور لوگوں کا ام المؤمنین حضرت زینبؓ کی چارپائی پر بٹا، نجوم تھا۔ تو ابو احمدؓ نے کہا اے عمرؓ! یہ وہی (بہن) ہے جس کی بدولت ہم نے ہر بھلائی پائی۔ اور یہ چارپائی کاٹنے چلنا اس حرارت کو جس کو میں محسوس کر رہا ہوں ٹھنڈا کر گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا تو چارپائی سے لگے رہو۔

حضرت عبداللہ بن معقلؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت زمانہ جاہلیت میں بڑی فاحشہ تھی اس کے پاس سے ایک آدمی گزرا، یا یہ ایک آدمی کے پاس سے گزری۔ اس آدمی نے اس کی طرف ہاتھ اٹھایا اور کہا رک، اللہ پاک شرک کو لے گیا اور اسلام کو لے آیا ہے۔ اس کے بعد اس عورت کو تھوڑا اور پیٹھ پھرائی اور

### تکلیف ملنے پر صبر

اس کی طرف دیکھتا جاتا تھا یہاں تک کہ اس کا چہرہ ایک دیوار سے ٹکرا گیا، تو حضور کے پاس آیا اور آپ سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا تو ایسا بندہ ہے کہ اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا۔ بیشک اللہ پاک جب اپنے کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اس کے گناہ کی مٹر ا جلد (یعنی دنیا میں) دے دیتا ہے اور جب کسی بندہ کے ساتھ شر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو اس کے گناہ میں روکے رکھتا ہے یہاں تک کہ اسے اس کی سزا بروز قیامت پوری پوری دیتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور کی تاکید | مکہ میں تھے۔ آپ کے پاس ایک انصاری عورت نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! یہ خبیث مجھ پر غالب آگیا (یعنی اثر جن تھا یا اسے مرگی تھی) آپ نے اس سے فرمایا کہ تو جس حالت پر ہے صبر کر۔ اس صبر کی وجہ سے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گی کہ نہ تجھ پر کوئی گناہ ہوگا اور نہ تجھ سے کوئی حساب۔ اس عورت نے عرض کیا قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں ضرور صبر کروں گی یہاں تک کہ اللہ پاک سے ملوں اور اس عورت نے کہا مجھے اس خبیث سے ننگا کر دینے کا ڈر ہے۔ آپ نے اس عورت کے لیے دعا فرمائی۔ اس کے بعد جب اس عورت کو خطرہ ہوتا کہ وہ خبیث اس کے پاس آئے وہ غلافِ کعبہ کے پاس آئی اور اس سے چپٹ جاتی اور اس خبیث سے کہتی دور ہو، دور ہو سو وہ اس سے چلا جاتا۔

حضرت سفیان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب نے حضرت اشعث بن قیسؓ رضی اللہ عنہما کو ان کے بیٹے کی وفات پر تسلی دیتے ہوئے فرمایا اگر تم رنج مناتے ہو تو تعلق اور رشتہ داری تم سے اسی بات کی مستحق اور اگر تم صبر کرتے ہو تو اللہ کے بارے میں تمھارے بیٹے کا کوئی قائم مقام ہوگا اگر تم صبر کرو گے، جب بھی تقدیر الہی تمھارے اوپر جاری ہوگی اور تمھیں اجر دیا جائے گا اور اگر تم جنزاع و فزع سے

کام لوگے جیب بھی تقدیر الہی جاری ہو کر رہے گی اور تم گتہ گارہ ہو گے۔

صبر کی تلقین | حضرت ابو عبیدہ رضی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی جیب کسی آدمی کو صبر اور تسلی دیتے تھے تو فرماتے تھے کہ صبر کے ساتھ مصیبت نہیں اور

جذع نزع سے کوئی فائدہ نہیں، موت سے پہلے جو کچھ ہے آسان ہے اور اس کے بعد جو ہے دشوار ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گمشدگی کو یاد کر لیا کرو، تمہاری مصیبت ہلکی ہو جائے گی اور اللہ تمہارے اجر کو بڑا کرے گا۔

## اقوال اولیاء

حضرت ابو بکر صدیق رضی کا قول ہے کہ مصیبت میں صبر کرنا مشکل کام ہے مگر صبر کے ثواب کو قطعاً نہ ہونے دینا مشکل ترین ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی نے فرمایا کہ انسان کو ہر حالت میں صبر کرنا چاہیے کیونکہ صبر ہی سے انسان نیک اعمال سرانجام پاتا ہے

حضرت عمر رضی کا فرمان ہے کہ صبر کی دو قسمیں ہیں، مصیبت پر صبر اور مصیبت کے ترک پر صبر کرتا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی فرماتے ہیں اگر صبر و شکر دو اونٹ ہوتے تو مجھے قطعاً اس بات کی پروا نہ ہوتی کہ میں ان میں سے کس پر سوار ہوں۔

حضرت عمر رضی کے اقوال میں سے ہے کہ کسی سے بدلہ نہ چاہنا صبر ہے۔  
حضرت عثمان رضی نے فرمایا ہے کہ انسان کو ہر حال میں صبر سے کام لینا چاہیے ورنہ ندامت کا سامنا ہوگا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی فرماتے ہیں کہ صبر اور ایمان میں وہی تعلق ہے جو سر اور بدن میں ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی ہی فرماتے ہیں کہ صبر ایسی سواری ہے جو کبھی ٹھوکر

بہنیں کھاتی .

حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ جسے صبر نے نجات نہ دی اسے بے صبری نے تباہ کر دیا  
آپ ہی کا ایک اور فرمان ہے کہ اگر معزز لوگوں کی طرح صبر کر لیا تو خیر ورنہ جانوروں کی  
طرح چپ ہوتا پڑے گا . غم تازیانہ بن کر خود تمہیں چپ کر دے گا .  
حضرت علیؓ نے ہی فرمایا ہے کہ صابر اپنی کامیابی قانع نہیں کرتا زمانہ خواہ کتنا ہی

گزے (کامیاب ضرور ہوگا)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دقن کرتے وقت حضرت علیؓ نے لوگوں کو تاکبیر فرمائی کہ صبر  
اچھی چیز ہے مگر آپ کے بارے میں نہیں اور صبر نہ کرنا بڑا بے مگر آپ پر نہیں . آپ کا غم تو بہت  
بڑا غم ہے . آپ سے پہلے اور بعد تو کچھ بھی نہیں  
حضرت ابن عطاءؒ فرماتے ہیں کہ اچھی طرح ادب کو قائم رکھتے ہوئے مصیبت پر

قائم رہنا صبر ہے .

حضرت خواصؒ فرماتے ہیں کہ کتاب و سنت کے احکام پر ثابت قدم رہنا صبر ہے .  
حضرت استاد ابوعلی دقاقؒ کو فرماتے ہیں کہ صبر اپنے نام کی طرح سخت کڑوا اور

مشکل ہے .

حضرت جنیدؒ سے صبر کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا تاک بھوں چڑھائے بغیر کڑوی چیز کا

گھونٹ پی جانا ہی صبر ہے .

حضرت ابو عثمانؒ فرماتے ہیں کہ بہت صبر کرنے والا وہ شخص ہے جو مصیبت میں داخل  
ہونے کے ساتھ اپنے آپ کو عادی بنالے .

شیخ سہیلؒ فرماتے ہیں کہ صبر اللہ تعالیٰ کی جانب سے کشادگی کے انتظار کا نام ہے اور  
یہ افضل و اعلیٰ خدمت ہے .

ابو عبد اللہ بن حقیق فرماتے ہیں کہ صابر کی تین قسمیں ہیں (۱) بناوٹی صابر (۲) صابر



اور (۳) بہت زیادہ صبر کرنے والا۔

عمر بن عثمان فرماتے ہیں کہ اللہ کے احکام پر ثابت قدم رہنا اور اس کی آزمائش کو خندہ پیشانی اور سکون کے ساتھ قبول کرنا صبر ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ جس طرح انسان عافیت کے ہونے ہوئے اپنی حالت پر ثابت قدم رہتا ہے اسی طرح اچھے آداب کے ساتھ مصیبت پر ثابت قدم رہنا صبر کہلاتا ہے۔ حضرت ابو محمد حیریریؒ نے فرمایا ہے، صبر یہ ہے کہ بندہ کے لیے آرام و راحت اور مصیبت کی حالتیں دونوں یکساں ہوں اور دونوں حالتوں میں اسے سکون قلب حاصل ہو اور بناوٹی صبر یہ ہے کہ مصیبت پر سکون خاطر تو ہو مگر بندہ تکلیف کا احساس کرتا ہو۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ہے کہ مومن کے لیے دنیا سے آخرت کو جانا بہت آسان ہے مگر اللہ کی خاطر مخلوق سے جدائی بہت مشکل ہے اور خواہشات نفسانی کو چھوڑ کر اللہ کی طرف جانا اور بھی زیادہ دشوار ہے اور اللہ کو ہر دم نگاہ میں رکھنے پر صبر کرنا سب سے زیادہ مشکل ہے۔

ذوالنونؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کے احکام کی مخالفت سے دور رہنے کا اور مصائب کے گھومتے پیتے پر سکون و اطمینان اور زندگی کے میدان میں باوجود محتاجی کے اپنے آپ کو مالدار ظاہر کرنے کا نام صبر ہے۔

ایک دفعہ حضرت احمد حریبؒ نے ابوسلیمان سے صبر کی نسبت سوال کیا تو فرمایا اللہ کی قسم! ہم تو اپنی پسند کی چیزوں پر صبر نہیں کر سکتے تو نا پسندیدہ چیزوں پر کیسے صبر کر سکتے ہیں (یعنی اللہ کی توفیق کا ہونا ضروری امر ہے)

یہی بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ عاشقوں کا صبر زاہدوں کے صبر کے مقابلہ میں زیادہ سخت ہوتا ہے۔ تعجب ہے کہ وہ کس طرح صبر کرتے ہیں چنانچہ یہ شعر پڑھا جاتا ہے:

الْقَدِيرُ يَجْعَلُ فِي الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا : إِلَّا عَلَيْكَ فَإِنَّهُ لَا يَجْعَلُ  
 اے محبوب! تمام مواقع پر صبر اچھا معلوم ہوتا ہے، سوائے تمہارے کہ یہاں  
 صبر کرنا اچھا نہیں ہے۔

رویم فرماتے ہیں کہ شکایت نہ کرنا صبر ہے۔  
 بعض کہتے ہیں کہ صبر میں اس قدر صبر کرنا کہ صبر کے اندر صبر مستغرق ہو جائے اور صبر  
 سے صبر عاجز آ جائے مصابیرہ کہلاتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں اس نے صبر پر صبر کیا یہاں تک کہ  
 صبر نے فریاد کرنا شروع کر دیا کہ صبر کرو۔

ابو عثمان فرماتے ہیں کہ اگر کسی عبادت پر بہترین جزا ہو سکتی ہے تو وہ صبر ہے۔ کیونکہ  
 صبر کی جزا سے بڑھ کر کوئی جزا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَانَ جَزَاءُ الَّذِينَ صَبَرُوا  
 بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ رہم صبر کرنے والوں کو ان کے اعمال کی بہترین جزا  
 دیں گے۔

ابن شیر مہر پر حیب کبھی کوئی مصیبت نازل ہوتی تو کہتے کہ یہ بادل عنقریب چھٹ  
 جائیں گے۔

حضرت سہل بن عبداللہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت مد نظر رکھنا اور تمام مصائب  
 کو آسان جان کر اس وقت خوش رہنا صبر ہے اس لیے بھوک اور بیماری میں صبر کرو اللہ انشاء اللہ  
 اللہ اپنا لطف و کرم کرے گا۔

تیز فرمایا کہ تمام مصائب کی وجہ بے صبری ہے سچا صبر کرو اور اس پر ثبات قدم رہو  
 ایسا نہ ہو کہ صبر تم پر سوار ہو جائے۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمہ کا قول ہے کہ دنیا و عقبیٰ میں فلاح و بہبود کا بہترین ذریعہ  
 صبر و تحمل ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر مومن کو حکماً صبر کی تلقین فرمائی اس لیے کہ حیات انسانی ہی  
 کی خیر و عافیت اور سلامتی صبر و تحمل اور استقامت سے ہی ہے پس جب تو نے دستور شریعت

اور حدود الہیہ کی حفاظت کرتے ہوئے صبر و تحمل اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ مصائب کو تجھ سے رفع فرمائے گا اور تجھے وسیع و بسیط رزق عطا فرمائے گا۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا ہی ارشاد گرامی ہے کہ صبر دنیا و عقبیٰ میں ہر سعادت اور سلامتی کی اصل و بنیاد ہے اور بندہ مومن صبر و تحمل ہی کے ذریعہ سے رسلے الہی، نجات اور بہشت کا مستحق بنتا ہے اور اس کی وساطت سے روحانی عروج و تقویٰ پا کر رشک ملائکہ بن جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا قرب ہے، ابدیت ہے اور عزت و اثر کا ایسا دوام ہے جسے کوئی چیز فنا نہیں کر سکتی۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کا قول ہے کہ تمام خواہشات سے نکل جانے اور پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کو صبر کہتے ہیں۔

## صبر میں اولیاء کا مقام

**تورات کی چار سطر میں** حضرت وہب بن نبیہ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں چار سطر میں مسلسل دیکھیں یہی سطر کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتا ہے اور پھر بھی یہ گمان رکھے کہ اس کی بخشش نہیں ہوئی تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ مذاق کرنے والوں میں سے ہے۔ دوسری سطر کا ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے اوپر آنے والی مصیبت کی شکایت کرتا ہے وہ اپنے رب کا شکوہ کرتا ہے۔ تیسری سطر کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص کسی شے کے قوت ہونے پر غم کھاتا ہے وہ اپنے رب کی تقدیر پر خفا ہوتا ہے۔ چوتھی سطر میں ہے کہ جو شخص کسی غنی کے سامنے تواضع دکھاتا ہے تو اس کے دین کے دو تہائی حصے جاتے رہتے ہیں۔ یعنی اس کا یقین ناقص ہو جاتا ہے۔ تورات کی یہ چاروں باتیں اچھے انسان کے اوصاف میں سے ہیں۔

اسی کا نام صحتِ خلوص ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

کہتے ہیں کہ ہر چیز کا ایک جوہر ہوتا ہے اور انسان کا جوہر عقل ہے اور عقل کا جوہر صبر ہے۔ پس صبر کرنا نفس کا مقابلہ کرنا ہے مقابلہ سے نفس میں ترمی پیدا ہوتی ہے۔ صبر صابر کے جسم میں سانسوں کی طرح سرایت کیے ہوئے ہے کیونکہ اسے ہر ظاہری، باطنی، مذموم، مکروہ اور ممنوع چیز پر صبر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور علم ان چیزوں کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور صبر ان کو قبول کرتا ہے (برداشت کرتا ہے) یہ واضح ہے کہ قبولِ صبر کے بغیر علم کی یہ راہنمائی نفع نہیں پہنچا سکتی۔

وہ شخص جس کا ظاہری و باطنی محافظ علم ہو (علم اس کے لیے مدبر اور منتظم ہو) وہ اپنے فرائض کی تکمیل اسی وقت کر سکتا ہے جب صبر اس کا مستقر اور مسکن ہو۔ علم اور صبر اسی طرح لازم و ملزوم ہیں جس طرح روح اور جسم، کہ ایک دوسرے کے بغیر استقلال حاصل نہیں ہو سکتا۔ چونکہ ان دونوں کا مرکز اور اصل قوت عقلیہ ہے اس بنا پر ان دونوں میں اتحاد و قربت زیادہ پائی جاتی ہے۔ جب صبر کے ذریعہ نفس میں قوت برداشت پیدا ہوتی ہے تو علم کے ذریعے روح کو ارتقا نصیب ہوتا ہے گویا یہ دونوں (صبر اور علم) روح اور نفس کے درمیان حد فاصل (یا عالم یرتخ) کی طرح ہیں تاکہ ہر ایک اپنے اپنے مقام پر قائم رہے اور سین انصاف اور اعتدال صحیح برقرار رہے۔ ورنہ اگر علم اور صبر میں سے کوئی ایک دوسرے سے جدا ہو جائے تو اس جدائی کے نتیجے میں روح اور نفس میں سے کوئی ایک دوسرے پر غالب آجائے اور اتحاد برقرار نہ رہے۔

فقیر ذمہ داری ہے کہ میرے

والد مرحوم نے اپنی سند کے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے سوال

ساتھ حسن بھری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ مریض کی مزاج پرسی کرنے والے کو کیا اجر ملتا ہے؟ ہر شاد فرمایا کہ یہ عمل اسے گناہوں سے



یوں پاک صاف کر دیتا ہے جیسا کہ وہ پیدائش کے وقت گناہوں سے پاک صاف تھا۔  
 عرشِ کیاے اللہ اجنازہ کے ساتھ جانے والے کو کیا اجر ملتا ہے؛ ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص  
 کی موت کے وقت فرشتے بھیجوں گا جو قبر تک جھنڈے لے کر ساتھ چلیں گے اور پھر میدانِ  
 محشر تک بھی اس کے ساتھ ہوں گے، عرض کیا گیا یا اللہ کسی مصیبت زدہ کی تسلی اور تعزیت  
 میں کیا اجر ہے؛ ارشاد فرمایا کہ میں اسے اپنے عرش کے سائے میں رکھوں گا جس دن کہ میرے  
 عرش کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

**شبلی کا صبر** | کہتے ہیں کہ شبلی کو باگل خانے میں قید کر دیا گیا تو کچھ لوگ ان کی  
 عیادت کے لیے گئے شبلی نے پوچھا تم کون ہو؛ انہوں نے  
 جواب دیا ہم تمہارے دوست ہیں، تمہاری زیارت کے لیے آئے ہیں۔ اس پر شبلی نے انہیں  
 پتھر مارنے شروع کر دیے اور وہ لوگ بھاگتے گئے۔ یہ حالت دیکھ کر شبلی نے کہا اے جھوٹو  
 اگر تم میرے دوست ہوتے تو میرے آزمانے پر صبر کرتے۔

**ایک فقیر کا طرز عمل** | ایک صوفی کا بیان ہے کہ میں مکہ معظمہ میں تھا وہاں میں نے  
 ایک فقیر کو دیکھا کہ اس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور جیب  
 سے ایک رقعہ نکال کر اسے دیکھا اور چل دیا۔ جیب دوسرا دن ہوا تو اس نے پھر ایسا ہی کیا  
 وہ شخص کہتا ہے کہ میں کئی دن تک اسے تار تار بنا چنا چپہ ایک دن اس نے طواف کے  
 بعد رقعہ کو دیکھا اور کچھ دور ہٹ کر گرا اور مر گیا۔ میں نے اس رقعہ کو اس کی جیب سے نکالا  
 تو اس میں لکھا تھا: **وَاصْبِرْ بِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا**

**ایک نوجوان اور ایک بوڑھا** | کہتے ہیں کہ ایک نوجوان کو دیکھا گیا کہ وہ ایک  
 بوڑھے آدمی کے چہرے پر جوتے مار رہا ہے  
 کسی نے اسے کہا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ تو ایسے بوڑھے کے چہرے کو جوتے مار رہا ہے، نوجوان  
 نے کہا کہ اس کا جرم بہت ہے۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ وہ کیا ہے؛ تو اس نے جواب دیا

کہ یہ بوڑھا میری محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر تین دن سے یہ مجھے دیکھنے کو نہیں آیا۔

حضرت ابو درداءؓ سے روایت

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیٹے کی وفات

کا بیٹا فوت ہو گیا جس پر انھیں شدید غم لاحق ہوا۔ اچانک ان کے پاس دو قرشتے حاضر ہوئے جو بظاہر انسانی شکل میں باہمی ستازعہ لے کر آئے تھے۔ ایک کہتے لگا کہ میں تے فصل بوئی تھی اور ابھی کاٹی نہ تھی کہ یہ شخص آیا اور سب فصل برباد کر ڈالی۔ آپ نے دوسرے سے سوال کیا۔ وہ کہتے لگا کہ میں اپنے راستے پر چلا آ رہا تھا کہ سلتے اس کی فصل آگئی۔ میں نے دائیں بائیں بٹھا کر راستہ صاف کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام پہلے شخص سے فرماتے لگے تو نے راستے پر فصل کیوں کاشت کی تھی، تجھے معلوم نہ تھا کہ لوگوں کو راستے کی ضرورت ہوتی ہے۔ قرشتے کہتے لگا تو پھر آپ بچہ کی وجہ سے کیوں غمزدہ ہو رہے ہیں، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ موت آخرت کا راستہ ہے۔ روایت میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور توبہ کی اور اس کے بعد اپنے بچے پر کبھی پریشانی ظاہر نہ کی۔

ایک دفعہ حضرت جعفر صادقؑ سے کسی نے سوال کیا کہ صبر کرنے والے

کون اول؟ درویش اور شکر کرنے والے مالدار میں سے آپ کے نزدیک کون اول ہے؟ آپ نے فرمایا کہ صبر کرنے والے درویش کو اس لیے فضیلت حاصل ہے کہ مالدار کو ہمہ اوقات اپنے مال کا تصور رہتا ہے اور درویش کو صرف اللہ تعالیٰ کا خیال۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ "توبہ کرنے والے ہی عبادت گزار ہیں۔"

حضرت مالک بن دینار نے ایک مرتبہ کسی یہودی کے مکان کے قریب کلا

پر مکان لے لیا اور آپ کا حجرہ یہودی کے دروازے سے متصل تھا چنانچہ یہودی نے دشمنی میں ایک ایسا پرنا لہتوایا جس کے ذریعہ پوری غلاظت آپ کے مکان میں ڈالتا رہتا اور آپ کی نماز کی جگہ نجس ہو جایا کرتی اور بہت عرصہ تک وہ یہ عمل کرتا رہا لیکن

آپ نے کبھی شکایت نہیں کی۔ ایک دن اس یہودی نے خود ہی آپ سے عرض کیا کہ میرے پیرتالے کی وجہ سے آپ کو تو کوئی تکلیف نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ پرتالہ سے جو غلاظت گرتی ہے اس کو جھاڑو لے کر روزانہ دھو ڈالتا ہوں اس لیے مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ یہودی نے عرض کیا کہ آپ کو اتنی اذیت برداشت کرنے کے بعد بھی کبھی غصہ نہیں آیا؟ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ جو لوگ غصہ پر قابو پالیتے ہیں نہ صرف ان کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں بلکہ انھیں ثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔ یہ سن کر یہودی نے عرض کیا کہ یقیناً آپ کا مذہب بہت عمدہ ہے کیونکہ اس میں معاندین کی اذیتوں پر صبر کرنے کو اچھا کہا گیا ہے اور آج میں سچے دل سے اسلام قبول کرتا ہوں۔

## حکایت

ایک درویش کا قصہ سناتے ہوئے حضرت محبوب الہی فرماتے ہیں کہ ایک درویش ایک غار میں رہا کرتے تھے ہر وقت وہ عبادت اور ریاضت میں مشغول رہتے تھے، وہ باہمت و باہمیت بزرگ تھے۔ ان کی خدمت میں بابا فرید حاضر ہوئے اور ان کے پاس بیٹھ گئے۔ ان بزرگ کے چہرے سے نور کی لپٹیں نکل رہی تھیں، اس عالی مرتبے کے متعلق حضرت بابا فرید نے دریافت کیا کہ یہ کس طرح حاصل ہوا؟ ان بزرگ نے فرمایا کہ میں ۶۰ سال سے اس غار میں ہوں، تجھ پر ہر روز تین نئی بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ میں ان کو لقمہ شیریں سمجھ کر قبول کرتا ہوں اور بلاؤں کا اتنا لذت کش ہو گیا ہوں کہ جس دن بلا نازل نہ ہو تو انتہائی شدت سے اس کی طلب و آرزو کرتا ہوں اور میرے دل میں ایک خوف پیدا ہو جاتا ہے کہ شاید خدا نے مجھ سے نظریں پھیر لی ہیں۔ سچوں کی راہ اصل راہ ہے جس نے اس راہ میں قدم رکھا اور محبت کا دعویٰ کیا بلائیں اس کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اس پر اتاری جاتی ہیں۔ طالب صادق کو لازم ہے کہ ان بلاؤں پر صبر کرے اور حرف شکایت زبان پر نہ لائے۔ یہ بات سن کر حضرت بابا فرید بہت روئے اور جب حضرت محبوب الہی یہ قصہ سنا رہے تھے تو آپ کی آنکھیں بھی اشکیا رہ گئیں۔

خواجہ حسن بصری کا فرمان | ایک مرتبہ ایک دیہاتی حضرت حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہوا اور صبر کی اقسام کے متعلق دریافت

کیا۔ آپ نے فرمایا کہ صبر دو قسمیں ہیں، ایک یہ کہ بلا اور مصیبت پر صبر کیا جائے اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان پر صبر کیا جائے۔ آپ کی باتیں سن کر وہاں بہت زیادہ متاثر ہوا اور عرض کرنے لگا حضرت! آپ تو بہت بڑے زاہد ہیں آپ سے بڑا زاہد کوئی نہیں۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا میرا بدمعاش غیب چیزوں میں ہے اور میرا صبر بیقاری میں ہے یعنی بلاؤں پر صبر کرنا اور خدا کی منع کردہ چیزوں سے دور رہنا یہ اطاعت الہی ہے کیونکہ یہ دوزخ کی آگ کے خوف سے ہے اور یہ بیقاری ہے۔ دنیا میں جو میرا زاہد ہے وہ آخرت کی رغبت کی وجہ سے ہے اور دراصل یہی حقیقی رغبت ہے۔ خوشی کی بات تو یہ ہے کہ دنیا میں اپنے نصیب کو حاصل کرے تاکہ اس کا صبر اللہ تعالیٰ کے لیے ہونے کہ اپنے جسم کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لیے ہو اور اپنا زہد نالہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہونے کہ بہشت میں جہنم کی خواہش کے لیے ہو۔

صبر سے کام لو | ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی خدمت عالیہ میں ایک درویش نے کسی کے ظلم کی شکایت کی، جو اس پر کیا گیا تھا۔ مخدوم جہانیاں نے فرمایا تم اس کا ظلم برداشت کرتے رہو اور صبر سے کام لو درویش کا شیوہ یہ ہے کہ ظلم برداشت کرے اور معاف کرتا رہے۔

صبر کا اجر بہتر ہوتا ہے | حضرت عبداللہ بن حنیف فرماتے ہیں کہ میں بارادہ حج گھر سے نکلا اور جب بغداد شریف پہنچا تو حضرت جنید بغدادی کی

خدمت میں حاضر ہوا۔ سوچا کہ واپسی پر حاضری دوں گا۔ راستے میں پیاس نے بہت ستایا تو ایک کنویں پہنچا وہاں دیکھا کہ کتا بے پر کھڑے ہو کر ایک ہرن پانی پی رہا ہے میں خوش ہوا کہ کنویں کا پانی بہت قریب ہے۔ میں جب کنویں کے پاس پہنچا تو ہرن واپس چلا گیا تو



پانی بھی نیچے چلا گیا۔ میں بڑا حیران ہوا اور واپس ہوتے ہوئے اتنی بات زبان سے نکلی کہ میرا درجہ بہن کے برابر بھی نہ ہوا اتنے میں پیچھے سے آواز آئی، یہ صبر آدمی! تمہارا تجربہ کیا گیا ہے مگر تم بے صبر نکلی، چلو واپس کنویں پر اور پانی پی لو۔ میں پھر کنویں پہنچا تو کتواں پانی سے کناروں تک بھرا ہوا پایا۔ میں نے پانی پیا اور مشکیزہ بھی بھر لیا۔ پھر یہ پانی مدینہ منورہ تک ختم نہ ہوا۔ حج سے واپسی پر حیب پھر بغداد پہنچا ہوں تو حضرت بنیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت بنیہ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ اے عبد اللہ! اگر کنویں پر پختوری دیر اور صبر کرتے تو پانی تمہارے پیروں کے نیچے سے ایلنے لگتا۔ (روض الفائق ص ۷۱)

**حکایت** حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے بیمار لڑکے کے پاس گئے اور فرمایا کہ جان پدر اگر تو میری ترازو میں ہو تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہے کہ میں تیری ترازو میں ہوں۔ اس نے عرض کیا کہ آپ کی مرضی کے موافق اگر ہو تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میری مرضی کے موافق ہو۔ خلاصہ حضرت عمر کے قول کا یہ ہے کہ اگر تو وفات پا جائے اور میں صبر کروں تو اس سے اچھا سمجھتا ہوں کہ میں وفات پا جاؤں اور تو صبر کرے یعنی جیلے صبر میرے نامہ اعمال میں رہے اور حاصل کے جواب کا ظاہر ہے کہ جو بات والد کو محبوب دیکھی اس کو محبوب جانا۔

## احکام زکوٰۃ

زکوٰۃ و عشر کی فرضیت، فضائل، مسائل، نصاب زکوٰۃ، مضارف و فوائد پر  
دور جدید کے تقاضوں کے مطابق منہ بولتا زندہ شاہکار۔

## اللہ پر بھروسہ

اللہ پر بھروسہ توکل کہلاتا ہے۔ اللہ سے دوستی کا تقاضا ہے کہ اپنے ہر کام کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے، اللہ کے دوست بڑے متوکل ہوتے ہیں کیونکہ وہ ہر بات میں اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں خصوصاً انہوں نے اپنی روزی کا مسئلہ اللہ کے سپرد کیا ہوتا ہے۔ جو مل گیا اسے ہی مقدر سمجھ لیا۔ توکل کو ولایت کی بنیاد سمجھا جاتا ہے، یہ درست ہے کہ توکل کے بغیر ولی اللہ بنانا ناممکن ہے کیونکہ ولایت تو پہلا درس ہی یہی دیتی ہے کہ ہر کام کے لیے اللہ پر اعتماد کیا جائے۔ اس لیے کہ وہ دوستی کیسی جس میں اعتماد نہ ہو۔ لہذا اللہ کا سچا طالب بننے کے لیے توکل ہی سے اپنی ابتدا کرنی چاہیے۔ بہت لوگ اللہ کی دوستی کا دم تو بھرتے ہیں مگر توکل ان میں سرے سے موجود ہی نہیں ہوتا ایسے دعوے کا کیا فائدہ۔ پس میرے دوست! اللہ سے دوستی کے لیے توکل کی راہ اختیار کرو۔

انسانی زندگی کوشش اور تدبیر کا حسین امتزاج ہے، کوشش اور تدبیر کا انعام تو ملتا ہے اور تدبیر انسانی تقدیر میں آسانی تو پیدا کر سکتی ہے لیکن بدل نہیں سکتی اس لیے اپنی تدبیر کے انجام کو اللہ کے سپرد کر دینا توکل کہلاتا ہے۔ توکل درحقیقت دلی جذبے کی ایک کیفیت کا نام ہے جس کی بنا پر انسان اپنے مالی وسائل اور دیگر ضروریات زندگی کے لیے اللہ پر بھروسہ کر لیتا ہے۔ اور جو شخص اللہ پر حد سے زیادہ بھروسہ کر لیتا ہے تو اللہ اس کی کفایت کرنے لگتا ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ کے حکم سے ہونا ہے اور اسی کی رحمت سے یہ کارخانہ حیات سرگرم عمل ہے لہذا فصل الہی پر دل کی گہرائیوں سے بھروسہ کر لینے سے توکل پیدا ہو جاتا ہے، توکل کی راہ

بہت عمدہ ہے اور یہ اللہ کے خاص بندوں کا راستہ ہے کیونکہ جو شخص سچے دل سے اللہ پر  
بھروسہ کرتا ہے اللہ سے کسی چیز کی کمی نہیں رہتی دیتا۔ توکل کی راہ بظاہر تو بڑی مشکل ہے  
مگر اللہ کے جن بندوں نے یہ راستہ اختیار کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر نعمت سے نوازا۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ توکل کی حقیقت یہ ہے کہ تمام امور کو  
اللہ کے سپرد کر دینا، تدبیر و اختیار کی تاریخوں سے پاک ہونا اور تقدیر الہی کے بعد ان کی  
جانب قدم بڑھانا۔ بندہ جب یہ یقین کر لیتا ہے کہ قسمت میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی اور  
جو کچھ اس کے مقدر میں ہے وہ اس سے نہیں لیا جائے گا اور جو مقدر میں نہیں ہے وہ  
کسی صورت میں حاصل نہیں ہوگا تو اس کے دل کو سکون ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب کے  
دعوت پر مطمئن ہو جاتا ہے اور اسی سے وہ قسمت کی چیز کو حاصل کرتا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ توکل مقربین بارگاہ الہی کے مقامات میں سے ایک  
عظیم الشان مقام ہے جس کا درجہ بہت بزرگ، بلند اور اعلیٰ ہے لیکن اس کا علم فی نفسہ  
نبہایت نازک اور مشکل ہے اور اس پر عمل کرنا اور بھی زیادہ مشکل ہے اور یہ مشکل اس لیے  
آن پڑتی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھ بیٹھے کہ کاموں میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کا بھی  
کوئی اثر یا عمل دخل ہے تو اس کی توحید میں نقص ہے اور اگر تمام اسباب کو درمیان سے اٹھا  
دیجے تو یہ بھی شریعت پر طعن ہوا۔ اور اگر اسباب کو اسباب تصور ہی نہ کرے تو یہ خلاف  
عقل (بلکہ عقل کا فتور) ہے اور اگر سبب کو سبب تو جانے لیکن بھروسہ (توکل) حق تعالیٰ  
کے سوا کسی اور پر کر بیٹھے تو اس کی توحید ناقص ٹھہرے گی۔ پس توکل کی کوئی ایسی شرح جو  
عقل توحید اور شریعت سب کو جمع کرے یا ان سب کی جامع ہو بڑی دقت طلب چیز ہے  
اور بڑے گہرے علم کی مقتضی ہے اور ہر کسی کے لیے اس کا جانتا اور پہچانتا کوئی مذاق  
نہیں ہے بلکہ خاصا دشوار ہے۔

## ارشاداتِ باری تعالیٰ

توکل کی اہمیت اور حقیقت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے ہر خاص و عام کو توکل کی تاکید فرمائی ہے اور اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کے ارشادات کثرت سے ہیں۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے توکل کو شرطِ ایمان قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

ان يَنْصُرْكُمْ اللَّهُ فَلَإِغَايِبٍ لَّكُمْ  
وَأَنْ يَخْذُ لَكُمْ مِمَّنْ ذَا الَّذِي  
يَنْصُرْكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ط وَعَلَى اللَّهِ  
قَلْبَتُوكُلِّ الْمُؤْمِنُونَ ۝

اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ  
سکے گا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ایسا ہے  
جو تمہاری مدد کرے اور مومنین کو اللہ پر ہی بھروسہ  
کرنا چاہیے۔ (د پ ۳، آل عمران ۱۶۰)

اپنے ہر کام کو اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے کرو کیونکہ اہل ایمان کا وصف ہے کہ وہ ہر کام اللہ کے توکل اور بھروسہ پر کرتے ہیں اور ہر کام میں توکل کرنے کے بعد اللہ کی حکمت، مصلحت اور مشیت پر بھی یقین رکھتے ہیں یعنی جو اللہ کرے اس میں اپنی بہتری سمجھتے ہیں۔ غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی جو مدد فرمائی اسے توکل ہی قرار دیا اس کے بعد حق و باطل کی بے شمار لڑائیاں ہوئیں ان لڑائیوں کے بعد حکم ہوتا ہے کہ اگر اب بھی یہ صلح کی طرف مائل ہوں تو ان سے اللہ کے بھروسے پر صلح کر لو۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

فَإِنْ جَاءَوكُمُ الْكُفَّارُ فَاجْتَمِعُوا لَهُمْ  
وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ  
الْعَلِيمُ ۝

اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح پر  
آمادہ ہو جائیں اور اللہ پر توکل کریں بیشک وہ  
سننے والا جاننے والا ہے (پ ۱۰، انفال ۶۱)

اللہ پر توکل کرنے کے بعد معاملے کو سپردِ خدا کر دو اور اس کے بہتر نتیجے کی اللہ پر امید رکھو اگر کوئی تکالیف پہنچانے کے بعد بھی صلح کی طرف آمادہ ہو تو اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے صلح کر لینی چاہیے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے مومنین کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:



رَبَّنَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ  
وَجِدَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ  
آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ  
يَتَوَكَّلُونَ .

مومن وہ ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور جب وہ  
اللہ کی آیتیں سنتے ہیں تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں  
اور ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے پروردگار  
پر توکل کرتے ہیں۔ (پ ۹، انفال ۲)

ذکر الہی کی تاثیر ہے کہ دل میں اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے اور کلام الہی سنتے سے ایمان میں  
استقامت پیدا ہوتی ہے اور یہ دونوں باتیں اللہ پر بھروسہ قائم رکھتی ہیں۔ ایک اور مقام پر  
بیان ہوا ہے کہ:

إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَىٰ  
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ  
يَتَوَكَّلُونَ .

بیشک اہل ایمان پر ان کا کچھ زور نہیں کیونکہ  
وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔  
(پ ۳۷، نحل ۹۹)

متوکلین پر شیطان کا زور نہیں چلتا کیونکہ وہ ہر کام میں اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں جس سے  
اللہ کی مدد شامل حال ہو جاتی ہے اور شیاطین بے بس ہو جاتے ہیں۔ اسی بات کو ایک اور انداز  
میں یوں بیان کیا گیا ہے:-

رَبَّنَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ  
لِيَحْزُونَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ  
بِصَارِهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ  
وَعَلَىٰ اللَّهِ قَلْبَتْكَ لَ  
الْمُؤْمِنُونَ .

(کافروں کی) کانٹا پھوسی شیطانی کام ہے وہ اس لیے  
کی جاتی ہے کہ ایمان والے رنجیدہ ہوں مگر اللہ کے  
حکم کے بغیر انھیں اس سے کچھ نقصان نہیں پہنچ  
سکتا پس ایمان والوں کو چاہیے کہ اللہ پر بھروسہ  
رکھیں۔ (پ ۲۸، مجادلہ ۱۰)

اہل ایمان کو تاکید ہے کہ کافروں کی دل آزاری والی باتوں کو خاطر میں نہ لائیں کیونکہ ان کی ایسی  
حرکات انھیں کچھ نقصان نہیں دے سکتیں۔ بلکہ اللہ پر بھروسہ کرو، وہی ایمان والوں کا کارساز ہے  
دین حق کی تبلیغ اور اشاعت میں چونکہ بیشمار پریشانیوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے

لہذا ان حالات میں بھی اللہ پر بھروسہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ فرمان الہی ہے کہ:

وَتَوَكَّلْ عَلَى النَّحْيِ لَا يَتُوبُ وَيَسْتَجِرُ بِحَمْدِهِ ط وَكَفَى بِهِ  
 اور اس زندہ (رب) پر توکل کرو جسے موت نہیں  
 اور اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو اور وہ اپنے  
 بندوں کے گناہوں سے باخبر ہوتے کے لیے  
 بِدُ تُوْبٍ عِبَادِهِ خَيْرًا ۛ

کافی ہے۔ (پ ۱۹، فرقان ۵۸)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جب کافروں کو توحید کا پیغام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تو یہ واضح کیا گیا کہ جو پیغام حق میں نے آپ کو دیا ہے اس کا میں آپ لوگوں سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا بلکہ اس کا اجر یہ ہے کہ تم اس حق کو تسلیم کر لو مگر ان کے تسلیم نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو تسلی دی کہ مجھ پر بھروسہ رکھو اور میری عبادت کرتے جاؤ اور میں آپ کے لیے کافی ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو جو منافق اس مجلس میں ہوتے تو ان کا دل چاہتا کہ کسی بہانے سے مجلس سے چلے جائیں تاکہ جو حکم حضور پر نازل ہوا ہے اس پر عمل نہ کرنا پڑے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں اور کہنا نہ مانیں تو ان سے کہہ دو کہ اللہ میرے لیے کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہ

عرش عظیم کا رب ہے (پ ۱۱، توبہ ۱۲۹)

دعوتِ حق دینے والے کے لیے اللہ کافی ہوتا ہے اور وہ اللہ ہی کے بھروسے پر دعوت دیتا ہے اس لیے اللہ کے بندے جب دعوت و تبلیغ کا کام کریں تو انھیں پوری طرح اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ  
 الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ  
 وَتَقْبُكُ فِي الشَّجِيدِ  
 إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

عزیز اور رحیم (اللہ) پر بھروسہ کرو۔ جو  
 آپ کو اٹھتے ہوئے دیکھتا ہے اور سجدہ کرنے  
 والوں میں تمھارے بولنے کو دیکھتا ہے بیشک  
 وہ سننے والا جاننے والا ہے (پ، شولہ، ۲۱ تا ۲۲)

فرمایا گیا ہے کہ اپنے اس رب پر بھروسہ کرو جو عزیز ہے یعنی ہر لحاظ سے طاقتور پر  
 غالب ہے اور جو دم کرنے والا بھی ہے اس کا در رحمت ہر ایک کے لیے کشادہ ہے۔  
 اللہ پر توکل کے بارے میں ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوا ہے کہ:

إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ  
 وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ  
 فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّكَ عَلَى  
 الْحَقِّ الْمُبِينِ

بیشک تمھارا پروردگار قیامت کے روز اپنے حکم  
 سے ان کے درمیان فیصلہ کرے گا اور وہی غالب  
 جاننے والا ہے۔ پس آپ اللہ پر توکل کریں بیشک  
 آپ حق مبین پر ہیں۔ (پ، ۲۰، نمل، ۷۸، ۷۹)

جب تمام مخالفین مل کر اسلام کو مٹانے کے درپے تھے خصوصاً بنی اسرائیل جھگڑتے  
 تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو تسلی دی کہ بالکل نہ گھبرائیں، جو قرآن میں نے آپ کو دیا ہے  
 وہ سراپا ہدایت ہے اور قیامت کے روز اللہ فیصلہ کرے گا کہ جو آپ کی ہدایت کو نہیں مانتے  
 تھے وہ غلطی پر تھے۔ پس آپ اللہ پر بھروسہ کیے رہیں بیشک آپ واضح طور پر حق پر ہیں  
 ایک اور مقام پر ارشاد ہوا۔

كَذَلِكَ أَرْسَلْنَا فِي أُمَمٍ  
 قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا أُمَمٌ  
 لِيَتَلَّوْا عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْنَا  
 إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَنِ  
 قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

اسی طرح ہم نے تمھیں اس امت میں بھیجا جس  
 سے پہلے بھی بہت سی امتیں ہو چکی ہیں جو ہم نے  
 وحی کی ہے اسے پڑھ کر سنا دو کیونکہ وہ رحمن  
 کے منکر ہو رہے ہیں۔ آپ فرمائیے کہ وہ میرا رب  
 ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے اسی پر

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ  
بھروسہ کیا ہوا ہے اور اسی کی طرف متوجہ ہوں۔

(پ ۱۲، رعد ۳۰)

مَتَابِ .

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انسانی ہدایت کے لیے جتنے بھی پیغمبر آئے انھوں نے ہر  
مشکل اور مصیبت میں اللہ پر بھروسہ کیا اور اپنے پیروکاروں کو توکل ہی کی تعلیم دی۔ حضرت نوح  
علیہ السلام جب تین تہا سالہا سال تک دشمنوں میں رہے تو انھوں نے آواز حتیٰ کو بلند کرتے

ہوئے فرمایا:

وَإِنِّي عَلَيْهِمْ نَبَأٌ نُوحٍ مَرِاذٍ قَالَ  
لِقَوْمِهِ لَقَوْمٍ مِرَانٍ كَانُوا كِبْرًا عَلَيْكُمْ  
مَتَابِي وَتَذَكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ  
فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا  
أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءُكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ  
أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ  
اقضُوا إِلَيَّ وَلَا تَنْظِرُونِ .

اور انھیں نوح علیہ السلام کا قصہ سنا دیں۔ جب  
انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! اگر  
تم کو میرا تم میں رہنا اور اللہ کی آیتوں سے تم کو  
نصیحت کرنا ناگوار گزرتا ہے تو میں نے اللہ پر بھروسہ  
کیا ہوا ہے۔ تو تم اپنی تدبیر کو اپنے شرکیوں سے  
مل کر مضبوط کر لو اور تم پر تمھاری تدبیر پوشیدہ  
نہ رہے۔ پھر اس کو مجھ پر پورا کر لو اور مجھے مہلت

نہ دو۔ (پ ۱۱، یونس ۷۱)

حضرت نوح علیہ السلام نے حق و باطل کے جھگڑے میں اللہ پر بھروسہ کیا اور دشمنوں کو  
لٹکارا کہ تم جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر لو، مجھے اپنے اللہ پر پورا بھروسہ ہے وہ میری مدد ضرور فرمائے  
گا۔ ایسے ہی حضرت ہود علیہ السلام کو جب ان کی قوم اپنے دیوتاؤں کے قہر و غضب سے ڈراتی  
ہے تو وہ جواب میں فرماتے ہیں:

لَا تَقُولُوا إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ  
أَلِهَتِنَا بِسُوْعٍ مَا قَالِ إِنِّي ذَا شَهِدٌ  
اللَّهُ وَاشْهَدُوا إِنِّي بَرِيءٌ  
ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمھیں آسیب  
پہنچا کر دیوتا نہ کر دیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں  
خدا کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ جن کو تم



خدا کا شریک بناتے ہو میں اس سے بیزار ہوں۔  
 (یعنی جن کی خدا کے سوا عبادت کرتے ہو) تو تم سب  
 مل کر میرے بارے میں (جو) تدبیر (کرنی چاہو) کر لو اور  
 مجھے مہلت نہ دو، میں خدا پر جو میرا اور تمہارا رب  
 ہے، بھروسہ رکھتا ہوں (زمین پر) جو چلتے پھرنے  
 والا ہے وہ اس کو چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے  
 بیشک میرا پروردگار سیدھے رستے پر ہے۔

مِمَّا تُشْرِكُونَ ۗ مِنْ دُونِهِ  
 تَكِيدُ دُنِيَ جَمِيعًا ثُمَّ لَا  
 تُنظِرُونَ ۗ اِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى  
 اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ۗ مَا مِنْ  
 دَايَةٍ اِلَّا هُوَ اَخَذُ بِهَا صِيْرَتَهَا  
 اِنَّ رَبِّيْ عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں آپ کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے توکل کا  
 ذکر یوں ہوا ہے۔

اے میرے بیٹو ایک دروازے سے داخل نہ ہونا۔  
 بلکہ جدا جدا دروازوں سے جانا اور میں خدا کی  
 تقدیر سے تمہیں روک نہیں سکتا بیشک حکم اسی کا،  
 میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہوا ہے۔ توکل کرنے والوں  
 کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ  
 بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ  
 مُّتَفَرِّقَةٍ ۗ وَمَا اُعْتَنِيْ عَنْكُمْ  
 صَنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۗ طِيْرٍ اِلَى الْحِكْمِ  
 اِلَّا يَلِيْهِ طَعْلِيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ  
 تَلِيْتُوْا كُلَّ الْمَسْئُوْلُوْنَ ۗ

(پ ۱۳، یوسف ۱۶۷)

اللہ کے پیغمبر منوکل تھے اور اسی پر توکل کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام

کے توکل کے بارے میں یوں بیان ہوا ہے:

انہوں نے کہا اے میری قوم! دیکھو! میں اپنے رب  
 کی طرف سے ظاہر دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے  
 اپنے ہاں سے بہترین روزی دے رکھی ہے اور میرا یہ  
 بالکل ارادہ نہیں کہ تمہیں پیچھے ڈال کر خود اس چیز کی

وَقَالَ يٰقَوْمِ اَرَايْتُمْ اِنْ كُنْتُ  
 عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّيْ فَذَرَوْنِيْ  
 مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۗ وَمَا اُرِيْدُ  
 اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَا اَنْهَكُمْ

طرف جھک جاؤں جس سے تمہیں منع کر رہا ہوں  
میرا ارادہ تو حتی المقدور اصلاح کرتے کا ہے میری  
توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے اسی پر میرا توکل  
ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔

عَنْهُ مَا أُرِيدُ إِلَّا لِإِصْلَاحٍ  
مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي  
إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ  
وَأَلَيْهِ أُنِيبُ .

(پ ۱۲، ہود ۸۸)

-۳-

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ دیکھو میں اپنے رب کی طرف سے کسی دلیل  
اور بصیرت پر قائم ہوں اور اسی کی طرف تمہیں بلا رہا ہوں۔ اس نے اپنی مہربانی سے مجھے  
بہترین روزی دے رکھی ہے۔ جس بات پر میں خود عمل پیرا ہوں اسی بات کی تمہیں دعوت دیتا  
ہوں۔ میرے ارادے کی کامیابی اللہ کے ہاتھ میں ہے اسی پر میرا بھروسہ اور توکل ہے اور  
اسی کی طرف ہمیشہ رجوع کرتا ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ہر کام اللہ  
کے توکل پر تھا۔

تمام رسولوں نے جب اپنی اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی تو قوم کے بیشتر لوگوں نے اس  
دعوت حق کو نہ مانا اور ایک خدا کی عبادت کی طرف مائل نہ ہوئے اور رسولوں کی رسالت کو  
بھی تسلیم نہ کیا بلکہ معجزات کا مطالبہ کیا اس پر پیغمبروں نے جواب دیا کہ ہم بھی انسانیت کے  
لحاظ سے انسانی صورت میں ہیں مگر ہمیں رسالت کا عطیہ ملا ہے۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ

نے یوں بیان فرمایا ہے :

پیغمبروں نے ان سے کہا کہ ہم تمہارے ہی جیسے  
ادمی ہیں لیکن خدا اپنے بندوں میں سے جس پر  
چاہتا ہے (نبوت کا) احسان کرتا ہے اور ہمارے  
اختیار کی بات نہیں کہ ہم خدا کے حکم کے بغیر تم کو  
تمہاری فرمائش کے مطابق معجزہ دکھائیں۔ اور

قَالَتْ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ رُسُلَهُمْ لَأَكْفُرُوا  
إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَكُمُ وَلَكِنْ اللَّهُ  
يُمِيتُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ  
وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمُ  
بِسُلْطَنٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَىٰ

اللّٰهُ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ . وَمَا  
 لَنَا اَنْ لَا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ  
 هَدَانَا سُبُلَنَا وَكَانَتْ صُرُوتًا  
 عَلَى مَا اٰزَيْنُوْنَا وَ عَلَى اللّٰهِ  
 فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ .

خدا ہی پر مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیے اور ہم  
 کیونکر خدا پر بھروسہ نہ رکھیں حالانکہ اس نے ہم کو  
 ہمارے (دین کے) سیدھے (رستے) بتائے ہیں اور  
 جو تکلیفیں تم ہم کو دیتے ہو اسی پر صبر کریں گے اور  
 اہل توکل کو خدا ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

(پ ۱۳، ابراہیم ۱۱ تا ۱۲)

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے رسولوں کی دعا قبول کہ کے انھیں جو وہ چاہتے ہیں عطا  
 فرمادیتا ہے مگر اللہ کے بندے ہر کام میں اللہ پر ہی توکل کرتے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ  
 پیغمبروں کو اللہ پر عام انسانوں کی نسبت زیادہ بھروسہ ہوتا ہے۔ متوکلین کے لیے اللہ کا  
 توکل کافی ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور انداز میں یوں بیان فرمایا ہے:

وَلَا تُطِيعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الشّٰفِقِيْنَ  
 وَ دَرَّعْ اَدْسَهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى  
 اللّٰهِ وَ كَفَى بِاللّٰهِ وَ كِيْلًا .

اور کافروں اور منافقوں کا کہانہ ماننا اور نہ  
 ان کے تکلیف دینے پر نظر کرنا اور خدا پر بھروسہ  
 رکھنا اور خدا ہی کا راز کافی ہے

(پ ۲۲، احزاب ۲۸)

صوفیاء میں سے اللہ پر توکل کی کفایت کے بارے میں بعض حقارت کا ارشاد ہے کہ بندہ  
 حقیر کو خداوند عظیم کو اپنے لیے کافی سمجھنا توکل ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ  
 تعالیٰ کو اپنے لیے کافی سمجھا تھا اور حضرت جبرئیل کی امداد کی پیشکش پر نظر ڈالنا بھی گوارا نہیں  
 کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ خالقِ دو جہاں پر بھروسہ کر کے جلد و جہد سے باز رہنے کا نام توکل ہے  
 الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَاَدْعٰى رَبِّيْهِمْ  
 يَتَوَكَّلُوْنَ وَ كَانَتْ مِنْ دَاۤءِيْهِ  
 لَا تَحْمِيْلٌ رِّزْقَهَا قَالَتْ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا

جو لوگ صبر کرتے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے  
 ہیں۔ اور بہت سے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے  
 نہیں پھرتے۔ خدا ہی ان کو رزق دیتا ہے اور تم کو

وَرِثَاكَ كُذْرٌ وَهُوَ الشَّمِيمُ بھی اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

(پ ۲۱، عتکوت ۵۹)

الْعَلِيمُ

اللہ کا رزق کسی جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اللہ کا رزق ہر جگہ پر عام ہے جو جہاں ہو اسے وہیں پہنچ جاتا ہے۔ اللہ کے جو بندے ایک مقام سے ہجرت کر کے دوسری جگہ پر چلے جاتے ہیں اور صبر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے توکل کے باعث انھیں وہیں روزی پہنچانے کے اسباب پیدا فرمادیتا ہے جس طرح کہ پرندوں اور جانوروں کو اللہ ہر جگہ روزی مہیا کر دیتا ہے مقصد یہ نکلا کہ رزق حاصل کرنے کے بارے میں انسانوں کو اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ رزق پر متوکل ہونے کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَيَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے  
وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ط گمان بھی نہ ہو اور جو خدا پر بھروسہ رکھے گا تو وہ  
قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ط اس کو کفایت کرے گا۔ خدا اپنے کام کو جو وہ کرنا  
چاہتا ہے، پورا کر دیتا ہے۔ خدا نے ہر چیز کا اندازہ  
مقرر کر رکھا ہے۔ (پ ۲۹، طلاق ۳)

متوکل شخص کو اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے رزق مہیا کر دیتا ہے جہاں سے اسے گمان تک نہیں ہوتا اس لیے جو رزق کے سلسلے میں اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں تو ان کے لیے اللہ کافی ہے چنانچہ حضرت سہیل نے فرمایا کہ کل مخلوق کو رزق پہنچانے والے کی معرفت کا نام توکل ہے (اس اعتبار سے) کسی کا توکل اس وقت تک کامل نہیں ہے جب تک اس کی نظر میں آسمان تانبے کی طرح اور لوہے کی طرح نہ ہو جائے، آسمان سے پانی نہ برسے اور زمین سے سبزہ نہ لگے اسے کوئی غرض نہیں وہ یقین کرے کہ ان دونوں کے درمیان میں جو مخلوق ہے، ان کے رزق کا جو ضامن ہے وہی مجھے بھی رزق پہنچائے گا اور مجھے فراموش نہیں کرے گا۔ بعض اصحاب کا کہنا ہے کہ توکل یہ ہے کہ تو رزق کی خاطر خدا کی نافرمانی نہ کرے۔ بعض



حضرات کہتے ہیں کہ بندہ کے لیے یہی توکل کافی ہے کہ وہ اللہ کے سوا اپنے لیے کوئی اور مددگار اور اپنے رزق کے لیے کوئی دوسرا خازن اور اپنے اعمال کے لیے کوئی دوسرا دیکھتے والے پسند نہ کرے۔

## فضیلتِ توکل

توکل کی فضیلت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حسبِ قیل ہیں۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس آیت کو

### حصولِ روزی کے لیے توکل

بجوبی جانتا ہوں جس پر لوگ عمل کریں تو وہ انھیں کفایت کرے۔ وہ ہے: "اور جو اللہ سے ڈرے تو اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دیگا جہاں اس کا گمان نہ ہو" (۲ تا ۳)۔ (احمد، ابن ماجہ، دارمی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا اگر تم اللہ تعالیٰ پر اسی طرح بھروسہ کرو

### اللہ پر بھروسہ کرو

جیسے بھروسہ کرنے کا حق ہے تو تمہیں پیرندوں کی طرح روزی دی جائے کہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے

### بغیر حسابِ جنت میں داخل

بستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، وہ نہ جاہلانہ جھاڑ پھونک کرتے ہوں گے اور نہ شکون لیتے ہوں گے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہوں گے۔ (بخاری)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آیت پڑھائی: "بیشک میں بہت

### اللہ رزق دیتے والا ہے

علیہ وسلم نے مجھے آیت پڑھائی: "بیشک میں بہت

رزق دینے والا، طاقت والا اور قدرت والا ہوں“ (۵۸: ۵۱)۔ (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز باہر تشریف لائے اور فرمایا مجھ پر امتیں پیش کی گئیں تو میرے سامنے

**توکل کا اجر**

سے ایک نبی گزے جن کے ساتھ ایک آدمی تھا، دوسرے کے ساتھ دو آدمی تھے، ایک نبی کے ساتھ پوری جماعت تھی۔ ایک نبی کے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں تھا، پھر ایک بہت بڑی جماعت دیکھی جو حد نظر تک تھی، مجھے آرزو ہوئی کہ یہ میری امت ہو، مجھ سے کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ اپنی قوم میں ہیں، پھر مجھ سے کہا گیا کہ دیکھیے میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی جو آسمان کے کناروں تک پھیلی ہوئی تھی، مجھ سے کہا گیا کہ ادھر بھی دیکھیے، میں نے آسمان کے کناروں تک بہت بڑی جماعت دیکھی، کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار افراد ہیں جو ان کے آگے آگے بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ وہ شکون نہیں لیتے، جاہلانہ جھگڑا پھونک نہیں کرتے اور داغ نہیں لگواتے بلکہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ حضرت عکاشہ بن محسنؓ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان میں شامل فرمائے کہا اے اللہ! سے ان میں شامل فرمائے، پھر دوسرا آدمی اٹھ کر عرض گزار ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان میں شامل فرمائے۔ فرمایا کہ عکاشہ تم پر سبقت لے گئے۔ (مسلم)

حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی

اللہ پر بھروسہ الٰہی ہے

اپنے اوپر حرام کر لیا جائے اور نہ یہ کہ مال ضائع کیا جائے بلکہ دنیا میں زہد یہ ہے کہ جو تیرے قبضے میں ہے اس پر اس سے زیادہ بھروسہ نہ کر جو اللہ کے قبضے میں ہے اور تو مصیبت میں ثواب حاصل کر جبکہ وہ تجھے پہنچے۔ اور ادھر راغب ہو کہ کاش وہ تیرے لیے باقی رکھی جاتی۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

لذوق بندے کو تلاش کرنا ہے

حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رزق بتدبیر کے کو اس طرح تلاش کرتا ہے جیسے اس کی موت اسے تلاش کرتی ہے۔ (ابو نعیم فی الحلیۃ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص گھر سے نکلتے وقت یہ

**حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا**

کلمات کہے "بسم اللہ تو کلت الخ" اللہ کے نام سے باہر جاتا ہوں میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔ نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی عطا سے ہے، ان کلمات کے قائل کو کہا جاتا ہے کہ تجھے ہدایت دی گئی، کفایت کی گئی اور تجھے بچایا گیا، نیز اس سے شیطان دور رہتا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے میری اطاعت

**اللہ کی عتائیت**

کریں تو میں رات کو ان پر بارش برساؤں اور دن میں ان پر سورج طلوع کرتا رہوں اور انھیں گرج کی آواز سنائوں (مستدام احمد)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی اپنے گھر والوں کے پاس گیا۔ جب ان کی احتیاج دیکھی تو لوگوں کی طرف باہر نکل گیا۔ جب

**کمال توکل**

اس کی بیوی نے یہ بات دیکھی تو اٹھی، چکی رکھی اور تنور کو گرم کیا اور کہا اے اللہ! میں رزق دے۔ اس نے دیکھا کہ چکی کا احاطہ اٹے سے بھرا ہوا ہے اور تنور کی طرف گئی تو وہ بھی بھرا ہوا تھا۔ خاوند واپس آیا تو کہا کہ میرے بعد تمہیں کوئی چیز ملی ہے؟ عورت نے کہا ہاں! ہمارے رب کی طرف سے۔ وہ چکی کی طرف گیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تو فرمایا اگر تم اسے نہ اٹھاتے تو وہ قیامت تک گھومتی ہی رہتی۔ (مستدام احمد)

حضرت عبید اللہ بن محسنؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم میں سے اس حالت کے بدربخ کرے

**توکل کیا ہے؟**

کہ اپنی جان سے بے خوف ہو، اس کا جسم ٹھیک ٹھاک ہو اور ایک روز کی خوراک اس کے پاس ہو تو گویا دنیا اس کے ساز و سامان سمیت اس کے پاس جمع کر دی گئی۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا کہ فرمایا اے لڑکے! اللہ

## توکل کی وضاحت

کے حقوق کی حفاظت کو تو وہ تمہارے حقوق کی حفاظت کرے گا اور تم اسے سامنے پاؤ گے اور جب کچھ مانگتا ہو تو اللہ سے مانگو اور جب مدد درکار ہو تو اس سے مدد لو اور جان لو کہ تمام امت اگر اس بات پر تکل جائے کہ کسی چیز کے ساتھ تمہیں پہنچائے تو نفع نہیں پہنچا سکیں گے مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر تمام لوگ تمہیں کسی چیز کے ساتھ نقصان پہنچانے پر تکل جائیں تو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھالیے گئے اور دفتر خشک ہو چکے ہیں۔ (احمد ترمذی)

حضرت انسؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دو بھائی تھے۔ ان میں سے ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

## متوکل کی شان

بارگاہ میں حاضر ہوا کرتا اور دوسرا دستکاری کرتا تھا۔ دستکاری کرنے والے نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بھائی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ شاید تمہیں اسی کی وجہ سے روزی دی جاتی ہو۔ (ترمذی)

عمر بن العاصؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابن آدم کے دل میں سوچ کے

## اللہ پر بھروسے کا بدلہ

بہت سے راستے ہیں اس میں سے ابن آدم اپنے دل میں جتنی راہوں کو بھی جگہ دے گا، اللہ کو اس کی پروا نہ ہوگی چاہے وہ کسی راستے سے مر جائے اور جو کوئی خدا پر بھروسہ کرے گا اسے اللہ تمام راستوں سے بے نیاز کر دے گا۔ (ابن ماجہ)

اللہ پر توکل کا واقعہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی اپنے اہل و



عیال پر داخل ہوا۔ جب ان کے ساتھ حاجت دیکھی تو جنگل کی طرف نکل گیا۔ جب اس کی بیوی نے یہ بات دیکھی تو چکی کو رکھا اور تنور گرم کیا، پھر کہتے لگی اے اللہ! ہم کو رزق دے اس نے دیکھا کہ چکی کا احاطہ آٹے سے بھرا ہوا ہے اور تنور کی طرف گئی اس کو دیکھا وہ روٹیوں سے بھرا ہوا ہے۔ راوی نے کہا خاوند گھر واپس آیا اس نے کہا میرے بعد تم کو کوئی بخیر ملی ہے اس کی بیوی نے کہا ہاں اپنے پروردگار کی طرف سے ہم کو عطا ہوا۔ وہ چکی کی طرف کھڑا ہوا۔ اس بات کا ذکر اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کیا تو آپ نے فرمایا اگر وہ نہ اٹھاتا تو قیامت تک چکی چلتی رہتی۔ (احمد)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نجد کی جانب جہاد کیا۔ جب

### اللہ پر بھروسے کا نتیجہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹے تو ایسے جنگل میں دوپہر کا وقت ہو گیا جہاں کثرت سے کیکر کے درخت تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتر گئے اور لوگ درختوں کے سائے میں منتشر ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کیکر کے نیچے اترے اور اپنی تلوار اس کے ساتھ لٹکا دی اور ہم سو گئے۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا اور آپ کے پاس ایک اعرابی تھا۔ فرمایا کہ اس نے مجھ پر میری تلوار سوتی تھی اور میں سو رہا تھا۔ بیدار ہوا تو وہ اس کے ماتھے میں تھی کہنا کہ مجھ سے آپ کو کون بچائے گا؟ میں نے تین مرتبہ کہا اللہ! آپ نے اسے کوئی سزا نہیں دی اور وہ بیٹھا تھا۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلالؓ کے یہاں

### اللہ سے امید رکھنا توکل ہے

تشریف لے گئے تو ان کے پاس کھجوروں کی ایک گٹھڑی دیکھ کر دریافت فرمایا اے بلالؓ! اس میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ کل کھانے کے لیے کھجوریں جمع کی ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا اے بلالؓ! تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم کل ان کی وجہ سے قیامت کے روز دوزخ کی حرارت

اور تپش دیکھو، اے بلالؓ! ان کو خرچ کرو اور صاحبِ عرش سے فاقہ کی کمی کا خوف نہ کرو  
(بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ، کہ  
حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زماۃ

## توکل والے سبقت لے گئے

جج میں بہت سے رویائے صادقہ مجھے دکھائے گئے۔ میں نے اپنی امت کو دیکھا کہ اس سے  
میدان اور پہاڑ بھرے پڑے ہیں، مجھے ان کی یہ وضع اور ان کی یہ کثرت پسند آئی۔ مجھ سے کہا  
گیا کہ کیا آپ اس پر راضی ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ جی ہاں! پھر مجھ سے کہا گیا کہ ان کے ساتھ  
ستر ہزار ایسے بھی ہیں جو بغیر کسی حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ لوگ وہ ہیں، جو  
داع نہیں لگواتے۔ شگون نہیں لیتے، منتر نہیں کرتے بلکہ خدا ہی پر توکل کرتے ہیں۔ یہ سن کر  
عکاشہ بن محسنؓ اور ی کھڑے ہوئے اور بارگاہِ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اللہ سے  
دعا فرمائیں کہ مجھے ان لوگوں میں کر دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! ان کو  
ان لوگوں میں سے کر دے۔ اس کے بعد ایک دوسرے صاحب کھڑے ہوئے اور انھوں نے  
عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ سے دعا فرمائیے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ عکاشہ! تم سے (اس معاملہ میں) سبقت لے  
گئے۔ (رغیۃ الطالبین)

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص  
ایک اونٹنی پر سوار آیا اور حضور رسالت مآب میں عرض  
کیا کہ یا رسول اللہ! میں اس اونٹنی کو چھوڑے دیتا ہوں اور (اس کی حفاظت کے لیے) اللہ پر توکل  
کرتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو باندھ دو اور پھر خدا پر توکل کرو۔

## اپنی تدبیر کر کے توکل کرو

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک روز کا  
واقعہ ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ

## توکل کی ترغیب کا واقعہ

سے باہر نکلا۔ چلتے چلتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر پہنچ گئے۔ وہاں پر کھجوروں کے چند درخت تھے آپ ان کے نیچے بیٹھ گئے اور زمین پر گری ہوئی کھجوروں کو اٹھا کر صاف کرنے لگے اور کھانے لگے اور مجھ سے فرمایا اے عبد اللہ! تم بھی کھجوریں کھا لو، تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ کھجوریں مجھ سے کھائی نہیں جائیں گی کیونکہ یہ اچھی معلوم نہیں ہوتیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تو یہ بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں کیونکہ آج چوتھا دن ہے کہ میں نے کھانا نہیں کھایا کیونکہ مجھے ملا ہی نہیں، اے عبد اللہ! سن اگر میں چاہتا تو اللہ سے دعا کرتا اور وہ مجھے قیصر و کسریٰ کا مالک بنا دیتا، اے عبد اللہ بن عمر! تیرا کیا حال ہوگا کہ جب تو ایسے لوگوں میں ہوگا جو سال بھر کے غلے وغیرہ جمع کر لیا کریں گے ان کا یقین اور توکل بالکل ناقص ہوگا اللہ نے مجھے دنیا کے خزانے جمع کرنے اور خواہشوں کے پیچھے لگ جانے کا حکم نہیں دیا۔ جو شخص دنیا کے خزانے جمع کرے اور اس سے آخرت کی زندگی چاہے وہ یہ سمجھے کہ آخرت کی ابدی حیات تو اللہ کے ہاتھ میں ہے لہذا میں نہ درہم و دینار جمع کروں گا اور نہ کل کے لیے آج کی روزی سے ذخیرہ جمع رکھوں گا بلکہ اللہ پر توکل کروں گا یعنی جس نے آج روزی دی ہے وہ کل کو بھی دے گا۔ (ابن کثیر)

جو اللہ سے ملنے کا وہ پائے گا | مطلب بن حنطب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جن باتوں کا اللہ

تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے میں نے وہ سب باتیں تم سے کہہ دیں ان میں سے ایک بھی نہیں چھوڑی اور جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ان سب سے روک دیا ہے اور سن لو! کہ جبریل علیہ السلام نے میرے جی میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی نفس اس وقت تک فوت نہیں ہوگا جب تک وہ سب کچھ وصول نہ کر لے جو اس کے لیے لکھا جا چکا ہے۔ سو اگر کسی شے میں تاخیر محسوس کرے تو اسے اچھے طریقے سے طلب کرے کہ تم اللہ کے ہاں سے طاعت کے ذریعہ ہی کچھ لے سکتے ہو۔ (تشبیہ الغافلین)

حضرت ابن عباسؓ حضورِ قدس صلی اللہ علیہ وسلم کا  
**عزت تقویٰ اور غنا کارا** یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جسے پسند ہے کہ وہ

سب لوگوں سے زیادہ قوی ہو اسے اللہ پر توکل کرنا چاہیے اور جسے یہ پسند ہے کہ وہ  
 سب لوگوں سے بڑھ کر معزز بنے اسے چاہیے کہ تقویٰ اختیار کرے اور جسے یہ پسند ہے کہ  
 وہ سب لوگوں سے زیادہ غنی ہو تو اسے اپنے مال کی چیزوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے عزتوں  
 پر اعتماد کرنا چاہیے۔ (تنبیہ العاقلین)

حضرت معمر بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس  
 شخص نے جنت منتر کیا اور حیم کو دعا اس کا توکل نہیں۔ (ترمذی، نسائی)

احیاء العلوم کی ایک روایت میں ہے کہ جب  
**حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توکل** حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم

علیہ السلام کو متحقیق سے آگ میں پھینکے جانے کے وقت کہا کیا تمہاری کوئی حاجت ہے؟  
 آپ نے فرمایا کہ تم سے میری کوئی حاجت وابستہ نہیں ہے۔ آپ اپنے اس عہد کو پورا کر رہے  
 تھے جو انھوں نے آگ میں پھینکے جانے کے لیے گرفتاری کے وقت کیا تھا کہ مجھے میرا رب کافی  
 ہے اور وہ اچھا کارساز ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ      اور ابراہیم علیہ السلام جس نے اپنا قول پورا کیا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان  
**حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان** کے لیے کھانا بچا کر رکھو کہ کل آٹے کی تو اس

کا رزق بھی ساتھ ہی آئے گا۔ ذرا چیونٹی کو تو دیکھو اور اس ذات کی طرف بھی جو اسے رزق  
 پہنچاتی ہے اگر یہ خیال آئے کہ ان کے پیٹ تو چھوٹے ہیں تو پرندوں کی طرف نظر کرو، اگر یہ خیال  
 آئے کہ ان کے تو پر ہیں جو اڑ پھر کر کھا لیتے ہیں تو پھر وحشی جانوروں کو دیکھو کہ کس قدر  
 حیم و شحیم ہیں۔



حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی | اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی اے داؤد! میرا ایسا کوئی بندہ نہیں جو

مخلوق کو چھوڑ کر میرا دامن رحمت تمام لیتا ہے اور زمین و آسمان اس پر سختیاں لاتے ہیں مگر میں اس کی سب دشواریاں دور کر دیتا ہوں اور اس کے لیے راستہ نکال دیتا ہوں۔

حضرت عمرؓ کا قول | ابو مجلزہ حضرت عمرؓ کا قول نقل کرتے ہیں کہ میں یہ دھیان

ہی نہیں کرتا کہ صبح کس حال پر سو رہی ہے۔ میری پسندیدہ حالت پر یا نا پسندیدہ حالت پر۔ کیونکہ مجھے یہی معلوم نہیں کہ خیر میری پسند میں ہے یا نا پسند چیز میں۔

اسلام کا قیام | حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ اسلام کا قیام چار امور سے ہے۔ یقین،

عدل، صبر اور جہاد۔ علماء نے ان چاروں امور کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یقین کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو، دنیا کی متاع اور مخلوق کی رضا مطلوب نہ ہو دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ رزق پر پورا پورا اعتماد ہو۔ ایسے ہی عدل کی بھی دو صورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ کسی کا حق اپنے ذمہ ہو تو مطالبہ سے پہلے ہی ادا کر دے۔ دوسرا یہ کہ اپنا حق کسی کے ذمہ ہو تو اس کے مطالبہ میں زرمی اختیار کرے۔ اور صبر کی بھی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے قرائض کی ادائیگی میں پختگی اختیار کرے۔

دوسری یہ کہ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ان سے مضبوطی کے ساتھ رک جائے اور جہاد کی بھی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اپنے دشمن شیطان سے کبھی غافل نہ ہو کیونکہ اگر تو اس سے غافل بھی ہو جائے تو وہ تجھ سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔ وہ اس بھڑیے کی طرح ہے کہ جب بکریوں میں گھس جاتا ہے تو جس بکری کو غافل پاتا ہے پھاڑ کھاتا ہے۔ دوسری یہ کہ بنی آدم کے اکثر فتنے مال کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ سو تو تھوڑے مال پر قناعت کر تاکہ دھوکا میں مبتلا نہ ہو جائے۔

فکرِ آخرت سے دین و دنیا کی کامیابی ہے | حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ اگر

اہل علم اپنے علم کی حفاظت کریں اور اس کے اہل لوگوں پر اسے صرف کر لیں تو وہ زمانے کے سردار بن جائیں۔ لیکن انھوں نے اہل دنیا پر اسے صرف کرنا شروع کر دیا کہ ان کی دنیا حاصل کر سکیں جس سے وہ ان کی نگاہوں میں گر گئے۔ میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنے سب غموں کی بجائے ایک آخرت کا غم اپنے لیے اللہ تعالیٰ اس کے تمام دنیاوی افکار کی کفالت فرماتے ہیں اور جو شخص دنیاوی افکار میں الجھ کے رہ جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی پروا نہیں کرتے کہ آگ کی کوئی وادی اسے ہلاک کرتی ہے اور جہنم کی کس وادی میں اسے عذاب ہوتا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ مجھے بچھوٹے بچھوٹے مارا تو میری والدہ نے مجھے قسم دی کہ میں کسی جھار پھونک کرنے والے کے پاس

جا کر دم کراؤں۔ چنانچہ منتر پڑھنے والے نے میرا وہ ہاتھ پکڑا جو تہیں ڈسا گیا تھا اور یہ آیت پڑھی وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ (اور اس زندہ پر توکل کر جسے موت نہیں آئے گی) اور کہا کہ اس آیت کو سننے کے بعد کسی آدمی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی پناہ تلاش کرے۔

## فَرُودَاتِ تَوَكَّلْ

حضرت سرری سقطی کا ارشاد ہے کہ قوت اور اختیار کو ترک کر دینے کا نام توکل ہے۔ حضرت جنید بغدادی کا قول ہے کہ توکل یہ ہے کہ تم اللہ کے سامنے اس طرح رہو گویا کہ تمہارا وجود ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی ازلی صفات کے ساتھ موجود ہے۔ حضرت عثمان حیری کا قول ہے کہ اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے اللہ پر ہی کفایت کرنے کا نام توکل ہے۔

حضرت ابن مسروقؓ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی قضا کے سامنے  
مسریم خم کر دینا توکل ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ توکل بغیر سکون کے اضطراب اور بغیر اضطراب کے  
سکون کا نام ہے۔

حضرت سہلؓ سے توکل کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا متوکل وہ شخص ہے جس کا دل  
اللہ کے سوا تمام لوگوں سے تعلق چھوڑ کر صرف اللہ کے ساتھ زندہ رہے۔

ابراہیم خواصؓ فرماتے ہیں کہ جس کا بھروسہ خود اس کی ذات پر صحیح ہے اس کا بھروسہ  
غیر پر بھی صحیح ہوگا۔

کسی نے یحییٰ بن معاذؓ سے پوچھا کہ انسان کیب متوکل کہلاتا ہے، فرمایا جب وہ اللہ کو  
اپنا وکیل بنانے پر راضی ہو۔

حضرت حسین بن منصورؓ نے فرمایا کہ صحیح متوکل وہ شخص ہے کہ جب تک شہر میں اس سے  
زیادہ حقدار لوگ موجود ہوں وہ بلا ضرورت کوئی چیز نہ کھائے۔

ذوالنونؓ نے کہا توکل یہ ہے کہ تو نفس کی تدبیر کرنا چھوڑ دے اور اپنی طاقت و قوت سے  
بیزاری کا اظہار کرے، بندہ توکل کی اس وقت طاقت رکھ سکتا ہے جب اسے معلوم ہو کہ  
اللہ تعالیٰ ان کاموں کو جن میں وہ لگا ہوا ہے جانتا اور دیکھتا ہے۔

کسی نے ابو عبد اللہ قرظیؓ سے توکل کی نسبت سوال کیا تو فرمایا کہ ہر حالت میں اللہ کے  
ساتھ تعلق ہونے کو توکل کہتے ہیں۔ سائل نے عرض کی اور وضاحت کیجئے۔ تو فرمایا توکل یہ ہے  
کہ تو ہر اس سبب کو ترک کر دے جو کسی دوسرے سبب تک پہنچائے یہاں تک کہ خود حق تعالیٰ  
اس سبب کا دالی بن جائے۔

کسی شخص نے ذوالنون مصریؓ سے سوال کیا کہ توکل کیا ہے، فرمایا تمام خداؤں کو (جو  
ماسوی اللہ ہوں) اتار پھینکتا اور اسیاب و ذرائع کو توڑ ڈالتا۔ سائل نے عرض کیا ذرا

اور وضاحت کیجیے۔ فرمایا توکل یہ ہے کہ نفس کو بندگی میں ڈال دیا جائے اور دل کو رب  
الغزت کے ساتھ لگا دیا جائے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر یقین و اتق رکھے تو توکل کہتے  
ہیں۔

حضرت بشر حافیؒ نے کہا ہے کہ بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔  
حالانکہ ان کا یہ دعویٰ غلط ہے اگر ان لوگوں کو اللہ پر بھروسہ ہوتا تو یہ لوگ ان تمام امور پر  
رضامند ہوتے جو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کرتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ اپنے توکل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر آسمان وزمین لوہے  
کے بن جائیں۔ آسمان سے اگر پانی نہ برے اور زمین سے اگر اتارچ پیدا نہ ہو تو بھی میں  
اپنے توکل سے نہ پھروں گا۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا ہے کہ توکل کی حقیقت یہ ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ  
کسی سے امید نہ رکھے اور سوائے خداوند کریم کسی سے نہ ڈرے۔ متوکل وہ ہے جو خدا پر  
بھروسہ رکھے۔ جو کچھ کرے اس کا نہ خدا پر اتہام لگائے اور نہ اس کی شکایت زبان پر  
لائے یعنی ظاہر و باطن پر دل سے یقین رکھے۔

حضرت مالک بن دینارؒ نے توکل کی یوں تعریف کی ہے کہ ہر وقت اس کا رساہ تحقیقی  
پر لائیں رہ جو تیرا کام بناتا ہے اسی کا نام توکل ہے اور متوکل شخص ہی نجات پاتا ہے۔  
حضرت معروف کرتبیؒ کا فرمان ہے کہ خدا سے ڈرو۔ میں نے کسی ڈرتے والے متوکل

کو کسب

اپنی شکایات اسی سے کرو۔ تمام لوگ نہ تمہیں کچھ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ تکلیف۔  
جو کچھ تم نے طلب کرنا ہو خدا سے ہی کرو کیونکہ وہی ہر درد کا درمان ہے۔ جو رنج اور  
مصیبت یا فاقہ تمہیں پہنچے ان کے پوشیدہ رکھنے میں ہی نجات ہے اور اسی کا نام توکل ہے۔



حضرت سہل بن عبداللہؓ نے بیان کیا ہے کہ توکل کرنے والے یعنی متوکل شخص کی تین نشانیاں ہیں: (۱) کسی سے سوال نہ کرے (۲) جب ملے تو قبول نہ کرے (۳) قبول کرے تو خرچ کر دے۔ بس اہل توکل کو خدا کی طرف سے تین یا تین عطا ہوتی ہیں: (۱) حقیقت یقینی (۲) مکاشفہ یعنی (۳) مشاہدہ قرب خداوند تعالیٰ۔

حضرت سہل بن عبداللہؓ نے ارشاد فرمایا کہ توکل کا پہلا مقام یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسا ہو جائے جس طرح مردہ غسل کے سامنے ہوتا ہے کہ غسل دینے والا بدھر چاہتا ہے ادھر اس کو الٹ پلٹ کرتا ہے (پھیر دیتا ہے) اور خود اس کو اپنے کسی عمل پر اختیار اور تدبیر پر زور اور قابو نہیں ہوتا۔ جو متوکل علی اللہ ہے وہ نہ کسی سے سوال کرتا ہے نہ ارادہ کرتا ہے نہ رد کرتا ہے نہ روکتا ہے (بالکل بے اختیار ہوتا ہے)

حضرت عبداللہ بن مبارکؓ کا فرمان ہے کہ توکل کے یہ معنی ہیں کہ دونوں حالتوں میں خدا کے ساتھ کا محتاج نہیں دیکھا۔

حضرت شفیق ملتویؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی روزی کا بھروسہ خدا پر کرے گا اس کی نیک عادت میں ترقی ہوگی۔ وہ سستی رہے گا اور اسے طاعت میں کچھ وسواس نہ ہوگا۔ حضرت حمدون قصار کے نزدیک توکل کرنا خدا پر بھروسہ رکھنا ہے اگر تم یہ کہہ سکتے ہو کہ اپنا ہر کام خداوند تعالیٰ پر چھوڑ دو تو یہ بات اس سے بہتر ہے کہ تم حیلہ و تدبیر میں مشغول ہو جاؤ۔ اگر تم پر کتنا ہی فرض ہو تو اس کی ادائیگی پر ہر اسان نہ ہو۔ خدا کی درگاہ سے تا امید ہونا توکل نہیں۔

حضرت ابو حمزہ خراسانیؒ کا قول ہے کہ توکل یہ ہے کہ صبح اٹھ کر شام اس کو یاد نہ ہو اور رات ہو تو صبح یاد نہ آئے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؓ نے توکل کی یوں وضاحت کی ہے کہ جو شخص حرام کی ایک کوڑی بھی لے وہ متوکل نہیں۔ توکل یہ نہیں کہ اپنے نقص سے توکل سمجھائے بلکہ توکل یہ ہے

خداوند کریم تجھ سے توکل سمجھے۔

حضرت امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ جبکہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کے رزق کا ضامن

ہو گیا ہے تو بندوں کو بھی اس کے توکل کا ضامن ہو جانا چاہیے۔

حضرت سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ توکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال تھا اور

کسب کرنا آپ کی سنت ہے لہذا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر ہے اسے آپ کی

سنت کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔

توکل کے بارے میں حضرت جنید ردا کا ارشاد ہے کہ توکل یہ ہے کہ اپنی تدبیر کو خدا کی راہ میں

فتاکرے اور اللہ تعالیٰ سے جو تیرا ضامن اور مددگار ہے، راضی رہے۔

حضرت بہلول مجنون سے دریافت کیا گیا کہ بندہ کو متوکل کس وقت کہنا چاہیے؟

انہوں نے فرمایا کہ جب اس کا نفس مخلوق میں ہوتے ہوئے بھی مخلوق سے اجتناب اور میگا نہ کرے

اور اس کا دل خدا کے ساتھ ہو۔

حضرت علی رود باریؑ نے فرمایا کہ توکل میں تین باتیں قابل لحاظ ہیں۔ اول یہ کہ ملے تو شکر

ادا کرے، نہ ملے تو صبر کرے۔ دوم یہ کہ حصول و عدم حصول دونوں اس کی نظر میں یکساں ہوں

سوم یہ کہ نہ ملنے پر اس وجہ سے شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے یہی پسند کیا ہے اور

اس کو یہی پسند ہے تو مجھے بھی یہ بات کیوں پسند نہ ہو۔

حضرت حاجی وارث علی شاہ بانی سلسلہ وارثیہ دیوار شریف (ہندوستان) کا قول ہے

کہ جو شخص اپنا کام آپ کرنا چاہتا ہے تو اللہ میاں بھی علیحدہ ہو جاتے ہیں اور جو اللہ کے بھروسے

پر چھوڑتا ہے تو اللہ اس کے کام کو پورا کرتا ہے۔ لازم ہے کہ جو کام کرے اللہ کے بھروسے

پکڑے۔

یہی بن معاذ رحمہ کا قول ہے کہ بندے کا بتو طلب کیے رزق پالینا اس بات کی دلیل ہے

کہ رزق کو بندے کی تلاش کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک راہب سے پوچھا کہ تم کہاں سے کھاتے ہو؟ اس نے کہا مجھے اس کی خبر نہیں ہے، رب جلیل سے پوچھو کہ وہ مجھے کہاں سے کھلاتا ہے۔

کسی شخص نے حضرت بایزید بسطامیؒ سے پوچھا کہ توکل کیا ہے؟ انھوں نے ابو موسیٰ سے پوچھا کہ تمھاری کیا رائے ہے؟ فرماتے ہیں، میں نے کہا کہ صوفیاء کا قول ہے کہ اگر زندے اور سانپ تمھارے دائیں بائیں ہوں تب بھی اس سے تمھارا باطن متزلزل نہ ہو۔ ابو یزیدؒ نے فرمایا ٹھیک ہے قریب قریب یہی بات ہے مگر اہل جنت، جنت سے بہرہ اندوز ہو رہے ہیں اور دوزخی دوزخ میں عذاب میں مبتلا ہوں۔ پھر تم ان دونوں میں امتیاز کرنے لگو تو تم متوکلین کی صف میں سے نکل جاؤ گے۔

کسی نے حمدون قصار سے توکل کی نسبت سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر تمھارے پاس دس ہزار درہم ہوں اور تمھارے ذمہ ایک دانق بھی قرض ہو تو تمھیں ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مر جاؤں اور یہ قرض میرے ذمے رہ جائے اور برعکس اس کے اگر تمھارے ذمہ دس ہزار درہم کا قرض ہو اور تم اتنی رقم نہ چھوڑ کر مرے جو اس قدر قرض کو پورا ادا کر سکتے تو تو پھر بھی مایوس نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تمھاری طرف سے ادا کرے۔

ابن عطاءؒ سے توکل کی حقیقت کے متعلق سوال کیا گیا۔ فرمایا اس کے باوجود کہ تمھیں اسباب کی اشد ضرورت ہے اگر تم اسباب کی طرف جانے کے لیے بے چین نہ ہوئے اور باوجود اس کے کہ تم اسباب و ذرائع کو استعمال میں لا رہے ہو۔ پھر بھی تم اس سکون و اطمینان سے جو تمھیں حق تعالیٰ کے ساتھ حاصل ہے نہ ہٹے (قوم میں توکل ہے،

حضرت ابونصر السراجؒ نے فرمایا ہے کہ توکل کی شرط وہی ہے جو ابوترابؒ بخشیشی نے بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ دین کو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لگائے رکھنا اور دل کا تعلق رب کے ساتھ ہونا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت پر مطمئن ہونا۔ لہذا اگر اسے کوئی چیز مل جائے تو

تو وہ اس کا شکریہ ادا کرے اور کوئی چیز نہ ملے تو صبر کرے۔

حضرت ابو بلی دقاقؒ نے فرمایا ہے کہ توکل کے تین مراتب ہیں، توکل تسلیم اور تقویٰ توکل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کے وعدے پر اطمینان ہوتا ہے اور تسلیم کے درجہ والا صرف اس پر اکتفا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی حالت کا علم ہے اور تقویٰ والا شخص اللہ کے حکم پر راضی ہوتا ہے۔ توکل ابتدا ہے، تسلیم درمیانی درجہ اور تقویٰ انتہائی درجہ ہے۔ حضرت عبدالکریم بن ہوازن قشیری نے فرمایا ہے کہ توکل کا مقام دل ہے۔ جب بندے کے دل میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جائے کہ تقدیر اللہ کی طرف سے ہے تو پھر اگر کوئی چیز مشکل ہو تو اس کی تقدیر سے ہوگی اور اگر کوئی چیز اتفاقاً مل جائے یا آسان ہو تو وہ بھی اللہ ہی کے آسان کرنے سے ہوگی لہذا اس صورت میں ظاہری حرکات و کوشش توکل کے مٹانی نہ ہوں گے۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد ہے کہ توکل یہ ہے کہ تم اپنی محنت اور صلاحیت پر بھروسہ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ پر مکمل طور پر بھروسہ کر لے کہ وہ حقیقی رازق اور مسبب الاسباب ہے اور اپنی سوچ اور ارادے کو اللہ تعالیٰ کے تابع کر دے تو پھر یقیناً اللہ تعالیٰ تجھے تیرا رزق پہنچائے گا۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے تاکید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ رزق میں فراخی، کشادگی اور خوشحالی کے لیے راہِ میر و توکل اختیار کر۔ کیونکہ انبیاء اور صلحاء کے حالات دیکھتے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر و توکل ہی سے انھیں مصائب و تواب سے نجات بخشی، اور اپنی بے نہایت نعمتیں ان پر کشادہ کیں۔ تمام اولیاء اللہ نے بھی ہمیشہ صبر و تحمل پر استقامت کی اور اپنے صبر و تحمل کو بھی اسی کی تلقین و تاکید فرماتے رہے۔

حضرت خواجہ بہار الدین نقشبندؒ نے فرمایا ہے کہ توکل کرنے والے کو چاہیے کہ خود کو توکل کرنے والوں میں شمار نہ کرے اور اپنے توکل کو اسباب کے استعمال میں پوشیدہ کرے۔



حضرت خواجہ باقی باللہ نے فرمایا ہے کہ خدا پر بھروسہ کر کے اسباب سے نکل جانے کو توکل کہتے ہیں اور کمالِ توکل اس میں ہے کہ اسباب کے وجود پر بھی نظر نہ رہے جو شہودِ حق مطلق ہے۔ اور توکل یہ نہیں کہ ہم اسباب چھوڑ کر بیٹھ جائیں کیونکہ یہ بے ادبی ہے۔ بلکہ توکل کا مطلب یہ ہے کہ اسبابِ مشروع کو اختیار کریں اور سبب کی طرف نظر نہ کریں۔ کیونکہ سببِ مثل دروازہ کے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مسیب کی طرف پہنچنے کا ذریعہ بنایا ہے پس اس حالت میں اگر کوئی شخص دروازہ کو اس امید پر بند کر لے کہ اوپر سے اس کا رزق آئے گا تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ گویا بے ادبی کی۔ کیونکہ یہ دروازہ اسی کا بنایا ہوا ہے اور اسی کا کھولا ہوا ہے اسے بند نہ کرنا چاہیے۔ چاہے وہ دروازے سے بھیجے یا غیب سے عطا کرے یہ اس کا اختیار ہے۔

## اولیاء کا توکل

حضرت ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ میں نے شام کے راستہ میں ایک نوجوان کو دیکھا جو بڑے

اچھے اخلاق والا تھا، مجھ سے کہنے لگا کیا تم میری صحبت میں رہنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں تو بھوکا رہتا ہوں۔ کہتے لگا اگر تو بھوکا رہے گا تو میں بھی بھوکا رہوں گا۔ چار دن اسی طرح گزر گئے اس کے بعد ہمارے پاس کہیں سے کوئی چیز آگئی تو میں نے اسے کہا آؤ کھا لو۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو عہد کر چکا ہوں کہ کسی کے ذریعہ سے کوئی چیز نہ لوں گا۔ میں نے کہا اے بچے! تم نے تو بہت باریک بات کہی، کہنے لگا اے ابراہیم! میری جھوٹی تعریف نہ کرو۔ کیونکہ پرکھنے والا تمہارے مال اور توکل کو خوب جانتا ہے۔ پھر کہنے لگا کہ توکل کا کمترین درجہ یہ ہے کہ اگرچہ تجھے فاقے پر فاقہ آئے پھر بھی تیرا دل اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے۔

**حکایت** | کسی صوفی سے مروی ہے کہ میں جنگل میں تھا کہ ایک قافلہ آیا اور میں نے اپنے آگے آگے کسی ایک شخص کو دیکھا۔ میں تیزی سے چل کر اس تک پہنچا، دیکھا تو وہ ایک عورت تھی جس کے ہاتھ میں لاٹھی تھی اور آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ میں سمجھا کہ وہ تھک گئی ہے لہذا میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور بیس درہم نکال کر اسے پیش کیے اور کہا کہ ان درہموں کو لے اور وہاں ٹھہر جا یہاں تک کہ قافلہ آجائے اور ان درہموں سے جانور کرایہ پر لے لے اور اس کے بعد میرے پاس رات گزارے تاکہ میں اس کی حالت سنوار سکوں اس عورت نے ہوا میں ہاتھ سے اشارہ کیا اور اس کے ہاتھ میں دیتا رہی دیتا رہتے۔ اور کہنے لگی کہ تم تو جیب سے درہم نکالتے ہو اور میں غیب سے لیتی ہوں۔

**حکایت** | ابو سلیمان دارانی نے مکہ میں ایک شخص کو دیکھا جو سوائے زمزم کے پانی کے کھوٹا کے کچھ اور کھاتا پیتا نہ تھا۔ کئی روز انھیں ایسے دیکھتے گزر گئے ایک دن ابو سلیمان نے ان سے کہا فرض کرو اگر زمزم کا پانی خشک ہو جائے تو تم کیا پیو گے؟ اس پر اس شخص نے ہاتھ کر اس کے سر کو بوسہ دیا اور کہا خدا تمہیں نیک جزا دے، تو نے مجھے راہ راست پر لاکھڑا کیا۔ کیونکہ میں تو کئی دنوں سے زمزم کو پوجتا تھا۔ یہ کہہ کر وہ چل دیا۔

**حکایت** | ابن ابی شیبہ نے بیان کیا کہ عمر بن ستان فرماتے تھے کہ ابراہیم خواص ہمارے پاس سے گزر رہے تھے ہم نے ان سے درخواست کی کہ جو عجیب ترین واقعہ آپ کے سفروں میں پیش آیا ہو بیان فرمائیں۔ فرمایا عنقریب علیہ السلام مجھے ملے اور مجھ سے ساتھ دینے کو کہا، مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ ان کے پاس اطمینان سے رہنے سے کہیں میرے توکل میں فرق نہ آجائے لہذا میں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔

**حکایت** | حضرت ابو یعقوب اقطع بصری فرماتے ہیں ایک بار میں حرم میں دس دن تک بھوکا رہا جس سے میں نے ضعف محسوس کیا۔ دل میں خیال آیا تو میں جنگل کی طرف نکل گیا کہ شاید کچھ کھانے کو مل جائے جس سے اپنی کمزوری کو سکون دے سکوں، مجھے ایک گلا پڑا شلیم

دکھائی دیا۔ میں نے اسے اٹھایا مگر دل میں نفرت پیدا ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شخص مجھ سے یوں کہہ رہا ہے کہ تو دس دن بھوکا رہا اور اس کے بعد کیا تمھاری قسمت میں ایک خراب شلجم ہی لکھا ہے لہذا میں نے اسے پھینک دیا اور مسجد میں چلا گیا۔ وہاں جا کر بیٹھ گیا اس وقت ایک عجمی آکر میرے سامنے بیٹھ گیا اور اس نے آگ ایک صندوقچہ رکھ دیا اور کہنے لگا یہ تمھارا ہے میں نے پھر پوچھا کہ تم نے یہ میرے لیے کیسے مخصوص کر دیا، کہنے لگا ہم دس دن سے سمندر میں سفر کر رہے تھے اور کشتی ڈوبنے کے قریب ہو گئی تھی۔ ہم میں سے ہر ایک نے تذرمانی کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں نجات دے تو کوئی چیز صدقہ میں دیں گے۔ چنانچہ میں نے بھی تذرمانی کہ اللہ تعالیٰ مجھے نجات دے تو حرم کے مجاوروں میں سے جس شخص پر پہلے نظر پڑے گی اسے میں یہ صدقہ کے طور پر دوں گا۔ اور آپ ہی پہلے شخص ہیں جس سے میری ملاقات ہوئی ہے۔ میں نے کہا اسے کھولو۔ کھولا تو اس میں مہری میدے کا کیک، چھلے ہوئے بادام اور قندہ سفید کی ڈبیاں تھیں۔ میں نے کچھ اس میں سے لے لیا اور کچھ اُس میں سے۔ اور کہا کہ باقی اپنے بچوں کے لیے لے جاؤ۔ یہ ان کے لیے میری طرف سے تحفہ ہے۔ میں نے اسے قبول کر لیا ہے۔ اس پر میں نے اپنے دل سے کہا کہ تمھارا رزق دس دن سے تمھاری طرف آرہا ہے اور تو اسے وادی میں ڈھونڈ رہا ہے۔

حسن خیاط فرماتے تھے کہ ایک بار میں بشر حافی کے پاس تھا کہ کچھ لوگ آئے اور

## حکایت

انہوں نے بشر کو سلام کیا۔ بشر نے پوچھا کہ تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے

جواب دیا کہ ہم شام سے آپ کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں اور حج کرنے کا ارادہ رکھتے

ہیں۔ بشر نے فرمایا خدا تمھاری سعی قبول فرمائے۔ انہوں نے پھر عرض کیا آپ بھی ہمارے ساتھ

چلیں۔ فرمایا میں شرطوں پر ساتھ چلوں گا۔ پہلی یہ کہ ہم اپنے ساتھ کوئی چیز نہ لے جائیں گے۔

دوسری یہ کہ کسی سے کوئی چیز نہ مانگیں گے اور تیسری یہ کہ کوئی شخص دے گا تو بھی قبول نہ کریں

گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ پہلی اور دوسری شرط تو ہمیں منظور ہے مگر تیسری شرط کہ اگر کوئی کچھ

دے بھی تو قبول نہ کریں، اس کی طاقت نہیں رکھتے، اس پر بشر نے فرمایا، تم تو پھر دوسرے حاجیوں کے زاد براہ پر توکل کر کے نکلے ہو یعنی اللہ پر توکل نہیں ہے) اس کے بعد فرمایا اے حسن! فقیرین قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو نہ کسی سے مانگتا ہے اور کوئی دے بھی تو لیتا نہیں، یہ فقیر روحانی ہے۔ دوسرا وہ جو خود تو مانگتا نہیں مگر اگر کوئی دے دے تو قبول کر لیتا ہے۔ اس شخص کے لیے بارگاہِ رب العزت سے دسترخوان لگانے جائیں گے اور تمیرا وہ ہے جو مانگتا بھی ہے اور اگر کوئی اسے کچھ دے تو صرف اپنی ضرورت بھر قبول کر لیتا ہے۔ اس کے سوال کرنے کا کفارہ یہ ہے کہ وہ صرف اس وقت مانگے جب اسے سخت بھوک لگے۔

**حالم نے حضرت شقیق سے کیا سیکھا** | کہتے ہیں کہ حضرت شقیق نے عالمِ اصم سے پوچھا تو کب سے میرے پاس

آمدورفت رکھتا ہے؟ جواب دیا تیس سال سے۔ انھوں نے پوچھا کہ اس عرصہ میں تو نے کیا سیکھا؟ عالم نے جواب دیا کہ چھ باتیں سیکھی ہیں اگر ان پر عمل ہو جائے تو امید ہے کہ دنیا کے فتنوں سے نجات مل جائے گی۔ شقیق فرمانے لگے کہ مجھے بھی بتاؤ کیا بعید ہے کہ میں بھی ان پر عمل کر کے ان فتنوں سے نجات پاسکوں۔ عالم نے جواب دیا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے قول:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا  
عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔

کہ ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔

میں غور کیا اور اپنے آپ کو بھی انھی جانداروں میں پایا جن کا رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ میں نے یقین کر لیا کہ میرے لیے جو کچھ مقدر ہے وہ مجھے مل کر رہے گا اللہ تعالیٰ ہاتھی کو اس قدر جسامت کے باوجود رزق عطا فرماتے ہیں اور مچھر کو بھڑکا ہونے کے باوجود بھولے مہیں، لہذا میں نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا اور خود اس کی عبادت میں لگ گیا اس کے ماسواہر فکر کو چھوڑ دیا۔ شقیق نے فرمایا تو نے بہت ہی اچھی بات سمجھی ہے



دوسری کیا ہے؟

حاتم نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے قول:

لَا تَمَّا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةً  
سب مومن بھائی بھائی ہیں۔

میں نے غور کیا تو سب مومنوں کو اپنا بھائی جانا اور بھائی کو لائق بے کر وہ اپنے بھائی پر شفیق و مہربان ہو اور میں نے دیکھا کہ لوگوں کی باہمی دشمنی کی اصل جڑ حسد ہے تو میں نے ہمت کر کے حسد کو اپنے قلب سے نکال پھینکا حتیٰ کہ اب یہ حال ہو گیا ہے کہ اگر مشرق میں کسی مومن کو تکلیف ہوتی ہے تو میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ تکلیف مجھے پہنچتی ہے اور اگر کسی مسلمان کو مغرب میں کوئی خیر اور بھلائی پہنچتی ہے تو میں خوش ہوتا ہوں کہ گو یا وہ خیر مجھے ہی ملی ہے۔ شفیق نے فرمایا کہ یہ بات بھی تو نے بہت اچھی سمجھی ہے۔ تیسری بات کیا ہے؟

حاتم نے کہا کہ میں نے غور کر کے معلوم کیا کہ ہر انسان کا کوئی نہ کوئی حبیب اور دوست ہے اور حبیب کو لازم ہے کہ وہ اپنی محبت اپنے دوست پر ظاہر کرے۔ میں نے محسوس کیا کہ میرا حبیب طاعة اللہ (یعنی اللہ کی اطاعت) ہے کیونکہ باقی سب اجناس جو جانے والے ہیں۔ بجز اس کے کہ یہ قبر میں حشر میں اور پل صراط پر میرے ساتھ رہنے والی ہے لہذا میں نے سب اجناس سے کٹ کر ایک طاعة اللہ سے دوستی لگائی شفیق نے فرمایا بہت ہی اچھی بات سمجھی ہے، تو اب بتاؤ چوتھی بات کیا ہے؟

حاتم نے کہا میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ ہر انسان کا کوئی نہ کوئی دشمن ہے۔ دشمن کو دشمنی لازم اور اس سے پرہیز بھی ضروری ہے۔ میں نے دیکھا کہ میرا دشمن کافر اور شیطان ہے مگر کافر کی عداوت شدید نہیں کہ اگر وہ مجھ سے لڑائی کرے اور قتل بھی کرے تو میں شہید ہو جاؤں گا اور اگر خود سے قتل کر دوں تو مجھے اجر ملے گا البتہ شیطان کی عداوت بہت سخت ہے کہ وہ مجھے ایسی جگہ سے دیکھتا ہے جہاں سے میں اسے نہیں دیکھ سکتا اور وہ چاہتا ہے کہ مجھے بھی اپنے ساتھ دوزخ میں لے جائے لہذا میں سب کی عداوت چھوڑ کر عمر بھر

کے لیے اس کی عداوت میں مشغول ہو گیا ہوں، شقیق نے فرمایا تو نے یہ بھی بہت اچھی بات سمجھی  
اچھا اب بتا پانچویں بات کیا ہے؟

عالم نے جواب دیا کہ میں نے دیکھا کہ ہر انسان کا ایک گھر ہے اور ہر گھر کی تعمیر ہوتی  
ہے۔ میں نے اپنا گھر قبر کو سمجھا ہے لہذا اس کی تعمیر میں مشغول ہو گیا ہوں، شقیق نے فرمایا  
بہت خوب! تو وہ چھٹی بات کیا ہے؟

عالم نے کہا کہ میں نے ہر شے کا کوئی طالب پایا ہے اور میرا طالب ملک الموت ہے  
کچھ معلوم نہیں کہ کب مجھے ان دبوچے۔ سو میں اس کے لیے تیاری میں لگ گیا جیسے دھن  
زفات کے لیے تیاری جاتی ہے جب بھی وہ میرے پاس آئے گا میں اس سے کچھ بھی مہلت  
نہیں مانگوں گا۔ شقیق فرمانے لگے کہ بہت ہی خوب باتیں سمجھی ہو۔ بلقیثا ان پر عمل کرنا میری  
اور نیری نجات کا ذریعہ ہے۔

ایک درویش نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ شیخ  
حضرت ابو علی دقاق کا قول

طبری دستار باندھے تشریف فرما ہیں اور وہ دستار مجھے بہت خوبصورت معلوم ہوئی تو میں نے  
ان سے پوچھا کہ توکل کس کو کہتے ہیں شیخ ابو علی دقاق نے فرمایا کہ مردوں کی دستار کی خواہش  
کو اپنے قلب سے نکال دینے کا نام توکل ہے۔ یہ فرما کر انھوں نے اپنی دستار اتار کر مجھے عرض  
فرمادی۔

حضرت احمد حرب نے اپنے صاحبزادے کو توکل کی اس طرح تعلیم دی، کہ  
ایک دیوار میں سوراخ کر کے ان سے کہہ دیا تھا کہ جس شخص کو خواہش ہو

کرنے اس سوراخ سے طلب کر لیا کرو اور بیوی سے کہہ دیا کہ تم سوراخ کا دوسری جانب سے  
وہ چیز رکھ دیا کرو۔ چنانچہ مدتوں ایسا ہی ہوتا رہا لیکن اتفاق سے ایک دن بیوی کہیں چلی گئیں  
اور صاحبزادے نے سوراخ میں بھا کر کھانا طلب کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھانا مہیا فرما دیا اور

جب آپ مصروفِ طعام تھے تو والدہ آگئیں اور پوچھا کہ تمہیں کھانا کہاں سے ملا، انہوں نے کہا جہاں سے روزانہ ملتا تھا۔ اس وقت احمد حرب نے بیوی سے فرمایا کہ آئندہ تم کوئی چیز سوراخ میں نہ رکھنا کیونکہ اب مقصد حاصل ہو چکا ہے اور اب اللہ تعالیٰ بلا واسطہ پہنچاتا رہے گا۔

**حکایت** ایک دفعہ حضرت امیر علی ہمدانی نے حج کا ارادہ کیا۔ سفر کے دوران آپ کے پاس

جتنا زادِ راہ تھا ختم ہو گیا۔ آپ بہت پریشان ہوئے کہ حج پر کیسے جائیں اور اگر حج پر نہ جائیں تو واپس گھر کیسے لوٹیں؟ کوئی واقف و شتاسا پاس نہ تھا جس سے مدد طلب کرتے۔ اسی پریشانی میں آپ نے خدا سے دعا کی اے اللہ! میرے حق میں تو وہ بہتری کر جس میں تیرے حکم اور خوشی ہو۔ اس کے بعد آپ مطمئن ہو کر درخت کے نیچے بیٹ گئے آپ کی آنکھ لگ گئی تھوڑی بعد آپ کو ایک ضعیف عورت نے آکر جگایا اور کہا:

اے بوسلی! میں حج کرتے کے لیے کافی مدت سے رقم جمع کرتی رہی اب جب رقم جمع ہو گئی تو میں تم کے لئے حصے میں بیٹھ چکی ہوں کہ حج کے لیے سفر کرنے سے معذور ہو گئی ہوں شاید اللہ کو میرا حج کرنا منظور ہو۔ میں اس معذوری کی وجہ سے سخت پریشان تھی کہ ایک روز خواب میں مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں اپنی ساری جمع شدہ پونجی امیر علی کو دیدوں۔ کیونکہ اس کا زادِ راہ ختم ہو چکا ہے میں کئی سالوں سے حجاز کے قافلے دیکھتی ہوں مگر تم مجھے کہیں نظر نہیں آئے، آج میری مراد پوری ہوئی نظر آگئے لہذا یہ لو میری جمع شدہ پونجی جو میں نے حج کے لیے جمع کی تھی تم حج پر جاؤ اور روضہ رسول پر پہنچ کر میرا سلام عرض کرنا اور کہنا خدا کے حبیب! میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کر دی ہے۔

**حکایت** حضرت ابراہیم بن خواص کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ میں ایک جنگل میں جا رہا تھا کہ آواز سنائی دی۔ میں اس طرف متوجہ ہوا تو کیا دیکھا کہ ایک بدوی جا رہا، اس نے مجھ سے کہا اے ابراہیم! ہمارے ہاں توکل ہے ہمارے ہاں قیام کرو تاکہ تمہارا توکل درست ہو بلکہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ تمہارا ایسے شہر میں داخل ہونے کی امید کرنا جہاں مختلف قسم کے

کھانے مل جاتے ہوں تجھے اس شہر میں مقیم ہونے پر کساتا ہے، شہروں سے امید منقطع کر لو اور توکل کرو۔

حضرت ابو بکر شیبلیؓ کا قول | ایک شخص شیبلی کے پاس آیا اور کثیر العیال ہونے کی شکایت کی، تو فرمایا گھر جا کر ان تمام لوگوں کو گھر سے

نکال دو جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے نہیں ہے۔

حضرت اویس قرنیؓ کا فرمان | جناب ہرم بن حیان نے حضرت اویس قرنیؓ سے کہا آپ مجھے کہاں جانے کا حکم دیتے ہیں؟

انہوں نے شام کی طرف اشارہ کیا۔ ہرم بولے وہاں گزراوقات کیسے ہوگی؟ حضرت اویسؓ نے فرمایا ہلاک ہو جائیں وہ دل جن میں خلا پر اعتماد نہیں ہے اور وہ شک میں پڑ گئے ہیں ایسے دلوں کو نصیحت کوئی فائدہ نہیں دیتی ہے۔

ایک اعرابی کے توکل کا واقعہ | ابن طاؤس نے اپنے والد حضرت طاؤسؒ کا قول نقل کیا ہے کہ ایک اعرابی نے اپنی

سواری کا اونٹ ایک جگہ بیٹھا کر باندھ دیا۔ پھر آسمان کی طرف متہ اٹھا کر کہا کہ الہی! یہ سواری کا اونٹ مع تمام سامان کے جیب تک یہ لوگوں میں ہے تیری ضمانت میں ہے۔ یہ کہہ کر وہ مسجد الحرام میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں سے نکل کر اس جگہ پہنچا جہاں اونٹ باندھ دیا تھا۔ دیکھا کہ اونٹ اور سامان سب کچھ غائب ہے۔ اس نے آسمان کی طرف متہ اٹھا کر کہا کہ الہی! میری کوئی چیز تو چوری نہیں ہوئی جو کچھ چوری ہوا ہے وہ تیرا ہی تھا۔ تیری ہی چیزیں چوری کی گئی ہیں۔ طاؤسؒ کہتے ہیں کہ ہم یہ حال دیکھ ہی رہے تھے کہ اچانک کوہ ابو قبیس کی چوٹی سے ہم نے ایک شخص کو اترتے دیکھا جو بائیں ہاتھ سے اونٹ کی بہار پکڑے اس کو کھینچ کر لا رہا تھا اور اس کا دایاں ہاتھ کٹا ہوا اس کے گلے میں جھول رہا تھا وہ شخص اعرابی کے پاس آیا کہ لو اپنی سواری اور سامان! میں نے اعرابی سے کیفیت دریافت



کی تو اس نے کہا کہ میں اس اوتٹ اور سامان کو لے کر حیب ابو قیس پر پہنچا تو ایک سوار آیا اور مجھ سے کہا کہ اے چور! اپنا دام ہٹا ہٹ نکال۔ میں نے دام ہٹا ہٹ بڑھا دیا اس نے میرا دام ہٹا ہٹ پتھر پر رکھ کر کاٹ دیا اور میری گردن میں لٹکا دیا اور مجھ سے کہا کہ نیچے اتر اور یہ سواری اور سامان جس اعرابی کا ہے اس کو واپس کر دے۔

**زادِ راہ** | ابو مطیع یعنی نے حاتم اسم سے فرمایا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ جنگلوں کے جنگل زادِ راہ کے بغیر توکل پٹے کر لیتے ہیں، کہنے لگے نہیں بلکہ زادِ سفر کے ساتھ طے کرتا ہوں۔ پوچھا وہ کیا؟ جواب دیا چار چیزیں میری زادِ راہ ہوتی ہیں۔ وہ یہ کہ میں پوری کی پوری دنیا کو اللہ تعالیٰ کی ملک تصور کرتا ہوں اور ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا کتبہ خیال کرتا ہوں۔ اور تمام اسباب اور اوراق کو اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں یقین کرتا ہوں اور پوری مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی فضا و قدر کو نافذ سمجھتا ہوں۔ ابو مطیع یہ سن کر فرماتے لگے۔ حاتم! آپ کا یہ زادِ راہ تو بہت ہی اچھا ہے اور اس کے ذریعے دنیا کے جنگل تو کیا آپ آخرت کی وادیاں بھی بخوبی طے کر لیں گے۔

**توکل کے تین درجے** | حضرت نظام الدین اویار محبوب الہی نے فرمایا ہے کہ توکل کے تین درجے ہیں۔ اس کا پہلا درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی اور کو اپنے مقدمے میں وکیل مقرر کرتا ہے اور وہ وکیل عالم بھی ہو اور موکل کا دوست بھی، پس یہ موکل یعنی وکیل مقرر کرنے والا بالکل مطمئن و مامون ہوگا۔ اور کہے گا کہ میرا ایک وکیل ہے جو مقدمے کے بارے میں دانا اور سمجھ دار بھی ہے اور میرا دوست بھی ہے۔ اس صورت میں دوسرے کو اپنا وکیل بنانے کے باوجود اس پر سوالات بھی ہوں گے چنانچہ موکل گاہ بگاہ وکیل سے کہے گا کہ اس دعوے کا یوں جواب دو اور اس کام کو اس طرح انجام تک پہنچاؤ۔ غرض توکل کا پہلا درجہ یہ ہے کہ توکل بھی ہو اور سوال بھی۔ توکل کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ ایک شیر خوار بچہ ہے ماں اسے دودھ پلاتی ہے۔ یہ توکل ہوگا اس میں سوال نہیں ہوگا۔ یہ بچہ ماں

سے یہ نہیں کہے گا کہ مجھے ملاں وقت دودھ پلانا۔ ہاں وہ دودھ کے لیے روئے گا فوراً۔  
لیکن وہ ماں سے تقاضا نہیں کرے گا اور یہ نہ کہے گا کہ مجھے دودھ پلاؤ، اسے اپنی ماں کی  
شفقت و محبت پر پورا بھروسہ ہے۔ توکل کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ جیسے ایک مردہ ہو۔ غسل  
دینے والے یعنی غسل کے رو برو یہ مردہ نہ ہل جُل سکتا ہے نہ کوئی تعریف کر سکتا ہے اور نہ  
سوال رائے غسل جس طرف چاہے لٹائے اور نہ لائے۔ یہ توکل کا تیسرا درجہ ہے۔ یہ سب سے  
اعلیٰ ہے اور سب سے بلند مقام رکھتا ہے۔ (قوائد الفوائد)

**توکل میں بد عہدی کا انجام** | ایک دفعہ اہل سلوک میں سے چند حضرات خانہ کعبہ شریف  
کے لیے توکل علی اللہ گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور یہ  
عہد کیا کہ اپنی ضرورت کے بارے میں کسی سے ہرگز اظہار نہ کریں گے اور کچھ نہ مانگیں گے۔  
آخر ایک جنگل میں پہنچ گئے جہاں کسی اور انسان کا گزربالکل نہ تھا اس جنگل میں ایک چشمہ تھا  
چشمے پر پھہر گئے۔ وضو کیا اور حسب معمول نماز دو گانہ ادا کی۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ سیدنا  
خضر علیہ السلام چند جو کی روٹیاں لیے ہوئے تشریف لائے۔ وہ سب ان کی طرف پکے اور بڑی  
خوشی کا اظہار کیا اور کہا اللہ کریم کا شکر ہے کہ سیدنا خضر علیہ السلام کی زیارت بھی نصیب ہو  
گئی اور ہم بھوکے تھے ہمیں کھانا بھی مل گیا۔ جب یہ بات ان کے دل میں آئی تو آواز آئی کہ  
اے بد عہد دعویٰ دارو! کیا تم نے ہم سے یہی عہد کیا تھا اور یہی بات طے کر کے گھر سے نکلے  
تھے۔ ہوائیں ایک تلوار نمودار ہوئی اور تمام کے سر جسم سے جدا کر کے پھینکتی گئی۔ فرمایا اب  
درویش! جو عہد شکنی کرتا ہے اور توکل علی اللہ میں ثابت قدم نہیں رہتا ان کی سزا یہی ہے  
جو انھیں مل گئی۔

**توکل کی حقیقت** | ابو موسیٰ دہلی فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمن بن یحییٰ سے  
توکل کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ توکل یہ  
ہے کہ تو اژدہ کے منہ میں بھی ہاتھ ڈال دے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے تجھے

کسی قسم کا گزند نہ پہنچنے کا یقین ہو اور تجھے اس سے کچھ خوف نہ آئے۔ اس کے بعد ابو موسیٰ نے کہا کہ میں یہی سوال حضرت بایزید بسطامیؒ سے کرنے کے لیے نکلا۔ چنانچہ شہر بسطام میں داخل ہوا اور ان کا دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے ان کی آواز آئی، ابو موسیٰ! کیا تمہارے لیے عبدالرحمن کا جواب کافی نہیں ہے جو توکل کی حقیقت دریافت کرنے یہاں آئے ہو اور مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ میں نے عرض کیا اے آقا! دروازہ کھول دیجیئے، اندر سے جواب آیا کہ اگر تم ملاقاتی کی حیثیت سے میرے پاس آتے تو میں ضرور دروازہ کھول دیتا (تم سے ملتا) تم دروازہ ہی پر جواب سن لو اور لوٹ جاؤ۔ سنو! توکل یہ ہے کہ اگر وہ سانپ جو عرش کے گرد حلقہ زن ہے اگر تمہاری طرف بڑھے تو تم اس بنا پر ذرا بھی نہ ڈرو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ ابو موسیٰؓ کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر اپنے وطن دیبل لوٹ آیا اور ایک سال تک مقیم رہا۔ پھر میں حضرت بایزیدؒ کی ملاقات کے ارادہ سے وہاں سے روانہ ہو کر بسطام پہنچا۔ جب میں ان کے پاس پہنچا، تو انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور فرمایا اب تم میرے پاس ملاقاتی کی حیثیت سے آئے ہو میں ان کے پاس تقریباً ایک ماہ ٹھہرا رہا اور اس عرصے میں جب میں نے ان سے کوئی بات دریافت کرنا چاہی تو میرے سوال سے پہلے ہی انہوں نے اس کا جواب دے دیا۔ ایک ماہ بعد میں نے ان سے رخصت طلب کی اور عرض کیا کہ مجھے آپ سے کچھ بھی فائدہ حاصل ہوتا چاہیئے۔ انہوں نے فرمایا جان لو مخلوق کا فائدہ کوئی فائدہ نہیں ہے لہذا جاؤ! میں نے اسی قول کو فائدہ سمجھ لیا اور وہاں سے لوٹ آیا۔

**توکل حاصل کرنے کے مقامات** | حضرت اہم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو توکل کا یہ مقام کس طرح حاصل ہوا؟

آپ نے فرمایا چار باتوں کی وجہ سے۔ اول یہ کہ مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ میرا رزق کوئی دوسرا نہیں کھائے گا لہذا میں اس کی تلاش میں مشغول نہیں ہوا اور دوسرے یہ کہ میں نے جان لیا کہ میرا عمل کوئی دوسرا انجام نہیں دے گا پس میں اس میں مشغول ہو گیا۔

تیسرے میں نے یقین کر لیا کہ موت اچانک آتی ہے لہذا میں اس کے پانے کی جلدی کرتا ہوں۔  
چہارم میں نے جان لیا کہ میں ہر حال میں خدا کے سامنے موجود ہوں پس میں نے اس سے حیا کی۔

ایک محترم شیخ نے شیخ ابراہیم الخواص سے دریافت  
**حضرت ابراہیم خواص کا توکل** کیا کہ آپ کو تصوف نے کہاں تک پہنچا دیا ہے

انہوں نے جواب دیا کہ توکل تک۔ پس انہوں نے فرمایا کہ ابھی تم تو اپنے باطن کو آباد کرنے  
کی کوشش کر رہے ہو۔ ابھی تم اس منزل سے دور ہو جہاں منزل توکل میں قنات ہو کر وکیل کا  
مشاہدہ کر سکو (ویدار الہی کر سکو)

حضرت شفیق بلخی ایک خاص واقعہ سے متاثر ہو کر تائب ہوئے اور وہ یہ  
کہ جب آپ بقرض تجارت ترک کی پہنچے تو وہاں کا ایک مشہور تباکدہ دیکھنے

## حکایت

پہنچ گئے اور وہاں ایک بیماری سے فرمایا کہ تجھے قادر و زندہ خدا کو نظر انداز کر کے ایک بے جان  
بُت کی پوجا کرتے ہوئے ندامت نہیں ہوتی؟ اس نے جواب دیا کہ آپ جو حصولِ رزق کے لیے  
دنیا بھر میں تجارت کرتے پھرتے ہیں اس سے ندامت نہیں ہوتی اور کیا آپ کا خالق گھربے بیٹھے  
رزق پہنچانے پر قادر نہیں ہے؟ یہ سن کر اسی وقت وطن لوٹے تو راستہ میں کسی نے پیشہ  
دریافت کیا، آپ نے فرمایا میں تجارت کرتا ہوں۔ اس نے طعنت دیا کہ آپ کے مقدمہ کا جو کچھ  
ہے وہ تو گھربے بیٹھے بھی میسر آ سکتا ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ شاید آپ خدا پر شاکر نہیں ہیں۔  
اس واقعہ سے آپ اور زیادہ متاثر ہوئے اور جب گھربے بیٹھے تو معلوم ہوا کہ شہر کے ایک سردار کا  
کُتا گم ہو گیا ہے اور شبہ میں آپ کے ہمسایہ کو گرفتار کر لیا گیا ہے چنانچہ آپ نے سردار کو یقین  
دلایا کہ تمہارا کُتا تین یوم کے اندر مل جائے گا اور اپنے ہمسایہ کو رہا کروایا اور جس کے کُتا چوری  
کیا تھا وہ تیسرے دن آپ کے پاس لے کر پہنچ گیا اور آپ نے سردار کے یہاں کُتا بھجوا کر دنیا  
سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔



حضرت ایرام بن ادم کا توکل | آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں توکل کر کے ایک جنگل میں پہنچا اور جب وہاں کچھ یوم کچھ نہ کھانے کے

بعد یہ خیال آیا کہ قریب میں میرے ایک دوست رہتے ہیں ان کے ہاں چل کر کچھ کھا لیا جائے لیکن اسی وقت یہ تصور بھی آیا کہ اس طرح تو میرا توکل ہی کا عدم ہو جائے گا تو ایک مسجد میں پہنچ کر یہ کلمہ ورد کرنا شروع کر دیا کہ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ حَتَّىٰ لَا يَمُوتَ رِعْبًا مِّمَّا تَوَكَّلُ عَلَيْهِ جَزَاءُ مَنْ تَوَكَّلَ عَلَيْهِ مِنْ قَبْلُ اس پر ہے جو زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا اس کے بعد نداء عیبی آئی کہ اللہ تے متوکلین سے عالم کو پاک کر دیا ہے اور میں نے جب سوال کیا کہ یہ نداء کیسی ہے؟ تو پھر نداء آئی کہ اس کو کسی طور پر بھی متوکل تصور نہیں کیا جاسکتا جو دوستوں کے یہاں کھانے کا ارادہ کرتا ہو آپ اکثر یہ بھی فرمایا کرتے کہ میں نے ایک متوکل سے جب یہ دریافت کیا کہ تمہارے پاس کھانا کہاں سے آتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ یہ سوال تو آپ اللہ تم سے کریں میرے پاس تو ایسی بیہودہ بات کا جواب نہیں ہے۔

حضرت شقیق بلخی کا ایک ارادت مند سفر حج پر روانہ ہوتے ہوئے حضرت بایزید کے یہاں شرف نیاز کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ کس سے

بیعت ہو؟ اور جب اس نے اپنے مرشد کا نام بتا دیا تو فرمایا کہ تمہارے مرشد کے اقوال و اعمال کیا ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ ان کا عمل تو یہ ہے کہ مخلوق سے بے نیاز ہو کر متوکل علی اللہ ہو گئے ہیں اور قول یہ ہے کہ اگر بارش نہ ہوتے سے غلہ پیدا نہ ہو اور پوری مخلوق میرے عیال میں داخل ہو جب بھی میں توکل ترک نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر حضرت بایزید نے فرمایا کہ وہ تو بہت بڑا کافر و مشرک ہے اور اگر میں پرندہ بن جاؤں جب بھی اس کے شہر کا رخ نہ کروں لہذا اس کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ صرف دو روٹیوں کی خاطر تو خدا کو آزما رہا ہے اور جب بھوک لگے تو کسی سے مانگ کر کھالینا لیکن توکل کو سوانہ کرنا کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں تیری وجہ سے تیرا شہر تباہ ہو جائے۔ یہ سن کر ان کا مرید حج کا قصد ترک کر کے حضرت بایزید

کا پیغام لے کر حضرت شقیق کی خدمت میں پہنچا اور جب حضرت شقیق نے اس پیغام پر غور کیا تو محسوس ہوا کہ وہ عیب واقعی ان کے اندر موجود ہے لیکن انھوں نے اپنے مرید سے پوچھا کہ تم نے حضرت بایزید سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ اگر مجھ میں یہ خامی ہے تو پھر آپ کا کیا مرتبہ ہے؟ چنانچہ اس مرید نے دوبارہ آپ کی خدمت میں پہنچ کر یہی سوال دہرایا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اس کی دوسری حماقت ہے لیکن میں جو کچھ جواب دوں گا وہ تیرے فہم سے بالاتر ہے۔ لہذا کاغذ پر یہ تحریر کر کے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہا بایزید کچھ بھی نہیں۔ اور کاغذ لپیٹ کر اس کو دے دیا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب بایزید ہی تو دیکھ نہیں ہے تو اس کے اوصاف کیا ہو سکتے ہیں لہذا اس کا مرتبہ دریافت کرنا بے سود ہے اور توکل و اخلاص تو سب مخلوق کی باتیں ہیں۔ ہماری شہرت تو اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے ہونی چاہیے نہ کہ توکل سے۔ چنانچہ جب وہ مرید پیغام لے کر پہنچا تو حضرت شقیق بالکل بربک مگ تھے اور یہ کاغذ پڑھ کر کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

**حضرت فضیل کا توکل** | حضرت فضیل بن عیاض کا آخری وقت آیا تو انھوں نے اپنی اہلیہ کو وصیت کی کہ جب تم مجھے دفن کر چکو تو دونوں لڑکیوں کو ساتھ لے کر کوہ بوقبیس پر جا کر آسمان کی طرف منہ کر کے کہنا کہ الہی فضیل نے مجھ کو وصیت کی ہے کہ جب تک میں جیتا تھا ان دونوں لڑکیوں کی پرورش اور نگہداشت اپنی بساط کے مطابق کرتا رہا اب تو نے مجھے قبر کے قید خانہ میں مقید کر دیا ہے تو یہ یتیم لڑکیاں تیرے سپرد ہیں۔

حضرت فضیل کی تدفین کے بعد ان کی اہلیہ دونوں بچیوں کو ساتھ لے کر کوہ بوقبیس پر گئیں اور وصیت کے مطابق بارگاہ الہی میں دیر تک دعا کرتی رہیں اور پھر زرارہ روتے لگیں۔ اتفاقاً اسی وقت امیر بین کا ادھر سے گزرا ہوا اس نے اس خاتون کی گریہ و زاری سنی تو ان کے پاس آ کر رونے کا سبب پوچھا۔ انھوں نے حضرت فضیل رحم کی وراثت اور وصیت

کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا۔ امیر نے کہا بی بی! تم فکر نہ کرو اور یہ دونوں بچیاں مجھے بخش دو۔ میں ان کا عقد اپنے لڑکوں سے کر دوں گا۔ حضرت فضیلؒ کی اہلیہ نے کہا میں راضی ہوں۔ امیر نے کہا تو ابھی میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ وہ بچیوں اور ان کی والدہ کو نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ اونٹوں پر بٹھا کر یمن لے گیا اور اپنے بزرگوں کو جمع کر کے اپنے بیٹوں کا نکاح حضرت فضیل کی صاحبزادیوں کے ساتھ کر دیا اور دونوں کا ایک ایک ہزار مہر باندھا۔

**الذی یبھروسہ** | حضرت حبیبؒ عجمیؒ کا حجرہ بصرہ کے بازار میں چور ہے پرتھا اور آپ کے پاس ایک پوستین تھی جس کو سردی گرمی میں برابر استعمال کرتے تھے۔ ایک دن وضو کرنے کے لیے گئے اور پوستین وہیں چھوڑ گئے، اتنے میں حضرت خواجہ حسن بھری ادھر آنکے دیکھا کہ پوستین پڑی ہے، پہچان لی اور فرمایا حبیب اپنی پوستین یہیں چھوڑ گیا ہے اسے یہ خیال ہی نہیں آیا کہ اس کو کوئی اٹھا کر بھی لے جا سکتا ہے۔ پھر آپ وہیں ٹھہر گئے حتیٰ کہ حبیب واپس آ گئے۔ آپ کو سلام کیا اور پوچھا اے امام المسلمین! آپ یہاں کیسے کھڑے ہیں؟ خواجہ حسن بھری نے جواب دیا کہ تمھاری پوستین کی حفاظت کر رہا ہوں تم اسے کس کے بھروسے پر چھوڑ گئے تھے۔ حضرت حبیب عجمیؒ نے فرمایا اس ذات کے بھروسے پر جس نے آپ کو میری پوستین کی حفاظت کے لیے یہاں بھیج دیا۔

**حکایت** | ایک عابد و زاہد شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک سنا کہ تو خدا سے رزق طلب کر خواہ نہ کہ وہ تیرے پاس دوڑ آئے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد اقدس کی آزمائش کے لیے یہ شخص ایک بیابان میں گیا اور بے آب و گیاہ پہاڑی کے دامن میں ایک جگہ جا کر لیٹ گیا کہ دیکھوں خدا یہاں کیوتکے رزق دیتا ہے۔

ابھی اس شخص کو وہاں لیٹے ہوئے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک قافلہ راستہ بھول کر

ادھر آنکلا۔ قافلے والوں نے دیکھا کہ ایک شخص دنیا دہا فیہا سے بے خبر اس ویران علاقے میں پڑا ہے۔ حیرت ہے کہ اسے نہ بھیر پے کا ڈر ہے نہ کسی دشمن کا خوف۔ اللہ جلے زندہ بھی ہے یا مر گیا۔ یہ سوچ کر قافلے میں سے چند آدمی اس کے قریب آئے اسے ہلایا جلا یا لیکن وہ جان بوجھ کر نہ اٹھا بلکہ اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کی۔ حتیٰ کہ آزمائش کے شوق میں آنکھیں تک نہ کھولیں۔

اس کا یہ حال دیکھ کر قافلے والے آپس میں کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے یہ بیچارہ کئی دن کے قلعے سے ہے اور بھوک کے مارے نقابہت کا یہ عالم کہ اس پر سکتہ طاری ہو گیا ہے۔ آؤ اسے کچھ کھلائیں پلائیں تاکہ جسم میں قوت آئے اور یہ مرنے سے بچ جائے۔ چنانچہ اسی وقت دوڑے دوڑے گئے۔ ایک دیگی میں شوربا اور روٹیاں لائے پھر ٹوالے بنا بنا کر اس کے منہ میں رکھنے کی کوشش کی لیکن اس شخص نے اپنا منہ سختی سے بھینچ لیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک کی سچائی کسوٹی پر پرکھے۔

جب ان لوگوں کی یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی تو انھیں اس شخص پر بید ترس آیا کہتے لگے، یا ربوایہ بدنصیب تو نزع کے عالم میں ہے۔ بھوک نے اسے موت کے بے رحم جبروں میں لے جا کر پھینک دیا ہے۔ اگر جلد کوئی تدبیر نہ کی گئی تو یہ چل بسے گا۔ قافلے میں ایک دانا بھی تھا اس نے مشورہ دیا کہ ایک چھری لو اور اس شخص کے منہ میں ڈال کر تبلیسی کھولو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا، نہ ابد نے چھری کے خوف سے فوراً منہ کھول دیا لوگ اس کے منہ میں شوربا ڈالتے اور روٹی کے ٹکڑے شوربے میں چور چور کر کھلاتے تھے جب تک اس کا پیٹ ناک تک نہ بھر گیا۔ انھوں نے اس کی جان نہ چھوڑی تب اس شخص نے اپنے دل سے کہا۔

”اے دل! اگر چہ میں اپنے بدن کو بے کار کیے پڑا ہوں لیکن تجھے تو اصل بھید معلوم ہو گیا۔“

دل نے جواب دیا ہاں! میں جانتا ہوں اور میں نے یہ آزمائش اس لیے کرائی کہ تو کبھی



توکل سے منہ نہ موڑے۔ یاد رکھ حرم و ہوس تو عین گدھا پن ہے۔

اس سوال و جواب کے بعد زاہد نے توبہ کی اور کہا بیشک اب میں نے ترقی کی پوری پوری آزمائش کر لی، جو کچھ نبی برحقؐ نے فرمایا وہ بالکل سچ ہے اس میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہیں۔

**حکایت**  
حضرت یعقوب بھریؒ، ایک مرتبہ جب آپ حرم شریف میں تھے، دس دن تک بھوکے رہے یہاں تک کہ جسم میں شدت کے ساتھ کمزوری طاری ہونے لگی تب آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہونے لگی کہ جنگل میں جائیں شاید وہاں کھانے پینے کی کوئی چیز دستیاب ہو سکے۔ اس ارادے سے آپ جنگل میں نکل گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ کی نگاہ ایک جگہ پڑے ہوئے گلے مڑے شلجم پر پڑی۔ آپ نے اسے اٹھایا لیکن اس عمل سے دل میں ایک عجیب سا اضطراب اور بے چینی سی پیدا ہوئی۔ یوں محسوس ہوا جیسے کوئی آپ سے کہہ رہا ہوگا اے یعقوب بھری! تم دس روز تک بھوکے رہے۔ آخر تمہارا حصہ یہ مٹرا ہوا شلجم نکلا۔

آپ نے وہ شلجم اسی وقت زمین پر پھینک دیا اور خدا کی رضا پر راضی رہتے ہوئے مسجد حرام میں تشریف لے آئے اور بیٹھ رہے۔ بھوڑی دیر گزری ہوگی کہ اچانک ایک شخص داخل ہوا اور آپ کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

اس نے اشرافیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی نکالی اور آپ کو پیش کرتے ہوئے بولا کہ یہ خصوصی طور پر آپ کے لیے ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ میرے لیے خصوصی طور پر کیوں؟ اس نے جواب دیا کہ میں ایک روز دریا میں سفر کر رہا تھا اور میری کشتی طوفان میں آ پھنسی تھی کشتی میں ایک شخص نے یہ دعا کی کہ اگر خدا ہمیں غرقابی سے نجات دے تو اس کی راہ میں ہم کچھ خیرات کریں گے۔ میں نے بھی یہ منت مانی تھی کہ اگر خدا نے میری جان بچالی تو میں پانچ سو اشرافیاں خیرات کروں گا اور مسجد حرام میں جس شخص پر سب سے پہلے میری نظر پڑے گی اسی کو دوں گا

آپ چونکہ سب سے پہلے ملے اس لیے یہ آپ کی تندرہیں۔  
 آپ نے جب تھیلی کھولی تو اس میں اشرفیوں کی بجائے میدے کی روٹی، مہری اور یادام نکلے۔  
 آپ نے اس میں سے ایک مٹھی خود لی اور باقی اسے واپس کرتے ہوئے کہا کہ اسے جا کر پتے بچوں  
 میں تقسیم کر دے۔ پھر اپنے نفس سے فرمایا کہ اے نفس! تیرا رزق تیری طرف خود چلا آ رہا ہے اور  
 تو اسے جنگل میں جا کر ڈھونڈتا ہے۔

**حضرت ذوالنون مصری کا واقعہ** | ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ مصر سے نکل کر میں  
 ایک گاؤں کو چلا، راستہ میں ایک جگہ سو رہا

جب آنکھ کھلی تو ناگاہ ایک اندھی بوڑھا درخت سے نیچے گر پڑا اس وقت زمین پٹی اور اس  
 میں سے دو ہتھیریاں نکلیں۔ ایک سونے کی دوسری چاندی کی۔ ایک میں تل تھے اور دوسری  
 میں گلاب تھا یا قالص پانی تھا۔ اس سے کھاتی اور اس سے پانی پیتی تھی۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا کہ  
 مجھے یہ عبرت کافی ہے اور اپنے مولیٰ کے دروازہ کو پکڑ لیا یہاں تک کہ مجھے مقبول کر لیا گیا۔

منقول ہے کہ ایک نیک مرد طلبِ رزق میں چلا۔ کھیتوں کی کٹائی کا زمانہ تھا۔ راستہ میں  
 بارش ہوئی تو وہاں ایک غار میں نظر ڈالی وہاں ایک اندھا عقاب نظر آیا۔ یہ دیکھ کر اسے فکر ہوئی  
 کہ یہ کہاں سے کھانا ہو گا ناگاہ ایک کیوتزی غار میں گھونسلایا جانے کے واسطے آئی اور اتفاقاً  
 اس عقاب پر گر پڑی۔ عقاب نے اسے پکڑ کر کھایا۔ شخص یہ دیکھ کر اپنے گھر آیا اور خدا پر متوکل رہا۔

**اللہ پر بھروسہ** | ایک مرتبہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر بیمار تھے اور لکڑی کے سہارے  
 چل رہے تھے۔ یکایک لکڑی انھوں نے اپنے ہاتھ سے پھینک دی۔ حاضرین

نے وجہ پوچھی تو حضرت نے فرمایا میرے دل میں خیال آیا کہ میرا چلنا اس لکڑی کے بھروسہ پر ہے اس  
 لیے میں نے اس کو پھینک دیا، انسان کا بھروسہ صرف اللہ پر ہی ہونا چاہیے۔

**حکایت** | ایک مرتبہ کلیم اللہ حج کی نیت سے مکہ کی طرف گامزن تھے۔ ہمراہ ایک قافلہ بھی  
 تھا۔ قافلہ کے شرکاء سفر کی طوالت سے کما حقہ آگہی نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ

راستہ بھر لاپرواہی سے زادراہ کا استعمال کرتے رہے، پیٹ میں گتیا لٹتی رہتی تھی تو تود کو اس  
 دلیل سے آمادہ پیٹ پوجا کر لیتے کہ سفر میں طاقت ہی کام آتی ہے جسم میں قوت ہوگی تو سفر  
 آسانی سے طے ہوگا۔ سفر تے تو کیا طے ہوتا تھا تاہم زادراہ ضرور ان کا ساتھ چھوڑ گیا۔ بقول ایک  
 شریک قافلہ ابو حمزہ، ہمارے پاس کھاتے کے لیے ایک دانہ تک نہ تھا۔ حضرت کلیم اللہ کو اس  
 کی اطلاع ملی تو انھوں نے بے نیازی سے فرمایا اللہ پر توکل اختیار رکھو اور بے فکری سے راستہ  
 طے کرنے رہو۔ لوگوں نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا لیکن دل ہی دل میں خوفزدہ تھے کہ نجات  
 آگے کیا جیسا ہو مگر جلدی اچھیں حیرت کا سامنا کرنا پڑا۔ جب شام ہوتے ہی ان کے نیے روٹی  
 کھجور اور پانی کا خود بخود بندوبست ہو گیا اور راستہ بھر خوان خود بخود نجانے کہاں سے آتا  
 رہا۔ قافلے کے شرکاء نے بہت چاہا کہ اس بھید کو پائیں مگر سوائے ناکامی کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔

صرف اسلامی اخلاق کا انمول مخزن

خزینۂ اخلاق

عالم فقہی

## باب ۹

## استغفار

اللہ تعالیٰ سے بخشش اور مغفرت مانگتے رہنا استغفار کہلاتا ہے جب گناہ انسان سے بار بار سرزد ہوتا رہتا ہے تو اس سے معافی طلب کرتے رہنا بھی ضروری ہے اور خاص کر اللہ سے دوستی کے لیے تو یہ لازم و ملزوم ہے کیونکہ استغفار ہی سے راہ معرفت کھلتی ہے گناہ معاف ہوتے ہیں، بخشش اور مغفرت کے خزانے ملتے ہیں، حبِ الہی میں اضافہ ہوتا ہے، عشق عروج کی منازل طے کرتے لگتا ہے خوفِ خدا اور خشیتِ الہی کے جذبات موجزن رہتے ہیں استغفار سے گزشتہ گناہوں کی تلافی ہوتی ہے اور قربِ الہی میں دن بدن اضافہ ہوتا ہے۔ توبہ پر استقامت رہتی ہے۔ ایمان کامل کو مزید تقویت ملتی ہے۔ اخلاقِ حسنہ میں حسن پیدا ہوتا، دشمنِ انہی کے حملوں کا دفاع ہوتا ہے لہذا سچ توبہ ہے کہ جو استغفار پر قائم ہو اور ہی اللہ کا دوست ہو اس لیے اپنی منزل کو آگے بڑھانے کے لیے استغفار کا سہارا لو۔ کیونکہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں بہت دفعہ استغفار کا حکم دیا ہے۔ لہذا ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

ثُمَّ أَنْبِئُوا مَنْ حَيْثُ آفَأَصَّ النَّاسُ  
وَأَسْتَغْفِرُوا لِلَّهِ إِنَّ اللَّهَ تَعَفُّورٌ  
وَاللَّارْحَمِ كَرْتِ وَاللَّهِ (پ ۲، بقرہ ۱۹۹)

استغفار کے حکم سے یہ بات واضح ہے کہ اللہ کے حضور معافی مانگتے رہنا چاہیے یعنی دن رات میں اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنا ضروری ہے



کیونکہ گناہوں سے بچنے کے باوجود کچھ گناہ ایسے بھی انسان سے ہو جاتے ہیں جو اس کی سوچ میں نہیں ہوتے اس لیے گاہے بگاہے استغفار سے وہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اگر انسان استغفار نہ کرے تو وہ گناہ انسان کے دمے رہ جائیں گے اس لیے کثرت سے استغفار کرنا ضروری ہے۔

فَاٰمِنِيْنَ وَاَسْتَغْفِرُ  
لِذَنبِيْكَ وَ سَيِّئِ بِحَمِيْدٍ رَّبِّكَ  
بِالْعَشِيِّ وَالْاٰدِثِ كَارِهٍ

تو صبر کرو بیشک خدا کا وعدہ سچا ہے اور اپنے  
گناہوں کی معافی مانگو اور صبح و شام اپنے پروردگار  
کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو پ ۲۲، مومن ۵۵

استغفار کے ساتھ ساتھ گناہوں سے بچنا بہت ضروری ہے اور یہ بات سوچ کر گناہ  
کرنا قابل گرفت ہے کہ بعد میں استغفار کر لیں گے۔ استغفار کے ساتھ صبح و شام اللہ کی حمد و  
شکر کرنا بھی ضروری ہے جیسا کہ آیت میں بیان کیا گیا ہے :

وَ اِنْ اَسْتَغْفِرُوْا رَّبِّيْكُمْ ثُمَّ تُؤْبُوْنَ  
اِلَيْهِ يُمْتَحِنْكُمْ مَّا عَاصَا اِلٰى  
اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ يُوْتِ كُلَّ ذِي  
نَفْلٍ فَضْلَهُ وَاِنْ تَوَلَّوْا  
فَاِنِّيْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ  
يَوْمٍ كَبِيْرٍ

اور یہ کہ اپنے پروردگار سے بخشش مانگو اور اس کے  
آگے توبہ کرو، وہ تم کو ایک وقت مقرر تک متاع  
نیک سے بہرہ مندرکے گا اور ہر صاحب بزرگی کو  
اس کی بزرگی (کی داد) دیگا۔ اور اگر روگردانی کرو  
گے تو مجھے تمہارے بارے میں (قیامت کے) بڑے  
دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ (پ ۱۱، ہود ۳)

اس دنیا میں راحت اور خوشی کے ساتھ ساتھ غم اور تفکرات بھی ہیں اور خاص کہ جوں جوں  
قرب قیامت کا دور آ رہا ہے، مشکلات اور مصائب میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے کسی کو فکرِ معاش  
ہے تو کسی کو رہائش کا مسئلہ درپیش ہے اور کسی کی گزراوقات آسانی سے ہو رہی ہے تو  
اسے بیماری گھیرے بیٹھی ہے۔ گویا کہ ہر شخص کسی نہ کسی مسئلے میں پھنسا ہوا ہے اور سکون قلب  
حاصل نہیں تو ان دشواریوں سے نجات اور سکون قلب کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک آسان سا

نسخہ تجویز کیا۔ وہ ہے استغفار۔ لہذا جو شخص استغفار پڑھے اس کی ہر مشکل حل ہو جائے گی۔  
اس کے لیے ایسے ذرائع معاش بن جائیں گے جن کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔  
فَاَسْتَغْفِرُوكَ ثُمَّ تُوْبُ اِلَيْهِ لِيَسْ اِسْتِغْفَارَكَ وَيَهْرَ اِسْ كِطْرِكَ جَوْع  
اِنَّ رَبِّي قَرِيْبٌ قَرِيْبٌ . کرو بیشک میرا رب قریب اور دعا سننے والا ہے۔

(ہود ۶۱)

جس شخص سے بار بار ایک ہی طرح کا گناہ سزا دہرنا ہو تو اسے اس سے بچنے  
کے لیے استغفار کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

بعض گناہ ایسے ہیں جو انسان سے بھولے میں ہو جاتے ہیں لیکن یوں بھی دیکھا گیا ہے  
کہ بعض حضرات بار بار گناہ کرتے ہیں مثلاً غلم دیکھنا گناہ ہے لیکن اس کے باوجود لوگ اسے  
گناہ تصور نہ کرتے ہوئے بار بار دیکھتے ہیں اس طرح گناہوں کا اصرار انسان کی عاقبت تخراب  
کرتا ہے اور بار بار گناہ بغاوت اور سرکشی کی علامت ہے اس لیے بار بار گناہوں سے  
بچنے کے لیے استغفار بہت اچھا ہے۔

وَاَسْتَغْفِرُوكَ اَدْبِكُمْ ثُمَّ تُوْبُ اِلَيْهِ لِيَسْ اِسْتِغْفَارَكَ وَيَهْرَ اِسْ كِطْرِكَ جَوْع  
اِنَّ رَبِّي قَرِيْبٌ قَرِيْبٌ . اور اپنے رب سے معافی چاہو۔ پھر اس کی طرف  
رجوع کرو بیشک میرا رب مہربان محبت والا  
ہے۔ (ہود ۹۰)

اللہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے بذریعہ استغفار گناہوں سے بچیں اس لیے جو شخص  
گناہ سزا دہونے کے فوراً بعد احساس ندامت کے تحت توبہ اور استغفار کرنے لگتا ہے تو اس کا  
گناہ فوراً معاف ہو جاتا ہے بلکہ وہ فرشتے جو انسان کا اعمال نامہ لکھتے ہیں انہیں حکم ہے  
کہ انسان سے گناہ سزا دہ جانے کے بعد کچھ دیر توقف کرو تاکہ بندہ اپنے گناہ پر معافی  
مانگ لے، اگر گناہ کرنے والا استغفار کر لے تو وہ فرشتہ اس گناہ کو نہیں لکھتا، یہ فرشتہ  
لکھے گا نہ قیامت میں اس گناہ کی پیشی ہوگی نہ اس پر عذاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی مہربانی

ہے کہ ایک نیکی کی کم از کم دس گنتی لکھی جاتی ہے اور گناہ ہو جائے تو اول تو فرشتہ لکھنے میں ہیر لگاتا ہے، بندہ کے استغفار کا انتظار کرتا ہے اگر استغفار نہ کیا تو اس کا لکھا جانا ہی ختم ہوا اور اگر استغفار نہ کیا تو ایک گناہ ایک ہی لکھا جاتا ہے، پھر صغیرہ گناہ حسنت کے ذریعہ معاف ہوتے رہتے ہیں اور کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنے کے لیے ہر وقت رحمتِ حق کا دروازہ کھلا ہوا ہے اللہ بڑا حلیم و کریم ہے اور ستار و غفار ہے۔ اس کی شانِ کبریٰ کو جانتے ہوئے بھی کوئی شخص گناہ کی معصرت کرانے بغیر مر جائے تو بڑے خسارے کی بات ہے۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا ذُنُوبَكُمْ قَدْ  
رَبُّكَ غَفَّارٌ رَّحِيمٌ (نوح : ۱)

اہل تقویٰ اور اہل روحانیت کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کے لیے بھی اللہ کے سامنے استغفار کریں جو ان کی صحت یا قربت میں ہوں کیونکہ جن کے لیے استغفار کی دعا کی جاتی ہے تو اللہ انہیں بھی اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کی توفیق عطا کر دیتا ہے اس طرح اہل روحانیت کی توجہ سے گنہگاروں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

وَاسْتَغْفِرِ اللَّهُ ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ  
عَفُورًا رَّحِيمًا (نساء : ۱۰۶)

گناہ انسان کے دل پر سیاہ داغ پیدا کرتا ہے خلیج کہ جب گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں، تو سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور دل کی صفائی اور پاکیزگی کے لیے استغفار نسخہ کیمیا ہے۔ دل کو گناہوں کی آلائش سے صاف کرنا ضروری ہے لہذا اگر کبھی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ اور استغفار کرنا چاہیے جو لوگ توبہ و استغفار کی طرف متوجہ نہیں ہوتے گناہوں کی وجہ سے ان کے دل میں نیکی بدی کا احساس تک نہیں رہتا اور اس احساس کا ختم ہو جانا بد نیکی کی علامت ہے۔

بدی محفل انسان کے دل پر بڑے اثرات کا تاثر ڈالتی ہے۔ خاص کر فاسقوں اور

قاجروں کے پاس اٹھنا بیٹھنا دل کی خرابی کا باعث ہے۔ لہذا بڑے مجموعوں سے گریز کریں۔ اگر سفر وغیرہ میں کہیں ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا پڑ جائے تو استغفار کرتے رہیں اور ان سے جدا ہونے کے بعد بھی استغفار جاری رکھیں تاکہ دل پر جو غلط اثرات ہوئے ہوں وہ زائل ہو جائیں۔ بزرگوں کی مجلس سے انسان متاثر ہو کر ہمیشہ نیکیوں کی طرف مائل ہوتا ہے اس لیے ہمیشہ اچھی صحبت اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

وَقُلْ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ  
وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ

اور خدا سے دعا کرو کہ میرے پروردگار مجھے بخش دے اور (مجھ پر) رحم کر اور توسیب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔ (پ ۱۸، مومنون ۱۱۸)

اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کہیے کہ اے میرے رب! مغفرت اور رحم کر، کیونکہ توسیب سے اچھا رحم ہے۔ یہ ایک طرح کے دعا ٹیپ جملے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت مانگنے اور رحمت طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔ ابتدائے اسلام میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب یہ دعا مانگتے تو کافر مسلمانوں کا مذاق اٹایا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر مسلمانوں کو تاکید کی کہ کافروں کی پروا مت کریں اور اللہ سے ہمیشہ رحمت کے طلبکار رہیں۔

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
وَاسْتَعِذْ لَدُنِّيكَ وَرَبِّ الْمُؤْمِنِينَ  
وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ  
مَّتَّقِينَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ

پس جان لیں کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی بخشش مانگو اور اللہ دن کو تمہارا پھرتا اور رات کو تمہارا آرام لینا جانتا ہے

(محمد: ۱۹)

اللہ تعالیٰ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اے نبی! خوب جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ چنانچہ اپنے مسلمان مؤمن مردوں اور عورتوں کے لیے بخشش کی دعا کرو تاکہ



اللہ انہیں معاف کرے۔

نبی پاکؐ کی زندگی انسانیت میں انسانِ کامل کا ایک نمونہ ہے اور ان کو توبہ اور استغفار کا حکم دے کر اصل میں دوسروں کے لیے ایک مثال قائم کرنا ہے تاکہ دوسرے انسان رسول پاکؐ کی پیروی میں اللہ سے گناہوں پر توبہ کریں اور دنیا کے کسی بڑے سے بڑے فاضل عابد عالم صوفی پیر اور شیخ طریقت کے دل میں یہ خیال تک پیدا نہ ہو سکے کہ عبادت اور اطاعت کا جو حق تھا اس نے ادا کر دیا ہے اور وہ اپنے دل میں اس پر فخر اور غرور کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کے قریب خواہ کتنا ہی کیوں نہ ہو وہ عاجزانہ انداز میں رہے۔

قَسَبِیْهِمْ یَحْمَدُ رَبِّیْكَ وَ تَوَاطَّیْتُ رَبِّیْكَ تَتَّكِرُ تَتَّكِرُ تَتَّكِرُ تَتَّكِرُ  
اَسْتَعْفِرُكَ اَسْتَعْفِرُكَ اَسْتَعْفِرُكَ اَسْتَعْفِرُكَ  
تَوَّابًا۔

قبول کرنے والا ہے۔ (نصر: ۳)

سورہ نصر میں فرمایا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں دینِ اسلام کی جب تکمیل ہوئی اور اسلامی ضابطہ حیات کے احکامات ہر لحاظ سے پورے ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کو غالب کر دیا اور اس وقت لوگ اللہ کی مدد اور نصرت سے قوج در قوج دینِ اسلام میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے نبی پاکؐ کو ارشاد فرمایا کہ اے نبیؐ! اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو اور اس سے مغفرت کی دعا مانگو۔ بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ یہاں پر بھی خطاب اگرچہ براہِ راست رسول پاکؐ کو ہے لیکن ہر مسلمان کے لیے پیغام ہے کہ وہ اسلام کو عملی طور پر خود اپنائے اور پھر دوسروں کو اسلام پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرے۔

تیکئیوں پر عمل پیرا ہونے کے باوجود اگر کوئی خطا ہو جائے تو اس پر توبہ کرے کیونکہ انسان سے خطا کا سرزد ہو جانا بعید از قیاس نہیں۔ انسان نے اسلام کے لیے خواہ کتنی قربانیاں دی ہوں، اسلام پر عمل پیرا ہونے میں کتنی جانفشانی سے محنت کی ہو، مگر

اس کے دل میں کبھی بھی خیال پیدا نہیں ہوتا چاہیے کہ اس نے جو کچھ سہرا انجام دیا ہے وہ بے عیب ہے بلکہ اس کی بے عیبی تو صرف اللہ کی ذات کو معلوم ہے اور اسے اللہ سے دعا مانگتی چاہیے کہ جو خدمت اس نے سہرا انجام دی ہے اس کو اللہ تعالیٰ قبول کرے اور میری کوتاہیوں کو معاف کرے۔

ایک اور موقع پر سورت اک عمر ان میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ ان سے درگزر کرو اور ان کے لیے استغفار کرو۔ یہاں پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ ان کے لیے یعنی موتیوں کے لیے خاص کر صحابہ کرام کے لیے دعا کریں۔ رسول پاک اللہ کی رحمت کے باعث انتہائی نرم دل اور اپنے صحابہؓ سے اور دوسرے انسانوں سے بڑی شفقت اور پیار سے پیش آتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا ہے کہ اگر ان سے غلطی ہو جائے تو اسے درگزر کرتے ہوئے ان کے حق میں استغفار کیا کریں۔

## فضیلت استغفار

احادیث میں بھی استغفار کی بہت تاکید کی گئی ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود کثرت سے استغفار کیا کرتے تھے اور یہی راستہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے پتہ فرمایا جن احادیث میں استغفار کی ترغیب دی گئی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن بسرؓ روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس

**اہل استغفار کے لیے خوشخبری**

کے لیے یہ خوشخبری ہے جس نے اپنے نامہ اعمال میں استغفار کی کثرت دکھی (ابن ماجہ نسائی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلا شیب مومن

**گناہوں کی معافی کا ذریعہ**

بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ داغ لگ جاتا ہے پس اگر توبہ و استغفار کر لے تو

اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر گناہ زیادہ کرے تو یہ سیادہ مرغ بھی بڑھتا جائے گا یہاں تک کہ اس کے دل پر چھا جائے گا یہی وہ رنگ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کے اعمال نے ان کے دلوں پر رنگ لگا دیا۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص استغفار کو اپنے اوپر

لازم کر لے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر دشواری سے چھٹکارا حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دے گا۔ اور ہر دکھ سے نجات دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے نذوق دے گا جہاں سے اس کو گناہ بھی نہ ہوگا۔ (ابوداؤد)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں اپنے گھر والوں سے بخش کلامی کے ساتھ پیش آتا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کہ میری زبان مجھے دوزخ میں داخل نہ کرے، آپ نے فرمایا تم استغفار سے کیوں دو رہو؟ میں روزانہ سو مرتبہ اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محافظ فرشتے اللہ کے حضور جب کسی کا اعمال نامہ پیش کرتے ہیں جس کے اول و آخر میں استغفار لکھا ہوا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ ہوتا ہے کہ میں نے اپنے بندہ کو وہ سب کچھ بخش دیا جو اس کے اعمال نامہ کے اول و آخر کے درمیان میں ہے۔ (بیہق)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بندے نے گناہ کر کے یہ کہا کہ خداوند! مجھ سے صدور گناہ ہوا ہے۔ میری معفرت فرمادے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کو یہ معلوم ہے کہ اس کا پیرور دگار بخشش فرمانے والا ہے جو گناہوں پر مؤاخذہ کرتا ہے لہذا

میں نے اس کے گناہوں کو بخش دیا پھر وہ بندہ جیہ تک اللہ چاہے زندگی کے لمحات گزارتا رہتا ہے لیکن پھر اس سے گناہ ہو جاتا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے کہتا ہے خداوند! مجھ سے گناہ ہو گیا تو اس کی معفرت فرمادے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کو معلوم ہے کہ اس کا یہ گناہ پر موانذہ کرتا ہے اور معفرت بھی کر دیتا ہے لہذا میں نے اس کو بخش دیا پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ایک زمانہ گزرتا ہے پھر اس بندے سے گناہ سادہ ہوتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے کہتا ہے کہ اللہ! میری معفرت فرما! تو اللہ کہتا ہے کہ کیا میرے بندے کو معلوم ہے کہ اس کا یہ گناہوں پر موانذہ کرتا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اللہ کا اندازہ کم** | شیطان نے رب تعالیٰ سے کہا اے میرے رب! تیری عزت و جلال کی قسم! میں تیرے بندوں کو جب تک کہ روح ان کے جسموں میں ہے بہکاتا رہوں گا اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت و جلال اور بلند مقام کی قسم! میں ہمیشہ اس وقت تک ان کی معفرت کرتا رہوں گا جب تک کہ وہ مجھ سے معفرت مانگتے رہیں گے۔ (احمد)

حضرت ام عاصمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی مسلمان گناہ کرتا ہے تو اعمال لکھنے

والا فرشتہ تین گھڑی انتظار کرتا ہے پس اگر وہ استغفار کر لے تو وہ گناہ اس کے اعمال نامہ میں نہیں لکھتا اور اس پر اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن عذاب نہ دے گا۔ (مستدرک حاکم)

حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص استغفار کرتا ہے، وہ ان

**استغفار کا فائدہ** | لوگوں میں شمار نہیں ہے جو گناہوں پر اصرار کرنے والے ہیں اگرچہ ایک دن ہیں ستر مرتبہ گناہ ہو جائیں۔ (راہِ بوداؤم)



**حضرت کا فرمان** | حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ ارشادِ ربانی الا اللہ کے بارے میں سرکارِ دو عالمؐ نے کہا، خداوند اگر تو مغفرت فرماتا ہے، تو گناہ کبیرہ معاف فرما۔ تیرا وہ کوئی سائبندہ ہے جس سے گناہ صغیرہ کا ارتکاب نہ ہوا ہو۔ (جامع ترمذی)

**اچھے بندوں کا وصف** | حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے کرا کہ جب نیکی کریں تو خوش ہوں اور جب برائی کریں تو استغفار کریں۔ (ابن ماجہ)

**مغفرت طلب کرنا ضروری ہے** | حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذاتِ اقدس کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم ارتکابِ گناہ نہ کرو، تو اللہ تعالیٰ تم کو لے جا کہ ایسی قوم کو لائے گا جو ارتکابِ گناہ کر کے اللہ سے مغفرت طلب کرے اور وہ ان کی مغفرت فرمائے۔ (مسلم)

**روزانہ سو بار استغفار** | حضرت اعمر مزی نے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض اوقات میرے قلب پر حجیبت کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ یہ روزانہ اللہ تعالیٰ سے سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ (مسلم)

**مغفرت کی قدرت** | حضرت ابن عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس بندہ نے یہ جان لیا کہ میں گناہوں کی مغفرت کی قدرت رکھتا ہوں تو میں اس کی مغفرت کر دیتا ہوں اور میری ذات بے نیاز ہے۔ یہ جیت تک کہ وہ بندہ شرک نہ کرے۔ (شرح السنہ)

**اللہ بخشتے والا ہے** | حضرت اسماء بنت یزیدؓ روایت کرتی ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ یہ آیت تلاوت فرماتے ہیں

تھے۔ اے میرے بند و جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا  
اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کی مغفرت فرمانے والا ہے اور وہ بے نیاز ہے (احمد، جامع ترمذی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

## مغفرت طلب کی جائے

علیہ وسلم نے فرمایا رب تعالیٰ فرمانا ہے اے ابن

آدم! تو نے مجھے جب بھی پیارا اور مجھ سے رجوع ہوا میں نے تیرے گناہوں کی بخشش کی  
اور مجھے اس کی پروا نہیں اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچیں پھر تو نے مجھ سے  
مغفرت طلب کی تو میں نے تیرے مغفرت کی اور میری ذات بے نیاز ہے۔ اے ابن آدم! اگر  
میرے تجھ سے ملاقات اس حالت میں ہو نہ تیرے گناہ پوری زمین کو محیط ہو جائیں لیکن تو نے  
شکر کا ارتکاب نہ کیا ہو تو میں تیرے لیے اتنی ہی مغفرت مقرر کروں۔ (احمد، دارمی)

حضرت جنابؓ نے روایت کرتے ہیں کہ تحقیق رسول اللہ صلی

## اللہ کا انداز مغفرت

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے کہا خدا کی قسم  
اللہ تعالیٰ فلاں کی مغفرت نہیں فرمائے گا لیکن رب کریم نے فرمایا ہے، کون شخص یہ گمان کرتا ہے  
کہ میں فلاں شخص کو نہیں بخشوں گا۔ میں نے تو اس کی مغفرت کہہ دی اور اس شخص کے ایسا  
کہنے پر اس کے عمل ضائع کر دیے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

## جنت میں بلندی درجات

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کے

نیک بندے کے درجات کو جنت میں بلند فرماتا ہے تو یہ تیک بندہ کہتا ہے کہ یہ درجہ مجھے  
کس طرح مل گیا؛ تو رب کریم فرماتا ہے کہ تجھے یہ منزلت تیرے بیٹے کے استغفار کی وجہ

سے ملی ہے۔ (احمد)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول

## قوت شدہ کے لیے تحفہ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر میں مردہ کی حالت

ڈھیتے ہوئے قریب کرنے والے کی ہوتی ہے وہ دعاؤں کا انتظار کرتا ہے خواہ وہ ماں باپ کی طرف سے ہو یا بھائی اور دوست کی طرف سے اور جب یہ دعا اس مردہ کو پہنچتی ہے تو وہ اس کو دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہوتی ہے اور بیشک رب کریم دنیا والوں کی دعائیں مردوں کو پہنچانے کی طرح کر کے پہنچاتا ہے اور زندوں کا اپنے مردوں کی طرف تحفہ ان کے لیے مغفرت کی طلب ہوتی ہے۔ (شعب الایمان)

حضرت ابو ہریرہ رضی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم! میں اللہ

## روزانہ مغفرت طلب کرو

تعالیٰ سے دن میں ستر بار سے زیادہ مغفرت طلب کرتا ہوں۔ (بخاری)

حضرت ابو ذر رضی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد

## بندوں پر اللہ کی شفقت

فرماتا ہے کہ جو نیکی کرے اس کے لیے اس کے دس مثل یا اس سے بھی زیادہ ثواب ہے اور جو برائی کا مرتکب ہو تو برائی کی سزا اس کی مثل ہے یا میں معاف کر دوں۔ جو آدمی تجھ سے ایک بالشت قریب ہوگا میری رحمت ایک ہاتھ اس کے قریب ہوگی اور جو ایک ہاتھ میرے قریب ہوگا میری رحمت دو ہاتھ اس کے قریب ہوگی جو میرے پاس چل کر آئے گا میری رحمت دوڑ کر اس کی طرف جائے گی اور جو زمین بھر گناہ لے کر میرے پاس آئے گا تو میں اس کے گناہوں کے برابر مغفرت کے ساتھ اس سے بنوں گا بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔ (مسلم)

حضرت آدم علیہ السلام کا استغفار

ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم کو خدا نے اپنے یہ قدرت سے پیدا کیا اور سب

فرشتوں سے سجدہ کرایا اور اپنے جو رحمت میں رہنے کا حکم کیا۔ انہوں نے صرف ایک گناہ کی واغوائے شیطانی سے کہ ایک کھانے کی چیز بلا اجازت کھالی تو یہ آواز آئی کہ جو کوئی نافرمان

ہو۔ ہمارے ہمسایہ ہیں نہ لہے اور فرشتوں کو حکم ہوا کہ ایک آسمان سے دوسرے تک اپنی اپنی حد سے باہر نکال دو یہاں تک کہ فرشتوں نے ارشاد کے موافق زمین پر گرا دیا دو برس تک روتے رہے تو یہ استغفار کی رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّكَ تَعَفُّرٌ لَّنَا دَنْدِحْتَنَا لَكُودَعْنَجٍ مِنَ الْخُسِيِّينَ یعنی اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی باتوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو نہ بخشے گا اور رحم نہ فرمائے گا تو ضرور ہم نقصان اٹھانے والوں میں ہو جائیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدم سے یہ گناہ سرزد ہوا تو آپ پریشان تھے بسبب نازل ہونے عذاب الہی کے۔ آپ کو یاد آ گیا کہ جس وقت مجھے خدا تعالیٰ نے پیدا کر کے روح خاص میرے اندر چھونکی تھی اس وقت میں نے اپنے سر کو عرش کی طرف اٹھایا تھا اور اس جگہ لکھا دیکھا تھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ پس آپ نے دعا میں کہا اسلک بحق محمد ان تغفر لی۔ حق تعالیٰ نے ان کی بخشش کی اور وحی بھیجی کہ محمد کو تو نے کہاں سے جانا؟ تو انھوں نے تمام ماجرا عرض کیا اللہ نے فرمایا اے آدم محمد سب سے پھلایا پیغمبر ہے اور تیری اولاد میں سے ہے اگر وہ نہ ہوتا تو تجھ کو پیدا نہ کرتا۔ استغفار سے آدم کا گناہ معاف ہوا۔

## حکایات استغفار

حضرت ابو الحسن شافعیؒ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں روتا ہوا حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا حضرت! میں نے بڑی محنت اور عبادت و ریاضت کے بعد ایک خاص کیفیت حاصل کر لی تھی اور میں اس میں بڑی لذت اور آسودگی محسوس کرتا تھا لیکن چند دنوں سے میں اس حلاوت سے محروم ہو گیا ہوں۔ میں کیا کروں؟ میں تو اپنی متاع حیات گنوا بیٹھا ہوں، میرے لیے کچھ کھینچے ورنہ میں ہلاک و برباد ہو جاؤنگا۔ آپ نے قدرے سکوت کے بعد فرمایا تمہاری اس حالت کے تین اسباب ہیں۔ یا تو



تم کوئی بسیرہ گناہ کر بیٹھے ہو۔ یاد دینا چھوڑ دینے کے بعد اس کے دوسو سوں نے تمہیں فکر مند کر دیا ہے اور غیر یقینی سوچوں کا شکار ہو گئے ہو۔ یا پھر تمہارے ذہن پر کسی ایسے شخص کا ڈر سوار ہے جو تمہیں عزت و حیات کے معاملے میں آزار پہنچانے کے درپے ہو اور تمہارے ڈر اور فکر نے تمہارے اندر سے وہ چیز پھین لی ہے جس کو تم نے محنت سے حاصل کیا تھا۔

وہ شخص بولا آپ بالکل بجا فرماتے ہیں مگر ان چیزوں کا کوئی علاج بھی فرمائیں۔

آپ نے فرمایا اگر تم گناہ کے مرتکب ہو چکے ہو تو استغفار کرو اور اگر دنیا چھن گئی ہے تو اس کے لیے اپنے رب سے رجوع کرو، وہ اپنے بندوں کو مایوس نہیں کرتا اور اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم نے ظلم کیا ہے اور کوئی تمہاری جان یا آبرو کے درپے ہے تو صبر اور تحمل سے کام لو اور اگر ان وجوہات میں سے کوئی بھی تم سے سرزد نہیں ہوئی تو پھر خدا کے فضل اور فیصلہ کا انتظار کرو وہ تم پر ضرور کرم کریگا۔

وہ شخص نہایت مطمئن ہو کر اپنے گھر چلا گیا اور دوبارہ اپنے معمولات کی طرف متوجہ ہو گیا۔

حضرت ابو الحسن شاذلیؒ کا طرز عمل

حضرت ابو الحسن شاذلیؒ کو ہر وقت استغفار کرتے دیکھ کر لوگ حیران ہوتے کہ اتنا کامل

شخص بھی ہر وقت توبہ کرتا رہتا ہے اس کی وجہ جیب آپ سے دریافت کی گئی تو فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ اللہ میرے کون سے اعمال قبول فرماتا ہے اور کون سے مسترد کرتا ہے۔ اس لیے استغفار کا عمل بہت ضروری ہے۔ سائل نے دوبارہ سوال کیا کہ دل اور ضمیر مطمئن ہو تو اعمال کی مقبولیت کا یقین تو ہو ہی جاتا ہے۔

حضرت بولے، یہ دونوں دھوکہ دینے والی چیزیں ہیں ان پر یقین کر لیتا عقلمندی

نہیں ہے اس لیے ہر وقت خدا سے خوفزدہ رہنا چاہیے، توبہ استغفار صرف اپنے اعمال و کردار کے لیے ضروری نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے استعانت کی بھی ایک درخواست ہے اور آئندہ گناہوں سے بچنے کی ایک تدبیر بھی ہے۔

**حکایت** ایک مرتبہ شاہ ابوالمعالی مسجد میں نماز کی غرض سے جا رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک فقیر سویا ہوا ہے۔ آپ نے اس کو بیدار کیا اور فرمایا کہ فقیروں کو کسی کے ساتھ لڑنا زیب نہیں دیتا۔

فقیر سخت شرمندہ ہوا اور بولا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں خواب میں کسی کے ساتھ لڑ رہا ہوں؟

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حیب چاہتا ہے کوئی بات اپنے بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے اس میں بندے کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ یہ سب اس مالک کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے۔

فقیر بولا، حضرت! پھر تو آپ اس کے مقرب بندے ہوئے جن کو اس نے یہ قوت عطا فرما رکھی ہے۔

شاہ ابوالمعالیؒ نے فرمایا کہ یہ خدا کی مہربانی ہے میں کس قابل ہوں۔

فقیر بولا، اللہ نے آپ پر مہربانی کی ہے تو آپ مجھ پر مہربانی فرمائیے۔

آپ نے فرمایا ٹھیک ہے تم پاک صاف ہو کر ابھی مسجد میں آ جاؤ اللہ کے آگے سجدہ ریز ہو کر استغفار کرو اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو تو وہ خود بخود مہربان ہو جائے گا۔

اس فقیر نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور فوراً پاک صاف ہو کر مسجد میں گیا اور اس روز کے بعد اس نے ایسی استغفار شروع کی اور عبادت و ریاضت میں بہت بڑے درجات حاصل کیے اور یہ شاہ ابوالمعالی کی صالح صحبت اور خدا کی مہربانی سے ہوا۔

**حکایت** ابوالحسین احمد بن محمد النوری، یہ نام جنید کے دوستوں میں سرفہرست ہے نوری شیخ سقلی کے بھی مرید رہ چکے تھے حضرت جنید بغدادی اور نوریؒ میں بڑی گہری دوستی تھی۔ ایک دن جنیدؒ نوریؒ سے ملنے ان کے حجرے میں گئے تو انھیں محسوس ہوا کہ جیسے حجرے میں روشنی کا سیلاب اٹھ رہا ہے۔ حیرت سے اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ نوریؒ اس حالت میں ہے کہ قرآن کی تلاوت میں محو ہے اور جسم سے روشنی اس قدر بھوٹ رہی ہے

کہ پورا حجرہ منور ہو چکا ہے۔ آپ نے یہ منظر دیکھا تو خاموشی سے جا کر حجرے میں بیٹھ گئے ابو الحسن جب تلاوت سے فارغ ہو کر مرے تو حضرت جنیدؒ کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے، حضرت جنیدؒ نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا احمد! اس تماشا کی کیا ضرورت تھی، کیوں اس حال میں بیٹھا تھا، اگر میری جگہ کوئی اور حجرے میں آجاتا تو تمہاری اس حالت کو دیکھ کر اس کا کیا حال ہوتا ہے۔

ابو الحسن جن کے جسم سے ابھی تک یہ شعاعیں پھوٹ رہی تھیں، مسکرا کر بولے، تماشا! کیسا تماشا جنید! بھلا چاند کی روشنی دیکھ کر کسی نے یہ کہا کہ چاند یہ کیا تماشا دکھا رہا ہے۔ کیا چاند کو یہ اختیار ہے کہ وہ طلوع ہو یا نہ ہو؟ میرا دل جب بھی میرے وجود پر طلوع ہوتا ہے میں روشن ہو جاتا ہوں۔ جس طرح سورج چاند کو طلوع ہونے پر کوئی اختیار نہیں اسی طرح مجھے بھی اس پر کوئی اختیار نہیں۔ یہ تو نور عطا کرنے والے کا کام ہے کہ اس بات کو جانے کہ آیا یہ تماشا ہے؟ کیا اس نے یہ نہیں سوچا ہوگا کہ جب لوگ اسے تماشا کہیں گے تو اس تماشا دکھانے والے کو کیا کہیں گے؟

یہ سن کر حضرت جنیدؒ کی حالت غیر ہو گئی۔ ساری رات عبادت میں گزار دی اور توبہ استغفار کرتے رہے۔ یہیں سے ابو الحسن نوری کہلائے۔

**حکایت** سید اشرف کے ایک مرید شیخ کمال، جو ان کے خلیقہ بھی تھے، لوگوں کے روحانی پیشوا تھے۔ ایک دن ان کے مریدوں کو کسی ضیافت کے اہتمام کا حکم دیا گیا لیکن کسی وجہ سے ضیافت کا انتظام بروقت نہ ہو سکا۔ شیخ کمال نے جلال میں آکر ضیافت کے منتظمین کو بددعا دی۔ اچانک پورا قضیہ آگ کی لپیٹ میں آ گیا جن میں بے گناہ طفل و مستورا بھی خاکستر ہو گئیں۔ بعد میں شیخ کمال کو بہت پچھتاوا ہوا۔ وہ شرمندگی کے آثار کے لیے سید اشرف کے پاس پہنچے مگر سید اشرف بہت غصہ میں تھے، انھوں نے کہا تم نے میری ذریت کو بے قائم کر دیا لہذا میں تمہارے ساتھ ملاقات بالکل نہیں کروں گا۔ یہ بات سن کر شیخ کمال مہینوں اپنے مرشد سید اشرف کے در پر پڑے استغفار کرتے رہے اور کئی مہینوں کے

بعد ایک دن سر پر شاگردوں سے بھرا ہوا طشت لے کر مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سید اشرف نے معاف تو کر دیا مگر فرمایا کہ تم اور تمہاری نسل آئندہ بہت پریشان رہا کرے گی۔ تم نے معافی مانگی ہے چنانچہ تمہیں میں معاف کر دیتا ہوں۔

**حکایت** حسن بصریؒ سے کسی نے کہا اے ابوسعید! یہاں ایک شخص ہے ہم نے اسے ہمیشہ تنہا درختوں کی آڑ میں بیٹھا ہوا دیکھا ہے۔ ایک دن حسن بصریؒ اس طرف تشریف لے گئے اور اس شخص سے فرمایا اے شخص! تم خلوت پسند معلوم ہوتے ہو کیا وجہ ہے کہ لوگوں سے نہیں ملتے۔ اس شخص نے کہا میں ایک ایسے کام میں مشغول ہوں جو لوگوں سے ملنے کی مہلت نہیں دیتا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا یہاں جو حسن بصریؒ رہتے ہیں ان کے پاس تو جایا کرو۔ اور ان کے پاس بیٹھا کرو۔ اس شخص نے کہا کہ جس کام کی وجہ سے لوگوں سے نہیں مل سکتا اسی وجہ سے حسن بصریؒ سے بھی نہیں مل سکتا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا ایسا کیا کام ہے؟ اس شخص نے کہا جب صبح ہوتی ہے تو اللہ کی نعمتیں اور اپنے گناہ دیکھتا ہوں، نعمتوں کا شکر اور گناہوں سے استغفار کرتا ہوں۔ حسن بصریؒ نے کہا اے عبداللہ! تو حسنؒ سے بھی زیادہ سمجھدار ہے۔ میں تیری محفل میں آیا کروں گا۔

**حکایت** ایک قاتل کو تختہ دار پر چڑھایا گیا تو اس شب لوگوں نے خواب میں عمدہ لباس زیب تن کیے جنت میں ٹہلتے ہوئے دیکھا اور جب اس سے پوچھا کہ تم نے تو قتل کا ارتکاب کیا تھا پھر اس مرتبہ تک کیسے پہنچ گئے۔ اس نے کہا کہ سولی دیتے وقت حبیب عمیؒ ادھر آنکے اور میری جانب متوجہ ہو کر دعائے مغفرت فرمائی یہ اسی دعائے مغفرت کی برکت کا نتیجہ ہے۔

## استغفار کی دعائیں

قرآن پاک میں توبہ و استغفار کے متعلق حسب ذیل دعائیں بیان ہوئی ہیں۔



حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو جب جنت سے  
اس زمین پر اتار دیا گیا تو انھوں نے اپنے کیے پر اللہ کے

## ۱. حضرت آدم کی دعا

حضور معافی اور مغفرت طلب کی اور کثرت سے اس دعا کا ورد کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے انکی  
توبہ قبول فرمائی۔ لہذا آج بھی اگر کوئی شخص اپنی غلطی پر تادم ہو کر اس دعا کو کثرت سے پڑھے  
تو اس کی خطائیں معاف ہو جائیں گی۔ لہذا ہر نماز کے بعد اس دعا کو ایک مرتبہ یا تین مرتبہ  
پڑھنا بھی بہت ہی نفع بخش ہے:-

رَبِّنَا ظَلَمْنَا انْفُسَنَا وَرِثَ  
لَمْ نَعْقِرْ لَنَا وَنَرْحَمْنَا  
لَتَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ .

اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے آپ پر زیادتی  
کی ہے اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے اور ہم  
پر رحم نہ فرمائے تو واقعی ہم خسارہ والوں میں سے  
ہو جائیں گے۔ (الاعراف: ۲۳)

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم جب بت  
پرستی سے باز نہ آئی تو اس پر حضرت

## ۲. حضرت نوح کی دعائے استغفار

نوح علیہ السلام نے اللہ کے حضور ان ظالموں کی بربادی کی التجا کی اور اس کے ساتھ ہی انھوں  
نے اپنے لیے اور اللہ پر ایمان لانے والوں کے حق میں بخشش اور مغفرت کی دعا کی تاکہ  
اللہ تعالیٰ مومن مردوں اور عورتوں کو اپنی پناہ میں رکھے۔ لہذا مغفرت اور بخشش کے لیے یہ  
دعا بھی بڑی اکسیر ہے:-

رَبِّ اعْتَصِرْ لِيْ وَلِوَالِدِيْ  
وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيْ مُؤْمِنًا  
وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا  
تَزِدِ الظَّالِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ه

اے میرے رب! مجھے اور میرے والدین کو اور جو شخص  
میرے گھر میں بحالت ایمان داخل ہو اس کو، اور  
تمام مومنین و مومنات کو بخش دے اور ظالموں کی  
بربادی اور بڑھا دے۔

(نوح: ۲۸)

۳۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا | حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یوم حساب کو اپنی اور اہل ایمان کی بخشش کے لیے مندرجہ ذیل دعا کی

ہے لہذا جو شخص روز قیامت میں بخشش کے لیے یہ دعا پڑھے انشاء اللہ اس کی بخشش ہوگی۔  
رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَاتِي  
اے ہمارے رب! مجھے اور میرے والدین کو، اور اہل ایمان کو، جس دن حساب ہوگا، بخش دے۔

(ابراہیم: ۴۱)

الْحِسَابِ

کعبہ کی تعمیر کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حضور یہ دعا کی۔ اس دعا کے پڑھنے سے انسان کو توبہ کی توفیق حاصل ہو جاتی ہے لہذا نماز کے بعد اس دعا کو ایک بار پڑھنا بہت بہتر ہے۔

اور ہم کو ہمارے حج کے احکام بتا اور ہماری توبہ قبول فرما۔ تو ہی بڑا درگزر کرنے والا مہربان ہے،  
وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ  
عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ  
الرَّحِيمُ

(البقرہ: ۱۲۸)

۴۔ حضرت یوسفؑ کی دعا | حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی معفرت کے لیے یہ دعا کی۔ لہذا رشتہ داروں اور دوسروں

کی معفرت کے لیے یہ دعا پڑھنی چاہیے:-  
يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ  
الرَّاحِمِينَ  
اللہ تمہاری معفرت فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ (یوسف: ۹۲)

۵۔ حضرت موسیٰؑ کی دعا | حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توبہ اور معفرت کے لیے مختلف اوقات میں حسب ذیل دعائیں کیں ان دعاؤں

کو پڑھنے سے بخشش اور رحمت حاصل ہوتی ہے:-  
اِنَّكَ وَاٰلِنَا فَاعْفِرْ لَنَا  
تو ہمارا کارساز ہے پس ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم

وَإِذْ حَمَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ  
الْعَافِرِينَ .  
فرما اور تو سب بخشنے والوں سے بہتر بخشنے والا  
ہے۔ (اعراف: ۱۵۵)

(۲) رَبِّ اِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي  
فَاغْفِرْ لِي .  
اے میرے رب! میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا پس  
تو مجھے بخش دے۔ (زقنن: ۱۶)

(۳) رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلَا تَجْعَلْ  
اَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ  
ارْحَمُ الرَّحِيمِينَ .  
اے میرے پروردگار! مجھے درمیرے بھائی کو معاف  
کر دے اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرما اور تو سب سے  
زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ (اعراف: ۱۵۱)

۶. حضرت یونس کی دعا

موتور ہے جو شخص یہ آیت کریمہ سو الاکھ مرتبہ پڑھے تو اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں  
خواہ وہ ریت کے ذروں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ  
إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ .  
تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے۔ بیشک میں  
ہی زیادتی کرنے والوں سے ہوں۔ (انبیاء: ۱۸۷)

۷. متفرق دعائیں

دَا رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ  
خَيْرُ الرَّحِيمِينَ .  
اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما اور تو ہی سب سے  
بہتر رحم کرنے والا ہے۔ (مؤمنون: ۱۱۸)

(۱) رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ  
رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ  
تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ  
وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ .  
اے ہمارے رب! تیرا رحم اور تیرا علم ہر چیز کا احاطہ  
کیے ہوئے ہے پس تو بخش دے ان کو جنہوں نے  
توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور ان کو دوزخ کے  
عذاب سے بچا۔ (مؤمن: ۷)





قدموں کو جھاسے اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری

مدد فرما۔ (آل عمران: ۱۴۷)

اے ہمارے رب! بیشک ہم ایمان لائے تو ہمارے  
گناہ معاف کرے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے

محفوظ فرما۔ (آل عمران: ۱۶)

اے ہمارے رب! بیشک ہم تے سنا ایک پکارنے

والے سے جو ایمان کے لیے ندا دے رہا تھا کہ اپنے

رب پر ایمان لاؤ۔ سو ہم ایمان لے آئے پس تو ہمارے

گناہوں کو بخش دے اور ہماری برائیوں کو فراموش

کر دے اور ہم کو نیک بندوں میں شامل کر کے

موت دینا۔ (آل عمران: ۱۹۳)

بیشک ہم اپنے پروردگار پر ایمان لائے تاکہ وہ ہماری

خطائیں معاف کرے۔ (طہ: ۷۳)

اے اللہ! تو بیک ہے میں تیرے حضور تو یہ کرتا ہوں

اور میں سب سے پہلا ایمان لائے والا ہوں۔

(اعراف: ۱۴۳)

بیشک ہم ہی خطا دار ہیں ہمارا پروردگار پاک ہے

(القلم: ۲۹)

اگر تو انھیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور

اگر تو انھیں معاف کرے تو بیشک تو زبردست

حکمت والا ہے۔ (مائدہ: ۱۱۸)

أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

الْكَافِرِينَ .

(۸) رَبَّنَا إِنَّتَا أَمْنَا فَاغْفِرْ لَنَا

ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ .

(۹) رَبَّنَا إِنَّا سَمِعْنَا مُتَادِيًا

يُنَادِي لِلَّذِينَ آمَنُوا

بِرَبِّكُمْ فَاذْكُرْنَا فَإِنَّا نَاغِفِرْنَا

ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا

وَتَوَقَّأْنَا مَعَ الْبَرَارِ .

(۱۰) إِنَّا أَمْنَا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا

خَطِيئَتَنَا .

(۱۱) سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَ

أَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ .

(۱۲) سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا

ظَالِمِينَ .

(۱۳) إِنَّ عَذَابَهُمْ فَإِنَّهُمْ

عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ

فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ .

## احادیث اور استغفار کی دعائیں

استغفار کے متعلق احادیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مندرجہ ذیل ہیں :-

سید الاستغفار کا مطلب ہے سب سے بڑا استغفار۔ اس

استغفار کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اس استغفار کو

### سید الاستغفار

ایک مرتبہ دن یا رات میں یقین کامل کے ساتھ پڑھے اور اگر وہ اس دن یا رات میں وفات پا جائے تو وہ ضرور جنتی ہوگا۔ اس استغفار کے متعلق اللہ والوں کا کہنا ہے کہ اس کے ورد سے انسانی طبیعت میں خوفِ خدا پیدا ہوتا ہے اور دل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوتا ہے۔ جو شخص اس استغفار کا ورد زیادہ کرے تو اس کے گناہ بالکل معاف ہو جاتے ہیں لہذا ہر انسان کو چاہیے کہ وہ ہر نماز کے بعد اسے ایک مرتبہ ضرور پڑھے۔ اکثر بزرگ اسے صبح و شام پڑھتے ہیں۔

حضرت شاد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

سید الاستغفار یوں ہے :-

اے اللہ! تو میرا پروردگار ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد اور تیرے وعدہ پر قائم ہوں۔ جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا۔ میں نے جو گناہ کیے ان کے شر سے تیری پناہ پناہ ہوتا ہوں۔ میں تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں لہذا مجھے بخش دے کیونکہ تیرے علاوہ کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔ (بخاری شریف)

اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا  
أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَ  
أَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا  
اسْتَطَعْتُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ  
مَا صَنَعْتُ أَلْبُؤُكَ بِنِعْمَتِكَ  
عَلَيَّ وَالْبُؤُءُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي  
فَإِنَّكَ لَا تَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا  
أَنْتَ

۲۔ کلمہ استغفار | اسلام کے چھ کلموں میں سے پانچویں کلمے کو استغفار کہا جاتا ہے جس کے کلمات یہ ہیں :-

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ  
اَذْنِبْتُهٗ عَدًّا اَوْ نَحْطًا سِرًّا اَوْ  
عَلَانِيَةً وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ مِنْ  
الذَّنْبِ الَّذِيْ اَعْلَمُ وَمِنْ الذَّنْبِ  
الَّذِيْ لَا اَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ  
الْغُيُوْبِ وَاَسْأَلُ الْعِيُوْبَ وَغَفَّارُ  
الذَّنْبِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ  
اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

میں اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں جو میرا رب ہے  
تمام گناہوں سے، وہ گناہ جو عہد ہوں یا خطا سے  
پوشیدہ ہوں یا ظاہر اور اس کی طرف رجوع کرتا  
ہوں اس گناہ سے کہ میں جانتا ہوں اور اس گناہ  
سے کہ میں نہیں جانتا۔ تحقیق تو جانتے والا ہے  
غیبوں کا اور چھپانے والا ہے عیبوں کا۔ اور  
گناہوں کا بخشنے والا ہے، نہ کوئی طاقت اور نہ کوئی  
قوت مگر ساتھ اللہ کے ہے جو بلند عظیم ہے۔

۳۔ رسول اکرم ﷺ کا پسندیدہ استغفار | حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے یہ الفاظ پڑھے اس کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے اگرچہ میدان جہاد سے بھاگا ہو۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ  
اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ  
اِلَيْهِ ۝

میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں جس کے سوا کوئی  
معبود نہیں ہے وہ زندہ اور قائم رکھتے والا ہے  
اور میں اس کے حضور توبہ کرتا ہوں۔ (ترمذی)

اس استغفار کی انتہائی فضیلت ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ اگر صدق دل سے  
تین یا پانچ مرتبہ اس کا ورد کر کے اللہ تعالیٰ سے معفرت طلب کی جائے تو اس کی معفرت  
ہو جائے گی۔

دوسری روایت میں ہے کہ اگرچہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے مانند ہی کیوں نہ ہوں

اللہ کا راستہ تلاش کرنے کے لیے اس استغفار کا ورد بہت ضروری ہے۔ اس کو جتنا کثرت سے پڑھا جائے گا اتنے ہی زیادہ اسرار ظاہر ہوں گے اور وہ شخص اللہ کے قریب ہوتا جائے گا۔

ہر نماز کے بعد اس استغفار کو تین مرتبہ ضرور پڑھنا چاہیے اور اگر رات کو سوتے وقت اس دعا کو تین مرتبہ پڑھا جائے تو بہت عمدہ ہے۔ اگر کوئی شخص سو الاکھ مرتبہ رمضان المبارک میں اس کا ورد کرے تو اللہ سے جو مانگے سو پائے۔ اس استغفار کو بعد نماز فجر گیارہ سو مرتبہ پڑھنا افسانہ رزق کا باعث بنتا ہے۔

## ۴۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعائے استغفار۔

اللہم انی ظلمت نفسی ظلمًا  
کثیرًا ولا یغفر الذنوب الا  
انت فاغفر لی مغفرةً من  
عندک وارحمنی انک انت  
الغفور الرحیم

اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا۔ اور  
گناہوں کو صرف تو ہی بخش سکتا ہے لہذا تو مجھے  
اپنی مغفرت کے ذریعہ بخش دے اور مجھ پر رحم فرما  
بیشک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

(مسلم شریف)

یہ دعا حضرت ابوبکر نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی تھی اور دعائیں یہی تعلیم  
دی گئی ہے کہ اللہ کے حضور اپنے نفس پر ظلم کرنے کا اقرار کرو اور اس سے بخشش اور رحمت  
طلب کرو کیونکہ اللہ کے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا اس لیے عبادت کے بعد خاص کر  
نماز کے بعد یہ دعا مانگنی چاہیے تاکہ وہ کوتاہیاں جو انسان سے عبادت کرتے وقت ہو  
باقی ہیں ان کی معافی ہو جائے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر مجلس  
میں استغفار اس طرح پڑھتے تھے:

## ۵۔ ہر مجلس میں استغفار کا حکم



وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا  
 قَالَ إِنْ كُنَّا لَتَعُدُّ لِرَسُولِ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ  
 يَقُولُ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ  
 عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْعَفُورُ  
 مِائَةَ مَرَّةٍ .  
 (ترمذی، ابوداؤد)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے استغفار کرتے تھے جس کا متعدد احادیث میں ذکر ہے۔ آپ تو معصوم تھے پھر بھی اس قدر استغفار کی طرف آپ کی توجیہ تھی کہ جب کبھی آپ کسی مجلس میں بیٹھتے تو سو مرتبہ مندرجہ بالا دعا پڑھتے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا سے ہمیں یہ سبق حاصل کرنا چاہیے کہ جب ہم کسی خاص محفل میں جائیں تو سو مرتبہ مندرجہ بالا دعا پڑھیں تاکہ اللہ کی پناہ میں رہیں اور برائیوں سے بچے رہیں۔

۶۔ نماز کے بعد دعائے استغفار

ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا  
 مسنون ہے۔

اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ  
 السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ  
 وَالْإِكْرَامِ ط  
 (مسلم شریف)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ کار تھا کہ نماز کا سلام پھیر کر تین بار استغفار پڑھتے تاکہ آنے والی امت آپ کی اتباع میں نماز کے بعد استغفار پڑھے اس کے بعد اللہ کے حضور سلامتی اور برکت کی دعا کرتے لہذا ہمیں بھی نماز کے بعد یہی دعا پڑھنی چاہیے۔

۷۔ نماز تہجد کے وقت کا استغفار | نماز تہجد کے وقت اٹھتے ہوئے یہ استغفار پڑھنا چاہیے :-

(۱) اَنْتَ رَبُّنَا وَآلِيكَ الْمَمْبُورُ  
فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا  
اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ  
وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّي - اَنْتَ  
الْمُقَدِّمُ دَانْتَ الْبُؤْحُورُ اَنْتَ  
الْحَيُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ -  
(۲) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَاهْدِنِي وَ  
ارْزُقْنِي وَعَافِنِي -

اے اللہ! آپ ہمارے پروردگار ہیں اور آپ ہی کی  
طرف لوٹنا ہے پس بخش دے میرے کھپلے اور  
اگلے اور پوشیدہ اور کھلے گناہ اور وہ گناہ جن  
کا تجھے مجھ سے زیادہ علم ہے تو ہی آگے بڑھاتے  
والا اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے اور تو ہی  
میرا معبود ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔  
اے اللہ مجھ کو بخش دے اور مجھے ہدایت دے اور مجھ  
کو رزق اور عافیت عطا فرما۔ (مشکوٰۃ شریف)

۸۔ وضو سے پہلے دعائے استغفار | وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ شریف پڑھ کر بعد میں دعائے

ذیل پڑھنی چاہیے :-

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ  
لِيْ فِيْ دَارِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ  
رِزْقِيْ -

اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے گھر میں  
وسعت دے اور میرے رزق میں برکت عطا فرما  
(مشکوٰۃ شریف)

۹۔ وضو کے بعد دعائے استغفار | وضو سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھنا مسنون ہے :-

وَعَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ  
عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى  
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَقَالَ  
حَقْرَتِ ابُو سَعِيْدٍ خُدْرِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ  
سَعِيْدٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى  
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَقَالَ  
سَعِيْدٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى  
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَقَالَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا  
کہ جو شخص وضو کر کے سُبْحَانَكَ اللهُمَّ وَ

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ  
 أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ  
 وَأَتُوبُ إِلَيْكَ. كُتِبَ فِي رَقٍّ  
 ثُمَّ جُعِلَ فِي طَائِعِ قَلْبٍ يُكْسَرُ  
 إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

بِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ  
 أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ پڑھ لے تو  
 یہ الفاظ ایک مہر شدہ ظرف میں محفوظ کر کے  
 عرش کے نیچے رکھ دیے جائیں گے پھر قیامت تک  
 یہ مہر تہ توڑی جائے گی۔ (نسائی)

وضو نماز کے لیے شرط اول ہے کیونکہ وضو کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی اور وضو کے  
 بارے میں اکثر احادیث میں بیان ہوا ہے کہ وضو میں جو اعضاء دھوئے جاتے ہیں ان کے  
 گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اگرچہ ہر عضو دھوتے وقت دعا پڑھنی چاہیے لیکن اس  
 حدیث میں اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ وضو کے بعد بھی استغفار کے لیے مندرجہ بالا  
 دعا پڑھنی چاہیے تاکہ وضو میں اگر کوئی کمی سنت یا مستحب کے خلاف ہو گئی ہو تو استغفار  
 سے اس کی تلافی ہو جائے۔

۱۰۔ مسجد میں داخل ہونے کا استغفار | مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ  
 استغفار پڑھنا چاہیے :-

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ  
 لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ۝

اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی  
 رحمت کے دروازے کھول دے۔

۱۱۔ مسجد سے باہر نکلنے وقت کا استغفار | مسجد سے باہر نکلنے وقت یہ  
 استغفار پڑھنا چاہیے :-

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ  
 لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ ۝

اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی  
 فضل کے دروازے کھول دے۔

۱۲۔ قضائے حاجت کے بعد کا استغفار | قضائے حاجت سے فارغ ہو کر  
 استغفار کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے:-

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا  
قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ  
قَالَ غُضْرَانِكَ  
(ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء  
سے باہر آتے تھے تو غُضْرَانِكَ کہتے تھے۔

قصائے حاجت کے بعد بیت الخلاء سے باہر آ کر حضورِ قدس صلی اللہ علیہ وسلم  
غُضْرَانِكَ کہتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تھے۔  
جو شخص یہ استغفار  
پڑھے اس کے ظاہر  
اور پوشیدہ اور اگلے پچھلے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ رات کو سوتے وقت گیارہ مرتبہ

یہ پڑھنا چاہیے:-  
اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَغْفِرُكَ لِمَا  
قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا  
أَعْتَدْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ أَنْتَ  
الْبُقْدَامُ وَأَنْتَ السُّوْخِرُ وَأَنْتَ  
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اے اللہ! میں تجھ سے ان سب گناہوں کی مغفرت  
چاہتا ہوں جو میں نے پہلے کیے اور بعد میں کیے اور  
جو ظاہر ہیں کیے اور جو پوشیدہ طریقے پر کیے، تو آگے  
بڑھانے والا ہے اور تو پیچھے ہٹانے والا ہے اور  
تو ہر چیز پر قادر ہے۔

۱۲۔ بخشش اور توبہ سے پڑھنا چاہیے:-  
رَبِّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي عَلَيَّ  
إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ  
الرَّحِيمُ

اے میرے پروردگار مجھے بخش دے اور میری  
توبہ قبول فرما۔ بیشک تو ہی توبہ قبول کرنے  
والا ہے اور مہربان ہے۔



۱۵. وسعت رحمت کا استغفار | جو شخص یہ استغفار بعد نماز جمعہ ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھے وہ اللہ کی رحمت

اور بخشش کو بڑا ہی قریب پائے گا۔

اللَّهُمَّ مَغْفِرَتَكَ أَدْسَعُ مِنِّي  
ذُنُوبِي وَرَحْمَتُكَ أَرْجَى عِنْدِي  
مِنَ عَذَابِي ۝

اے اللہ! تیری مغفرت میرے گناہوں سے بہت زیادہ وسیع ہے اور تیری رحمت میرے نزدیک میرے عمل سے بڑھ کر امید والی ہے۔

۱۶. نادانستہ گناہوں سے معافی | صبح سے شام تک انسان کئی ایسے گناہ کر جاتا ہے جو انسان کے تصور میں

بھی نہیں ہوتے کہ وہ گناہ ہیں لہذا ایسے گناہوں کی معافی کے لیے بعد نماز عشاء ایک سو مرتبہ یہ استغفار پڑھنا چاہیے:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي وَ  
بَهْلِي وَإِسْوَابِي فِي أَمْرِي وَمَا  
أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي ۝

اے اللہ! میری خطا اور میری نادانی اور میرا پتے کام میں حد سے بڑھ جانا اور وہ سب گناہ بخش دے جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔

۱۷. دل کی پاکیزگی کے لیے | دل کو گناہوں کی آلودگی سے صاف کرنے کے لیے بعد نماز صبح تین مرتبہ یہ استغفار

پڑھنا چاہیے۔ اس کے پڑھنے سے انسان کا دل ایسے صاف ہو جاتا ہے جیسے سفید کپڑا ہوتا ہے۔

اللَّهُمَّ اغْسِلْ عَنِّي خَطَايَايَ  
بِمَاءِ التَّلْحِيحِ وَالْبُرْدِ وَنَقِّ قَلْبِي  
مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَيْتَ الثَّوْبَ  
الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ

اے اللہ! میرے گناہوں کو برف اور دلوں کے پانی سے دھو دے اور میرے دل کو گناہوں سے ایسا صاف کر دے جیسے تو نے سفید کپڑے کو میل سے صاف فرمایا ہے اور میرے اور میرے گناہوں کے

بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ  
بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ۝  
درمیان آتنا فاصلہ کر دے جتنا فاصلہ تو نے مشرق  
اور مغرب کے درمیان رکھا ہے۔

بعض اوقات انسان

۱۸۔ منسی مذاق کے گناہوں سے استغفار

افعال کہ جاتا ہے جو گناہ ہوتے ہیں تو ایسے گناہوں کی معافی کے لیے اللہ کے حضور شام کو  
روزانہ ایک مرتبہ یہ استغفار پڑھ لینا چاہیے۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَ  
هَذِيْ وَخَطِيئَتِيْ وَعَمْدِيْ  
وَ كُلِّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ ۝  
اے اللہ! جو گناہ مجھ سے سچ پچ ارادہ سے صادر  
ہوئے اور جو منسی سے صادر ہوئے اور خطا و صا  
ہوئے اور جو راستہ طور پر صادر ہوئے سب کو  
بخش دے اور یہ سب مجھ ہی سے صادر ہوا۔

شیطان انسان کو ہر وقت گمراہ

۱۹۔ گمراہ کن فتنوں سے بچنے کی دعا

فتنہ اور فساد پھیلتا ہے لہذا اس کی گمراہ کن حرکتوں سے بچنے کے لیے یہ استغفار  
پڑھنا چاہیے اس سے انسانی نفس کا غصہ کم ہو جاتا ہے اور اسے پڑھنے والا شیطانی  
فتنوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

اے اللہ! نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب

مجھے بخش دے اور میرے دل سے غصہ نکال دے

اور جب تک تو مجھے زندہ رکھے گمراہ کرنے والے

فتنوں سے محفوظ فرما۔

اللَّهُمَّ رَبَّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ

اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَادْفَعْ عَيْظَ

قَلْبِيْ وَاجْرِتِيْ مِنْ مَّضَلَّاتِ

الْفِتَنِ مَا أَحْيَيْتَنَا ۝

اگر کوئی یہ چاہے کہ اس کے

گناہ معاف ہو جائیں اور اس کے

۲۰۔ بخشش اور برکت رزق کا استغفار

کے رزق میں برکت ہر ماٹے تو وہ سو مرتبہ یہ استغفار پڑھے:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي وَ  
وَسِّعْ لِي فِي دَارِي وَبَارِكْ  
لِي فِي رِزْقِي ۝  
عطا فرما۔

اللہ سے مغفرت و رحمت طلب کرنے کے  
لیے کثرت سے یہ استغفار پڑھنا چاہیے،

## ۲۱۔ بخشش اور حصول جنت

اسے کثرت سے پڑھنے والا جنت میں داخل ہوگا۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَ  
ادْخِلْنِي الْجَنَّةَ ۝  
اور مجھے جنت میں داخل فرما۔

اللہ کے حضور سچی توبہ کرنے کے بعد یہ دعا پڑھتی چاہئے  
تاکہ توبہ قبول ہو جائے۔

## ۲۲۔ قبول توبہ کی دعا

رَبِّ لَقَبَلْ تَوْبَتِي وَاغْسِلْ  
حَوْبَتِي دَآحِبٍ دَعْوَتِي ۝  
اے میرے رب! میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہوں  
کو دھوئے اور میری دعا قبول فرما۔

۲۳۔ اچھے کاموں میں رہنمائی طلب کرنا  
توفیق حاصل کرنے کے لیے کام

شروع کرتے وقت ایک مرتبہ یہ دعا پڑھتی چاہیے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَعِينُكَ  
لِدَانِي وَاسْتَهْدِيكَ  
لِسَدَائِدِ أَمْرِي وَآتُونِي  
إِلَيْكَ قَلْبًا عَلَى رَأْسِكَ  
اے اللہ! میں تجھ سے اپنے گناہوں کی مغفرت  
طلب کرتا ہوں اور اپنے خیر کے کاموں میں تیری  
راہنمائی طلب کرتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا  
ہوں۔ لہذا میری توبہ قبول فرما، بلاشبہ توبہ ہی

میرا رب ہے۔

أَنْتَ رَبِّي ۝

۲۴۔ مغفرت، رحمت، عافیت اور  
ہدایت حاصل کرنے کا استغفار

اللہ سے مغفرت، رحمت، عافیت  
رزق اور ہدایت حاصل کرنے کے  
لیے یہ استغفار پڑھنا چاہیے۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي  
وَ عَافِنِي وَارْزُقْنِي وَ  
اهْدِنِي ۝

اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، اور  
مجھے عافیت دے اور مجھے رزق عطا فرما۔ اور  
مجھے ہدایت پر قائم رکھ۔

۲۵۔ بہترین دعائے مغفرت

گناہوں کی بخشش کے لیے یہ دعا بہت مؤثر  
ہے۔ جو شخص اسے سوتے وقت ایک مرتبہ

پڑھنے کا معمول بنالے وہ ہمیشہ گناہوں سے پاک رہے گا۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ  
وَمَا آخَرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ  
وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَنْتَ  
أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي - لَا إِلَهَ إِلَّا  
أَنْتَ ۝

اے اللہ! میرے سب گناہ بخش دے جو میں نے  
پہلے کیے اور جو بعد میں کیے اور جو میں نے پوشیدہ  
طور پر کیے اور جو علانیہ طور پر کیے اور جن کو تو  
مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود  
نہیں ہے۔

۲۶۔ سیدھے راستے پر چلنے کی دعا

اللہ تعالیٰ سے سیدھا راستہ اور  
ہدایت طلب کرنے کے لیے یہ دعا

پڑھنی چاہیے۔ جو شخص گمراہی کے راستے پر ہو اگر وہ اس دعا کو سات مرتبہ چالیس دن تک  
بعینا زقیر پڑھے تو اسے راستہ مل جائے گا۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاهْدِنِي  
السَّبِيلَ الْأَقْوَمَ ۝

اے پروردگار! مجھے بخش دے اور رحم فرما اور  
مجھے سیدھی راہ پر چلا۔



۲۷۔ دوزخ سے نجات کا استغفار | آخرت میں دوزخ سے نجات کے لیے یہ استغفار پڑھنا چاہیے۔ ہر نماز

کے بعد اسے ایک مرتبہ پڑھنے والے کی عبادت قبول ہوگی اور آخرت میں جنت میں داخل کیا جائے گا۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَ  
ارْحَمْ رِجَالَنَا وَتَقَبَّلْ مِنَّا وَادْخِلْنَا  
الْجَنَّةَ وَنَجِّنَا مِنَ النَّارِ وَ  
اصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا كُلَّهُ ۝

اے اللہ! ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور  
ہم سے راضی ہو جا اور ہماری عبادت قبول فرما  
اور ہمیں جنت میں داخل فرما اور ہمیں دوزخ سے  
نجات دے اور ہمارا سب حال درست فرما دے۔

## فقیری مجموعہ وظائف

چالیس قرآنی سورتوں، چوبیس درود شریف، انیس روحانی  
دعاؤں و وظائف اور مکمل نفل نمازوں کے مکمل روحانی فوائد  
خواص کا بے مثل مجموعہ ہے۔ کیونکہ اس میں ہر عمل کے پڑھنے  
کا مفصل طریقہ آسان اور سہل زبان میں درج ہے۔

عالم فقیری

## بابت

### مجاہدہ

اللہ تعالیٰ کی معرفت کو حاصل کرنے کی خاطر اپنے نفس کو پاکیزگی پر قائم رکھنے کے لیے اطاعتِ الہی کے مطابق عبادت اور ذکر الہی کو جاری رکھنے کی کوشش کو مجاہدہ کہا جاتا ہے۔ منازلِ ولایت میں مجاہدہ بڑا ضروری ہے تصوف میں اس کے بغیر چارہ نہیں، کیونکہ جب نفس یادِ الہی سے غافل ہو تو اسے ذکر میں مشغول رکھنے کے لیے مجاہدہ ہی درکار ہے۔ قرآن و حدیث میں مجاہدہ نفس کی بہت تاکید آتی ہے۔ لیکن جب تو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے گا اور اسے مغلوب بھی کرے گا تو اللہ تعالیٰ بعض ذرائع سے نفس کو تجھ پر دوبارہ غلبہ و اقتدار دے گا تاکہ تو پھر ریاضت و مجاہدہ کی طرف لوٹے اور اپنے نفس سے نبرد آزما ہو تاکہ تیرا عزم و ایمان پہلے سے زیادہ نچتہ ہو اور آئندہ شیطان کے لیے تجھے گمراہ کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُسِينِينَ

جن لوگوں نے ہمارے راستے میں کوشش کی ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھلائیں گے بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے (پ ۲، روم ۶۹)

اللہ تعالیٰ کی معرفت کو پانے کی کوشش مجاہدہ ہے اور یہ جہادِ غزوات سے افضل ہے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کو پانے کی کوشش کرتا ہے اسے اللہ کی راہ میں سب کچھ قربان کر دینا پڑتا ہے اور یہ قربانی عمر بھر کی قربانی ہوتی ہے جو جان کی قربانی سے فصیلت میں بڑھ جاتی ہے اور اسی قربانی یعنی مجاہدہ سے ولایت حاصل ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کا بندے پر احسان ہوتا ہے۔

اور جن پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہو جائے انھیں اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہو جاتی ہے اور بندے کی یہ سب سے بڑی معراج ہے۔ مزید اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ  
تَبَتُّلاً  
ہو کر اسی کے ہو رہو۔ (پ ۲۹، منزل ۸)

مجاہدہ کا ذریعہ کثرتِ ذکر ہے جو شخص اللہ کے ذکر میں محو ہو جاتا ہے اس کی ذمیوری خواہشات خود بخود محدود ہو جاتی ہیں اور جس کی خواہشات محدود ہو جائیں اس کے نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور جس کے نفس کا تزکیہ ہو گیا اس نے اپنے رب کو پایا اور یہ سب منازل مجاہدہ ہی کی بدولت طے ہو جاتی ہیں۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یوں فرمایا ہے کہ:-

تَسْبِيحٌ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ  
السَّاجِدِينَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ  
يَا تَبَّكَ الْيَقِينُ ۝

اپنے رب کی تعریف میں تسبیح کرو اور سجدہ کرتے  
دالوں میں شامل ہو جاؤ۔ اور مرتے دم تک اپنے  
رب کی عبادت کرو۔ (پ ۱۲، حجر ۹۸، ۹۹)

موت تک کثرتِ عبادت سے مراد مجاہدہ ہے کیونکہ رب کو پانے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے وہ کثرتِ عبادت ہے اور عبادت کی قبول ترین صورت اللہ کی تسبیح اور سجدہ ہے لہذا جو شخص بھوک پیاس تکالیف برداشت کر کے اپنے نفس کو اللہ کی عبادت میں لگن کر لے۔ وہی صاحبِ مجاہدہ ہے اور صاحبِ مجاہدہ ایک نہ ایک دن اپنے رب کو ضرور پالیتا ہے اسی کے متعلق مزید ارشاد ہوا ہے کہ:-

فَإِذَا قَرَعْتَ فَانصَبْ ۝  
وَالِي رَبِّكَ فَارْعَبْ ۝

پھر جب تم فارغ ہو کر تو عبادت میں محنت کرو  
اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔

(پ ۲، الشرح، تا ۸)

عبادت اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا سب سے عمدہ ذریعہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے کہ جب وقت ملے میری عبادت میں مصروف ہو جاؤ۔ کیونکہ عبادت ہی اللہ

کے قرب کا ذریعہ ہے اور عبادت میں کثرت کرنا مجاہدہ کے مترادف ہے مجاہدہ نفس کے بائے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنْبِئُكُمْ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۚ تُوْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے نجات دلائے۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ اگر سوچو تو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔

دپ ۲۸، صافات ۱۰ تا ۱۱

مجاہدہ نفس کے سلسلے میں حضرت علیؓ بجزیریؓ نے کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ بیشتر اہل طریقت نے مجاہدے کو مشاہدے کا ذریعہ قرار دیا ہے اور طالب کے لیے اللہ تعالیٰ کی معرفت کو پانے میں اس کی بہت تاثیر بیان کی ہے۔

آخرت کی کامرانی کے لیے دنیا میں مجاہدہ کو فضیلت دی ہے کیونکہ عاقبت دنیا کا ثمرہ ہے اور ثمرہ بجز ریاضت و عبادت کے حاصل نہیں ہوتا۔ لازماً حصول مراد کے لیے ریاضت اور کوشش کی ضرورت ہے تاکہ لطف خداوندی حاصل ہو۔ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ مشاہدہ حق کے لیے علت کی ضرورت نہیں۔ مشاہدہ حق فضیل خداوندی ہے اور فضیل خداوندی کے لیے علت و افعال لازم نہیں۔ مجاہدہ تہذیب نفس کا ذریعہ ہے۔ اصلی قرب کا ذریعہ نہیں کیونکہ مجاہدہ انسانی روش ہے اور مشاہدہ انعام باری تعالیٰ ہے۔ یہ غلط ہے کہ مجاہدہ کسی صورت میں بھی مشاہدہ حق کا ذریعہ یا سبب بن سکتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت، موروثی شریعت، نزول صحائف آسمانی اور احکام عبادت سب مجاہدہ کے لیے دلیل ہیں۔ اگر مجاہدہ باعث مشاہدہ نہ ہوتا تو یہ سب کچھ تکلف بیکار تھا دینا اور عقوبتی کے جملہ احوال حکم و علت کے تابع ہیں۔ اگر علت یا سبب کو حکم سے علیحدہ کر دیا



جائے تو تمام شرعی اور رسمی تقاضے ختم ہو کر رہ جائیں، نہ اصل میں تکلیف کی ضرورت ہے نہ فرع میں۔ نہ طعام پیٹ بھرنے کا اور نہ لباس سردی سے بچنے کا ذریعہ سمجھا جا سکے بقصد علت و معلول کو تسلیم کرنا اثبات توحید ہے اور انکار اس کا تعطل ہے۔ اس کے بین دلائل موجود ہیں اور ان کی تردید مشاہدہ سے روگردانی اور کج بحثی کے سوا کچھ بھی نہیں ہم دیکھتے ہیں کہ ریاضت سے گھوڑا ایک حیوان ہونے کے باوجود انسانی صفات کا حامل پایا جاتا ہے اس کی حیوانی جبلت بدل جاتی ہے، وہ خود چاچک اٹھا کر مالک کو دیتا ہے۔ گیند اچھالتا ہے وغیرہ۔ کم عقل عجمی بچہ ریاضت سے عربی زبان حاصل کر لیتا ہے اور اس کی طبیعت عجمی نہیں رہتی۔

مجاہدہ نفس کی تشریح کے متعلق حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ مومن کو چاہیے کہ مجاہدہ نفس پر مداومت کرے اور اتباع دستور شریعت سے نفس کو مغلوب کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا و عقبی میں اپنی برگزیدہ نعمتوں سے فیض یاب کرے گا۔ اور اسے بہشت کے بلند ترین درجات نصیب فرمائے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے: ”جو شخص روزِ حشر اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو (خلاف شریعت) خواہشات کی پیروی سے محفوظ رکھا اس کا مسکن یقیناً جنت ہے۔“

پس جب مومن کی قرار گاہ جنت ہوگی اور وہ دیدار الہی سے محفوظ ہوگا تو پھر وہ غیر جنت کی طرف رجوع کرنے اور دنیا کی طرف لوٹنے سے بے پروا ہوگا۔ جس طرح وہ دنیا میں احکام الہی کا احترام کرتے ہوئے نفسِ انارہ کی خواہشات سے اجتناب کرتا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ بہشت میں اس کے تقویٰ کی خاطر خواہ جزا دیتے ہوئے انواعِ تعیم کو اس کے لیے بسیط کرے گا جن کی کوئی غایت و انتہا نہ ہوگی۔ ان مخلصین و مومنین کے برعکس چونکہ کافر و مشرک لوگ فقدانِ ایمان کے باعث فسق و فجور میں مبتلا کرتے تھے لہذا انھیں اتباعِ نفس کی وجہ سے دوزخ کے عذابِ الیم میں مبتلا کرے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے

”مسلمانو! تم اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے اور جس میں وہ ہمیشہ جلا کریں گے۔“ پس روزِ حشر کفار اور فاسق و فاجر لوگوں کے لیے طرح طرح کے عذابوں کا بنیاد سبب ان کا اتباعِ احکامِ الہی سے اعتراف اور خواہشاتِ نفس کی اندھا دھند پیروی ہوگا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ”اے نبی! کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اپنا معبود اپنے نفس کو بنا رکھا ہے۔“ پس اللہ تعالیٰ مجاہدہ نفس کرنے والے مومنین کو جنت میں ہر وقت نئی اور تازہ نعمتیں عطا فرمائے گا اور ان کی یہ خاطر تواضع اور عزت و توقیر دنیا میں نفس کے خلاف جہاد کرتے اور اسے اللہ کے اوامر و نواہی کا مطیع بنانے کے باعث ہوگی۔

## ترغیبِ مجاہدہ

حصولِ معرفت اور قربِ الہی کا بنیادی ذریعہ مجاہدہ ہے اس لیے طریقت میں اسے بڑا اہم قرار دیا گیا ہے کیونکہ بیشتر اولیوں نے اسے اختیار فرمایا ہے اور اس کا اثبات کتاب و سنت سے اخذ کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل احادیث میں کثرتِ عبادت یعنی مجاہدہ نفس کی ترغیب دی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اسے دنیا میں زہد اور کم گوئی عطا فرمائی گئی ہے تو اس کے قریب ہو جاؤ۔ کیونکہ وہ حکمت سکھایا گیا ہے۔ (بیہقی، شعب الایمان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مضبوط مومن اللہ تعالیٰ کے مال کمزور مومن سے بہتر اور زیادہ محبوب ہے۔ البتہ دونوں میں بہتری ہے۔ نفع بخش چیز کی حمد کرو۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور کمزوری ظاہر نہ کرو۔ اگر کچھ تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں یوں کرتا تو ایسا ایسا ہوتا بلکہ یوں کہو کہ اللہ نے اسی طرح مقدر کیا اس نے جو چاہا کیا کیونکہ لفظ ”اگر“ شیطان کا عمل کھول دیتا ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دوزخ کے آگے نماہشتات کا اور جنت کے آگے مشکلات کا پردہ ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنت تمھارے ہر ایک کے اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے اور جہنم کا بھی یہی حال ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت خذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی۔ آپ نے سورہ بقرہ شروع فرمائی۔ میں نے سوچا کہ سو آیت پر رکوع کریں گے لیکن آپ پڑھتے رہے۔ میں نے خیال کیا کہ پوری سورت پڑھ کر رکوع میں جائیں گے لیکن آپ مسلسل پڑھتے رہے۔ میں نے سوچا اب رکوع میں جائیں گے لیکن آپ نے سورہ نساء شروع کر دی اسے پڑھا پھر سورہ آل عمران شروع کی اسے بھی پڑھا۔ آپ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے جا رہے تھے جب آیت تسبیح پڑھتے، سبحان اللہ کہتے۔ جب آیت سوال پڑھتے تو سوال کرتے۔ تعوذ کی آیت پڑھتے تو سپاہ مانگتے۔ پھر آپ نے رکوع کیا اور سبحان ربی العظیم کہتے رہے۔ رکوع، قیام کی مناسبت سے تھا۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ بتا لک الحمد کہہ کر کھڑے ہوئے اور کافی دیر تقریباً رکوع کے برابر قومہ میں کھڑے رہے۔ پھر سجدہ میں چلے گئے اور سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا۔ آپ کا سجدہ بھی تقریباً قیام جتنا تھا۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرے بندے کا کسی چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل کرنا فریضہ کی ادائیگی سے بڑھ کر مجھے محبوب نہیں میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں اور جہاں میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہوتا ہوں جن کے ساتھ وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ دیکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے

ساتھ وہ پکڑتا ہے۔ اس کے پاؤں ہو جانا ہوں جن کے ساتھ وہ چلتا ہے اور اگر مجھ سے کچھ مانگے تو اسے عطا کرتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ مانگے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں

(بخاری شریف)

حضرت ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، صحت اور فراغت دو ایسی نعمتیں ہیں جن میں لوگ نقصان میں ہیں۔ (بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی۔ آپ نے ایک طویل قیام کیا یہاں تک کہ میں نے غلط ارادہ کر لیا پوچھا گیا، آپ نے کیا ارادہ کیا؟ فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ آپ کو چھوڑ کر بیٹھ جاؤں۔ (مسلم)

حضرت انس رضی سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ جیب کوئی میرا بندہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں ایک گز اس کے قریب ہوتا ہوں۔ اور جیب ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کی مقدار اس کے قریب ہوتا ہوں جیب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میری رحمت اس کی طرف دوڑ کر آتی ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت ربیع بن کعب سلمی رضی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور اصحاب صدقہ میں سے تھے) فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات گزارتا اور آپ کے وضو کے لیے پانی اور دیگر ضروریات لاتا (ایک روز) آپ نے فرمایا، مجھ سے مانگو۔ میں نے عرض کیا کہ جنت میں آپ کی رفاقت کا طالب ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا اس کے علاوہ بھی کوئی خواہش ہے؟ میں نے عرض کیا صرف یہی خواہش ہے۔ آپ نے فرمایا

کثرت سجد کے ساتھ میری مدد کرو۔ (مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن لیسر سلمی رضی سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین انسان وہ ہے جس کو طویل عمر عطا کی گئی اور اس نے اچھے اعمال کیے۔ (ترمذی شریف)



حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے آخری دس دنوں میں رات کو بیدار رہتے۔ اہل خانہ کو بھی جگاتے، خوب کوشش فرماتے اور عبادت کے لیے کمر بستہ ہو جاتے۔ (مسلم شریف)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں، اہل خانہ، مال اور عمل۔ دو چیزیں یعنی اہل خانہ اور مال واپس آجاتے ہیں صرف عمل باقی رہتا ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (عبادت کے لیے) رات کو کھڑے رہتے یہاں تک کہ قدم مبارک پھٹنے کے قریب ہو جاتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب آپ کے اگلوں پچھلوں سب کے گناہ معاف کر دیے۔ آپ نے فرمایا کیا میں اس کا شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں۔ (بخاری شریف)

حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میرے چچا انس بن تھریج جنگ بدر میں شریک نہ ہوئے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے مشرکین سے جو پہلی جنگ لڑی میں اس میں موجود نہ تھا اب اگر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ساتھ لڑائی میں مجھے شرکت کی سعادت بخشی تو وہ دیکھے گا کہ میں کیا کارنامہ سرانجام دیتا ہوں۔ چنانچہ جنگ احد میں جب لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تو انھوں نے عرض کیا یا اللہ! میں صحابہ کرامؓ کے عمل سے تیری بارگاہ میں معذرت خواہ ہوں اور مشرکین کے عمل سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ دیکھو کہ آگے بڑھے تو سامنے سے حضرت سعد بن معاذؓ آ رہے تھے۔ فرماتے لگے، اے سعد! رب کعبہ کی قسم! میں احد کے قریب جنت کی خوشبو پارہا ہوں۔ حضرت سعدؓ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! ان کے کارنامے بیان کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں ہم نے ان کے جسم پر انہی سے زیادہ تلوار اور نیزے کے زخم اور تیروں کے نشانات

پلے۔ ہم نے انھیں اس مال میں پایا کہ وہ شہید کیے گئے اور مشرکوں نے ان کا منہ کر دیا  
 صرف ان کی ہمشیرہ نے انھیں انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ  
 ہم گمان کرتے تھے کہ یہ آیت ”من المؤمنین الخ (بعض مومن ایسے ہیں کہ انھوں نے اللہ سے  
 کیا ہوا وعدہ سچ کر دیا۔) ان کے بارے میں اور ان جیسے دوسرے حضرات کے حق میں نازل  
 ہوئی۔ (بخاری شریف)

حضرت ثوبانؓ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام) فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ کثرتِ سجدہ اختیار کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے  
 لیے جو سجدہ بھی کرو گے وہ اس کے بدلے تمہارا ایک درجہ بلند فرمائے گا اور تم سے ایک  
 خطا دور کرے گا۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاریؓ سے روایت ہے۔ جب آیت صدقہ اتری۔  
 ہم اپنی پیٹھوں پر بوجھ اٹھاتے۔ ایک آدمی آیا اور اس نے بہت سا مال صدقہ کیا کچھ لوگوں  
 (متافقین) نے کہا کہ ”یہ ریاکار ہے“ ایک دوسرا آدمی آیا اور اس نے ایک صاع صدقہ  
 کیا اس پر انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ تو ایک صاع سے بے نیاز ہے۔ چنانچہ آیت نازل  
 ہوئی۔ ”الذین یلمزونا الخ (و جو عیب لگاتے ہیں ان مسلمانوں کو جو دل سے خیرات کرتے ہیں  
 اور ان کو جو صرف اپنی محنت پاتے ہیں۔)۔ (بخاری شریف)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجاہد وہ ہے جس نے راہِ حق میں اپنے نفس سے  
 جہاد کیا۔ (کشف المحجوب)

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم نے جہادِ اصغر سے جہادِ  
 اکبر کی طرف رجوع کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جہادِ اکبر کیا ہے؟ تو آپ نے  
 فرمایا کہ مجاہدۃ نفس ہے۔ (کشف المحجوب)

**حضرت عمرؓ کا معمول** | حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ اگر ایک نماز یا جماعت فوت ہو جاتی تو اس رات کو سوتے نہ تھے یہاں تک کہ

ایک مرتبہ تو نماز یا جماعت فوت ہوتے پر اتنا مال صدقہ میں دیا کہ اس کی مجموعی مالیت دو لاکھ درہم بنتی تھی اور آپ کے فرزند ابوجندابین عمرؓ سے ایک مرتبہ نماز مغرب میں کچھ تاخیر ہو گئی اور دو ستائے آسمان پر دکھائی دے گئے۔ تو آپ نے بطور کفارہ دو غلام آزاد کر دیے

**حضرت ابودرداءؓ کا قول** | حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ دیوں تو زندگی میں کیا دھرا ہے؛ لیکن تین چیزیں ایسی ہیں جن کی

وجہ سے یہ زندگی مجھے اچھی لگتی ہے۔ (۱) ایک تو اس لیے کہ لمبی راتوں میں سجدے کیا کروں (۲) دوسرے اس لیے کہ لمبے دن ہوں تو پیاسا رہا کروں اور (۳) تیسرے اس لیے کہ ایسے بزرگوں کی صحبت میں رہا کروں جن کی ہر بات حکمت و دانش کا پخوڑ اور پاکیزگی کی آئینہ دار ہوتی ہے۔

## اقوال مجاہدہ

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رح کا قول ہے کہ عبادت کی بہترین صورت مجاہدہ نفس ہے اس لیے کہ نفس محولذات رہ کر عبادت سے غفلت و اجتناب چاہتا ہے اس لیے اپنے سفلی تقاضوں کی تعمیل بڑی شدت سے کرتا چاہتا ہے۔

مجاہدہ کے بارے میں حضرت ابو عثمان مغربی کا قول ہے کہ جس شخص نے خیال کیا کہ مجاہدہ کے بغیر ہی طریقت کے کچھ اسرار اس پر کھل جائیں گے یا کچھ امور اس پر واضح ہو جائیں گے تو وہ سراسر غلطی پر ہے۔

حضرت حسن قزاز کا قول ہے کہ مجاہدہ کی بنیاد تین باتوں پر ہے (۱) صرف فاقہ کے وقت کھانا اور (۲) صرف نیند کے غلبہ کے وقت سونا اور (۳) ضرورت کے بغیر

کلام نہ کرتا۔

حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا ہے کہ مالداروں کے پڑوسیوں، بازار میں قرآن پڑھنے

والوں اور حکام کے علماء سے بچو۔۔۔

حضرت ابوسلیمانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کسی چیز کو اچھا نہیں سمجھا چہ بائیکہ

اسے کارِ ثواب سمجھوں۔

حضرت ابوعلی دقاق کا ارشاد ہے کہ جو شخص ابتداء میں (بارگاہِ رب العزت میں) کھڑا نہیں

رہا وہ آخر میں بیٹھنے کا حقدار بھی نہیں ہو سکتا۔

ایک دفعہ حضرت ابوعلی رودیاری نے فرمایا کہ جب کوئی صوفی صرف پانچ دن گزرتے

پر کہے کہ بھوکا ہوں تو اسے کہہ دو کہ بازار میں جا کر روزی کمائے۔ اور تصوف کا نام لینا

چھوڑ دے)

حضرت ابراہیم خواصؒ کا قول ہے کہ مجھے جس چیز کا ڈر ہو میں نے اسے ضرور کیا۔

حضرت محمد بن فضل کا قول ہے کہ نفس کی آرزوؤں سے نجات کا نام راحت ہے۔

حضرت سری سقطیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو نوا! میری عمر کو پہنچنے سے پہلے کوشش کر لو

ورنہ تم بھی اسی طرح کمزور ہو جاؤ گے اور کوتاہی کرنے لگ جاؤ گے جس طرح میں کمزور ہو چکا

ہوں اور کوتاہی کرنے لگ گیا ہوں۔ حالانکہ اس وقت بھی کوئی جوان عبادت میں ان تک

نہیں پہنچ سکتا تھا۔

حضرت نصر آبادی کا قول ہے کہ تمہارا نفس ہی تمہارا قید خانہ ہے جب تو اس سے نکل

آیا تو تو نے ابدی راحت حاصل کر لی۔

ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نفس ہمہ تن تاریکی ہے اس کا ستر اس کا چراغ ہے اور توفیق

خداوندی اس سراج کا نور ہے۔ اور جس کے سر میں توفیق خداوندی ساتھ نہ دے وہ ہمہ تن

ظلمت ہے۔



حضرت ابو علی دقاق فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے اپنے ظاہر کو مجاہدہ کے ساتھ مزین کر لیا اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو مشاہدہ کے ساتھ مزین کر دیں گے۔

حضرت ذوالنون مصریٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ کو اس قدر عزت عطا نہیں فرمائی جس قدر کہ اس بندہ کو عطا کی جسے اپنے نفس کے ذلیل ہوتے کا پتہ چل گیا اور نہ ہی اللہ نے کسی بندہ کو اس قدر ذلیل کیا جس قدر کہ اس بندہ کو جسے اللہ نے اس کے نفس کے ذلیل ہونے سے بے خیر رکھ چھوڑا ہو۔

ابو محمد جریری ایک مرتبہ پورا ایک سال مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہے لیکن اس سارے عرصے میں نہ کسی سے ہم کلام ہوئے نہ کبھی سوئے اور نہ اپنی پشت زمین پر گئے دی، بلکہ کبھی پاؤں بھی نہ پھیلانے۔ ابوبکر کتانی نے ان سے پوچھا کہ ریاضت کا یہ درجہ آپ نے کیوں کر پایا اور اتنے بڑے مجاہدہ سے کیوں کر عہدہ بنا لیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اس حد تک باطن کی بدولت کہ جس نے اس کی حقیقت کو سمجھ لیا اور میرے ظاہر کو اس کی قوت عطا کی جس نے اسے برداشت کر لیا۔

## حضرت ذوالنون مصریٰ کا فرمان

حضرت ذوالنون مصریٰ کا قول ہے کہ مخلوق میں یہ چیزیں فساد دالتی ہیں۔

پہلی یہ کہ آخرت کے عمل میں نیت کی سُستی، دوسری یہ کہ لوگوں کے جسم ان کی آرزوؤں اور خواہشوں کے گرویدہ ہو جائیں تیسری یہ کہ موت کے قریب ان کی امیدیں لمبی ہوں۔ چوتھی یہ کہ اللہ کی رضامندی پر مخلوق کی رضامندی کو ترجیح دیں۔ پانچویں یہ کہ نفس انارہ کی ہوا ہو جس کی پیروی کریں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے متہ پھریں۔ چھٹی یہ کہ اگلے بزرگوں سے جو لغزشیں ہوئی ہیں انہیں اپنے نفس کے لیے حجت بتالیں، اور ان کی پوشیدہ صفات کو نظر انداز کریں۔ (رسالہ قبشیریہ)

**اصول مجاہدہ** | اصول مجاہدہ یہ ہے کہ اپنی خواہشات کی مخالفت کی جائے، جن چیزوں سے محبت ہو ان سے الگ رہے۔ دنیا کی جن چیزوں کی طرف اس کا میلان ہو ان سے نفرت کرے۔ عام وقتوں میں اگر معلوم کرے کہ نفس شہوتوں کی طرف چلا گیا ہے تو اسے پرہیزگاری اور خوفِ خدا کی لگام دے اور جب دیکھے کہ نفس سرکشی کرتا ہے، تمام عبادت اور حکمِ الہی کی موافقت سے گریز کرتا ہے تو خوف کا چابک بکڑ کر اپنے نفس کو اس سے راستی کی طرف مانتے۔ ہو اور ہوس اور نفسانی خواہشات کی طرف سے اس کا منہ پھیرے۔

**مکمل مجاہدہ** | بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ مجاہدہ چار چیزوں سے مکمل ہوتا ہے اول یہ کہ خدا تعالیٰ کو پہچانتے، دوسرے یہ کہ ابلیس کو جو اللہ کا دشمن ہے اچھی طرح جانتے۔ تیسرے یہ کہ اس بات کو دھیان میں رکھے کہ میرا نفس اکثر مجھے بڑے کاموں کی طرف ہی رغبت دلائے گا۔ چوتھے یہ کہ جو عمل بھی کرے خالص اللہ کے لیے کرے۔

## حقیقتِ مجاہدہ

مجاہدہ کی حقیقت اور اس کا تمام تر دار و مدار اس بات پر ہے کہ انسان اپنے نفس کو ان تمام امور سے چھڑا دے جن کا وہ عادی ہو چکا ہے اور اسے بالعموم اپنی خواہش کے خلاف کام کرنے پر مجبور کر دے۔ دو باتیں نفس کو تیک کام کرنے سے روکتی ہیں (۱) خواہشات میں منہمک ہونا (۲) اور اطاعت گزاری سے باز رہنا۔

جب نفس سرکشی ہو کر اپنی خواہش کے مطابق کام کرنا چاہے تو اس وقت تقویٰ کی لگام ڈال کر اسے روکن ضروری ہو جاتا ہے اور دین کے موافق کار بند ہونے سے اگر بجائے تو اسے اس کی خواہش کے خلاف چلانا چاہیئے اور جب نفس غصہ سے مشتعل ہو جائے تو اس وقت اس کی حالت کی رعایت رکھنا ضروری ہے کیونکہ غصہ میں نفس کے ساتھ جنگ

کرتے ہیں اچھا نتیجہ حاصل کرنے کے لیے اس سے ایسے نخلق سے پیش آنا چاہیے جو اس کے غلبہ کو توڑ دے اور ترمیمی کے ساتھ اس کی آگ کو بجھا دے اور جب نفس رعونت کی شراب کو جائز سمجھے اور اس کی خوبیاں بیان کرتے سے تہ کے اور دیکھنے والوں کے لیے تو بصورت بن کر پیش ہو تو اسے بھی توڑنا ضروری ہے مگر ساتھ ہی اس کے لیے رعونت کو اس طرح حلال قرار دیا جائے جس میں ذلت پائی جائے مثلاً یہ کہا جائے کہ یہ ایک حقیر و خسیس چیز ہے اور یہ ایک ناپسندیدہ فعل ہے۔

عوام کی کوشش اعمال کو پورے طور پر ادا کرنے میں ہوتی ہے اور خواص کا ارادہ اپنی حالت کو پاک و صاف کرنا ہوتا ہے اس لیے کہ بھوک اور بیداری کو برداشت کر لینا ایک آسان اور معمولی بات ہے اور اخلاق کے ساتھ جنگ کرنا اور خسیس و حقیر اخلاق سے پاک ہونا بہت مشکل امر ہے۔

نفس کی مشکل آفتوں میں سے ایک آفت یہ ہے کہ یہ اپنی تعریف سننے کو پسند کرے جس نے ایک گھوٹ ٹٹ بھی اس کا پی لیا یوں سمجھ لیں کہ اس نے زمین و آسمان کو ایک پلک پر اٹھالیا اس کی پہچان یہ ہے کہ جب یہ شراب (یعنی اپنی تعریف کی شراب) نفس کو نہیں ملتی تو وہ نیک اعمال کرنے میں سست پڑ جاتا ہے۔

حضرت منصور بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں

تین چیزوں سے بچو | نے ابو علی رودباری سے مجاہدہ کے بارے میں پوچھا تو

انہوں نے فرمایا کہ آفت تین وجوہ سے آتی ہے۔ طبیعت کی خرابی سے، عادت کے جڑ

پکڑنے سے اور صحبت کی خرابی سے۔ میں نے دریافت کیا کہ طبیعت کی خرابی کیا ہے؟ فرمایا

حرام کھانا۔ میں نے عرض کیا کہ عادت کے جڑ پکڑنے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا بڑی نظر، حرام

سے فائدہ اٹھانا اور دوسروں کو پیٹھ پیچھے برا کہنا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ صحبت کی خرابی کیا

ہے؟ فرمایا جب نفس میں کوئی خواہش پیدا ہو تو اس کی پیروی کرنا۔

خواص اور عوام کا مجاہدہ | عام لوگوں کا مجاہدہ یہ ہے کہ اعمال کو پوری طرح انجام دیں اور خواص کا مجاہدہ یہ ہے کہ اپنے احوال کا تصفیہ

کریں۔ بھوک اور پیاس کا برداشت کرنا اور شب بیداری آسان ہے لیکن بڑے اخلاق کا علاج دشوار اور مشکل ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم ادھم کا ارشاد | مجاہدہ کے بارے میں حضرت ابراہیم بن ادھم کا ارشاد ہے کہ جب تک آدمی ان چھ دشوار

منزلوں (گھاٹیوں) کو طے نہیں کر لیتا صالحین کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا پہلی گھاٹی یہ ہے، کہ اپنے اوپر عیش و نعم کا دروازہ بند کر لے۔ اور سختی کا دروازہ کھول لے۔ دوسری گھاٹی یہ ہے کہ اپنے لیے عزت کا دروازہ بند کر لے اور ذلت کا دروازہ کھول لے، سومں نیند کا دروازہ بند کر لے اور بیداری کا دروازہ کھول لے۔ چہارم آرام کا دروازہ بند کر لے اور تکلیف کا دروازہ کھول لے۔ پنجم دولت کا دروازہ بند کر لے اور فقر کا دروازہ کھول لے۔ ششم امید کا دروازہ بند کر لے اور موت کی تیاری کا دروازہ کھول لے۔

## مجاہداتِ اولیاء

حضرت اولیس قرنی نے راتوں کو اس طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ فرمایا کرتے تھے، آج رکوع کی رات ہے اور اس رات کو رکوع

ہی میں گزار دیتے، پھر فرماتے آج سجدہ کی رات ہے اور پھر وہ ساری رات ایک ہی سجدہ میں بسر کر دیتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔

حضرت ربیع کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا جی چاہا کہ اولیس قرنی کی زیارت کروں اور کچھ باتیں ان سے سنوں میں حاضر ہوا تو وہ صبح کی نماز میں مشغول تھے جب فارغ ہوئے تو میں نے دل میں کہا کہ ابھی بلانا ٹھیک نہیں تاکہ ان کی تسبیح میں خلل نہ پڑے۔ چنانچہ ان کے تسبیح



فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا لیکن آپ جیسے بیٹھے تھے ویسے ہی بیٹھے رہے، تسبیح سے ایک لمحہ بھی فارغ نہ رہے، وہاں سے اٹھے ہی نہیں، حتیٰ کہ اسی جگہ ظہر اور عصر کی نماز بھی ادا کی بلکہ دوسرے روز فجر کی نماز بھی وہیں پڑھی۔ اس وقت کہیں اتفاق سے نیند کا جھونکا سا آگیا تھا لیکن جلد ہی چوتھک اٹھے اور فرمایا، اے پروردگار! اس بہت سونے والی آنکھ سے اور بہت کھانے والے پیٹ سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ کیا تمھارے لیے اتنی ہی زیارت کافی نہیں ہے اور پھر واپس چلا آیا۔

**حضرت داؤد طائی کا مجاہدہ**

حضرت داؤد طائی روٹی پکا کر کھانے کی بجائے

آٹا پانی میں گھول کر پی لیا کرتے تھے۔ ان سے جب دریافت کیا گیا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ تو فرمایا کہ آٹا گھول کر پیتے ہیں روٹی پکانے کی نسبت اتنا وقت بچ جاتا ہے کہ اس میں پچاس آیات کی تلاوت کر لیتا ہوں پھر اتنا وقت محض روٹی پکانے میں ضائع کیوں کروں۔ (پیٹ تو یوں بھی تسکین پا ہی لیتا ہے) آپ ہی کا واقعہ ہے کہ کسی شخص نے پوچھا، یہ کڑی جو آپ کے مکان کی چھت میں ٹوٹی ہوئی ہے اسے ٹوٹے ہوئے کتنا عرصہ گزر چکا ہے؟ فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ ویسے اس مکان میں رہتے ہوئے مجھے تیس برس ہونے کو آئے لیکن میں نے کبھی چھت کی طرف دیکھا ہی نہیں (اس میں یہ رمز پوشیدہ ہے کہ بزرگوں کے نزدیک بے فائدہ کسی طرف نظر اٹھانا بھی مکروہ ہے۔)

**حضرت ابو یزید کا قول**

حضرت ابو یزید کا قول ہے کہ میں بارہ سال تک اپنے نفس کا لوہا ربا اور پانچ سال تک اپنے دل کا آئینہ بنا اور ایک سال میں ان دونوں کے درمیان دیکھتا رہا۔ دیکھا کہ میری کمر پر تو ظاہری زنا رہے۔ اس پر میں نے بارہ سال اس زنا کو کاٹنے میں لگائے۔ پھر میں نے دیکھا تو میرے باطن میں زنا رکھا جس کو کاٹنے کے لیے میں پانچ سال تک عمل کرتا رہا۔ میں دیکھتا کہ اسے کیسے کاٹوں۔

بالآخر معاملہ واضح ہو گیا۔ میں نے مخلوق کی طرف دیکھا تو اٹھیں مردہ پایا لہذا میں نے مخلوق پر (جنازہ کی) چار بجیریں کہیں۔ (یعنی مخلوق کو خیر باد کہا)

علقمہ بن قیسؓ سے پوچھا گیا کہ آپ اپنے نفس کو اس بُری طرح مبتلائے **مجاہدہ نفس** اذہار کیوں رکھا کرتے ہیں؟ فرمایا اس لیے کہ مجھے اس سے دوستی ہے

اور میں اسے دوزخ سے بچانا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے کہا لیکن اس کو اس قدر عذاب اور تکلیف میں مبتلا رکھنا آپ پر فرض تو نہیں کیا گیا؟ فرمایا، بہر حال جو کچھ مجھ سے ہو سکتا ہے اس میں کوتاہی نہیں کرتا ہوں تاکہ قیامت کو کم از کم یہ حسرت تو نہ ہو کہ اے کاش! وہ فلاں کام بھی کر ہی لیا ہوتا تو کتنا اچھا تھا۔

حضرت جنید بغدادی کا ارشاد ہے کہ یہ عجیب و **حضرت جنید بغدادی کا ارشاد** غریب بات سوائے سرے سقطنیؓ کے اور کسی

میں دکھائی نہ دی کہ آپ اٹھانوے برس تک زندہ رہے لیکن موت سے پہلے کسی نے آپ کا پہلو زمین پر لگتے نہیں دیکھا (یعنی جس کسی نے جس وقت بھی دیکھا آپ بیٹھے ہی ہوتے)

داؤد طائی سے ایک مرتبہ لوگوں نے کہا کہ **حضرت داؤد طائی سے تقاضا** اگر آپ داڑھی میں کنگھی کر لیا کریں تو کیا

مضائقہ ہے؟ فرمایا کنگھی کروں تو گویا یہ ثابت کروں کہ مردِ فارغ ہوں (یعنی یادِ الہی سے اتنی فرصت مجھے ہے کہ بیٹھا کنگھی کیا کروں)

ابوبکر عباسؓ نے چالیس برس تک زمین سے پہلو نہ **چالیس برس کا مجاہدہ** لگایا۔ آخر آنکھوں میں سیاہ موتیاں آتے آتے اس کی بھی

بیس سال تک گھر والوں کو خبر نہ ہونے دی۔

آپ ہر روز پانچ سو رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ اور عین عالمِ شباب میں بھی روزانہ تیس ہزار مرتبہ قل ہو اللہ کا ورد کیا کرتے تھے۔

## حضرت ابو عثمان حیرئی کا حکم

حضرت ابو الحسن وراق فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عثمان

حیرئی کی مسجد میں شروع شروع میں ہمارے لیے سب سے بڑا حکم یہ تھا کہ ہم اپنے اوپر دوسروں کو ان چیزوں میں ترجیح دیں جو فتوح کے طور پر ہمیں دی جائیں۔ نیز یہ کہ ہم کسی معلوم چیز پر رات نہ گزاریں اور جو شخص ہم سے بڑا برتاؤ کرے ہم اپنی ذات کے لیے اس سے بدلہ نہ لیں بلکہ ہم معذرت چاہیں اور اس کے سامنے تواضع کریں اور حسب ہمارے دلوں میں کسی کے متعلق حقارت پیدا ہو جائے تو ہم اس کی خدمت کریں۔ اور اس سے نیک برتاؤ کریں یہاں تک کہ وہ حقارت دل سے زائل ہو جائے۔

## حضرت عتبہ الغلام کا مجاہدہ

عتبہ الغلام کثرت مجاہدہ کے باعث کوئی لذیذ اور خوش ذائقہ چیز نہ کھاتے تھے اور نہ پیتے ہی تھے

ایک دن ان کی والدہ نے کہا بیٹا اپنے اوپر کچھ تو رحم کرو۔ آپ نے کہا اے ماں (میں اپنے اوپر کیا رحم کروں گا) رحم تو اس رحیم سے طلب کر رہا ہوں (اور پھر یہ اپنے اوپر بھی تو رحم ہے کہ) چند دن ہی کی تو بات ہے، یہ اگر رنج برداشت کرنے میں گزر جائیں تو ہمیشہ کی راحت نصیب ہو سکتی ہے۔ تو کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ کا بیٹا چند دن تکلیف برداشت کر کے ہمیشہ کے لیے راحت و سکون حاصل کر لے۔

## حضرت فتح موصلی کا مجاہدہ

ایک اور بزرگ کا بیان ہے کہ میں نے فتح موصلی کو دیکھا کہ رو سے ہے اور آنکھوں سے بہنے

والے آنسو خون آلود ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا بات ہے اور آنکھوں کا یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟ فرمایا ایک مدت تک اپنے گناہوں پر وہ آنسو بھی بہاتا رہا ہوں جو پانی کے قطرے ہوتے تھے اب ان آنسوؤں پر خون کے آنسو بہاتا ہوں جو اخلاص سے خالی رہ گئے تھے (اور یہ گئے تھے) آپ کی وفات کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ

آپ سے کیا معاملہ فرمایا؟ کہا اللہ الحمد کہ ہمیں تو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا اور یہ عزت و مرتبہ انھی آنسوؤں کی بدولت حق تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ اور ارشاد ہوا کہ میری عزت کی قسم! کہ چالیس برس تک تمہارا جو اعمال نامہ بھی فرشتوں نے میرے سامنے پیش کیا میں نے اسے خطا سے بالکل خالی پایا۔

**احمد بن زین کا معمول** | احمد بن زین کا معمول تھا کہ روزانہ نماز صبح سے لے کر نماز عصر تک مسجد ہی میں بیٹھے رہتے اور کسی جانب آنکھ اٹھا کر دیکھتے تک نہ دیکھتے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے پوچھا کہ یہ آپ اس طرح کیوں بیٹھا رہا کرتے ہیں کہ کسی طرف دیکھتے بھی نہیں؟ فرمایا کہ یہ درست ہے کہ حق تعالیٰ نے آدمی کو آنکھیں جو عطا فرمائی ہیں تو اس لیے کہ وہ اس کی عجیب و غریب صنعتوں کو بغور دیکھا کرے لیکن اس میں یہ شرط بھی تو شامل ہے کہ جو کچھ دیکھے عبرت کی آنکھ سے دیکھے۔ ورنہ اس کے نام پر ایک خطا لکھ دی جائے گی۔ (اور کیا معلوم کہ میں کتنی مرتبہ بغیر عبرت ہی مختلف چیزوں کو دیکھتا رہوں اور خطا کار بنتا رہوں۔)

**حضرت رابعہ پوری کا مجاہدہ** | حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضرت رابعہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ایک محراب میں تشریف لے گئیں اور ساری رات عبادت میں مشغول رہیں۔ میں بھی ایک گوشے میں پڑھنا شروع کر دیا۔ صبح دم میں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کا شکر کس طرح ادا کریں کہ اس نے ہمیں رات بھر مصروف عبادت رہنے کی توفیق و سعادت سے سرفراز فرمایا؟ رابعہ نے کہا اس شکر لانے کا طریقہ یہ ہے کہ آج ہم روزہ رکھیں۔

**حکایت** | حضرت سفیان ثوری کو ان کے اصحاب نے شدتِ خوف اور کثرتِ مجاہدہ میں دیکھا تو کہا اے شیخ اگر آپ اس مجاہدہ کو کچھ کم کر دیں تو بھی مراد پر پہنچ جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت شیخ نے فرمایا میں کیونکر پوری کوشش نہ کروں۔ میں نے سنا ہے کہ



اہل جنت اپنی منزل میں ہوں گے کہ اوپر ایک بہت بڑا نور ظاہر ہوگا اور اس کی رونق اور شدت روشنی کی وجہ سے آٹھوں جنتیں روشن ہو جائیں گی اور اہل جنت سمجھیں گے کہ یہ نور اللہ کی جانب سے ہے اور سجدہ میں گر پڑیں گے اس وقت ایک منادی آواز دے گا کہ اپنے سر اٹھاؤ یہ وہ نور نہیں ہے جس کا تمہیں گمان ہوا۔ یہ ایک حور کے چہرے سے نور چمکا ہے۔ جو اپنے خاوند کے سامنے مسکرائی ہے اور اس کے مسکرانے سے یہ نور ظاہر ہوا۔ حضرت شیخ نے فرمایا دوستو! جو شخص تو لبورت حور کے واسطے مجاہدہ کرے تو اسے ملامت نہیں کی جاتی، تو وہ شخص جو خدا کا طالب ہو اس کے لیے ملامت کیوں۔ پھر حضرت شیخ نے فرمایا جس کا مقام فردوس ہو اسے کچھ ضرور نہیں خواہ وہ کتنے ہی غم اور مصیبت میں گھرا ہوا ہو۔

## حکایت

حضرت مہیر البصری سلسلہ عالیہ چشتیہ کے پیشوائے اعظم ہیں۔ حضرت کا لقب امین الدین ہے۔ اپنی کنیت کے ساتھ شہرت رکھتے ہیں۔ شاہ پاک بصرہ کو آپ کی سکونت کا شرف حاصل ہے۔ آپ ۱۶۷ھ میں پیدا ہوئے۔ سترہ سال کی عمر میں تمام علوم کی تکمیل فرمائی اور قرآن پاک حفظ کر لیا۔ آپ کی طبیعت، قدرتی طور پر علم باطن اور ریاضیات و جہاد کی طرف مائل تھی۔ درویشوں کی صحبت کو پسند فرماتے تھے اور ہر وقت ذکر "لا الہ الا اللہ" میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت کی پاکی و طہارت کا یہ عالم تھا کہ سترہ سال کی عمر سے آخر تک قضاء حاجت کے سوا کبھی آپ بے وضو نہیں رہے۔ عبادت کا یہ حال تھا کہ ایک قرآن مجید دن میں اور دو قرآن مجید رات میں ختم کرتے تھے۔ تیس سال تک حضرت کا یہ دستور رہا کہ برابر روزہ رکھتے اور تیسرے چوتھے دن کچھ نوش فرماتے۔ حضرت کی خوراک تین نوالوں سے زیادہ کبھی نہیں ہوتی تھی وہ بھی اس طرح کہ جب آپ افطار کا ارادہ کرتے، تو کتابت کے ذریعہ سے کچھ کفاح حاصل کرتے اور اس سے کھانا بہم پہنچاتے۔ حضرت رات کو بالکل نہیں سوتے تھے۔ حضرت نے تیس سال کا زمانہ اس طرح بسر کیا کہ صائم الدہر اور گوشہ نشین رہے۔ کسی دولت مند کے گھر تشریف لے گئے نہ اسے اپنے پاس آتے دیا اور نہ

کسی کے گھر کا کھانا یا پانی نوش فرمایا لیکن ان عبادات اور مجاہدات کے باوجود ہنوز شاہد معنی کا رخ زیبیہ نقاب نہ ہوا اور آپ مشاہداتِ جمال کی مسرتوں سے محروم رہے آخر کار آپ نے تفریح و زاری کے ساتھ جناب باری میں دعا کی اور آپ کو بشارت ہوئی کہ حضرت صدیقہ عرشیہ کی خدمت میں جاؤ۔ چنانچہ آپ فوراً حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امتیازِ ارادت سے مشرف ہوئے۔ حضرت صدیقہ کمال شفقت و محبت اور مکرم و عزت کے ساتھ آپ سے پیش آئے اور فرمایا، ذاتی مجاہدات سے کچھ نہیں ہونا جب تک تعلیماتِ شیخ کو راہنما نہ بنایا جائے۔ چنانچہ حضرت ہبیرہ البصریہ ارادت کے بعد صرف ایک ہفتہ میں منزل مقصود کو پہنچ گئے۔ جو تیس سال میں طے نہ ہو سکی تھی۔ اس کے بعد حضرت کو خرقہ خلافت عطا ہوا۔ جب آپ نے خرقہ پہنا تو آپ زار زار روئے اور تار روئے کہ بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے اس گریہ و زاری کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں نے خرقہ پہنا تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مشائخ کرام کی ارواح مقدسہ موجود تھیں۔ مجھے حضرت شیخ نے سب سے روشناس کرایا اور سب نے میرے لیے دعا کی۔ مجھے روتا اس بات پر آیا کہ درویشی اولیاءِ ربیاء کا کام ہے۔ خدا نہ کرے کہ خرقہ پہننے کے بعد مجھ سے کوئی ایسی بات سرزد ہو جو درویشی کے نشایاں نہ ہو اور کل کو قیامت میں مجھے اللہ تعالیٰ اور ان بزرگوں کے روبرو شرمندہ ہونا پڑے۔ چنانچہ حضرت نے جب خرقہ پہنا اس وقت سے گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ آپ پانچویں چھٹے دن روزہ افطار کرتے تھے اور افطار میں کبھی بخوکی روٹی اور کبھی بے نمک سنبری ہوتی تھی۔

حضرت شیخ عبداللہ دیوری فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک دن ایک فقیر آیا اس کے چہرے پر نقاہت کے آثار نمایاں تھے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ نقاہت فاقوں کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ اس خیال کے آتے ہی میں نے فقیر کے کھانے کا بندوبست کرنا چاہا لیکن گھر میں کچھ موجود نہ تھا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ اپنی تعلیم رہن رکھ کر اس کے کھانے پینے کا بندوبست کروں لیکن نفس نے منع کیا کہ اگر تعلیم رہن رکھ دو

توشکے پاؤں کس طرح رہو گے پھر میں اپنا لوٹا رہن رکھنے کا ارادہ کیا، نفس نے پھر منع کیا اور کہا کہ وضو کس سے کرو گے۔ میں نے رومال رہن رکھنے کا ارادہ کیا، نفس نے پھر منع کیا اور کہا کہ تنگے سر کیسے رہو گے، اتنے میں فقیر عصا تھامے اٹھ کھڑا ہوا اور مجھے مخاطب کر کے کہنے لگا اے عبداللہ! اپنا رومال سنبھال کر رکھو۔ میں نے اللہ سے عہد کر لیا ہے کہ جب تک اس سے ملاقات نہ کروں روٹی نہیں کھاؤں گا۔ نقل ہے کہ حضرت عبداللہؓ اس کے بعد تیس سال زندہ رہے اور روٹی نہیں کھائی۔

**حکایت** حضرت شیخ ابوالقوارس شاہ بن شجاع کرمانیؒ ایک روزہ شکار کھیلنے کے ارادے سے نکلے اس زمانے میں آپ کرمان کے حاکم تھے۔ آپ شکار کی تلاش میں ادھر ادھر مائے مارے پھرے۔ آخر ایک جنگل میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نوجوان درندے پر سوار ہے اور بہت سے درندے اس کے ارد گرد پھیر رہے ہیں۔ جب درندوں کی نگاہیں حضرت پر پڑیں تو وہ آپ کی جانب حملے کے ارادے سے لپکے لیکن نوجوان نے انھیں روک لیا اور آپ کے قریب آیا آپ کو سلام علیک کے بعد کہا کہ اے حاکم کرمان! تم اللہ تعالیٰ سے کس قدر غافل ہو کہ دنیا کے لیے آخرت کی جانب سے اس قدر بے پروا ہو اور اپنی لذت و طلب میں اپنے آقا کی خدمت سے منہ پھیر رہے ہو۔ تمہیں خدا نے دنیا اس لیے عنایت کی تھی کہ تم اس کی عنایت کی مدد سے اس کی خدمت گزاری کر سکو۔ لیکن افسوس تم نے اسے عیش و نشاطِ محقق کا وسیلہ بنا لیا۔ ابھی وہ نوجوان یہ نصیحتیں کر رہا تھا کہ یکایک ایک ضعیف العمر عورت اپنے ہاتھ میں پانی کا پیالہ تھامے ہوئے آئی اور نوجوان کے حوالے کر دیا۔ نوجوان نے پہلے خود پییا اور جو باقی بچ گیا وہ اس نے حضرت کو دے دیا۔ حضرت نے پانی پی کر فرمایا کہ اس سے ٹھنڈی اور مسٹھی چیز میں نے کبھی نہیں پی۔ اتنے میں وہ عورت غائب ہو گئی۔ پھر اس نوجوان نے کہا یہ بڑھیا دنیا ہے اور خدا تعالیٰ نے اسے میری خدمت کے لیے مقرر کیا ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تخلیق کی تھی تو اس سے فرما دیا تھا کہ اے دنیا! جو کوئی میری خدمت کرے تو بھی اس کی خدمت کر۔

اور جو تیری خدمت کرے تو تو اس سے خدمت لے۔ جب حضرت نے یہ واقعہ دیکھا تو اسی وقت دنیاوی لہو و لعب سے تائب ہوئے اور جاوہ فقر پر گامزن ہو گئے۔

حضرت کرزین و برہ اپنے وقت کے ابدال تھے اور آپ کے مجاہدے کا یہ عالم تھا کہ روزانہ تین

## حضرت کرزین و برہ کا مجاہدہ

مرتبہ قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے کہا آپ نے اپنے اپنے اور پر کتنے رنج و آزار کو مسلط کر رکھا ہے۔ آپ نے پوچھا دنیا کی عمر کتنی ہے؟ لوگوں نے کہا سات ہزار برس۔ فرمایا اور قیامت کے ایک دن کی مدت کتنی ہے؟ لوگوں نے کہا پچاس ہزار برس کے برابر۔ فرمایا تو پھر تم ہی کہو کہ وہ کون احمق ہوگا جو سات روز کی تکلیف کے عوض پچاس روز کے سکون و راحت کو پسند نہ کرے گا اور قیامت کے پچاس ہزار برس کے لیے تو اگر ہم سات ہزار برس بھی جیتے رہیں اور مسلسل مجاہدہ کرتے رہیں تو کم ہے کہ اس ابدی راحت تک رسائی حاصل کر سکیں جس کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے اور یہ عمر تو ہے بھی بہت مختصر (کوئی سچ مچ ہزار برس کی ہے بھی نہیں)۔

ایک معمر عورت تھی اس سے اس کی حالت کی نسبت پوچھا گیا تو فرمانے لگی کہ جوانی کے عالم میں اپنے نفس میں چستی

## ایک عورت کا قصہ

اور ایک حالت پاتی تھی جس سے میں یہ سمجھتی تھی کہ میری حالت قوی ہے مگر اب جیب بوڑھی ہو چکی ہوں تو یہ سب کچھ جاتا رہا۔ اس سے میں سمجھی کہ (یہ حالت کی قوت نہ تھی بلکہ) یہ جوانی کی قوت تھی جسے میں نے حالت سمجھ لیا تھا۔

حضرت ابوعلی دقاق فرماتے ہیں کہ جیب اٹھوں تے یہ قصہ سنا تو انھیں بڑھیا پر رحم آیا

اور کہا کہ بڑھیا

بابا فرید گنج شکر نے ایک مرتبہ حضرت محبوب الہی رح کو

ایک عارف کا قصہ سنا تے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک

## ایک عارف کا قصہ



عارف نے مصائب و آلام سے گھبرا کر بارگاہ الہیہ میں عرض کی کہ اے مولا پاک! مجھ سے اب یہ سختیاں نہیں برداشت کی جاتیں، اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اگر تم میں تکلیف برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں تھا تو اس راہ پر قدم ہی کیوں رکھا تھا۔ یہ سن کر حضرت محبوب الہی رونے لگے۔

حضرت سید امیر علی ہمدانی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دیار روم میں میرا قیام تھا

## حکایت

ایک رات میں نے نماز تہجد کے لیے اٹھنے کا ارادہ کیا۔ سردیوں کی

سرخ بستہ رات تھی۔ وضو کرتے ہوئے سردی محسوس ہوتی تھی۔ مجھے میرے نفس نے محور کیا کہ اس گرم بستر میں سویا رہوں۔ میں نے اسی وقت نفس کی سرکشی کو توڑا اور برف پر چلنا شروع کر دیا پھر میں نے برف کو توڑا اور اس کے پانی سے غسل کیا۔ پھر میں متواتر چالیس یوم تک اسی طرح غسل کرتا رہا۔ اس کے بعد میں نے سات سال تک صرف تہمد باندھا کرتا رہتا تھا۔ پہنا اور کٹی کٹی دن فاقے سے گزار دیے اور اپنے آپ کو مجاہدے میں اس قدر ڈالا کہ میں سوکھ کر کاٹا ہو گیا آخر ایک رات خواب میں مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ انہوں نے مجھے لذیذ پکوان کھانے کا حکم دیا اور مجھے میری نفس کشی پر مبارکباد دی۔ حالت بیداری کے بعد میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اچھا کھانا کھایا۔ اس ریاضت سے میرے اندر انتہا درجے کی نفس کشی پیدا ہو گئی اور پھر زندگی بھر شیطان نے مجھے بہکانے کی کوششیں نہیں کی اور ایسے امتحانات میں اللہ تعالیٰ جس کو اپنا قرب عطا فرماتا چاہتا ہے اس کو کامیاب کرتا ہے۔ ہر کس و ناکس اس امتحان میں پورا نہیں آ سکتا۔ اور پھر اگر اللہ تعالیٰ حضور کی زیارت کروائے تو اس سے بڑی اور کیا سعادت ہو سکتی ہے۔

حضرت بابا فرید صاحب جنظکوں اور

## حضرت بابا فرید الدین کی ریاضت

پہاڑوں میں ریاضت فرماتے تھے۔

سوائے گھاس اور پتوں کے کچھ نہیں کھاتے پیتے تھے۔ ایک روز ایک کنویں پر پہنچے۔ ڈول اور رسی کی تلاش کرنے لگے تاکہ پانی پی سکیں۔ اتنے میں دور سے ہرنوں کی ڈانڈائی۔ ان کے

آتے ہی کنویں نے جوش مارا اور پانی اوپر چڑھ آیا۔ ہرن پانی پی کر جنگل کی طرف چوکڑیاں بھرتے چلے گئے۔ جب حضرت نے پانی پیتے کا قصد کیا پانی سمٹ کر پھر کنویں کے اندر چلا گیا۔ حضرت نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ پروردگار عالم! تو نے جانوروں کو تو پانی دیا۔ میں جو تیری راہ میں چلا ہوں مجھ سے پانی کو کیوں دور رکھا۔ آواز آئی اے فرید! تیری نظر ڈول اور رسی پر تھی جبکہ ہرنوں کی نظر صرف ہماری طرف تھی۔ کہتے ہیں اسی وقت سے حضرت اس کنویں میں چالیس دن لٹکے رہے اور نفس کو پانی نہ دیا۔ چالیس دن کے بعد قدرے خاک میں ڈال کر روزہ افطار کیا وہ خاک متہ میں پڑتے ہی شکر ہو گئی۔

**حکایت** | دن کسی سبب سے وہ پہلی صف میں رہ بیٹھ سکے۔ اور انھوں نے آخری صف میں نماز پڑھی۔ اس کے بعد مدت تک وہ دکھائی نہ دیے۔ لوگوں نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو کہا میں اتنے سال نماز پڑھتا رہا ہوں مگر جس دن میں نے آخری صف میں نماز پڑھی تو مجھے اس بات سے شرمندگی ہوئی کہ لوگوں نے مجھے آخری صف میں دیکھا ہے۔ اس پر میں سمجھ گیا کہ میں عمر بھر عبادت میں جو چستی دکھاتا تھا وہ ان لوگوں کے دکھانے کے لیے تھی اس پر میں نے اپنی نمازیں قصا کیں۔

**ابو محمد تعش کا قصہ** | ابو محمد تعش سے حکایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے اتنے حج تجرید کے طور پر کیے جن میں میں نے تھکان اور جھوک برداشت کی۔ بالآخر مجھے معلوم ہو گیا کہ ان تمام حجوں میں حظ نفس کی آمیزش تھی اور وہ اس طرح کہ ایک بار میری والدہ نے مجھے پانی کا ایک مٹکا لائے کہ کہا مجھے اس کا بہت بار محسوس ہوا۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ ان تمام حجوں میں میرے نفس نے جو میری موافقت کی ہے اس میں نفس کا حظ اور اس کی آمیزش تھی (اسی لیے اس نے موافقت کی اور اگر ان میں حظ نفس نہ پایا جاتا ہوتا تو نفس موافقت نہ کرتا) کیونکہ اگر میرا نفس قتا ہو چکا

ہوتا تو شریعت کے اندر جو حق بات تھی وہ اسے دشوار محسوس نہ ہوتی۔

## اہل مجاہدہ کے دس خصال

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ مجاہدہ نفس کرنے والے اہل طریقت کے لیے دس عمدہ خصلتیں ہیں جن پر وہ ہمیشہ عمل پیرا رہے۔ جب وہ اللہ کے حکم اور سنت نبوی کے اتباع میں ان خصال پر قائم و دائم رہیں تو معرفت و روحانیت کے بلند درجے پا لیتے ہیں۔

پہلی خصلت یہ ہے کہ بندہ قصداً یا سہواً جھوٹی یا سچی قسم ہرگز نہ کھائے اور خود کو قسم کھانے کا عادی نہ بنائے خواہ وہ قسم اللہ کے نام سے ہو۔ اس کی کتاب مقدس کے نام سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یا کسی بھی اور ذریعے سے، کیونکہ جب کوئی شخص قسم کھانے کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے نزدیک قسم کی کوئی عظمت و اہمیت نہیں رہتی اور وہ دانستہ یا نادانستہ اس کی خلاف ورزی کرنے لگتا ہے۔ جو بد عہدی کے علاوہ خدا کے غضب و غضب کو برا ٹھیکنے کرتا ہے لیکن جب انسان خود کو ترکِ حلف کا عادی بنالے اور اشد ضرورت کے وقت بھی قسم نہ کھائے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنے انوار و برکات نازل فرماتا ہے جس سے وہ ظاہری و باطنی نعمتوں میں اضافہ پاتا ہے اس کے درجات بلند ہوتے ہیں لوگوں میں اس کی تعریف و توصیف ہوتی ہے۔ لوگ اسے ایک عمدہ مثال سمجھ کر اس کی پیروی کرتے ہیں اور جو اسے دیکھتا ہے اس سے مرعوب و ہیبت زدہ ہوتا ہے۔

دوسری خصلت یہ ہے کہ بندہ اراداً یا ہمنسی مذاق میں جھوٹ بولنے سے احتراز کرے اس لیے کہ جھوٹ انسان کو بزدل، اس کے قلب و دماغ کو زنگ آلود کر دیتا ہے اور اس سے خلق خدا میں اس کا اثر و اعتبار اٹھ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں جو شخص انسانوں کے سامنے جھوٹ بول سکتا ہے وہ خدا پر بھی کذب و افترا پردازی اور بہتان طرازی سے گریز نہیں کرتا۔ اس

کے برعکس اگر وہ اپنی زبان کو سچ بولنے کا عادی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے شرح صدر عطا فرمائے گا اور اس کا سینہ علوم و معارف اسلامیہ کے لیے کھول دے گا۔ جب وہ دوسروں سے جھوٹ سنے گا تو اپنی زبان اور عمل سے ان کو سچ کی تبلیغ و تلقین کرے گا۔ نیز وہ جھوٹوں کی اس عادتِ بد کے رفع ہونے کی دعا کرے گا۔ القرض جھوٹ، ضعیف العقیدہ اور فاسق و فاجر لوگوں کا شیوہ ہے اور سچ یا حق کوئی صاحب ایمان اور یار و صلحاء اور صدیقین کا دستورِ عمل ہے۔

تیسری خصلت یہ ہے کہ جب بندہ کسی شخص سے کوئی عہد و پیمان کرے تو اپنے وعدہ کی خلاف ورزی ہرگز نہ کرے۔ قرآن و حدیث میں پابندی عہد کی پے در پے تاکید آئی ہے اور اسے ایمان کی ایک بہت بڑی علامت قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ”اے مسلمانو! تم اپنے عہد و پیمان کی تعمیل کیا کرو کیونکہ تم سے تمہارے وعدوں کے متعلق باز پرس ہوگی۔“ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جو شخص اپنے عہد و پیمان کی پابندی نہیں کرتا اس میں ایمان ہی نہیں۔“ پس یاد رکھو کہ کسی سے وعدہ کر کے توڑ دینے کے مقابلہ میں یہ طرز عمل زیادہ بہتر ہے کہ تو وعدہ ہی نہ کرے۔ بالفاظ دیگر ایسا وعدہ کرنے سے جس کی بعد میں تعمیل نہ کی جاسکے یا تعمیل کرنے کی نیت ہی نہ ہو اس وعدہ کا نہ کرنا ہی مبارک اور موجبِ فلاح و بہبود ہے۔ اس لیے کہ وعدہ کی خلاف ورزی بھی جھوٹ کی بدترین قسم ہے، قوتِ ارادی کا فقدان ہے۔ حسن سلوک اور خوش معاملگی کی بربادی ہے اور خلقِ خدا میں بدعہدی کرنے والے شخص کی کوئی عزت و وقعت نہیں رہتی لیکن جو شخص صداقت اور ذمہ داری کے ساتھ اپنے عہد و پیمان کی پابندی کرتا ہے وہ ہمیشہ اور لوگوں کی نظریں دن بدن زیادہ عزت و توقیر اور اعتماد حاصل کرتا جاتا ہے اللہ بھی اسے محبوب رکھتا ہے اور وہ دنیا و عقبیٰ میں فلاح و بہبود اور ترقی و کامرانی حاصل کرتا ہے۔

چوتھی خصلت یہ ہے کہ انسان کسی بی آدم یا چیز پر لعنت نہ کرے کیونکہ لعنت کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو پہنچتا ہے اور عالم الغیب ہونے کے لحاظ سے وہی خوب جانتا ہے کہ



کوئی شخص یا کوئی چیز لعنت کے قابل ہے اور معتوب و معصوب ہونے کی مستحق ہے۔ پس لعنت نہ کرنا اور مخلوقات کو ضرر و ایذا پہنچانا اولیاء اللہ اور برابر و صدیقین کی صفت ہے اور اس موضوع پر ان کا اتباع کرنے والے لوگوں کے درجات دنیا و عقبیٰ میں بلند کیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کی حفاظت فرماتا ہے پس مومن کو چاہیے کہ جگہ جگہ لعنت کرتے پھرنے سے اللہ کے علم و فعل میں دخل نہ دے اور دوسروں کو لعنت و ملامت کرنے کی بجائے اپنی سیرت اور اپنے عقیدہ و عمل کی اصلاح کرے۔

پانچویں خصلت یہ ہے کہ مسلمان کسی کے لیے بددعا کرنے سے پرہیز کرے اگر اس پر کسی کی جانب سے زیادتی اور ناخدا ترسی ہوئی ہے تو اس کے لیے بددعا کرنے کی بجائے اس کے راہِ راست پر آجاتے کی دعا کرے اور تحمل و برداشت سے کام لے، یہ خصلت اپنے صاحب کے درجات بلند کرتی ہے اور بندہ جیسا اس نیک صفت سے آراستہ ہو جاتا ہے تو اس میں سیرت کی پیشگی پیدا ہوتی ہے اور وہ مخلوق میں محبت و مقبولیت کے جذبات پیدا کرتا ہے اور قلوبِ مومنین میں اعزاز و احترام پاتا ہے۔ کلام اللہ میں بددعا کا جواز بھی صریحاً موجود ہے اور انبیاء نے جب کبھی بعض اقوام یا افراد کو یقینی طور پر بددعا کا مستحق پایا ہے تو ان کے لیے مختلف مواقع پر بددعائیں کی ہیں۔ لیکن جب کوئی شخص بددعا بھی کرنے لگے تو ہمارے بیان کے مطابق پہلے اسے ہر لحاظ اور ہر حیثیت سے یہ یقین و اطمینان کر لینا ہوگا کہ بددعا دیا جانے والا شخص ٹھوس بنیادوں پر فی الواقع بددعا کا مرجع و مستحق ہے۔

چھٹی خصلت یہ ہے کہ مومنین اور اہل قبلہ میں سے کسی شخص پر یقین و وثوق کے ساتھ کافر و مشرک یا متافق ہونے کا حکم نہ لگائے تا وقتیکہ اس کے پاس کوئی پتہ اور واضح ثبوت مہیا نہ ہو جائے، کسی کی تکفیر کرنا ایک بہت نازک اور ذمہ داری کا فعل ہے اور ہر شخص کو بلا سوچے سمجھے اور تحقیق کیے اس کا مرتکب نہیں ہونا چاہیے۔ بخلاف اس کے کہ کسی کی تکفیر نہ کرنا علم الہی میں دخل دینے سے بچتا ہے، اتباع سنت نبوی ہے۔ اور

مومن کے لیے احتیاط کا اچھا طریقہ ہے۔ یہ خصلت اللہ کی رحمت و رضامندی سے بہت قریب ہے اور انسان کسی کلمہ گو مسلمان کو کافر یا منافق قرار دینے سے محفوظ رہتے ہوئے اپنے ہی ایمان کی نگہداشت کرتا ہے اور خدا کا مقصوب ہونے سے بچتا ہے۔

پھر ساتویں خصلت یہ ہے کہ انسان گناہ و معصیت میں مبتلا کرنے والی یا حرام و ناجائز چیزوں کو دیکھتے یا ان کی طرف راغب ہونے سے پرہیز کرے اور اپنے اعضاء کو تواری یعنی اللہ تعالیٰ کی ممنوع قرار دی ہوئی چیزوں سے محترز رکھے۔ یہ احکام الہی کا احترام ہے جس کے لیے بندے کو دنیا و عقبیٰ میں عزت و سرفرازی عطا فرماتا ہے۔

آٹھویں خصلت یہ ہے کہ مخلوقات میں سے کسی پر، خواہ وہ پتے سے بڑا ہو یا چھوٹا، اپنا بوجھ ناروا طریق پر نہ ڈالے۔ اور انھیں ظلم و زیادتی سے مکلف نہ کرے۔ یہ خصلت دیدار اور ذاکر و عابد لوگوں کی عزت ہے اور اسی کی تعمیل سے وہ مؤثر طور پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قوت و توفیق پاتے ہیں۔ جب مومن کی روش ہو اور وہ اپنی حاجات اور ضروریات کے لیے اللہ کے علاوہ مخلوقات کو مکلف نہ کرے اور نہ ان کے صدقات پر نظر رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے توکل اور استغناء کی بے مثل صفات عطا فرماتا ہے۔ یہ خصلت، توجید و اخلاص کا بلند رتبہ پانے کے لیے سب سے اہم اور مفیدہ صفت ہے۔

نہیں خصلت یہ ہے کہ مسلمان حرص و ہوس کا اتباع نہ کرے۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر حمد و شکر بجالائے اور مخلوقات کو اپنی خواہشات و مطالبات کا مرجع نہ بنائے۔ یہ توکل کی روح ہے اور اعتماد علی اللہ کا اصول۔ اور یہ ان برگزیدہ بندگانِ حق تعالیٰ اور اولیاء اللہ کی علامات میں سے ہے جنہوں نے مخلوقات سے روابط منقطع کر کے اللہ تعالیٰ سے اپنے روحانی و معنوی تعلق کو محکم و استوار کیا۔ اور انھیں دنیا و عقبیٰ میں سعادت و فلاح حاصل ہوئی۔

دسویں خصلت یہ ہے کہ تواضع اختیار کی جائے اور عجز و انکساری کو اپنا شعار بنایا

جائے، تواضع سے مسلمان کا رتبہ بلند ہوتا ہے۔ خالق و مخلوق کے نزدیک وہ عزت و توقیر حاصل کرتا ہے اور اس کی دعا و مناجات میں یہ اثر پیدا ہوتا ہے کہ وہ دنیا و آخرت کی جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مہیا فرمادیتا ہے۔ یہ خصلت تمام عبادات کی اصل ہے۔ اور ایمان و اخلاق کی تمام عمدہ صفات اسی سے جنم لیتی ہیں۔ اسی خصلت سے مومن ان اولیاء اللہ کی سیرت پاتا ہے جو راحت یا تکلیف اور خوشی یا غمی دونوں میں راضی رہتے ہیں۔ اور یہ خصلت تواضع حقیقت میں کمال تقویٰ ہے۔ اور تواضع کی تعریف یہ ہے کہ انسان کسی کو حقیر ادنیٰ نہ سمجھے اور جس سے بھی ملے، سمجھے کہ ممکن ہے علم الہی میں یہ شخص رتبہ و صفات میں مجھ سے بلند تر ہو لہذا اگر وہ اس سے چھوٹا ہے تو سمجھے کہ اس نے اللہ کی اس قدر نافرمانی نہیں کی جس قدر میں نے کی ہے اور اس لیے وہ مجھ سے بہتر ہے۔ اور اگر وہ اس سے بڑا ہے تو کہے کہ اس نے مجھ سے پہلے اللہ کی عبادت شروع کی اور مجھ سے زیادہ نیکیاں کیں لہذا اسے مجھ پر فوقیت حاصل ہے اور اگر وہ عالم ہے تو سمجھے کہ اسے وہ نعمت و فضیلت دی گئی ہے جس تک میری رسائی نہیں ہوئی۔ اس نے وہ کچھ سیکھا سمجھا اور معلوم کیا ہے جو میں نے نہیں کیا۔ نیز وہ علم سے متمتع ہو کر اس سے اپنے عقیدہ و عمل کی اصلاح کا فائدہ بھی اٹھاتا ہے لہذا اس کی فضیلت و برتری مجھ پر مسلم ہے۔ اگر وہ جاہل ہے تو کہے کہ اس نے اللہ کی جتنی کچھ نافرمانی کی ہے وہ علم نہ ہوتے ہوئے کی ہے۔ لہذا اس جہت سے مجھ پر اس کی برتری ظاہر ہے اور اگر وہ کافر ہے تو کہے کہ میں نہیں جانتا شاید وہ مسلمان ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اسے کسی بھی وقت اپنی توفیق و نصرت سے راہِ حق دکھائے اور پھر اس کا خاتمہ ایمان و اسلام پر ہو۔ لہذا میرے لیے اس کی تحقیر جائزہ نہیں۔ پس تواضع بہت سے اوصاف پسندیدہ کی جڑ ہے اور اس سے طبع انسانی میں کبر و غرور پیدا ہونے کی بجائے خلقِ خدا سے ہمدردی اور محبت و شفقت کے جذبات جنم لیتے ہیں۔ علاوہ ازیں جب بندہ متواضع ہو جائے گا تو اللہ تم سے آفاتِ نفس سے محفوظ رکھے گا۔ لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت و توقیر پیدا کرے گا اور

اسے اپنے مقبول و محبوب بندوں میں شمار کرے گا۔ حسبِ حدیث "تواضع عبادت کا مغز ہے" یہ متقی اور راستباز لوگوں کی پہچان ہے اور کوئی شے اس سے افضل نہیں ہے۔ اس کے باعث مومن کی زبان لغویات و نہرلیات اور دل آزار باتوں سے محفوظ ہو جاتی ہے اور وہ ظاہر اور باطن میں یکساں ہو جاتا ہے۔ وہ نہ خود کسی کی غیبت کرتا ہے نہ دوسروں سے کسی کی غیبت سنتا گوارا کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن و حدیث میں غیبت کی بہت مذمت آئی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں تواضع اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (فتوح الغیب)

اللہ کے حضور سچی توبہ کرنے کی رہنما کتاب

اللہ میری توبہ

عالم فقہی



## باب

## دُعا

اللہ چاہتا ہے کہ اس کے دوست صرف اسی کے سامنے ہاتھ پھیلائیں، جو مانگتا ہے اسی سے مانگیں۔ اللہ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی انسانوں کا چارہ ساز نہیں اور مانگنا انسانی فطرت ہے اس لیے جب انسان پر مصیبت یا تکلیف آتی ہے تو اس کے دل سے اللہ کے حضور التجا نکلتی ہے، یہی التجا حقیقت میں دعا ہے۔ دعا جتنی انسان کے دل کی گہرائیوں سے نکلے گی اثر رکھے گی۔ دعا بھی دراصل اللہ کے ذکر ہی کی ایک صورت ہے اور عبادت میں شمار کی جاتی ہے۔

اللہ کائنات کا مالک و خالق ہے۔ زمین و آسمان اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ یہ سورج چاند ستارے اسی کے سجائے ہوئے ہیں۔ یہ زندگی اسی کی عطا کردہ ہے۔ یہ دنیا کی رونق اسی کے دم سے ہے۔ موت و حیات اسی کے اختیار میں ہے۔ وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی چیز اس کے قبضہ سے باہر نہیں۔ یہ سب کچھ اسی کی ملکیت میں ہے، وہی ہمارا حاکم ہے۔ اس کے سوا ارض و سما میں کوئی حکومت کا مالک نہیں۔ تا ابد اسی کی حکومت ہے اور اسی کا حکم چلتا رہے گا۔ اللہ بڑی شان والا ہے اس کی مثل کوئی نہیں، اللہ ہر لحاظ سے قوت والا ہے زمین و آسمان میں اسی کا علیہ ہے۔ وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ نفع و نقصان کا اصل مالک وہی ہے، عظمت اور مرتبہ والا وہی ہے۔ جلیل و کریم اسی کی ذات ہے۔ وہ عیب سے پاک و منزہ ہے۔ وہ بزرگی کی ہر صفت میں کامل ہے۔ وہ حسن و جمال میں بیکتا ہے وہی حمد کے لائق ہے۔ وہ علیم ہے خبیر ہے۔ وہ ایک ہے وہ ہمیشہ سے قائم دائم ہے اور ہمیشہ رہے گا

وہی اول وہی آخر ہے وہی ظاہر اور وہی باطن ہے۔ وہی سمیع ہے اور وہی بصیر ہے۔  
 جب ہر لحاظ سے اللہ ہی انسان کا کارساز ہے، پھر اسی کو حق حاصل ہے کہ اسی کو معبود  
 برحق مانتے ہوئے اسی کی عبادت کی جائے اسی کا ذکر کیا جائے اسی کے حضور اپنی آرزوئیں پیش  
 کی جائیں۔ مصیبتوں میں اسی کو پکارا جائے اسی کے حضور اپنے دکھ سنائے جائیں۔ وہ ہر ایک  
 کی آواز سنتا ہے اور جواب دیتا ہے۔ وہ ہر دل کی پکار سے آگاہ اور قبول کرتا ہے۔ وہ  
 چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس سے مانگتے رہیں اور وہ عطا کرتا ہے مگر اے بندے! مانگنے  
 کا طریقہ کسی اللہ والے سے سیکھ جس کے لٹھے ہوئے ہاتھ اللہ خالی نہیں لوطاتا۔  
 یا الہی! تو میرا شاہ ہے میں تیرا گدا ہوں، تو میرا آقا ہے میں تیرا غلام ہوں تو میرا خالق ہے  
 میں تیری مخلوق ہوں۔ تو میرا معبود ہے میں تیرا عبد ہوں۔ تو یاری المصور ہے میں تیرا بنایا ہوا  
 انسان ہوں۔ تو قدوس ہے میں سراپا تقصیر ہوں۔ تو میرا حاکم ہے میں تیرا محکوم ہوں۔ تو  
 میرا کریم ہے میں گدائے کرم ہوں، تو بے نیاز ہے میں تیرا نیاز مند ہوں۔ جب ہر طرح سے  
 تو ہی میرا کارساز ہے تو پھر میں تیری بارگاہ ہی میں جھکوں گا۔ تجھ ہی سے مانگوں گا۔ ترخم  
 جگر تجھے ہی دکھاؤں گا کیونکہ تیرے سوا میرا کوئی نہیں۔ تو پھر میرے دوست! جب ہر طرح  
 خدا ہی سے مانگنا ٹھہرا تو پھر شرم کیسی، حجاب کیسا اور غرور کیوں، مایوسی اور ناامیدی کیوں؟  
 وہ تو تیرا اور میرا پروردگار ہے۔ آ اسی کے حضور حاضر ہو، جہن نیاز کو جھکا دے سر بسجود  
 ہو جا، دل سے غیروں کو نکال دے، اجنبیت کو توڑ دے، لذتِ نفس کو ترک کر دے ہنگامہ  
 آدائی کو خیر باد کہہ دے۔ ظلمت کدے کو چھوڑ دے، محفلِ زنداں سے منہ موڑ لے۔ کوچہ  
 یار کی راہ پوچھ، اپنے سوز جگر کو دیوانہ وار کر یا دیدہ دل کے راز کو آشکار کر۔ قلب و نظر  
 یا دِ الہی میں خاکستر کر دے۔ موجِ نفس کو خوابِ غفلت سے بیدار کر۔ رہبرِ محبت بن،  
 خدا کے حضور ویدہ تر سے حاضر ہو جا پھر دیکھ تیری دعا کیسے قبول ہوتی ہے۔ تیرے مقدر کا  
 ستارہ کیسے جگمگاتا ہے، تیری آرزوئیں کیسے شرمندہ تعبیر ہوتی ہیں۔ تیرے ارمانوں کی

دنیا کیسے پوری ہوتی ہے۔ مگر یاد رکھ تیری تو اے شوق اسی وقت پوری ہوگی جبکہ تو اس کا بندہ بنے گا اور جب تو اس کا بندہ بن گیا تو تیری ہر دعا قبول ہے بلکہ تیری زبان پر وہ خود بول اٹھے گا۔

## حکیم دعا

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں بیشمار مقامات پر دعا کا حکم دیا ہے اور اذعوا کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ دعا سے مراد ذکر، پکار اور دعوت ہے یعنی اپنی ہر حاجت کو اللہ کے حضور سے طلب کرو۔ قرآن مجید کی جن آیات میں دعا کا حکم دیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۚ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ۔

اور اے محبوب! جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں، تو میں قریب ہوں۔ جب کوئی مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں، تو انھیں چاہیے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں تاکہ راہ ہدایت پر قائم رہیں (بقرہ: ۱۸۶)

اللہ کے بندے اللہ کے حضور دعائیں کرتے ہیں اور ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اس لیے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ سے دعا مانگا کرو اور کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ دعاؤں ہی سے راہ ہدایت ملتی ہے۔

قُلْ مَنْ يُنَجِّبِكُمْ مِّنْ ظُلُمَاتٍ اَلْبَرِّ ۗ وَ اَلْبَحْرِ تَدْعُوهُ تَضَرُّعًا وَ خُفْيَةً ۗ لَّيْنًا نَّجِّنَا مِنْ هٰذِهِ نَكُوتُنَّ مِنْ اَلشَّكْرِ ۗ

اے محبوب! فرنادیجیے کہ وہ کون ہے جو تمھیں جنگلی اور دریا کی مصیبتوں سے نجات دیتا ہے جبکہ تم اس کے حضور گڑگڑا کر پوشیدہ طور پر دعا کرتے ہو کہ اگر وہ ہمیں اس سے نجات دے تو ہم ضرور اللہ کے شکر گزار بنیں گے۔ (پ ۷، انعام: ۶۳)

مصائب کی صورت میں اللہ کے حضور دعا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ جب کوئی اسے پوشیدہ طور پر دل میں یا علیحدگی میں پکارتا اور اس کے حضور دعا گو ہوتا ہے تو اللہ اس کی فریاد سن کر اس کی تکالیف ختم کر دیتا ہے تو اسے دعا کی قبولیت پر شکر گزار ہونا چاہیے۔  
دعا کے بارے میں ایک اور مقام پر مزید فرمایا:-

قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ هُكَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ۖ

آپ فرمائیے کہ میرے رب نے حکم دیا ہے کہ انصاف کرو اور ہر نماز کے وقت اپنے چہرے کو قبلہ کی طرف کرو اور اسی کے بندے ہو کر اس سے مانگو، جس طرح اس نے تمہیں پیدا کیا ویسے ہی تم لوٹنے جاؤ گے۔ (پ ۸، اعراف ۲۹)

اس آیت میں بھی بتایا گیا ہے کہ اسی کی عبادت کرو اور اس کے بعد دعا مانگو کیونکہ اسی میں عظمت ہے۔

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً وَأَنْتُمْ لَا يُحِيبُ الْمُعْتَدِينَ هَ وَآلَ تَفْسَادٍ وَفِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِسْلَامِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ لِلْمُحْسِنِينَ ۝

اپنے رب سے عاجزی اور پوشیدگی میں دعا کرو بیشک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور اس کی اصلاح کے بعد زمین میں فساد نہ پھیلاؤ، دعا مانگو اس سے ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے۔ بیشک اللہ کی رحمت نیک لوگوں کے بہت قریب ہے (پ ۸، اعراف ۵۵ تا ۵۶)

اصول دعا یہ ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں دعا عاجزی سے مانگی جائے اور خاموشی سے کی جائے تو بہت بہتر ہے انشاء اللہ جلد قبول ہوگی۔ دعا کے وقت خوفِ الہی اپنے دل میں طاری کرنا چاہیے کیونکہ جن کے دل میں خوفِ الہی ہوتا ہے اللہ ان کی بہت جلد سنتا ہے۔ تکبر کے ساتھ دعا کرنا منع ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ:



پریشان حال کی دعا کون قبول کرتا ہے جبکہ وہ دعا  
 کرے اور اس کی تکلیف کو کون دور کرتا ہے۔  
 اور پتھیں زمین میں نایب بناتا ہے۔ کیا اللہ کے  
 ساتھ کوئی اور معبود ہے (بالکل نہیں) تم بہت کم  
 عبرت حاصل کرتے ہو۔ (پ ۲۰، نمل ۶۲)

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُسْتَظِرَّ إِذَا دَعَاهُ  
 وَيَكْثِفُ الشُّوْعَ وَيَجْعَلُكُمْ  
 خُلُقَاءَ الْأَرْضِ طَعَّرَ إِلَهُ مَعَ  
 اللَّهُ طَقِيلًا مَّا تَدَاكُرُونَ ۝

پریشانی اور سختی میں اللہ تعالیٰ ہی دعاؤں کو قبول کرتا ہے کیونکہ اسی کی بارگاہ میں ہر ایک  
 بے قرار کو پناہ ملتی ہے لہذا اسی کو پکارو۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو۔ میں  
 قبول کروں گا بیشک وہ لوگ جو عبادت کی وجہ  
 سے تکبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر  
 جہنم میں داخل ہوں گے۔ (پ ۲۴، مومن ۶۰)

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ  
 لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ  
 عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ  
 جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ۝

قبولیت دعا کی مزید تصدیق کی گئی ہے کہ جو مجھ سے خلوص دل سے دعا مانگتا ہے میں  
 قبول کریتا ہوں۔ اس لیے کوئی مانگے تو سہی اور فقراء کا اندازہ طلب کیجئے، کیونکہ اللہ سے  
 صحیح انداز سے دعا کرنا صرف اللہ کے فقروں کو آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام میں مزید تاکید دعا فرمائی ہے:

هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ دَعَا دَعْوَةً  
 مَخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ط  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝  
 دعا کرو، ہر توفیق اسی کے لیے ہے جو تمام  
 جہانوں کا رب ہے۔ (پ ۲۴، مومن ۶۵)

اللہ کی شان ہے کہ وہ زندہ ہے وہ ہمارا معبود ہے اسی کی عبادت کی جائے جس میں

اخلاص ہو اور پھر اسی کے حضور اپنی فریاد کی جلئے کیونکہ ہر تعریف کے لائق صرف وہی ہے  
 دعا دراصل عبادت کا ایک حصہ ہے کیونکہ انسانی زندگی کا اصل مقصد عبادت اور  
 اطاعت ہے اور یہی عبادت انسان کو مقام عبودیت تک پہنچاتی ہے اور جتنا کوئی مقام  
 عبودیت میں اللہ کے قریب ہو جاتا ہے اس کی دعا بارگاہ رب العزت میں فوراً قبول ہوتی ہے  
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا نے عبودیت میں اور جنہیں ان کا قرب اور مقام محبوبیت  
 حاصل ہو جاتا ہے وہ بھی اللہ کے منظور نظر بن جاتے ہیں اور ایسے لوگوں کی دعا بھی اللہ  
 کے حضور مقبول ہوتی ہے۔ اس لیے اولیائے کاملین کی دعائیں درجہ قبولیت رکھتی ہیں۔  
 کیونکہ انہوں نے باطنی طور پر اپنے آپ کو اس حد تک پاکیزہ کیا اور حق بندگی ادا کیا کہ اللہ  
 کو ان سے پوچھنا پڑا کہ بتاؤ کیا مانگتے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا یا الہی! تیری رضا ہی کے  
 طالب ہیں۔ کیونکہ اولیائے کاملین صرف رضائے الہی کے طالب ہوتے ہیں اور یہی رضائے  
 الہی انہیں اطاعت اور شکر گزاری کے اس مقام تک لے جاتی ہے کہ اگر وہ کسی کی تقدیر  
 بدلنے کے لیے اللہ کے حضور دعا کر دیں تو ان کی التجا پر اللہ تعالیٰ دوسروں کی تقدیر تک  
 بدل دیتا ہے اور یہ مقام تب پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان دل سے دنیا کو ہر طرح  
 چھوڑ کر یاد الہی میں مرنے سے پہلے مر جاتا ہے اور پھر نگاہِ مومن سے تبدیلی تقدیر کا  
 مقام حاصل ہوتا ہے۔

دعا قبول ہو یا نہ ہو بہر حال اللہ کے حضور دعا کرتے رہنا چاہیے بعض اوقات یوں  
 ہوتا ہے کہ انسان کی ایک دعا قبول تو ہو جاتی ہے لیکن پوری ہونے میں کچھ مدت لگ جاتی  
 ہے اور انسان بے صبر ہونے کی وجہ سے فوراً اللہ سے گلہ شکوہ شروع کر دیتا ہے مثلاً  
 ایک آدمی غریب ہے وہ اپنے لیے اللہ کے حضور فراوانی رزق یعنی مالدار ہونے کے لیے  
 دعا کرتا ہے اور اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے تو اس کے مالدار ہونے میں کچھ وقت لگے گا  
 اللہ پہلے اس کے اسباب پیدا کرے گا پھر حیب چاہے گا اس کے مال و دولت میں اتنا اضافہ

ہو جائے کہ ہو سکتا ہے وہ سینہاں سے لیکر یعنی لوگ یوں کرتے ہیں کہ اللہ کے حضور کسی چیز کے لیے دعا کی لیکن اگر وہ پوری ہوتی ہوئی نظر آئی تو فوراً اللہ سے مایوسی کا اظہار شروع کر دیا اپنی قسمت کو بڑا بھلا کہنے لگے تو ایسا کرنے سے سوائے اللہ کی تارا شکی مولیٰ بیتی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا بلکہ ہر صورت میں صابر اور شاکر ہو کر اللہ کے حضور دعا مانگتے رہنا چاہئے انشاء اللہ ایک نہ ایک دن دعا ضرور قبول ہوگی کیونکہ بعض اوقات دعا قبول نہ ہونے میں انسان ہی کی بہتری ہوتی ہے اس لیے اللہ سے مایوسی کا اظہار نہ کیا جائے۔

## فضیلتِ دعا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا عبادت کا معزز ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا سے زیادہ معزز اور کوئی چیز نہیں ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت نعمان بن بشیرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دعا عبادت ہے۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو سنتا ہوں۔ (نسائی)

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس کے لیے قبولیت دعا کے دروازے کھولے گئے اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین دعا یہ ہے کہ اس سے عاقبت کے لیے دعا کی جائے۔ (ترمذی)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تمہارا رب حی و کریم ہے جب بندہ دعا کے لیے اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاتا ہے تو اس کو حیا آتی ہے کہ وہ بندے کے ہاتھوں کو خالی واپس کر دے۔ (ابوداؤد)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا کے علاوہ اور کوئی چیز قضا کو تبدیل نہیں کرتی۔ اور عمر کی زیادتی کا سبب سولے نیکی کے اور کوئی نہیں۔ (ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا ہر اس مصیبت کو رفع کرتی ہے جو آئی ہو یا نہ آئی ہو۔ لے اللہ تعالیٰ کے بندو! خود پر دعا کو لازم کر لو۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کوئی فرد نہیں جو اللہ سے مانگتا ہے مگر رب تعالیٰ اس کو وہ عطا فرمادیتا ہے جو وہ مانگتا ہے یا اس سے بلاؤں کو دفع فرمادیتا ہے جب تک کہ وہ شخص گناہ کی دعا نہ کرے یا قطع رحمی کی دعا۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ سے دعا کرو تو تمہیں اس کی قبولیت کا یقین ہونا چاہیے اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ غافل دلوں کی دعا کو قبول نہیں کرتا۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اشتیاق کی دعا گھبی رو نہیں ہوتی۔ روزہ دار کی دعا جو وہ افطار کے وقت کرتا ہے۔ امام عادل کی دعا اور مظلوم کی دعا۔ ان دعاؤں کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اوپر بلند فرمادیتا ہے ان کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں رب کریم فرماتا ہے مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں ان کی ضرورتوں کو دل کا چاہے کچھ عمرہ کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔ (ترمذی)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے عمرہ کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت دے کر فرمایا بھائی! ہمیں بھی اپنی دعا میں شریک کرنا نہ بھولنا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ مجھے اس جملہ سے زیادہ اور کوئی جملہ مسرت نہیں دیتا تھا۔ (ترمذی)



حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیر موجود کے حق میں غیر موجود کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے رب سے حاجتوں کو طلب کرے یہاں تک کہ اگر جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اس کے بائیں میں بھی۔ (جامع ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین دعاؤں کی قبولیت میں کوئی شک نہیں۔ والد کی دعا اولاد کے حق میں، مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اللہ سے دعا کرو تو ہتھیلیوں کا رخ چہرہ کی طرف رکھو اور ہاتھوں کی پشت تمہارے چہرہ کی جانب نہ ہو اور جب دعا سے فارغ ہو تو ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر پھیر لو۔

ایک اور روایت جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس طرح ہے کہ اللہ سے دعا ہاتھوں کے اندرونی حصہ کی طرف سے مانگو اور ہاتھوں کے بیرونی رخ سے طلب نہ کرو اور جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھوں کو چہرے پر پھیر لو۔ (ابوداؤد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تو ان کو منہ پر پھیرنے سے پہلے نیچے نہ رکھتے۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع دعاؤں کو پسند فرماتے تھے اور ان کے علاوہ دوسری دعاؤں کو ترک فرماتے تھے۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تم

سے اس کے فضل کی طلب کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے سامنے دستِ طلب بڑھایا جائے اور بہترین عبادت وسعت اور فراخی کا انتظار کرنا ہے۔ (جامع ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اس طرح نہ کہے کہ تھلاؤ تھلاؤ اگر تو چاہے تو میری مغفرت فرما دے۔ بلکہ یقین اور رغبت کے ساتھ دعا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کچھ دینے سے کوئی روکتے والا نہیں ہے۔

(مسلم شریف)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی باتوں اور اموال اور اولاد کے لیے بددعا نہ کرو کیونکہ ایسا نہ ہو کہ وہ قبولیت کی ساعت ہو اور تمہاری

دعا قبول ہو جائے۔ (مسلم)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی عدم موجودگی میں اگر اس کا کوئی بھائی دعا کرتا ہے تو وہ مقبول ہوتی ہے اور دعا کرنے والے کے ساتھ ایک فرشتہ متعین کر دیا جاتا ہے جب وہ اپنے بھائی کے لیے دعا کرتا ہے تو مقررہ فرشتہ اس کی دعا پر آمین کہتا ہے اور اس کے لیے بھی ویسی ہی دعا کی قبولیت کی دعا کرتا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تبندہ جب تک گناہ، قطع رحم اور جلدی نہیں کرتا تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے اس وقت نبی علیہ السلام سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! جلدی سے کیا مطلب ہے؟ تو آپ نے فرمایا دعا کرنے والا یہ کہے کہ میں نے دعا کی لیکن اس کی قبولیت کی کوئی علامت میں نے نہیں دیکھی اور دعا کو قبول ہوتا دیکھ کر تھک کر بیٹھ جائے۔ (مسلم)

پیشہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور! آپ ہمیں کس چیز کی

**حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت**

طرف بلا ہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ کی طرف جو اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں جو اس وقت تیرے کام آتا ہے جب تو کسی مصیبت میں پھنسا ہوا ہو۔ وہی ہے کہ جب تو جنگلوں میں راہ بھول کر اسے پکارے تو وہ تیری رہنمائی کرے، تیرا کچھ کھو گیا ہو اور تو اس سے التجا کرے تو وہ اسے تجھ کو ملا دے۔ قحط سالی ہو گئی ہو اور تو اس سے دعائیں کرے تو وہ موسیٰ لادھار مینہ تجھ پر برسائے۔ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ! مجھے کچھ نصیحت کیجیے۔ آپ نے فرمایا کسی کو بُرا بھلا نہ کہہ، نیکی کے کام کو ہلکا اور بے وقعت نہ سمجھ۔ گو اپنے مسلمان بھائی سے بہ کثادہ پیشانی ملتا ہی ہو، گو اپنے ڈول سے کسی پیاسے کو ایک گھونٹ پانی کا دینا ہی ہو اور اپنے تہجد کو ادھی پنڈلی تک رکھ، نہ ملنے تو زیادہ سے زیادہ ٹخنے تک اسے نیچے لٹکانے سے بچتا رہ اس لیے کہ یہ فخر و غرور ہے جسے خدا ناپسند کرتا ہے۔ (مسند احمد)

حکایت | بیان کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے ایک لشکر نے ایک جنگ میں کافروں سے شکست اٹھائی اور واپس لوٹے، ان میں ایک مسلمان جو بڑے

سچی اور نیک تھے، ان کا گھوڑا جو بہت تیز رفتار تھا راستہ میں اڑ گیا۔ اس ولی اللہ نے بہت کوشش کی لیکن جانور نے قدم ہی نہ اٹھایا۔ آخر عاجز آ کر اس نے کہا کیا بات ہے کہ تو اڑ گیا۔ ایسے ہی موقع کے لیے تو میں نے تیری خدمت کی تھی اور تجھے پیار سے پالاکھا، گھوڑے کو خدا نے زبان دی، اس نے جواب دیا کہ وجہ یہ ہے کہ آپ میرا گھاس دانہ سائیس کو سو نیپ دیتے تھے وہ اس میں سے چڑا لیتا تھا، مجھے بہت کم کھانے کو دیتا تھا اور مجھ پر ظلم کرتا تھا خدا کے اس نیک بندے نے کہا اب تو چل! میں خدا کو بیچ میں رکھ کر وعدہ کرتا ہوں کہ اب سے تجھے میں ہمیشہ اپنی گود میں ہی کھلایا کروں گا۔ جانور یہ سنتے ہی تیزی سے پیکا اور انھیں جلے امن تک پہنچا دیا۔ حسب وعدہ اب سے یہ بزرگ اپنے اس جانور کو اپنی ہی گود میں کھلایا کرتے تھے۔ لوگوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی، انھوں نے کسی سے یہ واقعہ کہہ دیا جس کی عام شہرت ہو گئی۔ لوگ اس واقعہ کو سنتے کے لیے ان کے پاس دور سے

آنے لگے۔ شاہِ روم کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے چاہا کہ کسی طرح انھیں اپنے شہر بلا لے، بہت کوششیں کیں لیکن بے سود رہیں۔ آخر میں اس نے ایک شخص کو بھیجا کہ کسی طرح جیلے حوالے سے انھیں بادشاہ تک پہنچائے۔ یہ شخص پہلے مسلمان تھا پھر مرتد ہو گیا تھا۔ یہ بادشاہ کے پاس سے چلا یہاں آکر وہ ان سے ملا، اپنا اسلام ظاہر کیا، توبہ کی اور نہایت نیک بن کر رہتے لگا۔ یہاں تک کہ اس ولی اللہ کو اس پر پورا اعتماد ہو گیا اور اسے صالح اور دیندار سمجھ کر انھوں نے دوستی کر لی اور ساتھ ساتھ پھرتے لگے، اس نے اپنا پورا راسوخ جہا کہ اپنی ظاہری دینداری کے فریب میں انھیں پھنسا کر ادھر بادشاہ کو اطلاع دی کہ فلاں وقت دریلے کے کنارے ایک مصنوعی جہری شخص کو بھیجو میں انھیں لے کر وہاں آجاؤں گا اور اس شخص کی مدد سے انھیں گرفتار کروں گا۔

یہاں سے انھیں بھل دے کر لے چلا اور اسی جگہ پہنچایا۔ وقتاً یہ شخص نمودار ہوا اور اس بزدگ پر حملہ کیا۔ ادھر سے اس مرتد نے حملہ کیا۔ اس نیک دل شخص نے اس وقت آسمان کی طرف نگاہیں اٹھائیں اور دعا کی کہ خدایا اس شخص نے تیرے نام سے مجھے دھوکہ دیا۔ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو جس طرح چاہے مجھے ان دونوں سے بچالے۔ خدانے ان کی دعا قبول فرمائی۔ جنگل سے دو درندے دوڑتے ہوئے دکھائی دیے اور وہ آکر ان دونوں شخصوں کو دیوچ لیتے ہیں اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے واپس چلے جاتے ہیں اور یہ بندہ خدا پر امن و امان و مال سے صحیح و سالم واپس تشریف لے آئے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نمل)

حضرت طاؤسؓ کسی بیمار کی بیمار پرسی کو گئے۔ بیمار نے کہا میرے لیے خلد  
**حکایت** سے دعا کیجیے۔ آپ نے فرمایا تم خود اپنے لیے دعا کرو، بقیہ اس کی بیتیاری کے

وقت کی دعا کو خدا قبول فرماتا ہے۔

حضرت وہبؓ فرماتے ہیں میں نے اگلی آسمانی کتاب میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے  
 مجھے میری عزت کی قسم! جو مجھ پر اعتماد کرے اور مجھے تھام لے تو میں اسے اس کے مخالفین سے



بچالوں گا اور ضرور بچالوں گا۔ گو آسمان و زمین اور کل مخلوق اس کی مخالفت اور ایذا ہی پر تل جائیں اور جو مجھ پر اعتماد نہ کرے میری پناہ میں نہ آئے تو میں اسے امن و امان سے چلتا پھرتا ہی اگر چاہوں گا تو زمین میں دھنسا دوں گا۔ اور اس کی کوئی مدد نہ کروں گا۔

ایک بہت ہی عجیب واقعہ حافظ ابن عساکر نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک خچر پر لوگوں کو دمشق سے زیدانی لے جایا کرتا تھا اور اسی کرایہ پر میری گزر بسر ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے خچر کرایہ پر لیا میں نے اسے سوار کرایا اور لے چلا ایک جگہ جہاں دور راستے تھے پہنچے تو اس نے کہا اس راہ پر چلو۔ میں نے کہا کہ میں اس راستے سے واقف نہیں ہوں۔ سیدھی راہ یہی ہے۔ اس نے کہا نہیں میں پوری طرح واقف ہوں۔ یہ بہت نزدیک کا راستہ ہے۔ میں اس کے کہنے سے اسی راستے پر چلنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ ہم ایک قو و دق بیابان میں آگئے ہیں جہاں کوئی راستہ نظر نہیں آتا، نہایت خطرناک جنگل اور بے بہر طرف لاشیں پڑی ہوئی ہیں میں سہم گیا وہ مجھ سے کہنے لگا ذرا گام تھا مو مجھے اتنا ہے۔ میں نے گام تمام لی وہ اترا اور اپنا تہ بند اونچا کر کے کپڑے ٹھیک کر کے چھری نکال کر مجھ پر حملہ آور ہو گیا۔ میں وہاں سے بھاگا لیکن اس نے میرا پیچھا کیا اور مجھے پکڑ لیا۔ میں اسے فیس دینے لگا لیکن اس نے خیال بھی نہ کیا۔ میں نے کہا اچھا یہ خچر اور کل سامان جو میرے پاس ہے تو لے لے۔ اور مجھے چھوڑ دے۔ اس نے کہا یہ تو میرا ہو ہی چکا ہے لیکن میں تجھے زندہ چھوڑنا چاہتا ہی نہیں۔ میں نے اسے خدا کا خوف دلایا آخرت کے عذابوں کا ذکر کیا لیکن ان چیزوں نے بھی اس پر کوئی اثر نہ کیا اور وہ میرے قتل پر نکل رہا۔ اب میں مایوس ہو گیا اور مرنے کے لیے تیار ہو گیا اور اس سے یہ منت التجا کی کہ آپ مجھے دور کوت نماز ادا کر لینے دیجئے اس نے کہا اچھا جلدی پڑھ لے میں نے نماز شروع کی۔ لیکن خدا کی قسم! میری زبان سے قرآن کا ایک حرف نہیں نکلا تھا، یوتہی ہاتھ باندھے ہمیشہ زندہ کھڑا ہوا تھا اور

وہ جلدی مچا رہا تھا اور اسی وقت اتفاق سے یہ آیت میری زبان پر آگئی:

آَمِنٌ يُجِيبُ الْمُسْتَظْرَ اِذَا  
دَعَا وَ يَكْشِفُ السُّوْعَ ۝

وہ اسے پکارتے۔ اور تکلیف کو دفع کرتا ہے۔

پس اس آیت کا زبان سے جا رہی ہوتا تھا کہ میں نے دیکھا کہ جنگل میں سے ایک گھوڑہ سوار تیزی سے اپنا گھوڑا اچھکائے نیزہ تانے ہماری طرف چلا آ رہا ہے اور بغیر کچھ کہے اس ڈاکو کے پیٹ میں اس تاپنا نیزہ گھسیٹ دیا جو اس کے جگر کے آر پار ہو گیا۔ وہ اسی وقت بے جان ہو کر گر پڑا۔ سوار نے باگ موڑی اور جانا چاہا لیکن میں اس کے قدموں سے پیٹ گیا اور یہ الحاح و زاری کہنے لگا کہ خدا کے لیے یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں اس کا بھیجا ہوا ہوں جو مجبوروں، بیکسوں اور بے بسوں کی دعا قبول فرماتا ہے اور مصیبت و آفت کو طامال دیتا ہے۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور وہاں سے اپنا چرخ اور مال لے کر صحیح و سالم واپس لوٹا۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت ابو بکر صدیقؓ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ! میری آخری عمر اچھی کر۔

**حضرت ابو بکر صدیقؓ کی دعا**

نیک عمل پر میرا خاتمہ فرما اور اپنی ملاقات کا دن سب دنوں سے بہتر کر۔  
”ایک بھائی کی دعا دوسرے بھائی کے حق میں، بشرطیکہ وہ صرف خدا کی راہ پر دعا کرے، ضرور قبول ہوگی۔“

آپ عموماً یہ دعا مانگا کرتے تھے: ”اے خدا! میں تجھ سے وہ چیز مانگتا ہوں جو مجھے آخرت میں کام آئے۔ الہی! مجھے اپنی خوشنودی اور اعلیٰ مرتبہ جنت نعیم سے عطا کر۔“

**دعا — یا — رضا**

اہل شریعت کے لیے دعا کرنا درست ہے مگر جو نبی اللہ کے دوست منازلِ ولایت

طے کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ جس مقام پر ان کی ہر دعا قبول ہونے لگتی ہے تو اس وقت ان کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اللہ کی رضا کو مد نظر رکھیں۔ اگر وہ ہر ایک کے لیے دعا کرتے جائیں گے تو اس طرح انسانی تقدیر جو اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے اس میں بار بار دخل آئے گا جس سے رضائے الہی متاثر ہوگی اور اللہ کے ولی کا مقام وہیں رک جائے گا لہذا اچھا دوست تو وہی ہوتا ہے جو اللہ کی رضا کے مطابق چلے۔

پھر ولایت میں اللہ کے بندوں پر ایک ایسا مقام بھی آجاتا ہے جس وقت ان کی زبان پر اللہ خود بولتا ہے اور ان کی ہر بات پوری ہوتی ہے۔ ایسے صدیقین اللہ کی رضا کے بغیر اپنی زبان سے کوئی لفظ نہیں نکالتے بلکہ وہ پہلے لوح محفوظ پر دیکھ کر دعا کرتے ہیں اور یہی ان کے لیے بہتر ہے۔

حضرت امام عبدالکریم بن ہوازن قشیری نے لکھا ہے کہ صوفیاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا دعا افضل ہے یا سکوت و رضا۔ بعض کہتے ہیں کہ دعا تو دراصل عبادت ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔ لہذا جو بات عبادت ہو اس کا ذکر کرنا اس کے ترک کر دینے سے افضل ہے۔ مزید یہاں یہ حق سبحانہ کا حق ہے لہذا اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعا کو قبول نہ کرے اور بندے کی آرزو پوری نہ ہو تو بھی بندے نے اپنے رب کا حق ادا کر دیا کیونکہ دعا عبودیت کے احتیاج کا اظہار ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ خاموش رہنا اور اللہ کے حکم کے تحت عاجزی کرنا اصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے بندے کے لیے جو کچھ پہلے سے اختیار کر رکھا ہے اس پر راضی رہنا بہتر ہے۔ اسی لیے واسطی فرماتے ہیں کہ احکام ازل سے تجھ پر جاری ہو چکے ہیں ان پر راضی رہنا وقت کا مقابلہ کرنے سے بہتر ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرمانا ہے "جو شخص میرے ذکر میں مشغولیت کے سبب مجھ سے کچھ نہیں مانگتا میں اسے سوال کرنے والے سے بہتر چیز دوں گا۔"

چنانچہ بعض حالات میں دعا سکوت سے افضل ہے اور یہی صحیح ادب ہے اور مگر یہ بات تو اسی خاص حالت میں معلوم کی جا سکتی ہے کیونکہ کسی خاص وقت کا علم اسی وقت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے لہذا جب دل میں دعا کی طرف اشارہ پایا جائے تو دعا بہتر ہے اور جب سکوت کی طرف اشارہ ہو تو سکوت افضل ہے۔ یوں بھی کہنا درست ہے کہ دعا کے وقت بندہ کو اپنے رب کے مشاہدہ سے غافل نہیں ہونا چاہیے پھر اسے اپنی حالت کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ اگر دعا سے اس حالت میں بسط پیدا ہو تو دعا بہتر ہو گی۔ اور اگر دعا کے وقت اس کا دل اسے زجر کرے اور اس میں قیض پیدا ہو تو اس وقت اس کے لیے دعا نہ کرنا بہتر ہے۔ اور اگر اپنے دل میں نہ زیادہ بسط اور نہ ہی زجر محسوس ہو تو پھر دعا کرنا اور نہ کرنا یکساں ہوگا۔ مگر اگر ایسی حالت میں علم غالب ہو تو دعا بہتر ہے۔ کیونکہ یہ عبادت ہے۔ اور اگر اس حالت میں معرفت، حال اور سکوت غالب ہو تو سکوت بہتر ہے۔ (رسالہ قشیرہ)

## ارشاداتِ صوفیاء

حضرت فضیل بن عیاضؒ کا قول ہے کہ میں دعا یا دشاہ کے حق میں کروں گا کیونکہ بادشاہ کی اصلاح تمام مخلوق کی اصلاح ہوگی۔

حضرت شفیق بلخیؒ نے فرمایا ہے کہ تلاوتِ دعا علامتِ اجابتِ دعا ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا ارشاد ہے کہ دعا درحقیقت ترکِ گناہ کا نام ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا کہ دعا کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ کے سامنے اپنی حاجت کا اظہار

کیا جائے ورنہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے۔

ابوحازمؒ فرماتے ہیں، اگر میں دعا سے محروم کر دیا جاؤں تو یہ میرے لیے زیادہ ناگوار

ہوگا یہ نسبت اس کے کہ میں مقبولیت سے محروم کر دیا جاؤں۔



حضرت سہل بن عبد اللہ رحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کر کے کہا مجھ سے باتیں کرو، اگر یہ نہ کر سکو تو میری طرف دیکھو۔ اگر یہ بھی نہ کر سکو تو میری بات کو سنو۔ اگر یہ بھی نہ کر سکو تو میرے دروازے پر رہو۔ اور اگر یہ بھی نہ کر سکو تو میرے پاس اپنی ضرورتوں کو لاؤ۔

یعنی بن معاذ فرماتے ہیں اے اللہ! میں تجھے کیسے پکاروں جبکہ میں نافرمان ہوں اور تمھیں کیونکر پکاروں جبکہ تو کریم ہے۔

ایک دفعہ حضرت سہل بن عبد اللہ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ مقبولیت کے قریب وہ دعا ہے جو صاحبِ حال بندے کی ہو اور دعا، دعا، دعا ہے کہ بندہ اس قدر مجبور ہو کہ تو کچھ مانگ رہا ہے اس کے سوا اسے چارہ نہ ہو۔

ایک صوتی کا ارشاد ہے کہ عوام کی دعا اقوال والفاظ میں ہوتی ہے اور زاہدوں کی دعا افعال سے اور عارفین کا احوال ہے۔

حضرت ابو علی دقاقؒ فرمایا کرتے تھے کہ دعا قضاء حاجات کی چابی ہے اور فاقہ مستوں کے لیے راحت کا سبب ہے۔ مجبوروں کے لیے جائے پناہ ہے اور حاجت مندوں کے لیے آرام کرنے کا سبب ہے۔

کسی نے حضرت جعفر صادقؑ سے سوال کیا کہ کیا بات ہے کہ ہم دعا مانگتے ہیں مگر ہماری دعا قبول نہیں ہوتی؟ فرمایا اس لیے کہ تم ایسے خدا کو پکارتے ہو جسے تم پہچانتے ہی نہیں ہو۔

حضرت سید احمد کبیر فاضل کا قول ہے کہ دعا میں کمال ادب رکھو اس لیے کہ دعا دراصل رفیع الدرجات کے سامنے حاجات پیش کرنے کا نام ہے (البرہان الموبد)  
حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کا قول ہے کہ دعائیں خیر و برکت کا ذریعہ ہیں اس لیے آپ اپنے مریدوں کو پابندی سے دعا مانگنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

حضرت سید علی ہجویریؒ کا قول ہے کہ اس ذاتِ حقیقی کے رویہ ہمیشہ عاجزی سے  
دعا مانگنا چاہیے۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ  
مومن کی ہر دعا لازمی طور پر قبول نہیں کی جاتی۔

## دعا قبول نہ ہونے کی وجہ

اور جو دعا قبول نہیں کی جاتی اس کے قبول نہ ہونے میں بھی حکمتِ الہی کے تحت اس کے  
یہ بہت سے فوائد مضمون ہوتے ہیں۔ انسان عالم الغیب نہیں بلکہ عالم الغیب صرف اللہ  
ہے اور وہی خوب جانتا ہے کہ اس بندہ کی فلاح و بہبود کس چیز میں ہے۔ ایک آیت  
کلام اللہ کے حسبِ معانی عین ممکن ہے کہ ایک چیز ہم اپنے لیے مفید سمجھ کر اللہ سے طلب  
کریں لیکن حقیقتاً وہ ہمارے لیے مضر ہو اور اسی طرح عین ممکن ہے کہ ایک چیز کو ہم اپنے لیے  
مضر سمجھتے ہوئے اس سے نہ مانگیں لیکن حقیقتاً وہ ہمارے لیے بہت مفید ہو اور اللہ تعالیٰ  
از خود ہمیں عطا فرمادے بعض اوقات دعا کے قبول نہ ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے  
کہ بندہ غافل نہ ہو جائے۔

ہر دعا کی قبولیت پر امر اور نہ ناجی غیر اللہ کی حیثیت رکھتا ہے اور مومن کے عقیدہ  
توحید کے متافی ہے۔ پس ہر دعا کے قبول نہ ہونے کے دو واضح سبب ہیں۔ ایک یہ کہ مومن  
میں غرور و تکبر نہ سما جائے اور وہ اللہ سے آئین ادب و احترام چھوڑ کر غافل و گستاخ نہ  
ہو جائے۔ اور دوسرا سبب یہ ہے کہ طاعت و تعمیل احکام کے طور پر نہیں بلکہ محض  
خواہش و عادت کے طور پر سوال نہ کرنے لگے اور اس طرح ایک معاملہ عشق و ذوق کو  
رسم نہ بنالے۔ کیونکہ یہ بھی ایک شرکِ خفی کی صورت ہے اور شرکِ خفی شرکِ جلی سے دوسرے  
درجہ کی مذموم چیز ہے۔

حضرت نظام الدین اویاؒ محبوب الہیؒ کا قول ہے کہ دعا تسکینِ قلب کے لیے ہے  
وردِ حق تعالیٰ جانتا ہے کہ اس نے دعا مانگنے والے کے لیے کیا کرتا ہے۔ دعا کے وقت صرف

اللہ کی طرف توجہ رکھتی چاہیے۔

ایک مرتبہ حضرت نظام الدین ادیباً ہی نے عربی زبان میں بیان کیا کہ مصیبت جب اوپر سے نازل ہوتی ہے اور دعائے نیچے سے اوپر کو جاتی ہے تو ہر دو کا فضا میں آتنا سا منا ہو جاتا ہے۔ اگر دعائیں قوت ہو تو وہ مصیبت کو واپس لوٹا دیتی ہے اور اگر قوت نہ ہو تو مصیبت نیچے کو اتر آتی ہے۔

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانیؒ کا قول ہے کہ دعا دوڑا تو ہو کر گریہ زاری کے ساتھ مانگا کرو۔ مزید فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن عصر کے بعد ایک گھڑی ایسی ہے جس میں ہر جائز دعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت حافظ عبدالکریم نقشبندیؒ نے فرمایا ہے کہ دعا مانگنے میں تین فائدے ہیں۔ اول جب انسان کہتا ہے کہ اے اللہ! تو میرا خالق اور میں تیرا صنیف بندہ ہوں تو اللہ تعالیٰ سے رابطہ اور تعلق پیدا ہوتا ہے اگر دعا قبول ہو گئی تو بہت اچھا، اگر قبول نہ ہوئی تو زادِ راہ میں اضافہ ہوا اور رضا حاصل ہوئی۔

حضرت خواجہ سید محمد گیسو درازؒ کا قول ہے کہ دعا کے اثرات کا ظہور اسی وقت ہوتا ہے جبکہ حسن اعتقاد اور شرعی آداب کے مطابق مانگی جائے۔

## حکایاتِ دعا

حضرت خواجہ حسن بھریؒ سے روایت ہے کہ انس بن مالکؓ فرماتے تھے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

### دعا کی برکت کا واقعہ

عہد میں شام سے مدینہ تجارت کے لیے آیا کرتا تھا اور پھر مدینہ سے شام جانا لگا اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے وہ قافلہ والوں کے ساتھ نہ جاتا۔ ایک بار جب وہ شام سے مدینہ آ رہا تھا تو ایک ڈاکو ملا جو گھوڑے پر سوار تھا اس نے سوداگر کو پکار کر کہا اٹھ جاؤ، سوداگر اٹھ گیا اور

کہا یہ مال لے لے اور مجھے چھوڑ دے۔ ڈاکو نے کہا مال تو اب میرا ہے ہی۔ میں تو تیری جان لیتا چاہتا ہوں۔ سو داگر نے کہا کہ میری جان سے تجھے کیا غرض؟ مال لے لے اور مجھے چھوڑ دے۔ ڈاکو نے پھر وہی جواب دیا۔ اس پر سو داگر نے کہا، مجھے اتنی مہارت دو کہ میں وضو کر کے نماز پڑھ لوں اور اپنے رب کو پکار لوں۔ ڈاکو نے کہا جو تیرا جی چاہے کر۔

انس فرماتے ہیں کہ سو داگر نے اٹھ کر وضو کیا اور چار رکعت نماز ادا کر کے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی یا دودُ یا دودُ یا ذا العرش المجید یا مبدیٰ یا معیدُ یا قعال لما یرید اسئلک بتور و جھک الذی ملا ارکان <sup>شک</sup> و اسئلک بقدرتک الّتی قدرت بها علی خلقک و بحمتک الّتی وسعت کل شیء لا الہ الا انت یا مغیثُ اغثنی۔ یہ دعا اس نے تین بار پڑھی۔

جب دعا سے فارغ ہوا تو یکایک ایک شخص سفید گھوڑے پر سوار سبز رنگ کے کپڑے پہنے نور کا حربہ ہاتھ میں لیے ہوئے آمو جو ہوا۔ جب ڈاکو نے سوار کو دیکھا تو سو داگر کو چھوڑ کر سوار کی طرف لپکا۔ جب اس کے قریب پہنچا تو سوار نے ڈاکو پر حملہ کر دیا اور ایسا نیزہ مارا کہ اسے گھوڑے سے نیچے گرا دیا پھر سو داگر کے پاس آ کر کہا اٹھو اور اسے قتل کر دو لیکن سو داگر نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے، میں نے کبھی کسی کو قتل نہیں کیا اور میرا دل تو نہیں چاہتا کہ اسے قتل کروں۔ انس فرماتے ہیں کہ سوار ڈاکو کی طرف لوٹ گیا اور اس نے اسے قتل کر ڈالا۔ پھر سو داگر کے پاس آ کر کہا کہ میں آسمان کا فرشتہ ہوں۔ جب تیرے پہلی بار دعا کی تو ہم نے تیسرے آسمان کے کڑکڑانے کی آواز سنی تو کہا کہ کوئی حادثہ واقع ہوا ہے پھر تو نے دوسری بار دعا کی تو آسمان کے دروازے کھل گئے اور وہ آگ کے شعلوں کی طرح نکلا۔ پھر تو نے تیسری بار دعا کی تو آسمان سے جبریل اتر کر ہمارے پاس آئے اور وہ اس مصیبت زدہ کے لیے پکار رہے تھے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ یہ کام میرے سپرد ہے۔ لے



اللہ کے بندے! یاد رکھو جو شخص کسی مصیبت یا سختی کے وقت یہ دعا مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مشکل حل کرے گا اور اس کی مدد کرے گا۔ انس فرماتے ہیں کہ سو اگر صحیح سلامت چلا آیا یہاں تک کہ مدینہ پہنچا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ سنایا اور اپنی دعا کا بھی ذکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے وہ اسماء حسنیٰ تلقین کیے ہیں کہ جب ان کے ذریعے سے دعا کی جائے تو اللہ قبول کرتا ہے اور ان کے ذریعے سے کوئی چیز مانگی جائے تو اللہ اسے دے دیتا ہے (رداء الشافی)

**حکایت** | خواجہ حسن بصریؒ حضرت ام المومنین ام سلمہؓ کی لونڈی شرفیہ کے گھر پیدا ہوئے آپ نے حضرت ام سلمہؓ کا دودھ بھی پیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے دودھ کی چند بوندوں سے آپ کے اندر ہزاروں برکتیں پیدا کر دیں۔ حضرت ام سلمہؓ ایک مرتبہ خواجہ حسن بصریؒ کو گود میں لے کر بیٹھی ہوئی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے انھوں نے ننھے خواجہ حسن کو آپ کی گود میں ڈال دیا۔ حضور نے آپ کو پیار کیا اور دعا دی اور اسی دعا نے خواجہ حسن بصریؒ کو درجات بلند عطا کیے۔

**حکایت** | کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک شخص کے پاس سے گزے جو دعا کہتا تھا اور گڑ گڑاتا تھا۔ یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام نے کہا یا الہی اگر میرے پاس اس کی حاجت ہوتی تو میں پوری کہہ دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ لے موسیٰ! میں تم سے زیادہ اس پر رحم کرنے والا ہوں مگر وہ مجھے پکارتا ہے اور اس کا دل اپنی بکریوں کے پاس ہے اور میں کسی ایسے بندے کی دعا قبول نہیں کرتا جس کا دل میرے سوا کسی اور کے پاس ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات اس شخص سے کہہ دی پھر اس نے خالص اللہ کی طرف متوجہ ہو کر دل سے دعا کی اور اس کی دعا مقبول ہوئی۔

**حکایت** | ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ تاتاری کفار نے بلغار کی اور مغلوں کی مصیبت نیشاپور کے پاس پہنچی تو وہاں کے بادشاہ نے ایک آدمی کو شیخ فرید الدین عطارؒ

قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بھیجا اور ان سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے جواب دیا کہ دعا کا وقت گزر گیا اب وقتِ رضا ہے۔ یعنی خدا کی طرف سے مصیبت نازل ہو چکی ہے۔ اب اپنے آپ کو رضائے الہی کے سپرد کرنا چاہیے۔ بعد ازاں ارشاد ہوا کہ نزولِ مصیبت کے بعد بھی دعا کرتی چاہیے۔ اس سے خواہ مصیبت دور نہ ہو سکن اس کی سختی کم ہو جاتی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ بندے کو چاہیے کہ جب

### حضرت نظام الدین اولیاء کا ارشاد

اس سے سرزد ہوئی ہو اور اسی طرح کسی طاعت و عبادت کا بھی دل میں خیال نہ لائے کیونکہ اگر وہ طاعت و عبادت کا خیال دل میں لائے گا تو اس میں غرور اور خود پسندی کا شائبہ ہوگا اور مغرور کی دعا قبول نہیں ہوتی، اگر وہ اپنی کی ہوئی مصیبت و نافرمانی کا خیال دل میں لائے گا تو اس سے دعا کے قبول ہونے کا یقین کم ہو جائے گا۔ پس دعا کے وقت نظر خاص رحمتِ حق پر مرکوز ہونی چاہیے اور یہ یقین ہونا چاہیے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ دعا قبول ہوگی۔ نیز آپ نے فرمایا کہ دعا کے وقت دونوں ہاتھ کھلے اور سینے کے برابر رکھنے چاہئیں، ایک روایت یہ بھی ہے کہ دونوں ہاتھ ایک دوسرے سے مٹے ہوئے اور قدرے بلند ہوں اور ہاتھوں کو اس طرح رکھنا چاہیے جیسے اسی وقت ان میں کوئی چیز گرائی جانے والی ہے۔ اس اثنا میں یہ بھی ارشاد ہوا کہ دعا سے دل کو تسکین ہوتی ہے۔ باقی خدائے عزوجل ہی جانتا ہے کہ کیا ہونا چاہیے۔

ایک روز حضرت اویس قرنیؓ دریا کے کنارے اپنے کپڑے دھو رہے تھے جب وہ کپڑے دھو چکے تو وضو فرمایا اسی وقت انہوں نے السلام علیکم کی آواز سنی اور ایک شخص کو دیکھا اور جواب دیا وعلیکم السلام، پھر اس شخص سے مصافحہ کیا۔ اس شخص نے آپ کا ہاتھ کافی دیر اپنے ہاتھ میں پکڑے رکھا اور اس کو بغور دیکھتا رہا اور پھر اس نے ان کے ہاتھ کو بہت چوما اور پکارا اٹھا کہ آپ ہی اویس قرنیؓ ہیں۔

خواجہ صاحبؒ نے اس شخص سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ عرض کی اے عاشقِ حبیب! میں ہرم بن حیان ہوں۔ آپ کی بابت میں نے صحابہ کرامؓ سے بہت کچھ سن رکھا ہے اور ایک مدت سے آپ کو تلاش کرتا پھر رہا ہوں۔ آج آپ کو دیکھا اور آپ کی شناختی علامت بھی دیکھی تو خدا کا شکر گزار ہوا ہوں کہ اس کا کرم مجھ پر ہوا ہے اور مجھے مردِ حق سے ملاقات کرنی نصیب ہوئی ہے۔

خواجہ صاحبؒ نے فرمایا اے ہرم بن حیان! تمہیں میرا نام کس نے بتایا اور میرے متعلق تو کس طرح واقف ہوا اور تمہیں میرے پاس کوئی چیز لائی ہے اور میری یہاں موجودگی کا تمہیں پتہ کیسے لگا؟ ہرم بن حیانؒ نے عرض کی اے خواجہ اولیس قرتیؒ! میں نے آپ کو آج سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ پھر مجھے آپ کی خبر اس نے دی جس نے آپ کو بند مرتبے عطا کیے، جس نے آپ کو اپنے محبوب کا عاشق بنایا اور جس نے آپ کی سفارش سے امتِ محمدیہ کی بخشش کا وعدہ کیا اس نے میری اور آپ کی روح کو آپس میں شناسائی کروادی۔ پھر عرض کی کہ مجھے کوئی رسول اللہؐ کی حدیث سنائیں۔

خواجہ اولیس قرتیؒ نے فرمایا کہ میں نے تو رسول اللہؐ کو بالمشافہ دیکھا بھی نہیں ہاں ان کے اوصاف کی بنا تہ سے ضرور ہیں اس لیے میں نہیں چاہتا کہ ان باتوں کا محدث ہفتی یا مذکرین جاؤں میں تو اپنے شغل و اشتغال میں بس مصروف رہتا ہوں۔

پھر ہرم بن حیان نے عرض کی کہ آپ مجھے قرآن حکیم کی کوئی آیت سنائیں۔

خواجہ اولیس قرتیؒ نے اعد ذب اللہ من الشیطن الرجیم پڑھا، پھر ایک آیت وما خلقت الجن والانس سے لے کر ہوالبر الرحیم تک تلاوت فرمائی۔ ہرم بن حیانؒ کہتے ہیں کہ ہم دونوں پر اس قدر رقت طاری ہو گئی کہ کتنی دیر تک ہم روستے رہے۔

پھر مجھ سے خواجہ اولیس قرتیؒ نے پوچھا اے ہرم بن حیان! اب تو کیا چاہتا ہے؟ میں نے عرض کی آپ کی محبت اور دوستی چاہتا ہوں تاکہ اسودہ حال ہو جاؤں۔ خواجہ صاحبؒ یوں نے

خدا سے دوستی اور محبت کر لی وہ کسی اور سے کس طرح وابستہ ہو سکتا ہے۔ یہی تمہیں نصیحت کہہ سکتا ہوں۔ عرض کی فرمائیں۔ ارشاد ہوا کہ موت کو ہمیشہ اپنے تکیے کے نیچے سمجھا اور امید رکھ کر چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے بھی پرہیز کر، کیونکہ چھوٹے گناہ ہی انسان کی دولت کا سبب بن جاتے ہیں۔

ہرم بن جہان نے پوچھا، خواجہ جی! میں کو تसे علاقے میں قیام رکھوں اور گزارا وقت کے لیے کیا سامان اور طریقہ اختیار کروں؟ فرمایا اس عارضی دنیا میں خدا سے بھی محبت کرتے ہو اور یہاں رہنے اور زندگی گزارنے کی طلب بھی رکھتے ہو۔ پھر فرمایا دیکھو ہرم! تمہارا باپ مر گیا، آدم، حوا، ابراہیم، نوح، موسیٰ اور داؤد سب اللہ کو پیارے ہو گئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وصال کر گئے پھر آپ کے خلیفہ اول حضرت ابو بکر رضی بھی وفات پا گئے۔ جب یہ ہستیاں دنیا میں نہیں رہیں تو میں اور تم کیا چیزیں ہم کیونکر رہیں گے اس لیے ایک عارضی ٹھکانے میں قیام و طعام کے انتظام کرنا چہ معنی دارد؟“

ہرم بن جہان کہتے ہیں کہ ان دنوں حضرت عمر رضی زندہ تھے مگر مجھے حضرت ادریس قزنی نے فرمایا کہ آج میرا بھائی عمر رضی اللہ کو پیارا ہو رہا ہے۔ یہ خبر خواجہ صاحبؒ کو اللہ نے حضرت عمر رضی کی رحلت سے بہت پہلے کر دی تھی۔ پھر مجھے نصیحت کی کہ تو کتاب خدا اور راہ صلاح اختیار کر اور ایک لمحہ کے لیے بھی موت سے غافل نہ رہ اور حیب تو اپنی قوم میں جائے گا تو نصیحت کا کام شروع کر دے اور اگر تو نصیحت کرنے اور علم سکھانے میں رانی برابر بھی تامل سے کام لے گا تو تیری ساری دینی ریاضت اکارت جائے گی۔ پھر خواجہ صاحب نے مجھے بہت سی دعائیں دیں پھر کئی گھنٹوں تک خود ہی روتے رہے اور ساتھ مجھے بھی رلاتے رہے۔ پھر دیکھو کتارے چلنا شروع کر دیا میں بھی ساتھ چلتا گیا مگر اگلے ہی لمحے اچانک کچھ اس طرح سے تائب ہوئے کہ اس کے بعد میں نے ان کو کہیں نہیں دیکھا۔

حضرت السری فرماتے تھے کہ میں معروف کرخی رح کی مجلس میں گیا۔ ایک شخص

نے اچھ کر درخواست کی کہ اے ابو محفوظ! عافرائیں کہ اللہ تعالیٰ تیری تھیلی

**حکایت**



مجھے لوٹاؤ یہ ہٹنا کسی تے چڑاں ہے اور اس میں ایک ہزار دینار تھے مگر آپ خاموش رہے  
 اس نے پھر وہی بات دہرائی، آپ پھر خاموش رہے، اس نے پھر کہا، تو معرفت نے کہا  
 میں کیا کہوں؟ کیا یہ کہوں کہ جو چیز تو نے اپنے انبیاء اور اصفیاء کو نہیں دی وہ اسے لوٹاؤ  
 اس نے یہ سن کر کہا پھر میرے لیے دعا کیجئے، تو آپ نے کہا اے اللہ! جو چیز اس شخص کے  
 لیے بہتر ہو اسے اس شخص کے لیے منتخب فرما!

**حکایت** کہتے ہیں کہ ایک نوجوان نے کعبہ کے پردوں کو بکپڑ کر کہا صدیا تیرا کوئی شریک  
 نہیں کہ ہم اسے لاسکتے اور نہ کوئی وزیر ہے جسے ہم رشوت دے سکیں۔ اگر  
 میں تیری عبادت کروں تو یہ تیری عنایت ہوگی جس کے لیے میں شکر گزار ہوں اور اگر نافرمانی  
 کروں تو ایسا میری جہالت کی وجہ سے ہوگا اور تیری محبت مجھ پر قائم ہوگی۔ اس حجت کی  
 قسم جو تیرے ہاں میری ہارت سے منقطع ہو چکی ہے تو مجھے بخش دے۔ اس پر اس نے مالتف کو  
 کہتے سنا کہ یہ نوجوان دوزخ سے آزاد ہے۔

**حکایت** حضرت شیخ علی متقی نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ میں کشتی پر سوار تھا اور کشتی  
 دریائے شور کو عبور کر رہی تھی۔ ناگاہ طوفان آیا اور کشتی ٹوٹ گئی۔ ہم کئی فقیر  
 ایک تختہ پر رہ گئے۔ پانی کے تلاطم سے جو کتابیں میرے پاس تھیں، بھینگ گئیں۔ جب ہم کنارے  
 پر پہنچے ہیں نے تمام کتابوں کو دھوپ دی، ان کے اوراق جدا ہو گئے لیکن خدا کے فضل و کرم سے  
 ایک حرف بھی ضائع نہیں ہوا۔ وہاں سے ہم خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں پیاس کی  
 شدت سے نڈھال ہو گئے لیکن دور دور تک پانی کا نشان نہ تھا ہم نے پروردگار کی بارگاہ میں  
 عرض کی اس نے اپنی رحیمی کا جلوہ دکھایا اور دو سلا دھار بارش ہونے لگی۔ ہم نے خوب سیر ہو کر  
 پانی پیا اور پھر تازہ دم ہو کر خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہوئے۔

**دعا کی کرامت** حضرت شیخ کلیم اللہ کے زمانے میں ایک سال بارش نہیں ہوئی کھیتیاں  
 خشک ہو گئیں۔ زمینیں بتر ہو گئیں، لوگ پانی کے ایک قطرے کو ترسی

گئے۔ جب لوگوں کی پریشانی حد سے بڑھ گئی تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بارش کے لیے دعا کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت نے اسی وقت بارگاہِ خداوندی میں انتہائی عاجزی و انکساری سے عرض کیا یا اللہ! تیرے بندے پریشان ہیں، بارش کے حاجتمند ہیں، تیرے فضل و کرم کے امیدوار ہیں، ان کی فریاد سن لے۔ اور ابرہہ کرم کو حکم دے کہ وہ تیرے ان پریشان بندوں کے خشک کھیتوں کو سیراب کر دے۔ حضرت نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کی اور اس طرح کہ مجز و انکسار سے تسوکل آئے۔ حضرت کی دعا بارگاہِ ایزدی میں مقبول ہوئی اور ابھی دعا ختم بھی نہ ہوئے پائی تھی کہ گسنگھور گھٹائیں اٹھیں اور ابرہہ کرم نے جل بھقل کر دیے۔

ایک مرتبہ بصرے میں خشک سالی ہو گئی، دوسو کے قریب  
**خواجہ حسن بصری کا قول** آدمی نماز استسقاء کے لیے جمع ہوئے اور حضرت خواجہ

حسن بصری سے کہا گیا کہ نماز پڑھا میں اور دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا میں خدا کی رضا کے خلاف دعا مانگوں اور نافرمانوں کے گروہ میں شمار کیا جاؤں؛ آپ پر خوفِ خدا اس قدر طاری رہتا تھا کہ ایسے معاملہ ہونا تھا جیسے آپ ہر وقت کسی جلا د کے سامنے ہیں۔

حضرت نوری فرمایا کرتے تھے کہ دورانِ طواف ایک مرتبہ میں نے دعا  
**غیب کی صدا** مانگی کہ اے اللہ! مجھے وہ مقام و وصف عطا کر دے جس میں کبھی تغیر نہ ہو

چنانچہ غیب سے صدا آئی اے ابوالحسن! کیا تو ہمارے مساوی ہونا چاہتا ہے کیونکہ یہ وصف تو ہمارا ہے کہ ہماری وضاحت میں کبھی تغیر و تبدل نہ رہتا لیکن ہم نے اپنے بندوں میں اس لیے تغیر و تبدل رکھا ہے کہ اس سے ہماری عبودیت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت ابوسلیمان درانی فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے رات میں  
**دعا کا معمول** نماز پڑھنے کے بعد جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے چاہے تو سردی کی

وجہ سے ایک ہاتھ بغل میں دبایا اور اسی شب خواب میں اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے سنا کہ اے سلیمان تجھے اس ہاتھ کا رتبہ عطا کر دیا گیا جو تو نے دعا کے لیے دراز کیا تھا اور اگر دوسرا ہاتھ بھی اٹھا

لیتا تو ہم اس کا اجر بھی عطا کر دیتے۔ چنانچہ اسی دن سے آپ نے موسم سرما میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا معمول بنالیا تھا۔

حضرت ابراہیم بن ادھم کا طرز عمل

حضرت ابراہیم بن ادھم میں خدا خوفی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ بر وقت آخرت کو یاد رکھنے کے لیے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے معافی کے خواستگار رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کسی کام سے سفر پر جا رہے تھے کہ راستے میں آپ کو ایک سنتری مل گیا۔ اس نے جب آپ کا نام دریافت کیا تو آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ کیا اس پر سنتری سخت غضبناک ہو کر کہنے لگا کہ تو مجھ سے مذاق کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سنتری نے آپ کی گردن میں رسی ڈال دی اور آپ کو زد و کوب کرتا ہوا آبادی کی جانب لے آیا اور جب بستی کے لوگوں نے سنتری کو لعنت و ملامت کرتے ہوئے بتایا کہ یہ حضرت ابراہیم ادھم ہیں تو وہ فوراً آپ کے قدموں میں گر کر معافیاں مانگنے لگا۔ اس پر آپ نے انتہائی مثبت شفقت اور ملامت سے فرمایا اے سنتری! میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے مجھ پر ظلم کر کے مجھے بہشت کا حقدار بنا دیا ہے اس پر میں بھی تیرے حق میں دعا کرتا ہوں کہ تجھے بھی جنت میں جگہ ملے۔ اس واقعہ کے چند روز بعد کسی بزرگ نے خواب میں اہل بہشت کو دیکھا جن کے دامن موتیوں سے لبریز تھے۔ جب ان بزرگ نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ ایک ناواقف نے حضرت ابراہیم بن ادھم کا سر پھوڑ دیا تھا اور اب اللہ کی طرف سے ہمیں حکم ہوا ہے کہ جب وہ جنت میں داخل ہوں تو ان پر موتیوں کی بارش کی جائے۔

حضرت ابو عبد اللہ المکاشی کا کہنا ہے کہ ایک بار میں جنیدؒ کے پاس تھا کہ ایک عورت نے آکر عرض کی کہ میرا بیٹا گم ہو گیا ہے آپ دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ صبر کرو۔ وہ چلی گئی اور پھر آئی اور اپنے مطلب کو دوبارہ بیان کیا۔ جنیدؒ نے پھر وہی جواب دیا کہ جاؤ صبر کرو، عورت چلی گئی مگر پھر واپس آ گئی۔ اس طرح اس نے کئی بار

حکایت

کہ ایک عورت نے آکر عرض کی کہ میرا بیٹا گم ہو گیا ہے آپ دعا فرمائیں۔ آپ

نے فرمایا جاؤ صبر کرو۔ وہ چلی گئی اور پھر آئی اور اپنے مطلب کو دوبارہ بیان کیا۔ جنیدؒ نے

پھر وہی جواب دیا کہ جاؤ صبر کرو، عورت چلی گئی مگر پھر واپس آ گئی۔ اس طرح اس نے کئی بار

ایسا کیا اور جنیدؒ اس سے یہی کہتے جاتے کہ صبر کرو۔ پھر اس نے کہا کہ اب میرے صبر کا پیمانہ  
 چھلک چکا ہے اور مزید صبر کی طاقت نہیں ہے لہذا میرے لیے دعا فرمائیں۔ جنیدؒ نے  
 فرمایا اگر ایسا معاملہ ہے تو جاؤ تمہارا بیٹا واپس آچکا ہے۔ وہ چلی گئی اور شکر یہ ادا  
 کرنے کے لیے لوٹ آئی۔ جنیدؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے کیسے معلوم کر لیا۔ فرمایا اللہ  
 تعالیٰ فرماتا ہے:

آمَنْ يُّحِبُّ الْمُضْطَرَّ إِذَا  
 دَعَا وَرَبَّكَشِفَ الشُّوْعَ ۖ  
 بے چین آدمی کی کون سنتا اور اس کی تکلیف  
 کون دور کرتا ہے؟

**حکایت** | حضرت محمد بن خزیمہؒ سے روایت ہے کہ جب احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی وفات  
 ہوئی میں اسکندریہ میں تھا، مجھے ان کی وفات کا غم ہوا تو خواب میں احمد  
 ابن حنبلؒ دکھائی دیے۔ وہ مٹک مٹک کر چل رہے تھے۔ میں نے کہا اے ابو عبد اللہ! یہ  
 کیسی چال ہے؟ فرمایا جنت میں خادموں کی چال ہے۔ میں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ سے  
 کیا برتاؤ کیا؟ فرمایا مجھے معاف کر دیا، مجھے تاج پہنایا اور سونے کے جوتے کا جوڑا پہنایا  
 اور کہا اے احمد! یہ اس بات کی جزا ہے کہ تم نے کہا تھا قرآن اللہ کا کلام ہے۔ پھر فرمایا،  
 اے احمد! مجھے ان دعاؤں کے ذریعے سے پکارو جو میں نے سفیان ثوری کے ذریعے سے تم  
 تک پہنچائی تھیں اور تم دنیا میں ان دعاؤں کو پڑھا کرتے تھے۔ میں نے عرض کی اے ہر چیز  
 کے خالق! ہر چیز پر تیری قدرت کی قسم! مجھے میرے تمام گناہ معاف کر دے اور مجھے کسی بات  
 کے متعلق نہ پوچھو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے احمد! یہ جنت ہے اس میں داخل ہو جاؤ۔ اور  
 میں داخل ہو گیا۔

**ایک دعا کا قصہ** | ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ یعقوب بن لیث کو ایک ایسی بیماری  
 لگ گئی جس کا علاج کرنے سے تمام طبیب عاجز آگئے۔ لوگوں  
 نے اس سے کہا کہ تمہاری سلطنت کے اندر ایک نیک آدمی ہے جس کا نام سہل بن عبد اللہ ہے



اگر وہ تمہارے لیے دعا کرے تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے۔ اس نے سہل کو بلا بھیجا اور کہا کہ میرے لیے اللہ سے دعا کریں۔ سہل نے کہا اے اللہ! جس طرح تو نے معصیت کاری کی دلت دکھا دی ہے اسی طرح اسے اطاعت گزار کی عزت بھی دکھا دے اور اس کی تکلیف دور کر دے۔ اللہ نے اسے شفا دے دی۔ اس نے سہل کو مال دینا چاہا مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے کہا اگر آپ قبول کر لیتے اور فقراء کو دے دیتے (تو بہتر ہوتا) آپ نے جنگل کی کنکریوں کی طرف نگاہ کی تو وہ سب جو اس پرین گئیں۔ اور اپنے اصحاب سے کہا، وہ خدا جو اس قدر دیتا ہے کیا اسے یعقوب بن بیث کے مال کی حاجت ہے۔

**حکایت** | ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت غوث علی شاہ نے راج گڑھ نامی قصبے میں جانے کا ارادہ کیا۔ راستے میں ایک جنگل بڑھا تھا۔ جب آپ اس جنگل میں سے گزر رہے تھے تو آپ نے ایک گائے کو ندی کے قریب مگر ٹچھ کی گرفت میں دیکھا۔ گائے کے منہ سے ربھانے کی آواز مسلسل نکل رہی تھی۔ آپ نے یہ منظر دیکھا تو بہت گھبرائے اور گائے کو رحم طلب نگاہوں سے دیکھا۔ مگر ٹچھ نے گائے کی تھو تھتی کہ اپنے منہ میں دبا رکھا تھا اور اسے اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ غوث علی کو گائے پر بہت رحم آیا اور انھوں نے گائے کے حق میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، "یا اللہ! اس مگر ٹچھ کو سزا کیوں نہیں دیتا۔ آپ کے دعا کرنے کی دیر تھی کہ ایک شیر جو پیاسا تھا اس ندی پر پانی پینے کے لیے آیا شیر نے ابھی تھوڑا پانی ہی پیا تھا کہ اس کی نظر مگر ٹچھ اور گائے پر پڑی۔ شیر غراتا ہوا آگے بڑھا اور گائے کو بیکڑ کر اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں شیر اور مگر ٹچھ دونوں تھک گئے۔ شیر نے گائے کو چھوڑا اور چھلانگ لگا کر مگر ٹچھ کی پیٹھ پر جا بیٹھا۔ پھر شیر نے بڑی مضبوطی سے مگر ٹچھ پر پنجہ جمایا اور تیزی سے اچھلا۔ نتیجتاً شیر، مگر ٹچھ اور گائے سمیت دور جا کر اور گرتے برائے مگر ٹچھ پر ٹانگوں کی بارش کر دی اور اس کے نتیجے میں مگر ٹچھ کا برا حال

ہو گیا اور تھوڑی ہی دیر بعد مگر ٹھپہ کا کام تمام ہو گیا۔ مگر ٹھپہ مگر گائے بیچاری بھی نہ بچ سکی اور وہ بھی مر گئی۔

یہ سب دیکھ کر غوث علی کو اپنی ناقص دعا پر بہت رنج ہوا پھر آپ نے آسمان کی طرف متہ کر کے فرمایا: یا رب العالمین! میں نے مگر ٹھپہ کو مترادینے کی دعا ضرور کی تھی مگر میں یہ بھی چاہتا تھا کہ گائے بیچاری بچ جائے مگر وہ نہیں بچی۔ میں اپنی ناقص دعا پر بہت مشر مند ہوں۔ اس واقعہ کے بعد آپ نے جب بھی کوئی دعا مانگی تو اس کے ہر پہلو پر پہلے غور کیا پھر دعا مانگی۔

**حکایت** حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ میں بنی اسرائیل کے بیابان میں چلا جاتا تھا کہ ایک حدیث سے ملاقات ہوئی اور حالت اس کی یہ تھی کہ محبت الہی سے حیران پریشان اور نگاہ آسمان پر چڑھی ہوئی تھی۔ میں نے کہا اے بہن! السلام علیک، کہا ذوالنون! وعلیک السلام! میں نے پوچھا تو نے مجھے کس طرح پہچانا، کہا اے بیوقوف! اتنی بھی خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بدن پیدا کرنے سے دس ہزار برس پہلے روحیں پیدا کی تھیں۔ پھر جن میں وہاں تعارف ہو گیا وہ یہاں بھی آپس میں الفت کرتے ہیں اور جن میں وہاں شناسائی نہ ہوئی ان میں یہاں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ اسی دوران میں میری روح نے تیری روح کو پہچان لیا تھا۔ ذوالنون فرماتے ہیں کہ میں نے یہ باتیں سن کر کہا معلوم ہوتا ہے کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے حکمت سکھلائی ہے۔ کچھ اپنے علم میں سے مجھے بھی تعلیم کر۔ کہا اے ابوالفیض! اپنے اعضاء پر عدل کی ترازو رکھ لے (یعنی اپنے اعضاء کو شریعت کے تابع کر دے) تاکہ جو کچھ اللہ کے سوا ہے وہ سب کچھ گل کر فنا ہو جائے اور قلب صاف و شفاف ہو جائے۔ سوائے اللہ کے کوئی اس میں نہ ہو۔ اس وقت تجھے اپنے دروازہ پر جگہ دیں گے اور ایک نئی ولایت سے تجھے مشرف فرمائیں گے اور تمام چیزوں کے محافظین کو تیری اطاعت کا حکم دیں گے۔ میں نے کہا اے بہن! کچھ اور کہو، کہا اے ابوالفیض! اپنے نفس میں سے کچھ اپنے نفس کے لیے حصہ لے (یعنی اطاعت میں اپنے نفس کو مشغول رکھ) اور خلوت میں اللہ کی عبادت کرنا پھر

جب تو دعا کرے گا قبول ہوگی۔

**عجب اندازِ دعا** حضرت شیخ جنید بغدادی سے روایت ہے کہ میرے شیخ حضرت سر سقظی فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ طوس میں اسہال کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ کچھ لوگ میرے پاس عیادت کے لیے آئے اور ایسے بیٹھ گئے کہ اٹھنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ مجھے ان لوگوں کے بیٹھنے سے تکلیف ہو رہی تھی کیونکہ بیماری کے سبب مجھے بار بار رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ ان لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ اللہ سے دعا کیجئے میں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ اے اللہ! ہمیں عیادت (بیمار پرستی) کے آداب سکھا دیجیے۔

**حکایت** حضرت ابو علی دقاق کا ارشاد ہے کہ جب میں ابتدا میں مرو سے نیشاپور لوٹ کر آیا تو مجھے آنکھ کے درد کی تکلیف تھی۔ چنانچہ اس تکلیف کی وجہ سے میں کئی دن تک سو نہ سکا۔ ایک صبح میری آنکھ لگ گئی تو میں نے ایک شخص کو کہتے سنا، کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟ جب بیدار ہوا تو تکلیف غائب تھی اور سارا درد اسی وقت جاتا رہا۔ اس کے بعد مجھے کبھی آنکھ میں درد نہیں ہوا۔

**ایک دعا کا اثر** ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت لیث نے ابن نافع کو نابینا دیکھا پھر اس کے بعد دیکھا تو وہ بینا تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بینائی کیونکر تمہیں لوٹا دی۔ انہوں نے فرمایا کہ خواب میں کوئی میرے پاس آیا تو اس نے مجھے کہا کہ یوں دعا کرو۔ "یا قریب یا عجیب یا سمیع الدعاء یا لطیفاً لما یشاء" بصری۔ چنانچہ میں نے یہ دعا پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے میری بینائی مجھے لوٹا دی۔

تزکیۃ نفس اور بھلائی والے اعمال کا حسینہ

# مکاشفۃ القلوب

المقرب الیٰ حبیبہ علامہ النبیوت

تالیف

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی

مترجم

محمد حبیب عالم

حسب پبلشنگ ہاؤس

ایوانِ علم پلازہ ۱۸۔ اردو بازار، لاہور



تذکرہ

اولیائے ہندوستان

مکمل سیٹ دو جلد

عالمگیری

حسب پیشنگ ہاؤس

ایوانِ علم پلازہ ۱۸۔ اُردو بازار، لاہور

اللہ کے ولیوں کے سچے واقعات

فقہی

پچی حکایات

عالمی

حسب پبلشنگ ہاؤس

ایوانِ علم و پلازہ ۱۸۔ اُردو بازار، لاہور

عالم فقری

کی شہرہ آفاق تصانیف

حقوق العباد

اللہامیری توبہ

پیارے رسول ﷺ کی پیاری دعائیں

قبر کی پہلی رات

گناہوں سے بچنے

روحانی عملیات

صدقہ کیسے دیا جائے؟

تذکیۃ القلوب

سنت نکاح

علامات قیامت



دنیا کے تصوف میں ایک گرانقدر اضافہ

# منازلِ ولایت



عالم فقہی

حکیم پبلشنگ ہاؤس